

READING SECTION

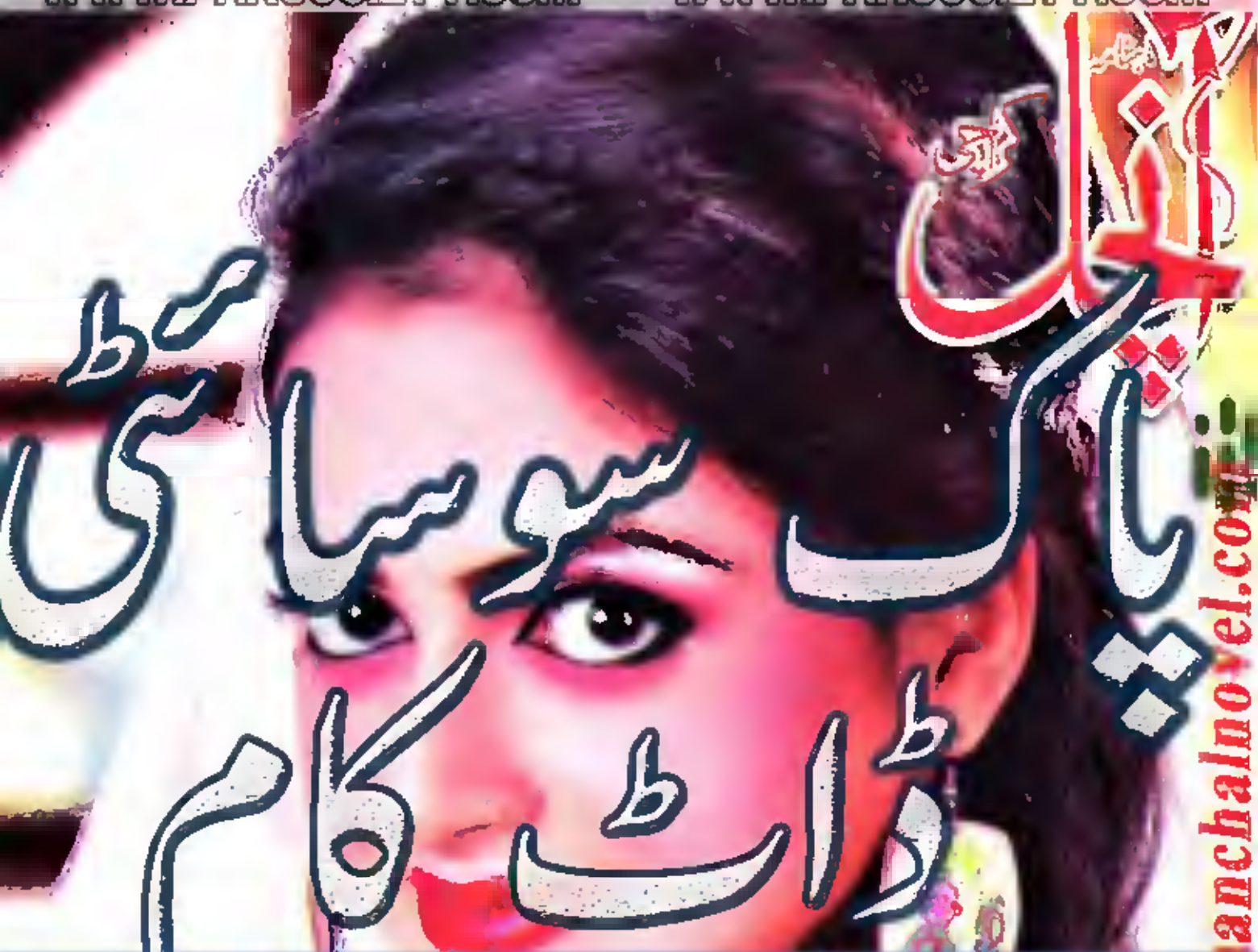
Online Library For Pakistan

WWW.PAKSOCIETY.COM

READING SECTION

Online Library For Pakistan

WWW.PAKSOCIETY.COM



انچائلو
سوسائٹی
ڈاٹ
کام

anchalnovel.com

READING SECTION

Online Library For Pakistan

WWW.PAKSOCIETY.COM

READING SECTION

Online Library For Pakistan

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

aanchalp

زیبائے النساء
مشاق اور خوشی
تیسرا کلا
سچی و سنا
طیبا اور خوشی
تعمیر و احسان
میں کون سا

بانی سوسائٹی
میراثی
سوسائٹی
نائب سوسائٹی
میراثی
سوسائٹی

38	جلد
08	شمارہ
2016	نومبر

پبلسٹیٹی سوسائٹی
0300-8264242

آنچل

رکن آل پاکستان نیوز پیپر ایسوسی ایشن
رکن کونسل آف پاکستان نیوز پیپر ایسوسی ایشن
رکن چیئرمین آف حکام سوسائٹی

aanchalpk.com

aanchalnovel.com

www.aanchalpk.com/blog

onlinemagazinepk.com/recipes

info@aanchal.com.pk

www.women.magazine

[pkwomenmagazine](http://www.pkwomenmagazine)

WWW.PAKSOCIETY.COM



ابتداء

- 14 مدیہ
- 15 ریختن حسین قر
- 15 سید عرفان رفیع
- 16 مدیہ

نیشیاں
جمہوریت
نعت
در جواب آل

مکمل ناول

- 29 چراغ خانہ
- 99 رفعت سراج
- 167 دھوپ اور آنگن
- 199 بھری گوندل
- 167 قسمتیں ہیں مسافر
- 199 مصباح علی سید
- 199 ذرا مسکرامیں گمشدہ
- 199 فاخرہ گل

دانش کدہ

- 21 مشتاق احمد قریشی

السلام علیکم

نوائے نیاں

اساتذہ

- 63 ام آقسی
- 129 اس طور ملے
- 129 عاصم عزیز
- 135 آگاہی
- 135 قرۃ العین سکندر
- 163 زعم زوہ بہت
- 195 گیلے گال
- 195 نوین مسکان سرور
- 231 جہیز
- 231 شہینہ فیاض
- 239 عدا اکمل
- 243 ابراہیم کی ماں
- 243 روشنی کی لکیر

- 25 ثوبیہ جاناں / مسرت اسلم
- 25 لکشمی مریم / کرن کوثر

سلسلہ وار ناول

- 73 تیری زلف کے سر ہونے تک
- 141 شہب بھجری کی پہلی بارش

ناولٹ

- 45 یامین نشاط
- 249 شہانہ شوکت

بند لگانے
خوشیوں کا موسم

پاکستان سوسائٹی جھیل سونابن حسن پورہ ریسٹورنٹ
74400



سرورق: شیراجان آرائس: روز بیوی یادگار عکاسی: موسیٰ رضا

مستقل سلسلہ

297	جویریہ سالک	یادگار	272	طلعت انار	ہومیوکارر
301	شہنام	آئینہ	274	میمونہ حسن	بیاض دل
313	شاکلہ شہت	تکم سے پوچھئیے	276	طلعت آغاز	ڈش مقابلہ
317	ہدیہ ڈاؤن ہاٹھم رزا	آپ کی صحت	281	روبین احمد	بیوی گائیڈ
321	حنا احمد	گال باتیں	283	ایمان وقار	نیرنگ خیال
000	قائین	کمر نہیں	290	ہما احمد	دوست کا پیغام آئے

خدا و کتابت کاپرٹ: "آنچیل" پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون: 021-3562077/72
 فیکس: 021-35620773 کے ذریعہ طلبہ و محاسبات کے ساتھ پبلکیشن سروس ای سی ایف ایف
info@nanchal.com.pk

WWW.PAKSOCIETY.COM

سینہ

استلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نومبر ۲۰۱۶ء کا آچل حاضر مطالعہ ہے

احرام اور ان کی قدر دانی کرو

(صحیح بخاری: 3713)

ہم اللہ سبحان و تعالیٰ کا جتنا شکر کریں وہ کم ہے اللہ کا بڑا احسان اور فضل ہے کہ اس نے ہماری محنت میں برکت عطا فرمائی اور آپ کا حجاب احمد لٹڈا آپ کے معیار پر پورا اتر رہا ہے۔ ان شاء اللہ آنے والا نومبر کا شمارہ حجاب سال گرہ نمبر ہو گیا آپ کا تعاون اور حوصلہ افزائی ہی ہے کہ بالکل نئے ماہنامہ نے اتنے مختصر عرصے میں مقبولیت کی وہ منزل حاصل کی جس کے لیے سالوں انتظار کرنا پڑتا ہے اور وہ اور بذات خود میں تمام بہنوں کی تہہ دل سے مشکور ہوں اور امید کرتی ہوں کہ آپ کا بھرپور تعاون ہمیں آئندہ بھی حاصل رہے گا۔

وطن عزیز میں ہر طرف سیاسی ہلچل مچی ہوئی ہے ہر سیاسی جماعت کا اپنا ایجنڈا ہے جس پر وہ اپنے طریقوں سے عمل پیرا ہے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ ہر سیاسی جماعت کی گوکہ منزل اقتدار ایک ہی ہے لیکن سب نے اپنی اپنی ڈیڑھ ہائیٹ کی مسجد الگ بنا رکھی ہے کسی معاملے پر اگر کسی نہیں اتحاد ہو بھی جائے تو وہ جلد ہی ہوا میں اڑا دیا جاتا ہے کیونکہ اس اتحاد میں اس جماعت کے مفادات آڑے آتے جاتے ہیں جتنی سیاسی جماعتیں ہیں اتنے ہی ان کے اپنے مفادات اور نظریات ہیں کچھ جماعتیں حکمران وقت کے ساتھ مل کر بھی منافقت کے رویے اپناتی ہیں ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ نہ تو حکمرانوں کو اور نہ ہی حزب اختلاف کی کسی جماعت کو وطن عزیز کی پروا ہے تو صرف اپنے اپنے ذالی مفادات کی آگے عوام سے اور ملک و قوم سے اتنی ہی ہمدردی ہے کہ وہ ان کے وطنوں سے مندر اقتدار پر براہمان ہو سکیں اللہ اللہ خیر صلہ اسے یہ میں بھی کیا باتیں لے کر بیٹھتی ہوں تاکہ میں چلتے ہیں اپنے محبوب آچل کی طرف ان تمام بہنوں کا تہہ دل سے شکر یہ جنہوں نے عید الاضحیٰ پر مبارکباد کے پیغامات ارسال کیے اور بہت سی دعاؤں سے نوازا اور اپنی محبتوں چاہتوں کا اظہار کیا اور ہماری حوصلہ افزائی کی جزاک اللہ اب چلیں آچل کے شمارے کی جانب۔

اس ماہ کے شمارے

- ☆ بند لٹفانے
 - ☆ اس طور طے
 - ☆ دھوپ اور آگن
 - ☆ آگاہی
 - ☆ زعم زدہ بہت
 - ☆ کیلئے گال
 - ☆ قسمیں ہیں مسافر
 - ☆ جہیز
 - ☆ کپڑے و ماٹز
 - ☆ اربانوں کی مالا
 - ☆ روشنی کی لکیر
 - ☆ خوشیوں کا موسم
- ہماری نقد ریڈ لٹرفون کی مانند ہے جسے تدبیر بھی مات نہیں دے پاتی یا سب سے بہترین ناولٹ۔
جب من ہو مقدر میں تو رستے کہیں نہ کہیں ضرور مل ہی جاتے ہیں ام اقصیٰ کی منفر و کاوش۔
محبت اور جاہت کے جذبات کی بہترین عکاسی کرتا بشری گوندل کا خوب صورت مہل ناول۔
لجوا گا ہی نہیں آئے پر سو روزیاں کا بخوبی ادراک ہو جاتا ہے عاصمہ عزیز کا موثر افسانہ۔
انا اور خود پسندی کا بت باش یا اس کرتی قرۃ العین کی اصلاحی تحریر۔
منفلس و مغلوک الجال طے کی بہترین عکاسی کرتی نمرہ محمد پہلی بار شریک محفل ہیں۔
بعض حادثات زندگی میں محمود پیدا کر دیتے ہیں ایسا ہی بہترین ناول مصباح علی کے لکس ہیرائے میں۔
سچے اور پاکیزہ رشتوں کا حصول ہر شے سے بڑھ کر ہے نورین مسکان ہر دور کا افسانہ۔
زندگی کے سچ حقائق سے کپڑے و ماٹز کیسے اور کیونکر کیا جائے جانے شمینہ فیاض کے سنگ۔
اپنوں کے ہاتھوں اربانوں کی مالا کھرنے کی کہانی عذرا کنول کی زبانی۔
فضول و فرسودہ رسومات کے خلاف اتر اتر کی عمدہ کاوش۔
دکھوں کی فصل کاٹنے کے بعد خوشیوں کا موسم کیسے ماشانہ شوکت کے انداز میں آپ بھی جانئے۔
اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

2016ء

14

آپریل

نعت

حکمران ملک

ہم مدینے کے مسافر ہیں مدینے جائیں گے
 ہے یقین سرکار ہم کو بھی وہاں بلوائیں گے
 جھوم کر ہم بھی پڑھیں گے اپنے آقا پر درود
 تو ملائک بھی ہمارے ہموا بن جائیں گے
 ہم کو لے جائے گی قسمت جب در سرکار پر
 روضہ انور کو ہم تو دیکھتے رہ جائیں گے
 وہ ابام الانبیاء ہیں رحمت اللعالمین
 مرتبے سرکار کے ہم کیا بیاں کر پائیں گے
 امت سرکار جب گزرے گے پل سے حشر میں
 دیکھنا جبریل اپنے پر وہاں پھیلائیں گے
 بس خلوص دل سے عرفاں کر ثناء سرکار کی
 ایک دن شاہ امم طیبہ تجھے بلوائیں گے

تیری قدرت کے کرشمے ہیں خداوند کریم
 اک طرف صحرا کی گرمی اک طرف باد نسیم
 کہساروں کو سجایا زیور اشجار سے
 کوئی تیزی شان دیکھے دیدہ بے دار سے
 پتھروں سے پھوٹنا چشموں کا تیری شان ہے
 خالق و مالک ہے سب کا یہ مرا ایمان ہے
 یہ ندی نالوں کا بہنا دامن کہسار میں
 شان پوشیدہ ہے تیری رونق گلزار میں
 تو ہے سب کا خالق و مالک تو ہی معبود ہے
 دونوں عالم میں مرے مولا تو ہی موجود ہے
 تو ازل سے تا ابد بیدار ہے میرے خدا
 تو ہی سب کے ظاہر و باطن کو ہے پہچانتا
 ہر گھڑی ہر سمت تیری رحمتوں کا ہے نزول
 تو خطا کاروں کی کرتا ہے دعاؤں کو قبول

سید عرفان رفیع

ریاض حسین قمر

مہلک

پرطاری مت کریں ایسی باتوں کو مثبت انداز میں لیں اور بہتر سے بہتر کے سفر کی جانب توجہ مرکوز ہو جائیں۔ بے شک تخلیقی امر کوئی بھی ہو مشکل اور کٹھن ہی ہوتا ہے چاہے وہ ایک سطر ایک جملہ ہی کیوں نہ ہو۔ بہر حال آپ کی والدہ نے تو آپ کو سراہا اور پسند کیا اس سے بڑھ کر کسی کی تعریف و تحسین اہمیت نہیں رکھتی۔ امید ہے کلہمی کاوش جاری رکھیں گی آپ اپنا عمل پتہ آفس کے نمبر پر رابطہ کر کے نوٹ کروادیں تاکہ آپ سے کلمی رابطہ بحال ہو سکے۔

آسمارہ انصاری لاہور

ڈیر آسمارہ! جیسی رہو آپ آج سے دس سال پہلے کی بات کر رہی ہیں اور ان گزرے ماہ و سال میں گزشتہ زمانہ کی بدولت بہت سے تغیرات رونما ہوئے جن میں لوگوں کی پسند و ناپسند کے معیار بھی بدلتے رہتے ہیں۔ آج زیادہ تر لوگ تخیل اور فینٹسی سے نکل کر معاشرے کی حقیقت اور سچائیوں کا سامنا کرنا چاہتے ہیں۔ حقیقی زندگی کے حقیقی مسائل کی ترجمانی دیکھنا پسند کرتے ہیں بہر حال آپ کی اپنی الگ سوچ ہے اور بہت سے لوگ اس کے حامل بھی ہیں کہ حقیقت کے سچ حقائق کو فراموش کرنے کے لیے کچھ نہ کچھ تفریح بھی ہونی چاہیے۔ آپ کی تجویز نوٹ کر رہی ہے جلد عمل کرنے کی کوشش کریں گے امید ہے آئندہ بھی رہنمائی اور بہری کا فریضہ سرانجام دیتی رہیں گی۔

جیا عباس کاظمی تلہ گنگ

پیاری جیا! سدا سہاگن رہو بے شک آپ سے دیرینہ تعلقات اس بات کے گواہ ہیں کہ آپ ہماری پرانی قارئین میں سے ایک ہیں۔ خط و کتابت کے سلسلے یہ نصف ملاقاتیں اگرچہ تعطل کا شکار رہیں مگر ہمارے اور آپ کے رشتے کو ان کلمی سہاروں کی ضرورت نہیں ہے آپ کے حالات کے متعلق جان کر تمام حقیقت کا ادراک بخوبی ہو گیا۔ اللہ سے دعا گو ہیں کہ آپ کو اپنے ہمسفر کے سنگین زندگی کی ڈھیروں خوشیاں نصیب فرمائے تاکہ کوئی تشنگی و محرومی باقی نہ رہے۔ آپ کے مرحوم بھائی کے لیے قارئین سے دعائے مغفرت کے ملتیں ہیں۔

عنیقہ محمد بیگ کراچی

عزیزی ابقہ! سدا سہاگن رہو یہ جان کر بے حد خوش ہوئی کہ آپ بھی اپنی زندگی کے نئے سفر پر گامزن ہیں اور پیادیں رخصت ہو کر بڑگوں کی دعاؤں کے سنگ عروس البلاد پہنچ چکی ہیں۔ بے شک اب ذمہ داریاں اور مصروفیات بھی بڑھ گئی ہوں گی لیکن قوی امید ہے کہ پہلے کی طرح اب بھی اپنی مصروف گھڑیوں میں سے چند بل ہمارے نام کرنی رہیں گی۔ اپنی شادی کا احوال اور نئے سفر کی حسین شروعات کے خوب صورت لمحات کو شیئر کرنا چاہیں تو ضرور ارسال کر دیں ماہنامہ آپنل و حجاب ان خوشیوں کے لمحات میں آپ کی خوشیوں کے احساسات کو دو چند کر دے گا۔

فدا حسنین کراچی

ڈیر ندا! شاد و آباد رہو آپ کی والدہ کی علالت کے متعلق جان کر دل افسردہ ہو گیا بے شک پاؤں کے وجود سے ہی گھر کی رونق اور خوشیاں قائم ہوتی ہیں اور اگر یہ مہربان وجود بیمار ہو جائے تو لگتا ہے گھر کی ہر شے میں اداسی و افسردگی کا غلبہ نمایاں ہے۔ اللہ سبحان و تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ کی والدہ کو صحت کاملہ عطا فرمائے اور آپ کی جنت ہمیشہ ایسے ہی آپ کے سنگ رہے اور آپ ان کی ڈھیروں خدمت کر کے اپنی عاقبت سنواری رہیں آمین۔ قارئین سے بھی دعائے صحت کی اپیل ہے۔

فوزیہ سلطانہ تونسہ شریف

ڈیر فوزیہ! خوش رہو پہلی کامیابی پر ہماری جانب سے آپ کو ڈھیروں مبارکباد۔ لوگوں کا کام تو باتیں بنا ہے بے شک تحریر عام ہی تھی لیکن ہر کوئی یہ عام سی تحریر بھی نہیں لکھ سکتا بہر حال آپ ہرگز افسردگی و مایوسی کو خود

سدرہ احسان..... سمنیال

عزیزی سدرہ! سدا شاد رہو آپ کا تبصرہ تاجر سے موصول ہونے کی بناء پر شائع نہیں ہو سکا البتہ پیغام کے لیے ضرور کوشش کریں گے کہ جلد لگا سکیں۔ اس سلسلے کے لیے بہت سی ڈاگ ہر ماہ موصول ہوتی ہے جبکہ صفحات کی کمیابی کی باعث بعض پیغامات شامل محفل ہونے سے محروم رہ جاتے ہیں بہر حال مایوسی ترک کر دیں متعلقہ شعبے والوں کے پاس محفوظ ہوا تو ضرور شامل ہو جائے گا۔ آپ کی دیگر تحاریر نوٹ کرنی ہیں البتہ صحت کے مسائل کے لیے ”آپ کی صحت“ سلسلے میں الگ سے خط ارسال کر دیں ڈائری صاحبہ از خود رہنمائی کر دیں گے اور جواب آپ چل کے صفحات پر آپ کو مل جائے گا۔

عائشہ رحمن ہنہی..... ریالی مری

ڈیر عائش! سدا آباد رہو آپ سے یہ نصف ملاقات بے حد اچھی لگی ابتدائی سطور پر لکھا شعر جس میں گلے اور شکوے کے تمام رنگوں کو آپ نے بخوبی سمیٹ دیا ہے بہر حال آپ کے خطوط اضافی تو نہ تھے البتہ تاجر کا شکر ضرور تھا۔ اس بار جواب حاضر ہے امید ہے جلد اور نارنگی کے سائے چھٹ جائیں گے۔ آپ کی تحریر کے لیے معذرت خواہ ہیں انجمنی مزید محنت اور وسیع مطالعہ کی ضرورت ہے۔

شازیہ الطاف ہاشمی..... شجاع آباد

ڈیر شازیہ! خوش و خرم رہو بزم آچل میں آپ کی پہلی بار شرکت بے حد اچھی لگی۔ اس کے ساتھ ہی دو افسانے ”دایغ“ اور ”دوست“ بھی موصول ہوئے انداز تحریر میں پختگی تو ہے لیکن موضوع کا چناؤ کمزور ہے۔ البتہ دست کے عنوان سے آپ کی تحریر قدرے بہتر ہے اس لیے منتخب ہو گئی ہے جبکہ دوسری تحریر کے لیے معذرت خواہ ہیں۔ آپ آئندہ بھی بزم آچل میں شرکت کر سکتی ہیں۔

مشاعلی مسکان..... کمر مشانی

ڈیر مشا! سدا خوش رہو محنت اور جاہت کی خوشبو لیے آپ کا نامہ موصول ہوا۔ پہلی کامیابی کے ساتھ ہی ایک دوسری کامیابی بھی آپ کی منتظر ہے یعنی آپ کی

تحریر سعادت قبولیت کا درجہ حاصل کرنے میں کامیاب ٹھہری! آچل یا حجاب جہاں بھی گنجائش ہوئی جلد لگانے کی کوشش کریں گے اس کامیابی پر ڈھیروں مبارک باد۔

ام ایمان قاضی..... کوٹ چھتہ
ڈیر ایمان! سدا آباد رہو آپ کا شکوہ بجائے کہ کہانیوں کی اشاعت میں تسلسل نہیں رہا مگر ہر ماہ ایک کثیر تعداد میں بہنوں کی کہانیاں موصول ہوتی ہیں اور ہر کسی کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ اس کی تحریر جلد از جلد شائع کر دی جائے ایسے میں دیر سویر تو ہو ہی جاتی ہے۔ اسی شکوے کو دور کرنے کی خاطر ماہنامہ حجاب کا اجرا کیا گیا بہر حال ناامید ہونے کے بجائے آچل کے شجر سے پیوستہ رہے ضرور ایک دن آپ کے دامن میں بھی بہا آ جائے گی یعنی آپ کی تحریر آچل میں بھی لگ جائے حجاب کی طرح۔

امبرینہ رابعہ..... کراچی
عزیزی سسز! جیسی رہو پچھلے سات سال سے آپ آچل کے ہمدرد ہیں یہ جان کر بے حد خوش ہوئی۔ آپ لکھنا چاہتی ہیں ضرور لکھیں آچل و حجاب دونوں کے لیے لکھیں مستقل سلسلوں میں آپ ہر ماہ شامل ہو سکتی ہیں اس کے لیے اجازت کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔

ثانیہ مغل..... سرگودھا

ڈیر ثانیہ! سدا ہستی رہو طویل عرصے کی غیر حاضری کے بعد ایک افسانے کے سنگ آپ کی شرکت اچھی لگی۔ ہم نے کب کہا ہے کہ آپ نہیں لکھ سکتیں آپ اچھا اور بہت بہتر لکھ سکتی ہیں اسی لیے آپ کی یہ تحریر قبولیت کا درجہ حاصل کرنے میں کامیاب ٹھہری۔ ”سزا اور آزمائش“ کے عنوان سے یہ تحریر جلد حجاب کی زینت بن جائے گی حجاب و آچل کی پسندیدگی کے لیے مشکور ہیں آئندہ بھی اسی طرح کے موضوعات پر قلم اٹھائیں۔

ارباب ہاشمی شام

گائون نوتھیہ قریشیان
پہلی ارباب! سدا شاد رہو آپ کا شکایت نامہ موصول ہوا اتنی بدگمانی ٹھیک نہیں۔ ڈاگ اگر وقت مل جائے تو اور جواب آں لیکن ضرور شامل کی جاتی ہے پھر

آپ ناامید کیونکر ہوئیں۔ آپ سے ذاتی دشمنی تو نہیں ہمارا دل تو وفاؤں کے معاملے میں خود کفیل ہے۔ آپ محروم اس لیے رہیں کہ ڈاک ہم تک پہنچی ہی نہیں حجاب کے لیے بھی آپ کی نگارشات موصول نہیں ہوئیں۔ کوشش جاری رکھیں، تحریر پڑھ کر جلد ہی اپنی رائے سے آگاہ کریں گے۔

اقراء لیاقت..... حافظ آباد

پیاری اقراء! جگ جگ جیو آپ کی دوست عاصمہ نسیم کی والدہ کی رحلت کا افسوس ہوا اس میں کوئی شک نہیں کہ والدین کی محبت کا نعم البدل نہیں اس لیے ہر شخص والدین کی سلامتی کی دعائیں مانگتا ہے لیکن دنیاوی زندگی فانی ہے۔ اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کی دوست کے گھر والوں کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کی والدہ کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا کرے آمین۔

بلیو فیوی..... کوئلہ جام بھکر

پیاری گڑیا! شاد و آباد رہو آپ کی شاعری موصول ہوئی متعلقہ شعبہ کو بھیج دی گئی رو بہول کا فیصلہ وہیں طے پاتا ہے۔ آپ نامور شعراء کی شاعری پڑھیں لکھنے میں بھی مدد ملے گی ساتھ ہی شاعری میں بھی نکھار آئے گا۔ امید ہے اس بات پر عمل کرتے ہوئے کوشش جاری رکھیں گی۔

ایماہ علی..... گجرات

ڈیر ایماہ! جیتی رہو آپ کا نامہ موصول ہوا جواب بھی حاضر ہے آپ کی تحریر باری آنے کے انتظار میں ابھی قطار میں ہے ان شاء اللہ جلد ہی پڑھ کر اپنی رائے سے آگاہ کریں گے امید اچھی رکھیں۔ ”مٹی نہ بھروں ہن“ اس نام سے آپ کی کوئی تحریر موصول نہیں ہوئی البتہ ”دل دریا سمندر ڈونگے“ پر آپ کی گرفت کمزور ہی اس کی بناء پر ناقابل اشاعت ٹھہری۔ اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کو اپنے مقصد میں کامیاب کرنے آمین۔ امید ہے آپ کی شکایت دور ہوگی ہوگی۔

رومی غفور..... شاہ کوٹ

ڈیر روی! سدا مسکرائی رہو آپ کا شکایت نامہ موصول ہوا دیر سے موصول ہونے والی ڈاک ہم اسی شمارے میں شامل نہیں کر سکتے کیونکہ کیمپلی مراحل

کی جانب بڑھ چکا ہوتا ہے اس لیے تاخیر سے ملنے والی تمام ڈاک ہم آئندہ کے لیے رکھ لیتے ہیں۔ ماہنامہ آجکل کی پسندیدگی کے لیے جزاک اللہ تحریر بھیجنے کے لیے اجازت کی کیا ضرورت، شرائط مد نظر رکھتے ہوئے ایک سطور چھوڑ کر اور مختصر موضوع پر قلم بند کریں۔ باقی آپ کی تحریر پڑھ کر ہی اپنی رائے سے آگاہ کر پائیں گے۔

یاسمین کنول..... پسرور

ڈیر یاسمین! سہاگن رہو آپ کے ماموں کی رحلت کے متعلق جان کر بے حد افسوس ہوا۔ بے شک والدین اللہ سبحان و تعالیٰ کی عظیم نعمت ہیں اور ان کا سایہ سر سے اٹھ جانا ایک بڑا سانحہ ہے۔ ان آزمائش کی گھڑیوں میں اللہ سبحان و تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ کو اور دیگر اہل خانہ کو صبر و استقامت عطا فرمائے، قارئین سے بھی دعائے مغفرت کے متمسک ہیں، آجکل کی پسندیدگی کے لیے شکریہ۔

پونسز اقول..... تلہ گنگ

ڈیر پونسز! سدا آباد رہو سلطنت آجکل میں آپ کی تشریف آوری بے حد اچھی لگی۔ یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ آپ نے آئی کام میں ٹاپ کیا ہے اللہ سبحان و تعالیٰ مزید کامیابیاں آپ کے دامن میں بھر دے اور آپ یونہی اپنے والدین کے لیے باعثِ نفع بنی رہیں۔ آپ کی چاہت و بے خلوص جذبوں پر ہمیں کوئی شک نہیں امید ہے آپ کو بھی یقین ہو جائے گا۔

عائشہ اختر بٹ..... سرگودھا

ڈیر عائش! سدا مسکراؤ! آپ کا مفصل خط پڑھ کر بے حد اچھا لگا بے شک آپ نے اپنے تمام احساسات و جذبات کا اظہار جس چاہت سے کیا ہے وہ قابل تحسین ہے۔ محبتوں کے فرض کو الفت چاہت سے چکا کر دسمبر وار ہو جائیے ویسے پیاری ہی سچی کی آمد پڑھیروں مبارک باد۔ اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کو زندگی کی بہت سی خوشیاں نصیب فرمائے آمین۔ آپ کا میگزین موصول ہو گیا ہے پڑھ کر بہت پسند آیا۔ جزاک اللہ۔

ثمینہ سحر..... جام شورو

عزیزی ثمینہ! شاد و آباد رہو امید ہے اس نصف

قبول کیجیے۔

مدیحہ عارف..... ای میل

ڈیر مدیحہ! سدا آباد رہو کمائی کی عنوان سے آپ کی تحریر موصول ہوئی آپ نے استاوی کی عظمت اور محبت کو بہترین طریقے سے پیش کرنے کی سعی کی ہے شک ایک استاد کا بہت بڑا اور جہ ہے اور بااوب ہی بانصیب ہوا کرتے ہیں البتہ یہ آپ کی پہلی کاوش ہے لہذا بعض جگہ آپ کی گرفت کمزور ہے، کانٹ چھانٹ اور کچھ روو بدل کے بعد آپ کی تحریر شامل اشاعت ہو جائے گی اس کامیابی پر ڈھیروں مبارک باد۔

عنزہ یونس! انا..... حافظ آباد

ڈیر عنزہ! چینی رہو! مفصل خط پڑھ کر اس بات کا ادراک بخوبی ہو گیا کہ آپ حساس جذبات و احساسات کی مالک اور اپنے وطن سے محبت کرنے والی ہیں۔ بے شک آج ہر محبت الوطن ایسے ہی جذبات و احساسات کا حامل ہے، آج سرحدوں پر لڑی جانے والی جنگ جیتنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم ذہنی طور پر بھی اس غلامی و محکومی کے شکنجے سے خود کو آزاد کر سں جو باطل و استعمار کی قوتوں نے ہمارے گرد تنگ کر رکھا ہے، ہماری نسل نو واقعی آج اپنی ثقافت، روایات اور اقدار کو بھلا کر اپنے حریف کی تقلید میں مصروف ہے۔ انڈین چینلز اور انڈین فیشن کی تقلید کرنے والوں کے لیے واقعی سوچنے کا مقام اور خود کو بدلنے کا مرحلہ ہے۔ اللہ سبحان و تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ کی دعاؤں کو ارض وطن کے حق میں قبولیت کا درجہ بخش دے اور ہمارے وطن پاکستان کی حفاظت فرمائے اور دشمنان اسلام کو نیست و نابود فرمائے آمین۔ آپ کا پیغام اس بار تاخیر سے موصول ہونے کی باعث شامل نہ ہو سکا، بہر حال آئندہ ضرور شامل کرنے کی کوشش کریں گے۔

کنزہ مریم..... سرگودھا

ڈیر کنزہ! سدا خوش رہو اصلاحی موضوع پر لکھی آپ کی تحریر "انداز" موصول ہوئی جسے پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ نے بہت سے پڑھنے والوں کے لیے اچھا اور مثبت پیغام دیا ہے واقعی اگر کوئی کرنا چاہے تو بہت سے کام ہیں جنہیں احسن طریق پر سرانجام دے کر

ملاقات کے بعد بے حد خوش ہوں گی ہمیں بھی آپ سے مل کر اچھا لگا اس سے پہلے کے خطوط ہم تک پہنچ ہی نہیں پائے لہذا جواب کیسے اور کیونکر ارسال کرتے ضرور محکمہ ڈاک کی غفلت کے نذر ہو گئے۔ آپ لکھنا چاہتی ہیں ضرور لکھیں اپنا مختصر افسانہ لکھ کر ارسال کر دیں جہاں بھی رہنمائی کی ضرورت ہے وہ آپ کو مل جائے گی اگر تحریر معیاری ہوئی تو ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

سید نذیر شاہ..... رحیم یار خان

ڈیر نذیر! خوش رہو حجاب کے لیے ارسال کی گئی تحریر "انقلاب لانا منع ہے" موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ کی یہ تحریر پہلے کے مقابلے میں کمزور ہے اس لیے حجاب کے صفحات پر جگہ بنانے میں ناکام ٹھہری۔ اشاعت شدہ تحریر کو سامنے رکھ کر پھر قلم اٹھائیں ہر بات کا مثبت پہلو بھی سامنے رکھیں۔ حجاب بھی آپ لوگوں کا ہے اسے بھی آپ لوگوں نے سچا نا و سنوارنا ہے۔ بہن کو اجازت کی قطعی ضرورت نہیں وہ لکھ سکتی ہیں۔

کوثر خالد..... جزائر

عزیزی کوثر! سدا سہاگن رہو آپ کے بے خلوص جذبوں کو پذیرائی اور ستائش سے کیونکر نوازا نہ جائے کیونکہ بے شک آپ کے قلم میں موجود روانی بے ساختگی اور دلکشی ہر کسی کا دل موہ سکتی ہے۔ خط پڑھ کر بالمشافہ ملاقات کا گمان ہوتا ہے تو تبصرہ کے ذریعے تمام مناظر صفحہ قرطاس پر ابھرتے دکھائی دیتے ہیں اگر ہمارے چند تعریفی کلمات سے کسی کے شوق قلم کو مہیز عطا ہوتی ہے تو یہ تو اچھی اور قابل ستائش بات ہے بہر حال آپ کے چاہنے والے ہر ماہ آپ کو پڑھنا چاہتے ہیں اور آپ سے نصف ملاقات کے منتہی ہوتے ہیں امید ہے اپنے پیاروں کی خواہش کا احترام کرتے قلم سے تعلق برقرار رکھیں گی اور آنچل و حجاب کے زیر سایہ رہیں گی۔

انعم وہاب..... ای میل

ڈیر انعم! سدا مسکراؤ وطن سے محبت کے عنوان پر آپ نے اپنی تحریر ارسال کی۔ قیام پاکستان کے پس منظر کو آپ نے بخوبی اس تحریر میں سمونے کی کوشش کی ہے اسی بنا پر یہ تحریر قابل قبول ٹھہری جلد اس تحریر کو لگانے کی کوشش کریں گے اس پہلی کامیابی پر مبارک باد۔

اور جنت چمن امید کا اخلاق داغ، پیار کی جانب میری دعاؤں کا حاصل، اک بس تیری چاہت لچھے آگئی خواہوں کا شہزادہ بلا عنوان جنوں نیا انداز مسکرائی زندگی خیالوں کی دنیا محبتوں کی آغوش۔

قابل اشاعت:-

چائے انا کاہت تیرا ہجر میرا نصیب، ادھوری محبت سعادت، روزن دیمبر آئے تم آئے قلب من ورقہ کمانی، خاندان دوست تیرے اسیر ہونے تک وہ مستقیم رات یہ عشق ہیں آساں سزا اور آزنائش میرے خواہوں کا شجر ہمارا معیار، تعلیم، حقیقت کے رنگ، سگی، بڑی عید بڑی خوشی، الٹا چکر، محبت رنگ بدلتی ہے مٹی سے محبت، عزت، زندگی تمام ہوئی، جرم محبت، ریشم کی زنجیر صدیوں کا سفر، انداز دل آشنا، دہشت محبت کا سفر، من مسیحا، میرا گھر پیارا گھر، زلمونی، دل تو بچہ ہے جی۔



انفرادیت بھی پیدا کی جاسکتی ہے اور اپنی صلاحیتوں کا بھی بھرپور اظہار کیا جاسکتا ہے۔ آپ کا یہ انداز، زمین بھی بہت بھایا ان شاء اللہ جلد آپ کے اس انداز سے قارئین بھی مستفید ہوں گے۔

ثریا فاطمہ..... نو شہرہ

عزیزی فاطمہ! آباد رہو۔ ”وہ مستقیم رات“ ایک اچھے اور مثبت پیغام کی حامل تحریر بہت سے لوگوں کے لیے رہنمائی کا سبب بن سکتی ہے۔ اسی طرح راہنمائی د رہبری کا فریضہ سرانجام دیتی رہیں اس تحریر کی قبولیت پر ڈھیروں مبارکباد، امید ہے آئندہ بھی کلمی تعاون برقرار رہے گی۔

عذرا کنول..... اوکاڑہ

ڈیر عذرا! آباد رہو۔ تحریر کی اشاعت پر ڈھیروں مبارکباد، جلدی سے اپنا عمل ایڈرس آفس کے نمبر پر رابطہ کر کے نوٹ کروادیں تاکہ آپ سے کلمی رابطہ بحال کیا جاسکے۔

ناقابل اشاعت:-

میری عید کا چاند ہونم وفا کی دیوی، کراچی کی سلطنت، حاصل محبت، انصاف کی دلیر، دل سمندر، شیشوں کا سجا کوئی ہمیں محبت نہ دیکھے رشتے، پچھتاوا، آزماتش کے بعد، ہجراں یاراں رشتے بھی ایسے ہوتے ہیں رنگ دوستی کا آساں سے آگے، سجدہ اس دل میں تم ہی تم ہو لچھے آگئی کا دل کی امید میری وفا میں تم سے ہیں میرے خواہوں کا شجر، انا کی جنگ میں تو یہی امن بھائی، بیٹی کڈنیپ ہیں اسٹوری، کہ یہ عید زندگی ہے جان لیا ہم نے، عید بکرا اور آغا جان، دہرا معیار، جنت کا کمین، پاکیزہ محبت، ایک گھر ونداریت کا اعتبار نہ کر، یو قربان دل، ادارہ گرد ایک بھی روشا، نہ جنت، پاکستان، انڈیا، اینڈ لو اسٹوری، ایسا بھی ہونا ہے وہ آنکھیں خفا ہیں مجھ سے میرا درد بے انتہا، ایسا بھی ہوتا ہے در بدر عشق میں خاک اور خون کا دوسرا منظر، خواب، نگر، آزادی، ابن آدم، بنت حوا اور شیطان، سوچ کے رنگ، کچھ خواب اپنے سے نہ جاننے کب پیار ہو گیا، گھر اور گھر، نہ محبت ہو گئی، ٹھہر، آداب، قربانی، ناراض، اے زندگی، دھنک، خوشیاں، تم اور یہ بندھن، ہماری عید چند دے رنگ، محبت کی زنجیریں، خواب، منت

مصنفین سے گزارش
 ☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ ہاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔
 ☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔
 ☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے انسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔
 ☆ فونو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابل اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کر دیا ہے۔
 ☆ کوئی بھی تحریر نئی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔
 ☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔
 ☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتہ پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجئے۔ 7، فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ۔ کراچی۔

اسلام کے مشاق احمدیہ

ترجمہ: ابراہیم (علیہ السلام) پر سلام ہو۔ (الصفحت - ۱۰۹)

تفسیر: اس آیت مبارکہ میں بھی اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر دائمی سلام کا بندوبست فرمایا ہے قرآن حکیم تاقیامت محفوظ رہنے اور کثرت سے پڑھی جانے والی کتاب ہے۔ اس کا مقصد ہے کہ جب تک قرآن حکیم زندہ رہے گا اہل ایمان حضرت ابراہیم علیہ السلام پر سلام بھیجتے رہیں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اہل دین اہل توحید کے اسی گروہ سے تعلق رکھتے ہیں جن کو حضرت نوح علیہ السلام کی مانند انابت الی اللہ کی توفیق حاصل نصیب ہوئی اسی سورۃ الصفحت میں اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے۔ ”ہم تمہیں کرنے والوں کو اسی طرح بدلے دیتے ہیں۔ (الصفحت - ۸۰) یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو عزت و تکریم بخش اسی طرح جو بھی اپنے اقوال و افعال میں محسن اور اس باب میں راسخ اور معروف ہوگا اس کے ساتھ بھی ہم ایسا ہی معاملہ کریں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کے تین ہزار تین سو تیس سال بعد بابل میں پیدا ہوئے اور تین ہزار چار سو اٹھانوے برس بعد ایک سو پچھتر برس کی عمر میں فوت ہوئے وہ مکفیلہ کے ایک غار میں دفن کیے گئے۔ اس مقام کو انجیل کہتے ہیں یہ بیت المقدس کے قریب واقع ہے۔ اس زمانے میں نمرود کی بادشاہت تھی جو خود کو نعوذ باللہ خدا کہلاتا تھا تمام قوم اس کی اطاعت گزار اور تابع تھی اور بت پرست اور ستارہ پرستی میں ملوث تھی حضرت ابراہیم کے والد تاریخ تھے جو نمرود کے خادم خاص کے طور پر تمام رات اس کے سرہانے پہرہ دیتے ایک ہاتھ میں تگوار اور دوسرے میں روشن شمع لئے رہتے تھے ان کا ایک ہی بھائی آذر زندہ تھا جو ان کے ساتھ ہی رہتا تھا جو بت پرستی اور بت سازی میں خاص مقام رکھتا تھا۔ یہودیوں کی کتاب تالموود میں سیرت ابراہیم علیہ السلام کے عراقی دور کے حوالے سے جو تحریر ہے وہ قرآن کریم کے مقابلے میں خلاف واقعہ اور بے بنیاد ہے تالموود کی رو سے نمرود کو جب اس کے جادو گروں اور نجومیوں نے اطلاع دی کہ تاریخ کے یہاں ایک لڑکا عنقریب پیدا ہوگا جو تیری بادشاہت کو تباہ و برباد کر دے گا یہ سنتے ہی نمرود حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قتل کے درپے ہو گیا۔ مگر تاریخ نے اپنی پیروی کو اپنے بھائی آذر کے ہمراہ ایک غار میں چھپا دیا جہاں ماں بیٹا دس برس تک رہے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام گیارہ برس کے ہو گئے تو انہیں حضرت نوح علیہ السلام کے پاس بھیج دیا جہاں وہ انا تیس برس رہے۔ (تلموود: ۱۱: ۲۹: ۱۷) حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان حضرت ہود علیہ السلام حضرت دانیال علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام کا دور نبوت حائل ہے جو تقریباً ایک ہزار سال پر محیط ہے پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام گیارہ سال کی عمر سے لے کر تقریباً پچاس برس کی عمر تک یعنی انا تیس برس حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ رہے ہوں یہ سب اسرائیلیات کا کرشمہ ہے سر لیونارڈ ولی نے اپنی کتاب ابراہیم لندن جو ۱۹۳۵ء میں شائع ہوئی حضرت ابراہیم کو ۲۱۰۰ قبل مسیح کے لگ بھگ بتایا ہے آپ نے اپنے والد اور قوم کو بت پرستی سے منع کیا اور قیامت کے عذاب سے ڈرایا اور دلائل تو حیدان پر واضح کئے مگر قوم کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا وہ اپنے کفر پر جمی رہی اور ابراہیم علیہ السلام کو ایذا و تکالیف پہنچانا شروع کر دیا۔ نمرود جو خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اس سے مناظرہ کیا اور اسے شکست دینی حسن پر وہ غصیب میں آ گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہزا دینے کے لئے آگ کا ایک

بہت بڑا اللہ روشن کیا اور اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ڈال دیا جسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے گلزار بنا دیا تو انہوں نے محسوس کیا کہ یہاں کوئی ان کی بات سننے کو تیار نہیں خود ان کے والد تک انہیں برا بھلا کہنے لگے تو ابراہیم علیہ السلام نے وطن چھوڑ دیا اور ہجرت کر کے فلسطین میں آباد ہو گئے اور نمرود کو اللہ تعالیٰ نے ایسی سزا دی کہ اس کا غرور و تکبر اور خدائی کا دعویٰ دھرے کا دھرا رہ گیا۔ صرف ایک چمچھر کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اس پر عذاب نازل فرمایا جس سے اس کی موت واقع ہو گئی۔ ابوالانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا نام ابراہیم کے پہلے دو حروف ”اب“ جس کے معنی عربی میں باپ کے ہیں اور ”رہیم“ کلدانی میں جمہور یا عوام کو کہتے ہیں۔ اس طرح ابراہیم کے معنی ”لوگوں کے باپ“ کے ہوئے۔ بعض علماء نے اسے اب راہیم یعنی رحم کرنے والا باپ کہا ہے۔ آپ کی قوم صابی ستارہ پرست تھی آپ نے بچپن میں ہی اپنے باپ کے مذہب سے انکار کر دیا تھا اور ہر قسم کی مخالفتوں سے بے پروا ہو کر اعلانِ توحید کر دیا اور کہا کہ میں نے تو ہر طرف سے کٹ کر زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے کی طرف اپنا رخ کر لیا ہے۔ میں مشرکوں میں شامل نہیں رہ سکتا۔ زمانہ قیامِ فلسطین جبکہ آپ بوڑھے ہو گئے تھے حکمِ ربی سے آپ کی اہلیہ حضرت سارہ کی باندی حضرت حاجرہ کو جنہیں انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہہ کر دیا تھا کے بطن سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے پھر کچھ مدت بعد حضرت سارہ کے بطن سے حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ ابنِ خالد اور تورات کے اور دیگر مفسرین کے حوالے سے یوسف ظفر اپنی کتاب ”یہودیت“ میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی حاران نے اپنی بیٹی سارہ سے آپ کا نکاح کر دیا حضرت سارہ اپنے زمانے کی خوبصورت ترین خاتون تھیں جب نمرود نے انہیں دیکھا تو انہیں اپنے محل میں رکھنا چاہا لیکن ان کی پاک بازی نے اسے خوف زدہ کر دیا اس پر نمرود نے حضرت سارہ کو واپس حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دے دیا اسی عرصے میں حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ سے ستارہ ہو کر نمرود کی بیٹی حاجرہ ایمان لے آئی جس پر نمرود نے حضرت حاجرہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نکاح میں دے دیا اس وقت کے رسم و رواج کے مطابق دوسری بیوی پہلی بیوی کی لودھی بن کر رہتی تھی۔ اس لیے یہودیوں اور عیسائیوں نے حضرت حاجرہ کو لودھی کہہ کر پکارتا کہ حضرت اسماعیل لودھے کی اولاد ہونے کے ناطے حضرت اسحاق علیہ السلام سے کمزور رہتے ہیں کیونکہ حضرت اسحاق علیہ السلام سے تو بنی اسرائیل کا سلسلہ قائم ہوا جس پر تمام بنی و بنیامین آئے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے نسب سلسلے میں بنیامین خرازاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے ان کے مرتبے پر حملہ کرنے کے لیے بھی حضرت حاجرہ کو لودھی کا درجہ دے کر اپنے مذموم عزائم کا اظہار کیا ہے کیونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے خاندان کی پوری تاریخ جوڑھائی ہزار سال پر محیط ہے میں کسی بھی شخص نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا اس خاندان کے واحد شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا آخری نبی بنا کر مبعوث فرمایا اسی باعث اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے مکہ شہر آباد کر لیا اور خانہ کعبہ کی تعمیر کرائی ورنہ کہاں بابل اور کہاں عرب کا یہ غیر آباد بے آب و گیاہ علاقہ جہاں آج بھی مکہ شہر قائم ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ان کی والدہ حضرت حاجرہ کے ساتھ حجاز کے اس چھیل میدان میں اللہ کے حکم سے چھوڑ آئے جو یمن سے شام جانے والے قافلوں کی گزرگاہ تھی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے وہاں ان کی بھوک پیاس دور کرنے کے لئے زم زم کا چشمہ جاری فرما دیا جو آج بھی جاری ہے۔ زم زم کے چشمے کی وجہ سے قبیلہ جرہم نے بھی وہاں سکونت اختیار کر لی یوں مکہ شہر کی بنیاد پڑی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اپنی بیوی اور بچے کو دیکھنے کے لئے آتے رہتے تھے اور مکہ شہر کی آبادی اور باشندوں کے لئے دعائیں فرماتے تھے جب حضرت اسماعیل علیہ السلام نو برس کے ہوئے بعض کے کہنے کے مطابق تیرہ سال کے تھے کہ حکمِ الہی ہوا لاڈلے اور اکلوتے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کا تو انہوں نے بغیر کسی ہچکچاہٹ و پریشانی کے اپنے خواب کو سچا

کر دکھایا یہ ایک بڑی ہی اہم آزمائش تھی جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سرخورد رہے اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل کے ذریعے جنت سے ایک مینڈھا بھیجا جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ ذبح کیا گیا اللہ کو اپنے غلیل کی یہ اطاعت اس قدر پسند آئی کہ قیامت تک کے لئے اسے قرب الہی کے حصول کا ذریعہ اور عید الاضحیٰ کا سب سے پسندیدہ عمل قرار دے دیا۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام بڑے ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حکم الہی کی تعمیل میں اپنے عزیز بیٹے اسماعیل کی مدد سے خانہ کعبہ کی تعمیر شروع کی اور کعبہ کی تعمیر کی تکمیل پر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اس کا پہلا امام و متولی مقرر کر دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام شام میں ہی مقیم رہے ان کی نسل سے بہت سے نبی پیدا ہوئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام ان کے ہی بیٹے تھے۔ حضرت یعقوب کا دوسرا نام اسرائیل تھا اس لئے ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی۔ ان کے بارہ بیٹے تھے جن سے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے بنے اور ان سے بنی اسرائیل کی قوم پھیلی اور اکثر انبیاء ان ہی میں سے ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے عربوں کی نسل چلی جن کی شادی مکہ میں آباد ہونے والے قبیلے جرہم میں ہوئی تھی ان کی اولاد میں بھی خوب پہلی پھولیں ان ہی کی ایک شاخ قریش کہلائی اور قریش کے ہی سب سے معزز گھرانے بنو ہاشم میں اللہ کے آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ساری زندگی حق پرستی اور حق گوئی اور اطاعت خداوندی کا بہترین نمونہ ہے۔ اس لئے ہی قرآن کریم میں انہیں ”سب سے کٹ کر اللہ کا ہو جانے والا اور اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دینے والا“ کے اوصاف سے یاد کیا گیا ہے اور دین اسلام کو ملت ابراہیم سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ہر قوم اپنے آپ کو ان سے منسوب کرتی ہے آپ کی سنتوں میں ختنہ مصافحہ، معانقہ، مسواک اور حجامت اور طہارت ہیں۔ آپ کا انتقال ایک سو پچھتر برس کی عمر میں ہوا۔

حضرت اس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا اے بہترین مخلوق تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا ابراہیم غلیل اللہ کی شان ہے (مسلم)

ترجمہ: کہ موسیٰ اور ہارون (علیہ السلام) پر سلام ہو۔ (الصفت - ۱۲۰)

تفسیر: آیت مبارکہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام پر سلامتی بھیجی جا رہی ہے۔ یہ سلامتی دائمی سلامتی ہے کیونکہ رب کائنات کی طرف سے بھیجی گئی ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے ذکر کو اس طرح دوام بخشا جا رہا ہے۔ آیت کے مختصر اور پرتاثر جملے بار بار دہرائے جاتے ہیں۔ یہ جتانے کے لئے کہ اللہ اپنے محسن بندوں پر احسان بھی کرتا ہے اور ان کے ذکر کو دوام بھی بخشتا ہے۔ اور یہ بتانا بھی مقصود ہوتا ہے کہ اہل ایمان کی قدر و قیمت ان کے ایمان اور اسلام کی وجہ سے ہوتی ہے۔ یعنی احسان کی وجہ سے۔ اور نبی اور پیغمبر تو ہوتے ہی اللہ کے نامزد کردہ صاحب ایمان نیک افراد جو اپنی زندگی کے تمام تر لحاظ احکام الہی اور اطاعت الہی کے مطابق گزارتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت و فضل سے خوب نوازتا ہے اور ان نوازشات کا اظہار اس لئے فرماتا ہے تاکہ پیغمبر کے ذریعے جو لوگ اسلام قبول کریں ایمان لے آئیں یہ احساس رہے کہ جتنی اطاعت و عبادت اخلاص و دیانت نیک نیتی سے کریں گے اتنا ہی قرب الہی حاصل کر سکیں گے اور نوازشات الہی کے حصول میں کامیابی حاصل کر سکیں گے۔ اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بڑے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام پر اللہ تبارک و تعالیٰ سلام فرما رہا ہے ان دونوں انبیاء حضرات نے کس طرح اور کس قدر تکالیف اٹھائیں اور کس طرح انہیں برداشت کیا اور احکام الہی کی تبلیغ میں انہیں کن دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ مختصر تفصیل سے بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے نبی اور بنی اسرائیل کے پیغمبر تھے آپ مصر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام

www.PAKSOCIETY.COM

سے دو سو پچاس سال بعد پیدا ہوئے۔ اس وقت مصر پر منوچہر کی حکومت تھی اور حضرت آدم کو گزرے ہوئے تین ہزار سات سو اڑتالیس سال ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بنی اسرائیل اور فرعون مصر کی سرکوبی کے لئے مبعوث فرمایا۔ فرعون مصر کو اپنے کاہنوں اور نجومیوں سے معلوم ہو گیا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جو اس کی بربادی اور تباہی کا باعث ہوگا اس لئے وہ بنی اسرائیل کے سب نو مولود لڑکوں کو قتل کروا دیتا تھا۔ یہ بالکل وہی معاملہ تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت کے وقت پیش آیا تھا وہاں نمرود کو بھی اسی طرح اس کے نجومیوں اور ستارہ شناسوں نے یہی خبر دی تھی کہ صالحی قوم میں ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے جو تیری تباہی و بربادی کا باعث بنے گا۔ ایسا ہی واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا بھی ہے۔ آپ کی والدہ محترمہ نے آپ کے پیدا ہونے پر آپ کو ایک صندوق میں بند کر کے دریائے نیل میں چھوڑ دیا اور حضرت موسیٰ کی بڑی بہن مریم کو اس صندوق پر نظر رکھنے کے لئے اس کے پیچھے دریائے نیل کے کنارے کنارے چلنے کی تاکید کر دی کہ اجنبی بن کر صندوق کو دیکھتی رہ کہ کون اسے اٹھاتا ہے۔ صندوق بہتا ہوا دریائے نیل سے اس نہر میں داخل ہو گیا جو فرعون نے اپنے محل کے اندر بنے ہوئے حوض کے لئے بنوائی تھی۔ صندوق جب حوض میں آ کر رکا تو فرعون کی ملکہ آسیہ کی نظر اس پر پڑی تو اس نے اسے نکلوا کر دیکھا اس میں ایک نہایت حسین و خوبصورت نو مولود لڑکا نظر آیا تو اس نے فرعون سے کہا کہ میرا کوئی فرزند نہیں ہے میں اس کو پالوں گی اور اپنا بیٹا بناؤں گی اس نے ہی آپ کو بطور فرزند کے پالا۔ بڑا ہونے پر انہوں نے ایک قطعی کے مقابلے پر بنی اسرائیل کی حمایت کی جس میں قطعی مارا گیا اس وجہ سے آپ مصر سے نکل کر مدین پہنچے جہاں حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو اپنے ہاں رکھا اور اپنی بیٹی سے شادی کر دی۔ بارہ برس بعد وہاں سے اپنی اہلیہ کے ہمراہ مصر واپس آئے تھے کہ ”داوی طوبی“ کے مقام پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ سے کلام فرمایا اور پچھری عطا فرمائی اور فرعون کی ہدایت کے لئے آپ کو متعین فرمایا اور عصا اور ید بیضا کے معجزات سے آپ کو آراستہ فرمایا۔ فرعون اپنے تمام جادو گروں کو آپ کے مقابلے پر لایا مگر وہ سب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں شکست کھا کر عاجز آ گئے اور ایمان لائے۔ آپ اپنی قوم بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے روانہ ہوئے راستے میں دریائے نیل حائل تھا حکم الہی کے تحت آپ نے اپنا عصا اور یا میں مارا تو دریائے نیل شق ہو کر رہ گیا اور راستہ بن گیا جس سے آپ اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ دریائے نیل کو پار کر گئے۔ آپ کا تعاقب کرنے والا فرعون بھی اپنے لاؤ لشکر کو لے کر جب دریائے نیل پر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ دریا میں راستہ بنا ہوا ہے تو وہ بھی بلا جھجک دریا میں اتر گیا۔ جب وہ دریا کے پھول پھول پہنچا تو موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے ساتھ دریا پار کر چکے تھے۔ دریا عظم الہی سے واپس اپنی اصلی حالت میں آ گیا اور فرعون اپنے تمام ساتھیوں سمیت غرق دریا ہو گیا۔ آپ ایک داوی میں شہرے۔ پھر آپ کوہ طور پر تشریف لے گئے آپ پر تورات نازل ہوئی۔ لیکن آپ کی غیر موجودگی میں سامری نامی جادوگر نے بنی اسرائیل کے لوگوں کو سونے سے بنائے ہوئے چھڑے کی عبادت پر آمادہ کر لیا۔ واپس آنے پر جب آپ نے یہ احوال دیکھا تو آپ نے چھڑے کو ڈال دیا اور بنی اسرائیل کو شہروں میں بسانے کے بجائے ایک بیابان صحرائے تہیہ میں لے گئے جہاں چالیس سال کا عرصہ ان کی تعلیم و تربیت کرنے پر گزارا۔

(جاری ہے)



یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں:-

ہائس کو الٹی پی ڈی ایف
ایڈ فرس لنکس
ایک کلک سے ڈاؤن لوڈ
ڈاؤن لوڈ اور آن لائن ریڈنگ ایک پیج پر
کتاب کی مختلف سائزوں میں اپلو ڈنگ
ناولز اور عمران سیریز کی مکمل ریجنج

Click on <http://paksociety.com> to Visit Us

<http://fb.com/paksociety>

پاک سوسائٹی کو فیس بک پر جوائن کریں

<http://twitter.com/paksociety1>

پاک سوسائٹی کو ٹویٹر پر جوائن کریں

<https://plus.google.com/112999726194960503629>

پاک سوسائٹی کو گوگل پلس پر جوائن کریں

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس

بک پر رابطہ کریں۔۔۔

ہمیں فیس بک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے امیج پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں:-

Dont miss a singal one of your Favourite Paksociety's Update !

- i. Open Paksociety Page.
- ii. Click Liked.
- iii. Select Get Notifications.
- iv. Select See First.

All Done

Like Message

Get Notifications
Add to Interest Lists...

Unlike

IN YOUR NEWS FEED

See First
See new posts at the top of News Feed

Default
See posts as usual

Unfollow

توسیہ جانل

آنچل اشاف تمام قارئین اینڈ فرینڈز کو میرا پیار بھرا سلام۔ مابدولت کو توسیہ کہتے ہیں میرا تعلق گوجرانوالہ کے گاؤں مغل چک سے ہے میں بی ایڈ کی اسٹوڈنٹ ہوں۔ پسندیدہ مضمون اردو ہے اور ان شاء اللہ اردو میں ماسٹرز کرنے کا ارادہ بھی رکھتی ہوں۔ آنچل تو سب کا پسندیدہ ہے لہذا مجھے بھی اس میں لکھنے کا شوق ہوا کسی بھی شمارے میں پہلی دفعہ لکھ رہی ہوں۔ ہم پانچ بہنیں اور ایک بھائی ہے اور میرا نمبر پانچواں ہے۔ نماز کی پابندی کرتی ہوں قرآن پاک کی تلاوت بھی کرتی ہوں نامی ابو سے بہت زیادہ پیار کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے والدین کا سایہ ہمیشہ ہمارے سروں پر سلامت رکھے آمین۔ گھر میں سب سے زیادہ پیار اپنے بھائی سے کرتی ہوں (اکھوتے جو ہوئے) کاش میرے ایک سے زیادہ بھائی ہوتے بھائی کی شادی کا بہت انتظار ہے۔ پسندیدہ رنگ سرخ اور گلابی ہے کھانے میں بریانی بہت پسند ہے اور کوکنگ میں تولے ون ہوں (ویسے بھی غرور نہیں کیا)۔ کالج لائف انتہائی پسند ہے میک اپ جیولری اور شاپنگ کی بہت شوقین ہوں۔ تنہائی پسند ہوں اونہاں رات کو سونے سے پہلے سوچنا بہت اچھا لگتا ہے۔ رشتوں میں سب سے پیارا رشتہ پھوپکا ہے اور مجھے پھوپو بننے کا شوق ہے۔ بیسٹ فرینڈ عاصمہ بٹ ہے جو مجھے بہت عزیز ہے اور مجھے سب سے زیادہ انتظار اس کے آنے کا اور اس کی فون کال کا ہوتا ہے۔ ہماری دوستی کو پانچ سال بیت گئے اور ان سالوں کا ایک لمحہ بھی میں آج تک بھول نہیں پائی اور یہ دعا ہے ہماری دوستی کو کسی کی نظر نہ لگے۔ بارش کا موسم ہو اور دوست کا ساتھ ہو تو کیا ہی بات ہے اور ہم دونوں کی خوشی ایک دوسرے کے ساتھ سے ہی ہے اپنی ہر بات ایک دوسرے

سے شیئر نہ کریں کبھی ممکن ہی نہیں۔ دوستی کا ناطہ ہی ایسا ہے دوستی میں ایک بہت ہی چھاری کشش ہوتی ہے دوستی کرو تو جانو۔ شاعری کا شوق بھی رکھتی ہوں پسندیدہ شاعر موصی شاہ فراز اور فیض احمد فیض ہیں اور پسندیدہ نغمہ نگار محبت علی خان اور ندیم عباس ہیں۔ آنچل کی تمام ماسٹرز بہت اچھا لکھتی ہیں بطور خاص سلسلے دارنا ڈوٹو ناپ آف دی لسٹ ہیں۔ ایک اچھے پیغام کے ساتھ اجازت چاہوں گی میرے نزدیک دوستی کا رشتہ ہی پائیدار ہے لہذا دوستی کی آڑ میں کبھی کسی کا دل مت توڑیے گا کیونکہ دل کے ٹوٹنے کی آواز نہیں ہوتی لیکن دکھ بہت ہوتا ہے اللہ حافظ۔

مست اسلم

ڈیر قارئین السلام علیکم! کیسے ہیں جناب آپ لوگ؟ امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گے تو جناب اب آتے ہیں اپنے تعارف کی جانب (آہم) لوجی ہم سے ملنے ہم ہیں مسرت اسلم کمسن تک نیم وبرا کمسن ہے جو مجھے نہایت ہی پسند ہے۔ 7 جولائی کو اس دنیا میں تشریف لائی اور بی اے کی اسٹوڈنٹ ہوں۔ ہم پانچ بہنیں بھائی ہیں پہلا نمبر مابدولت کا ہے جی ہاں ہم ہیں ماما کی لاڈلی اور بابا کی جان (اپنے منہ میاں مشہور نہیں سچ بات ہے) دوسرے نمبر پر ہیں شائلہ اسلم کمسن جو 9th کلاس کی اسٹوڈنٹ ہیں پھر ہیں ثانی بھائی نوید اسلم کمسن جو پانچویں کلاس کا اسٹوڈنٹ ہے بہت شرارتی ہر کسی کو تنگ کرتے رہتے ہیں میرے ساتھ لڑائی کرنا فورٹ ہالی ہے (مذاق میں)۔ اس کے بعد تیسرے نمبر پر ہیں مزہ کمسن جو کہ کلاس ٹو کے اسٹوڈنٹ ہیں سب سے چھوٹی بہن فائقہ مہک ہے۔ دریائے راوی کے کنارے ایک خوب صورت سے گاؤں فرید آباد میں رہتی ہوں جو ضلع ننکانہ صاحب میں واقع ہے۔ اب آتے ہیں جناب اپنی خوبیوں اور خامیوں کی طرف بہت ہی حساس دل ہوں کسی کو تکلیف میں دیکھ کر برداشت نہیں کر سکتی خواہ کوئی جانور یا

اور ابو نوحی پر اپنی ڈیلر ہیں ساتھ میں ہمارا ڈیری فارم ہے۔ مجھے اپنے والدین سے بہت محبت ہے اللہ تعالیٰ میرے والدین کو لمبی زندگی عطا کرے آمین۔ بی ایڈ کر رہی ہوں آگے کیا کرنا ہے کچھ نہیں سوچا کہ بعض اوقات انسان جو سوچتا ہے وہ ہوتا نہیں، سنجیدہ مزاج ہوں بہت جلد کسی سے فری نہیں ہوتی۔ خوبیاں خامیاں سبھی میں ہوتی ہیں مجھ میں بھی ہیں۔ خوبوں میں رشتوں کو بہت اہمیت دیتی ہیں غصہ آئے تو برداشت کرتی ہوں، جھوٹ بہت کم بولتی ہوں۔ خامیاں شاید زیادہ ہیں بعض اوقات چھوٹی سی بات پر غصہ آ جاتا ہے لیکن میں غصے میں خاموش ہو جاتی ہوں حساس ہوں چھوٹی چھوٹی بات محسوس کرتی ہوں جس پر سے اعتبار اٹھ جائے دوبارہ نہیں کرتی۔ معذرت کے ساتھ دوستوں پر بہت زیادہ اعتبار نہیں کرتی، کزنوں میں کزن تحریم کے زیادہ قریب ہوں۔ کھانے پینے میں نخرے نہیں کرتی، قمیص شلوار ساتھ لسا دوپٹہ چوڑی دار پاجامہ اور فرائگ پسند ہے۔ اچھی کتابوں کا مطالعہ کرتا پسند ہے اور آچل تو بہت ہی پسند ہے تمام رائٹرز بہت اچھا لکھتی ہیں۔ آچل رائٹرز کے علاوہ اور رائٹرز بھی بہت پسند ہیں جن میں عمیرہ احمد، ماہا ملک، شازیہ چوہدری، نمرہ احمد وغیرہ شامل ہیں۔ میرا پسندیدہ رنگ سفید، نعوی بلیو اور ریڈ ہے۔ موسم سردی کا پسند ہے، مینٹنگ کرنا اچھا لگتا ہے اور کھل رہنا اچھا لگتا ہے۔ فری ڈھوکے باز لوگ پسند نہیں، میوزک شوق سے سنتی ہوں اپنا ملک پاکستان بہت پسند ہے۔ اللہ تعالیٰ پاکستان کی حفاظت کرے آمین۔ شاعری بہت پسند کرتی ہوں اس لیے شاعری کرتی بھی ہوں اپنی شاعری کے ساتھ اجازت چاہوں گی امید ہے آپ کو پسند آئے گی۔

میری زندگی میں

بس ایک لفظ

جس نے مجھے

حد سے زیادہ خوشی دی

اور دکھ بھی دیا ہے تمہارا

وہ ایک لفظ "محبت"

پرنده ہی کیوں نہ ہو۔ خای یہ ہے کہ غصہ بہت آتا ہے غصہ میں اپنے آپ پر کنٹرول نہیں کر سکتی۔ کافی حد تک بولڈ ہوں ایک بری عادت یہ بھی ہے جو دل میں ہوتا ہے فوراً بول دیتی ہوں چاہے بعد میں پچھتانا ہی پڑے۔ اب آتے ہیں پسند اور ناپسند کی طرف جانور اور پرنده پالنے کا بہت شوق ہے (پالتی بھی ہوں)۔ جیولری میں بری سلیٹ بہت پسند ہے۔ کلرز میں پنک اور بلیک بہت پسند ہے۔ کھانے میں بریانی، فرائیڈ رائس اور شای کباب شوق سے کھاتی ہوں۔ جینز کے ساتھ لانگ شرٹ، فرائگ پاجامہ شوق سے پہنتی ہوں اس کے علاوہ فیشن کے مطابق ڈریسنگ کرتی ہوں جس کی وجہ سے دل ڈریس کھلاتی ہوں۔ کوئنگ کرنے کا بہت شوق ہے لیکن کبھی کی نہیں سب کا خیال رکھنے کی حتی الامکان کوشش کرتی ہوں۔ ہم بہن بھائیوں میں بے حد محبت ہے فرینڈز کی ہوں اچھی نیچر کی مالک ہوں۔ میں ایک محبت کرنے والی لڑکی ہوں میرے پاس محبت کے بہت سارے گلاب ہیں (یہ لیجیے سب ایک ایک) اپنا اور خود سے وابستہ ہر جاہت کا خیال رکھیے گا نائس فرینڈ شپ کے لیے موسٹ ویلکم مجھ سے ملنا کیسا لگا اگر دل چاہے تو ضرور بتائیے گا اور اب سب سے اجازت چاہتی ہوں اپنا خیال رکھیے اور دعاؤں میں یاد بھی رکھیے گا اللہ حافظ۔

دلکش مریم

آچل اسٹاف اور تمام قارئین کو میرا پر خلوص سلام میں ہوں آپ سب کی دلکش مریم سب جانتے ہیں؟ 24 اگست کو اس دنیا میں تشریف لائی گھر میں تیسرا نمبر ہے۔ مجھ سے بڑی دونوں بہنیں (میرا حمیرا) شادی شدہ ہیں۔ مجھے اپنی بھانجیوں میرب اور ایمان سے بہت پیار ہے مجھ سے چھوٹی دو اور بہنیں ہیں مزنا اور لہلہ۔ مزنا میٹرک اور لہلہ 8th کلاس کی اسٹوڈنٹ ہے۔ میری چاروں بہنیں حافظہ ہیں (باشاء اللہ)۔ بھائی نہیں ہے ای ہاڈرس رائف

کرن کوثر

السلام علیکم! دنیا کی خوب صورت دو شیرازوں میری بہنوں بھائیوں اور میرے بزرگوں ہمارے میں تو تقریر کرنے ہی بیٹھ گئی چلو چھڈو جی اپنا تعارف کرائی ہوں بقول میری سسٹر رابعہ کہ

- ہم ہی دلبر ہیں
- ہم ہی جان ہیں
- ہم ہی دلیر ہیں
- ہم ہی مہمان
- ہم ہی غیور ہیں
- ہم ہی چٹان
- میں ہوں بخش

اور ہم ہیں پٹھان (حجاب خان بخش)

عقل مندوں کے لیے یہ کلمہ ہی کافی ہے پھر بھی سمجھ نہ آئی ہو تو کوئی بات نہیں سیدھے سے بتاؤں مجھ معصوم سی پریوش کا نام کرن خان بخش ہے اور میں بالکل اپنے نام کی طرح چمکتی ہوئی ہوں۔ 26 دسمبر کو جب ساری دنیا اندھیرے میں ڈوبی اتفاقاً غنیل تھی، کتابی گدھے گھوڑے بیچے تو مجھ پریوش نے اندھیرے میں کرنیں پھیلا کر اپنے آنے کا اعلان گلا پھاڑ پھاڑ کے کیا ہلہلا آج تک منہ بند ہی نہیں ہوتا تو تھوہ پیسٹ کے اشتہار کی طرح بگ بگ کہتے ہیں کرن منہ بند کر کے دکھاؤ اور اسی کوشش میں اور منہ کھول دیجی ہوں تو تمہوں کے ساتھ ہنسنا مسکرانا سب کا دل بھانا سب کو خوش کرنا میری گھنٹی میں ہے۔ ہم سات بہنیں اور تین عدد بھائی ہیں میں ساتویں نمبر پہ ہوں دو بھائی اور ایک بہن مجھ سے چھوٹے ہیں۔ میں بچہ پارٹی میں گردانی جاتی ہوں بے حد شرماتی ہوں خوب ہنگامے لگائے رکھتی ہوں اب آچل کی محفل میں آئی ہوں تو یقیناً آپ سب کو ٹپل ہوا ہوگا ایسے

ٹو نے ماری انٹریاں

تو دل میں بھی گھنٹیاں رہے جگ جگ

سے ایسا ہی..... آپ یہ مت سمجھئے گا کہ پریوش پر ہمتی دڑھتی کوئی نہیں جی نہیں میں پر ہمتی ہوں اس سے پہلے کہ آپ کے ذہن میں کوئی لوٹ پٹانگ خیال آئے پٹھان کا سنتے ہی تو آپ کو کلیئر کروں۔ ہم ایسے ویسے پٹھان نہیں جھگڑا لوار دوسرے ٹائپ کے الحمد للہ ہم پر اس غیرت مند اور پڑھے لکھے بہادر پٹھان ہیں یہ جو دہشت گردی کا شپہ پٹھان کے نام پر لگا ہے غلط ہے بہت غلط ہے کیونکہ حقیقت اس کے برعکس ہے کیونکہ نہ پنجابی نہ پٹھان اور نہ سندھی اور نہ ہی بلوچی دہشت گرد ہیں بلکہ یہ کام تو ملک دشمن عناصر کا ہے جو مسلمان بہن بھائیوں کو لڑوانا چاہتے ہیں اور اسلام کو بدنام کرنا ان کا مشن ہے یہ میری ذلتی رائے ہے۔ مجھے فخر ہے کہ دنیا کے بے حد خوب صورت اسلامی ملک پاکستان کے پٹھان گھرانے میں پیدا ہوئی چلیں آپ کو جیولری کا بتاتی ہوں۔ مجھے ٹاپس رنگ اور ورج بے حد پسند ہیں ٹاپس ہلکی پھلکی سی چیزیں ہوں لیکن یونیک سی مجھے کپڑوں کا بے حد شوق ہے اور میرے پاس بلکاس پاس ڈھیروں ڈھیر فینسی ڈریسز ہیں (ہلہلا) اتنی تو بہنیں ہیں ماشاء اللہ ہر ایک کا وارڈ روبا قیامت ہے ہر طرح کے سوٹ جو مجھے دکھار ہوں مسکین سی صورت بنا کر تھھیالیتی ہوں۔ لمبی قمیص چوڑی دار پاجامہ لمبے دوپٹے فینسی میکسز بہت پسند ہیں۔ فلیٹ سینڈلز اور ہائی ہیملو دلوں ہی پسند ہیں کسی کے بھی اچک لیتی ہوں ہلہلا وہ الگ بات ہے کہ بعد میں وہی جونی اکثر و بیشتر مجھ مسکین کو زوروں سے پڑ جاتی ہے ہلہلا کتنی تو معصوم ہوں میں آپ سا گیری کرتے ہیں نا کھانے میں چائینز ڈشز بہت پسند ہیں اور بریانی کی جگہ البتہ کوئی ڈش نہیں لے سکتی۔ مزے کی بات بتاؤں بریانی کا پھاڑ بنا لیتی ہوں ہلہلا ندیدی نہ سمجھنا نہیں تو..... کہانی اتنا ہوں کہ بقول نگار کے تین چار بندوں کا کھانا ٹرپ کر جاتی ہے کرن لیکن لگتا نہیں لیکن اس کی نسبت فریش جوس زیادہ پسند ہے۔ چٹخارے دار چنا چاٹ فروٹ چاٹ گول گپے خوب چٹخارے لے لے کر کھاتی ہوں۔ میک اپ کرتے ہوئے لب گلوں کا جل اور ماکا لاپز کرتی ہوں کیونکہ مجھے ہانڈری بننے کا کوئی شوق نہیں

آپ کو میرے تعارف ہی سے معلوم ہو گیا ہوگا خیر آپ سب ضرور بتائیے گا کہ میرا تعارف کیسا لگا۔ میں دعا گو ہوں اللہ ہمارے ملک کو اپنے حفظ و امان میں رکھے اور ہمارے دشمنوں کو پسپائی نصیب ہو اللہ تعالیٰ نجل کو ترقی کی راہوں اور اونچائیوں پر پہنچا دے۔ جس کا تصور بھی کسی نے نہ کیا ہو آمین ثم آمین۔ سب محبت کرنے والوں کے نام:-

اک بات کہوں گر ہو سکے

اپنا پیار تو سنبھال رکھنا

نہ لگے کسی کی نظر

اسے دل میں چھپا رکھنا

اک بات کہوں گر ہو سکے

تو.....

خودی کو سنوار رکھنا

ہاتھوں پر حنا چار رکھنا

کا جل آنکھوں میں لگا رکھنا

ہر پہل یونہی بہا رکھنا

سنانے پائے پیار کے راستے میں

خزاں کا دور

چوکھٹ بند رکھنا

اک بات کہوں گر ہو سکے

تو.....

ہر پہل پیار کی پھوار رکھنا

نہ بھی شک کی کمی برقرار رکھنا

بس.....

ہونٹوں پر یونہی مسکان اجائے رکھنا

اک بات کہوں گر ہو سکے

کبھی نہ خود کو جدار رکھنا

ہمیں بھی یاد دہار رکھنا

اللہ حافظ۔

میرا لکری کھلتا ہوا سرخ و سفید سوز یادہ لیا تھو پی سے اجتناب کرتی ہوں۔ ہم بہن بھائی آپس میں خوب ہلا گلا کرتے ہیں بلکہ یہ کہا جائے تو اچھا ہوگا کہ ہم سب کے ناک میں دم کر دیتے ہیں۔ اپنے بھانجے بھانجی بہت اچھے لگتے ہیں میری فرحت آپی کراچی میں ہوتی ہیں ان اور ان کے دونوں سیف اور عمر کو جلال تجلب عنایہ کو بھی بہت مس کرتے ہیں۔

شانیہ سلمیٰ، بگ بی سب بڑھ رہے ہیں حزرہ نگار معاذ مجھ سے چھوٹے ہیں ہم لوگ کمرے میں اکٹھے ہو کر جب کرائے کھیتے ہیں تو بھونچال آ جاتا ہے اور کرائے کھیل کا اہتمام کسی ایک کے ذمے ہونے پر ہوتا ہے اہلہا اور بعد میں بڑوں کے ہاتھوں جو درگت بنتی ہے اہلہا نا قابل تحریر۔ سب سے پوچھا کہ میری خوبیاں بتاؤ سب کی ہنسی نکل گئی کہ

خوبیاں یا خامیاں (ہائے رے قسمت) آٹھ آٹھ آنسو بہانے کے بجائے میں تو نہاڑ کر بندے کے پیچھے ہی پڑھ جاتی ہوں۔ بابا جان کا تو میں فخر ہوں اس بات پر مجھے فخر ہے ہنسا ہنسا مجھے اچھا لگتا ہے۔ کسی کی برتھ ڈے ہو میں سب سے پہلے وٹ کرٹی ہوں پہلے تو غصا آتا نہیں جب آتا ہے تو بمشکل اترتا ہے ایک بار جس سے اعتبار اٹھ جائے تو کلام بھی نہیں کرتی۔ جھوٹے لوگوں سے نفرت ہے اور ترس بھی

آتا ہے اچھی کتابیں پڑھنا بے حد اچھا لگتا ہے۔ پسندیدہ رائٹرز ہر اچھا مصنف فریڈ بن جاتا ہے ہاشم ندیم نمرہ احمد نگہت عبداللہ سمیرا شریف طور محشنا کوثر سردانازیہ کنول نازی عمیرہ احمد اور یاد نہیں آ رہے۔ ناولز میں عبداللہ مقدس ایک محبت اور سہمی ایمان امید اور محبت خدا اور محبت امرتیل لکا حاصل

پیر کامل مصحف، پچھن کا دبیر، پتھروں کی پلکوں پر اور کچھ خواب یہ چاہیں یہ شدتیں عشق کا عین، عشق شین اور عشق کا قاف۔ شاعری سے کوئی خاص لگاؤ نہیں۔ ایف ایم بہت شوق سے سنتی ہوں میری بیسٹ فرینڈز تنزیلہ مریم اور رقیہ ہیں۔ بابا جانی اور بی بی گل سے بے حد محبت ہے گرمیوں کا موسم بس ٹھیک ہی لگتا ہے ہاں البتہ سردیاں مزے کی لگتی ہیں۔ فروٹ

میں آڑوا گورڈ آٹھ پیر بلکہ تمام فروٹ اچھے لگتے ہیں۔ سبز یوں میں کدو ٹنڈے پیٹنگن ناپسند ہیں۔ میں بونتی بہت ہوں یہ تو



Downloaded from PAKSOCIETY.COM

چراغ خانہ

رفعت سراج

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہم جیسے تنہا لوگوں کا رونا کیا مسکانا کیا
جب چاہنے والا کوئی نہیں پھر جینا کیا مرنا کیا
سورنگ میں جس کو سوچا تھا سو روپ میں جس کو چاہا تھا
وہ جانِ غزل تو روٹھ گئی اب اس کا حال سنانا کیا

گزشتہ قسط کا خلاصہ

بدلتی دیکھ کر پہلے عالی جاہ ششدر رہ جاتا ہے پھر چند
سیکنڈ سوچ کر ایک دم ہینٹر ابدل لیتا ہے قدرت خود آگ
لگانے کا موقع عالی جاہ کو فراہم کر رہی ہوتی ہے اور موقع
سے فائدہ اٹھانا اس کی سرشت میں شامل ہوتا ہے اور خود کو
مظلوم ظاہر کرتا وہ پیاری پر الزام تراشی کرتا ہے سعدیہ
پہلے ہی پیاری کے خلاف ہوتی ہے مزید عالی جاہ کی
باتوں میں آ کر نفرت کی گرہ مضبوط ہو جاتی ہے کمال
فاروقی ذہنی دباؤ کا شکار ہوتے ہیں ایسے میں انہیں
دانیال کا مشورہ راہ نجات محسوس ہوتا ہے کمال فاروقی
دانیال سے مل کر سفر پر جانا چاہتے ہیں لیکن ملازم آ کر
اس کے سونے کا بتاتا ہے تو وہ تذبذب کا شکار ہو جاتے
ہیں تب ہی دانیال انہیں رخصت کرنے آتا ہے دوسری
طرف سعدیہ اپنی گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے کمال
فاروقی اور دانیال کو دیکھ کر کھٹکتی ہیں لیکن دوسرے ہی لمحے
مغرور انداز میں گاڑی اسٹارٹ کرتی گھر سے نکل جاتی
ہیں مشہود ایسے کمرے میں قید ہوتا ہے جس میں صرف
ایک کھڑکی وہ بھی اتنی اونچائی پر کہ اس کا اوپری حصہ
چھت کے کنارے کو چھو رہا ہوتا ہے اور ایک بھاری بھر کم
دروازہ جس کے ذریعے وہ اس محبوت گاہ میں داخل ہوا
تھا تب ایک رات اس کھڑکی سے کوئی اسے کھانا دے کر
جاتا ہے مشہود اپنے خیال میں گم ہوتا ہے جب پیاری
اسے دوا دینے آتی ہے۔ مشہود کو جس دوستی پر ناز ہوتا ہے
وہ صرف ایک دھوکہ ثابت ہوتی ہے اس کے خیال میں

کمال فاروقی پہلی بار اپنے اور سعدیہ کے جھگڑے
میں دانیال کو شامل کرتے ہیں ورنہ بلال اور دانیال ان
دونوں کو الجھتا دیکھتے تھے تو دونوں اپنے کمرے میں بند
ہو جاتے تھے لیکن جب ماں کا مطالبہ طلاق کی صورت
اس پر واضح ہوتا ہے تب اس کے ہوش اڑ جاتے ہیں
دانیال فوراً ہی ترکیب لڑا کر باپ کو بھور بن کا بیج میں
جانے کا مشورہ دیتا ہے۔ دوسری طرف پیاری دانیال
کے جانے کے بعد دل کے چور کی وجہ سے مشہود سے اپنی
طرف سے کوئی بات نہیں کرنی وہ مشہود کو اپنے اور دانیال
کے نکاح کی بات بتانا چاہتی ہے لیکن مشہود پر نظر پڑتے
ہی پیاری کی ہمت جواب دے جاتی ہے تب ہی خود کو
سمجھاتی ہوئی پیاری مشہود کو میل زس رکھنے کا کہتی ہے مگر
مشہود اس کی اور دانیال کی خدمت کو سراہتا خوش گواموز
کے ساتھ انکار کر دیتا ہے پیاری مشہود کا نارمل موز دیکھ کر
تمام ہمت جمع کرتی اسے اپنے اور دانیال کے نکاح کا
بتاتی ہے۔ مشہود کو حیرت کا شدید دھچکا لگتا ہے مشہود کی
خاموشی پیاری کو ہولانے لگتی ہے۔ سعدیہ عالی جاہ کو دیکھ
کر حیرت کا اظہار کرتی ہے وہ اپنی سابقہ کیفیت فراموش
کرتی اس سے آنے کی وجہ دریافت کرتی ہیں جس پر
عالی جاہ انہیں دانیال کے نکاح کی مبارک باد دے کر سلا
دیتا ہے۔ سعدیہ اپنی فطرت پرواہس آ جاتی ہے اور مانوا پا
کے بیٹے کی عزت افزائی کرتی ہے۔ اتنی بے عزتی اور

ہے؟ پیاری مین مین بھر کے قدم اٹھا کر اپنی خواب گاہ کی طرف بڑھی۔ قدم اٹھنے بوجھل نہیں تھے جتنا بوجھ دل پر تھا..... اس نے وانیال کو جو کچھ کہا تھا ابھی اس کا رد عمل باقی تھا۔ وانیال کسی بھی لمحے پہنچ جاتا۔ ایسا تو نہیں تھا کہ پیاری کے منع کر دینے کے بعد وہ بہت فرماں برداری کے ساتھ خاموش ہو کر بیٹھا جاتا۔

وانیال ضرور آئے گا..... اس لیے کما نا بنتا ہے..... اور اصول ہے کہ مزاحمت رد عمل کو تیز کر دیتی ہے۔

”پیاری.....“ مشہود کی آواز نے پیاری کو ہلا کر رکھ دیا..... یوں جیسے کسی نے چپکے سے پیچھے سے آ کر ”ہاؤ“ کہہ کر ڈرا دیا۔ وہ لشت لشت پیٹم دوڑی۔

”ج..... ج..... ج..... بھائی.....؟“ خود کو گرنے سے بچانے کے لیے اس نے چوکھٹ تھامی۔ مشہود نے خشکیوں نظروں سے پیاری کی طرف دیکھا۔

”کیا کہا ہے اے؟“ لفظ ”اے“ نے دوستی کی ست رنگی قوس و قزح لمحے میں تحلیل کر دی تھی۔ حتیٰ رویہ طے ہو گیا۔

”منع کر دیا ہے؟“ کہہ دیا ہے کہ اب وہ یہاں نہ آئیں۔“ پیاری کا گلا خشک ہو رہا تھا۔ اس نے بمشکل تھوک نکلا۔

”تم سوچ رہی ہو گی کہ تمہارے اس جواب سے مجھے بہت خوشی ہوئی ہو گی؟ بیوی ہو تم اس کی کیسے منع کر سکتی ہو؟ اور وہ تمہارے منع کرنے سے کیوں رے کے گا؟“ مشہود برہم ہوا۔ پیاری کی ٹانگیں لرزنے لگیں۔ اسے اب کچھ بھائی نہیں دے رہا تھا۔ بے بسی سے سر جھکا کر کھڑی رہی۔

”تم اس کے ساتھ جانا چاہو تو میں تمہیں نہیں روک سکتا۔ کوئی جواز ہی نہیں بنتا۔ اس گھر سے جو لینا چاہو لے لو..... بس مجھے اس خود غرض شیطان کی شکل نہ دکھانا۔“ مشہود مرد ہونے کے ناظرہ بخش میں منطق سے کام لے رہا تھا۔ جذبات کی ریت میں منطق سچے موتی کی طرح چمک رہی تھی۔

وانیال صرف پیاری سے ملنے اس کے گھر آتا ہے اس لیے وہ پیاری سے وانیال کو گھر آنے سے منع کر دیتا ہے۔ وانیال سعید یہ کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہے جبکہ سعید یہ شعلہ برسانی پیاری کو الزام دیتی ہے جس پر وانیال کمال فاروقی کا گھر سے جانے کا بتاتا ہے سعید یہ کی اشتعال اور بے بسی کی لاجواب کیفیت ہو جاتی ہے دوسری طرف پیاری مجھڑے کی منتظر ہوتی ہے۔ مشہود کو اچانک حقائق سمجھ آ جائیں وہ تسلیم کر لے کہ جو کچھ ہوا حالات کا تقاضہ تھا پیاری کے لیے بھائی کی بدگمانی ناقابل برداشت ہوتی ہے تب ہی وانیال کی کال آتی ہے اور اپنے طور پر وانیال نہ آنے پر معذرت کرنے لگتا ہے جبکہ پیاری اسے آنے سے منع کرتی اس کے کان میں انگارے بھر دیتی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

☆☆☆.....

”کیا کہہ رہی ہو پیاری..... آخر ہوا کیا..... تمہاری آواز سے لگ رہا ہے کہ تم بہت زیادہ ڈسٹرب ہو؟“ وانیال بہت پریشانی اور جذباتی کیفیت میں تاہر توڑ سوال کرنے لگا۔

”بس میں اس سے زیادہ بات نہیں کر سکتی..... ہو سکتا ہے بھائی خود آپ سے فون پر بات کریں۔ خدا حافظ۔“ پیاری کے انداز میں عجلت تھی۔ اس کا سارا دھیان مشہود کی طرف تھا جو یقیناً سراپا سماعت بنا سننے کی کوشش کر رہا ہو گا کہ فون کس کا ہے اور پیاری کیا بات کر رہی ہے؟

پیاری نے اپنی طرف سے فون بند کر دیا تھا مگر قدم اٹھا کر مشہود کی طرف جانا کڑا مرحلہ لگ رہا تھا..... وہ اس کی نظروں کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں کر پار ہی تھی کجا کہ اس کے سوالات کا جواب دینا۔

ماحول میں فون بند ہونے کے بعد ایک پراسراری خاموشی طاری ہو چکی تھی۔ حیرت ناک بات یہ تھی کہ مشہود نے ابھی تک یہ نہیں پوچھا تھا کہ فون کس کا تھا..... یا پھر وہ از خود سمجھ گیا تھا کہ پیاری کے پاس کس کی کال آ سکتی

دانیال "wheelivly" کرنے والے سر پھرے جانبازوں کے انداز میں ڈرائیو کر رہا تھا۔ پیاری نے تو اس کے ہوش اڑا کر رکھ دیئے تھے۔ اس سے بات کرنے کے بعد چند منٹ تو وہ یوں بیٹھا رہا تھا گویا ذہنی طور پر سفلوج ہو چکا ہو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ گھمسان کارن جیتنے کے بعد صبح کا جھنڈا گاڑا..... اور اچانک شب خون پڑ گیا۔ جھنڈا اکھاڑ کر پھینک دیا گیا، کوئی مذاق ہے؟

"جب چاہے ٹھکرا دے..... جب چاہے اپنالے..... میری سچی محبت کو تماشہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ میری زندگی عزت، محبت کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔" وہ جذبات کی شدت کے زور پر گھر سے نکلا تھا۔ جیسے بھرا ہوا دریا کناروں سے ابل گیا ہو۔ جان سے مار دینے والا دکھ اور ادھوری بات..... دل تو چاہ رہا ہے ایسی سزا دوں کہ میرے تڑپنے کو محسوس کرے اور دیواروں سے مر مارے۔ دانیال کو اعلیٰ درجے کے دھچکے نے پاگل سا بنا دیا تھا۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ اس نے امیر جنسی بریک لگا کر خود کو اور دوسرے کو بچایا۔ آج تو جو بات ہوگی کھل کر ہوگی۔ کوئی رعایت و مصلحت نہیں چلے گی۔



"عالی جاہ خوب صورت ہے مال دار ہے..... جوڑکی چلتا پرزہ ہوگی وہ ایسے لڑکے کو بے وقوف بنانے میں دیر نہیں لگائے گی۔ اس سے تو اچھا تھا میں رشنا کے لیے مزید زور آزمائی کرتی تو شادی ہو ہی جاتی..... ایک کرپٹ لڑکی میری بہو بن گئی۔ میرے شوہر اور بیٹے کو قابو میں کر لیا۔ وہ تو کسی بھی وقت مجھے اس گھر سے بے دخل کر سکتی ہے۔ آج دھونس و ہسکل سے بات کر لیتی ہوں کل تو میری ایک نہیں ہی جائے گی۔ اور گاؤں مجھے کچھ کرنا ہوگا۔ دانیال تو بہت ہی بے وقوف ہے۔ یہ عالی جاہ تو برو کر ہے اس لیے اتنا شارپ ہے۔ اسے چونا لگا گئی۔ دانیال تو پھر بیچتا کیا ہے۔" سعدیہ سب کچھ بھول بھال اب ایک نئے دردمن سے ہر آرزو پھینک رہی۔ شہزاد کی جذباتیت کی وجہ

"میں آپ کو چھوڑ کر نہیں نہیں جاؤں گی۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جس شادی سے آپ کو دکھ ہوا میں اس شادی کو آج ہی ختم کر دوں گی مگر آپ کو اپنی زندگی میں وہ بھی اس حال میں اکیلا نہیں چھوڑ دوں گی۔" پیاری نے آنسو پیتے ہوئے اتنا بڑا فیصلہ سنایا جیسے ٹماڑ مہنگے ہونے کی خبر سنا رہی ہو۔

"بہت بڑا احسان کریں گی آپ..... میں تو اپنی موت تک یہ احسان ہی نہیں اتنا پاؤں گا جو ہو چکا اس کی تلافی تو کسی صورت نہیں ہو سکتی۔ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے مردہ دفن کرنے کے بعد اس سے بولنے کی فرمائش کی جائے۔ میں نہیں چاہتا اب ہم ایک دوسرے کی شکلیں دیکھ کر کڑھ کڑھ کر زندگی گزاریں۔ بہت بڑا شاک تو لگا دیا ہے اب ساری زندگی کیا کٹنی کی طرح گزاروں گا۔ مجھے تمہاری اس گھر میں اب ضرورت نہیں..... مجھے مرا ہوا سمجھ لیا تھا، اب مردہ ہی سمجھو۔" مشہود کے انداز میں کوئی چپک نہیں تھی۔

خونی رشتوں کی طرف سے ملنے والی سیاہ رات جیسی مایوسی نے اسے ہر مصلحت سے غاری اور دو ٹوک کر دیا تھا۔ اس وقت وہ صرف اپنے احساسات کا قیدی تھا اسے اس بات کی مطلق فکر نہیں تھی کہ اس کے الفاظ کس طرح پیاری پر پتھراؤ کر رہے ہیں۔

"بھائی....." پیاری نے کچھ کہنے کے لیے لب وا کیے مگر مشہود نے ہاتھ بلند کر کے اسے بولنے سے روک دیا۔

"بس..... مجھے کچھ نہیں سننا..... میں تمہاری خوشیوں کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنوں گا..... تسلی رکھو....." مشہود کا انداز قطعی وحشی تھا۔ پیاری خود کو بے بسی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا محسوس کرنے لگی..... اسے اندازہ ہو گیا کہ وہ اب کچھ بھی کہے اس کی کسی بات میں حسب دل خواہ اثر نہیں ہوگا۔ وہ سر جھکا کر واپس خواب گاہ کی طرف پلٹ آئی۔ مشہود روحانی اذیت کے سبب اب اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

اب دنیا کے کسی بھی خطے میں نہیں

پہلے پتھر

(ایک ساتھ منگوانے پر)

ہم بروقت ہر ماہ آپ کی دلچسپ پڑھائی کے

ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا رسالہ
(بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ)

پاکستان کے ہر کونے میں 700 روپے

امریکا کینیڈا آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے لیے

7000 روپے

میدل ایسٹ ایشیائی افریقہ یورپ کے لیے

6000 روپے

رقم ڈیمانڈ ڈرافٹ ہنسی آرڈر منی گرام
ویسٹرن یونین کے ذریعے بھیجی جاسکتی ہیں۔
مقامی افراد دفتر میں نقد ادا کی جاسکتے ہیں۔

رابطہ: طاہر احمد قریشی 0300-8264242

نئے آفٹ گروپ آفٹ پبلسٹی کیشنز

کراچی: 7 فسر، چیمبر عتبہ، بارون روڈ، کراچی

فون نمبر: +922-35620771/2

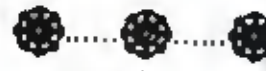
aanchalpk.com

aanchalnovel.com

circulationngp@gmail.com

سے اپنا گھر عارضی طور پر بھی چھوڑنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ جس بات کے پیچھے وہ زندگی کا سب سے بڑا خطرہ مول لینے جا رہی تھیں مطلق یا طلاق پر اصرار کر رہی تھیں وہ سب ہوا میں اڑ چکا تھا۔ اب ٹینشن صرف یہ تھی کہ ایک غلط لڑکی ان کے حسب نسب کا ٹھیکہ لے چکی ہے۔

ایک کرپٹ لڑکی نے ان کو گھسٹ دی تھی۔ یہ احساس انتہائی تباہ کن اور جان لیوا تھا۔ جب تک یہ لڑکی وانیال کی زندگی سے نہیں نکل جاتی میں چین سے نہیں بیٹھوں گی۔ خواہ مجھے انتہا تک جانا پڑے۔ سعدیہ کی انتہا پسند طبیعت سب کچھ گزر کرنے کے لیے بے تاب تھی۔



گھر میں دونوں ہونے کے باوجود ایسا سناٹا تھا کہ سوئی گرنے کی آواز بھی سنائی دے۔ کال بیل کی آواز تو یوں لگتی گویا صور اسرافیل پھونک دی گئی ہو۔ بیڈ کے کنارے پر حزن و ملال کی تصویر بنی پیاری یوں چونکی گویا کسی نے پکڑ کر جھنجھوڑ دیا ہو۔ دل کی دھڑکنوں نے واضح اشارہ دیا کہ ہونہ ہو گیٹ پر وانیال کھڑا ہے۔ پہلے وہ بے ساختگی میں اٹھی مگر فوراً ہی بیٹھ گئی۔ ٹانگوں میں لرزش تھی، دل بے قرار تھا مگر بے بسی کا عالم تھا۔ کال بیل دوبارہ بجی پڑی۔ پیاری نے بے اختیار دل تھام لیا۔ پھر تیسری چونکی یا چونکیں بار کال بیل کی آواز نے خاموشی میں تہلکہ مچایا مگر پیاری پتھر کی طرح اپنی جگہ جامد تھی۔

”کوئی گیٹ پر ہے پیاری..... پوچھو کون ہے؟“
مشہود اب خاموش نہ رہ سکا۔

پیاری کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ وہ بے قراری ہو کر کھڑی ہوئی۔ سوچا اسے کیا کرنا چاہئے۔ بمشکل خود کو گھسیٹتی مشہود کے کمرے کے دروازے تک آئی۔ مشہود نے ایک اجنبی بے مہری نگاہ کی۔

”میری شکل کیا دیکھ رہی ہو گیٹ پر دیکھو کون ہے؟“
مشہود نے بہت سرد مہر انداز میں کہا۔

”بھائی..... شاید وانیال آئے ہوں گے۔ ماسی تو صبح آ کر کام کر کے چلی گئی تھی۔“ پیاری نے بدقت کہا۔

”ہاں تو اسے اندر بلا لو..... اس سے دو ٹوک بات ہو جائے تو بہتر ہے۔ میں تو چاہتا ہوں تم اس کے ساتھ چلی جاؤ۔ اب تم شادی شدہ ہو میرا تم پر کوئی زور اور اختیار نہیں۔ وہ میری آنکھوں کے سامنے تمہارا ہاتھ پکڑ کر لے جاسکتا ہے۔“ مشہود کے لہجے میں غم و غصے کی ملی جلی کیفیت تھی۔

”مگر میں آپ کو اس حال میں چھوڑ کر تو کبھی بھی نہیں جاسکتی۔“ پیاری نے ہمت کر کے کہہ دیا۔

”مجھ پر احسان کرنے کی ضرورت نہیں..... جس اللہ نے درندوں کے درمیان مجھے زندگی بخشی اور ان کی درندگی سے بچالیا..... وہی میری موت تک میری زندگی کی حفاظت کرے گا۔“ اسی وقت کال بیل دوبارہ سے گونجنے لگی اس طرح کہ گویا کوئی بٹن پر انگلی رکھ کر ہٹانا بھول گیا ہو۔

”جاؤ..... گیٹ کھولو۔“ مشہود دونوں ہاتھوں سے اپنا ”کالر“ دبا کر پوری قوت سے دھاڑا۔

یہ دھاڑ پیاری کی قوت برداشت سے بہت زیادہ تھی۔ بگنٹ گیٹ کی طرف بھاگی۔ مشہود اپنی سانسیں سنبھالنے لگا۔

”کون ہے؟“ پیاری نے حفظ ماتقدم کے طور پر پوچھنا ضروری سمجھا۔

”گیٹ کھولو پیاری.....“ دانیال کی سنجیدہ بے تاثر آواز سماعت سے لگرائی۔ پیاری نے اللہ کا نام لے کر گیٹ کھول دیا۔ دانیال فوراً اندر آنے کے بجائے بغور پیاری کا چہرہ دیکھنے لگا۔

”اتنی دیر سے کیوں کھولا..... مشہود کچھ کہہ رہا تھا..... اب مجھے یہیں کھڑے کھڑے بتا دو..... ایسا کیا ہوا ہے کہ تم مجھے آنے سے روک رہی تھیں؟ ٹھیک ہے..... بتانے والی بات تھی چھپانے والی نہیں۔ تم نے مشہود کو بتا دیا..... بہت اچھا کیا..... مگر وہ کہتا کیا ہے..... مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی؟“ دانیال دیوانہ وار بولتا چلا گیا۔

چاہنے والے کو سامنے پا کر دل بھرا آیا۔ آنسوؤں کے

گولے حلق میں پھنسنے لگے۔ آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔

”میرا بھائی میری خاطر جان کی بازی لگا رہا تھا اور میں اس کو بھلا کر شادی کی خوشیاں انجوائے کر رہی تھی..... کتنی جلدی تھی مجھے خوشیاں منانے کی۔“ یہ کہتے ہی پیاری دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی..... اور ایک طرف ہو گئی۔ دانیال ششدر اندر چلا آیا اور آہستگی سے گیٹ بند کر دیا۔

”اوہ مائی گاڈ.....“ اس کے منہ سے بس یہی نکل پایا۔

”کوئی بات نہیں..... اسے کچھ غلط نہیں ہو گئی ہے اور غلط نہیں دور کی جاسکتی ہے۔ پلیز کول ڈاؤن.....“ دانیال نے اپنا ہاتھ پیاری کے شانے پر رکھ دیا جو پیاری نے بری طرح جھٹک دیا اور پیچھے ہٹ گئی۔ دوپٹے کے پلو سے اپنی آنکھیں پونچھنے لگی۔

دانیال نے اپنے ہاتھ کی طرف دیکھا جو بری طرح جھٹکا گیا تھا چند لمحے کچھ سوچا پھر پیاری کی طرف دیکھا۔

”وہ مریض ہے۔ تمکن سے چمڑ ہے۔ اس کی کسی بات کا برا نہیں منانا چاہیے۔ اسے اس وقت ہماری قوت برداشت اور ہمدردی کی ضرورت ہے اگر ہمیں اس سے محبت ہے تو سب کچھ برداشت کرنا ہوگا۔“

”میں اس گھر میں ان کے ساتھ اکیلی ہوں..... ان کا رویہ مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا۔ مجھے ڈر لگتا ہے آپ..... آپ کو نہیں پتہ..... وہ ایک دم بدل گئے ہیں ان کی آنکھوں میں میرے لیے نفرت کے سوا کچھ نہیں.....“ بولتے بولتے پیاری کی آنکھوں سے آنسو ابل پڑے۔

”لیکن یہ ایک دم ہوا کیا.....؟ وہ کیوں اس طرح کر رہا ہے؟ تم سے کوئی بات تو ہوئی ہوگی۔“ دانیال پیاری کی حالت دیکھ کر شش درج میں پڑ گیا۔

”میں نے ان کو بتا دیا ہے..... کہ..... کہ میری شادی ہو گئی ہے..... بس یہ سنتے ہی ان کا انداز بدل گیا..... کہنے لگے تمہارے لیے مورت ہے لڑ رہا تھا اور تم مجھے مرا

ہوا سمجھ کر خوشیاں منا رہی تھیں۔“ پیاری نے آنسوؤں کے بیچ بہت مشکل سے اپنی بات مکمل کی۔

”اوہ.....“ دانیال کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

”کوئی مسئلہ نہیں۔ بات سمجھا رہی ہے..... بس اب بہت صبر و برداشت سے اس پروجیکشن کو قیس کرنا ہے۔ ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صبر و ہمت کی ضرورت ہے۔ بدگمانی کا بھی علاج ہے کہ خود کو ثابت کیا جائے۔ میں خود اس سے بات کرتا ہوں۔“ دانیال یہ کہہ کر رکنا نہیں سیدھا اندر کی طرف بڑھ گیا..... پیاری پر اس کی ہمت و جرات کا مطلق اثر نہ ہوا وہ اپنی جگہ کھڑی خوف سے کانپ رہی تھی۔ قدم اٹھاتا دو بھرتھا۔

”میں کہتا ہوں میری نظروں سے دور ہو جاؤ..... تم نے دوستی کے نام پر مجھے بے وقوف بنایا..... تم پیاری کی وجہ سے مجھ سے دوستی بھار ہے تھے۔ مجھے ساری بات سمجھا گئی ہے۔ ابھی اسی وقت اپنی بیوی کو لے کر یہاں سے چلے جاؤ..... مجھے کسی کی ضرورت نہیں ہے۔“ مشہود کی چیخ وھاڑ شروع ہو چکی تھی۔ پیاری پر نئے سرے سے لرزہ طاری ہونے لگا تھا۔

”مشہود..... کیا ہی اچھا ہوا اگر تم دو منٹ کے لیے صبر سے میری بات سن لو۔“ دانیال کی پُرسکون آواز گھر کے درود یوار سے نکل رکی۔

”میں دو سیکنڈ کے لیے تمہیں برداشت نہیں کر پا رہا..... تم دو منٹ کی بات کر رہے ہو۔ مجھے ایسے رشتوں تعلق کی ضرورت نہیں جو مجھے جلد سے جلد خراہوا دیکھنا چاہتے ہوں۔ جنہیں خوشیاں منانے کی جلدی پڑی ہو۔ تم نے مجھے تلاش کرنے کی کوشش کی؟ کیا کیا میرے لیے؟ تمہیں مجھ سے کوئی غرض نہیں تھی۔ تم اس گھر میں پیاری کے لیے آ رہے تھے۔ راستہ صاف ملتے ہی اپنا کام دکھا دیا۔ اب یہاں سے جاتے کیوں نہیں؟ تمہارا مشن پورا ہو چکا ہے۔ میرے سرٹیفکیٹ سے تمہیں کوئی فرق پڑے گا؟ کیوں صفائیاں پیش کر رہے ہو تم دونوں؟ مجھے نہیں چاہیے تمہاری وضاحتیں.....“ مشہود اتنی زور

سے چلایا کہ اس کی آواز پھٹ گئی۔ پیاری کو درود یوار لرزتے ہوئے محسوس ہوئے۔ وہ بے دم انداز میں فریش پر ہی بیٹھ گئی۔ اس میں چل کر اندر جانے کی سکت نہیں تھی۔

”مشہود خود پر رحم کرو..... اپنی حالت دیکھو..... تم گھر واپس آ چکے ہو..... ان شاء اللہ بہت جلد ٹھیک ہو جاؤ گے۔ پھر بہت سی خوشیاں ہوگی سب کی طرح تمہارا بھی فطری خوشیوں پر حق ہے۔ ہم پل پل تمہارے ساتھ ہیں۔“ دانیال پر واقعی مشہود کی چیخ و پکار کا مطلق اثر نہ تھا وہ بہت صبر و ضبط اور تحمل سے بات کر رہا تھا جبکہ پیاری کا دل خزاں رسیدہ پتے کی طرح کانپ رہا تھا۔ ہتھیلیوں میں پسینہ اتر رہا تھا۔

”بند کرو یہ ڈرامے بازی..... تم انتہائی چال باز اور موقع پرست انسان ہو تم سے تو لاکھ درجے بہتر وہ ان پڑھ جاہل لڑکی تھی جسے مجھ سے ہمدردی کے جرم میں ستر اسی سال کے ضعیف مرنے والے ہاتھوں فروخت کر دیا گیا۔“ مشہود پھر جذباتی انداز میں چلایا۔ پیاری کی حیرت کی انتہا یہ تھی کہ اس کے آنسو یکنخت ٹھم گئے۔ دانیال بھی وقتی طور پر بھونچکا سا رہ گیا۔

”لڑکی..... کون لڑکی.....؟ اگر کسی نے تمہارے لیے ظلم برداشت کیا ہے تو ہم اس کے لیے بھی ظالم سے لڑیں گے..... مگر تم کچھ بتاؤ گے تو ہم کچھ کریں گے..... تم تو بس غلط فہمی کی وجہ سے اپنی طبیعت اور زیادہ خراب کر رہے ہو۔ خود کو نقصان پہنچا رہے ہو.....“ دانیال حیرت کی موجوں کو دھکیلتا بڑی رسائیت سے مخاطب تھا۔ دانیال کا صبر و ضبط و تحمل پیاری کے لیے بہت بڑی ڈھارس بن رہا تھا۔ وہ اپنی تمام تر قوتوں کو مجتمع کر کے بلا خراہ کھڑی ہوئی۔ دانیال کا اعتماد اور مضبوطی اس کی طاقت بن رہی تھی۔

”میرے بڑے بڑے نقصان ہو چکے..... اب میں نقصان کے خوف میں مبتلا نہیں ہوں میرا ذہن ایک طرف ہو چکا..... اب تم دونوں بھی سائیڈ میں ہو جاؤ۔ ہو سکتا ہے میں بہت جلدی survive کر جاؤں..... مگر

خطرہ ہے تم دونوں کی وجہ سے مجھے کسی بھی وقت پرین
یہ مہرج ہو سکتا ہے..... اس لیے اب بہت زیادہ اچھا بن
کر دکھانے کی ضرورت نہیں..... بس میرے سامنے
سے ہٹ جاؤ۔“ مشہود اسی طرح ضدی اور اکھڑے لہجے میں
بات کر رہا تھا۔

”اگر تم اس طرح ریلیکس ہوتے ہو تو ٹھیک ہے.....
میں پیاری کو لے کر چلا جاتا ہوں..... مگر تم اپنی طرف
دیکھو..... اکیلے کس طرح رہو گے.....؟“ دانیال نے
پر سکون لہجے میں سوال کیا۔

”میری فکر مت کرو..... میں بہت بری پھویشن کو بھی
اکیلا ہی فیس کر کے آیا ہوں۔“ مشہود نے اجنبی اور بے
مردت انداز میں جواب دیا۔

”بھائی کچھ بھی کہیں..... جان سے مار دیں مجھے مگر
میں آپ کو یوں اکیلا چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی۔“ پیاری
نے اچانک دونوں کے درمیان نمودار ہو کر فیصلہ سنایا۔

دانیال نے چونک کر پیاری کی طرف دیکھا تھا جس کا
چہرہ آنسوؤں سے بھگیا ہوا تھا اور بہت محبت سے بھائی کی
طرف دیکھ رہی تھی۔

”آپ چلے جائیں..... بھائی کو تکلیف مت دیں۔
میرا تو بھائی ہے مجھ سے نفرت بھی کرے تو رشتہ ختم نہیں
ہو سکتا۔ میں ان کی نفرت بھی برداشت کر لوں گی مگر آپ نہیں
اکیلا چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔ یہ میری ماں بھی ہیں باپ
بھی..... ان سے زیادہ مجھ پر کسی کا حق نہیں..... پلیز
آپ چلے جائیں۔“ پیاری نے اپنی بات کہہ کر دانیال
کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔ دانیال دم بخود پیاری
کی طرف دیکھ رہا تھا۔

پاری نے کوئی نئی بات تو نہیں کی تھی وہ تو بہت
آسانی سے جب چاہے اسے ٹھکرا سکتی ہے..... اسے تو
کچھ بھی نہیں ہوتا..... اس نے تو شاید مدتوں سے یک
طرفہ محبتوں کا پہاڑ سا بوجھ اٹھایا ہوا ہے۔

”کیا سوچ رہے ہیں..... جاتے کیوں نہیں؟
آپ کی وجہ سے آج یہ نوبت آئی ہے کہ بھائی کو میرے

خلوص پر اعتبار نہیں..... آپ نے مانو پھو پو اور اپنے پاپا
کے ساتھ مل کر مجھے تحفظ دینے کا یہ حل نکالا تھا..... اکیلا
رہنے سے کوئی مر نہیں جاتا..... ہمیں تو روپے مارتے
ہیں۔ بس آپ چلے جائیں۔ جب تک بھائی اجازت
نہ دیں آپ یہاں نہ آئیں اپنی ای کی پسند سے دوسری
شادی کر لیں..... مجھے تو بھائی کی خاطر زندہ رہنا
ہے..... انہی کی خاطر مرنے ہے۔ بھول جائیں مجھے۔
جب تک زندہ ہوں بھائی کو منائی رہوں گی۔ انہیں
ناراض کر کے ان سے دور نہیں جاؤں گی۔“ پیاری اتنا
کچھ کہہ کر ہلکانی ہو گئی آنسوؤں کے پھندے طلق
میں اٹک رہے تھے۔ فوراً ہی اپنے کمرے کی طرف
بھاگ گئی۔ جیسے آنکھوں کے راستے دریا بہانے کو
بیتاب ہو۔ دانیال شدید رکھڑا تھا۔

مختوں کے پھول بچھاتے بچھاتے بھی تو راستہ کٹ
سکتا تھا..... پیاری نے اس بحر ان سے نکلنے کا یہ راستہ
نکالا تھا۔ دل بری طرح توڑ کر رکھ پاتا تھا۔ دور تک شعلے ہی
شعلے..... محبت کہاں تھی؟ محبت ہوتی ہے تو پل پل اپنے
ہونے کا احساس دلاتی ہے اور کٹھن لمحات میں تو پوری
طرح نمایاں ہو کر اپنی اہمیت جتاتی ہے۔

مشہود بڑی خشکیوں نظروں سے دانیال کی طرف گھور
رہا تھا جیسے کہہ رہا ہو کہ کھڑے کیوں ہو..... جانتے کیوں
نہیں؟ دانیال نے آہستگی سے نظریں اٹھا کر مشہود کی
طرف دیکھا اور کچھ بولے بغیر چپ چاپ باہر کی طرف
پلٹ گیا۔

ابھی محبت ملال میں نہیں ڈھلی تھی۔ کن آنکھوں سے
امید کی طرف دیکھ رہی تھی۔ چاہتوں کی ان دیکھی
زنجیریں جہروں میں کھن کھن بج رہی تھیں..... چار قدم کا
فاصلہ سو کوس بن گیا تھا۔



عالی جاہ ایک خیس بننے سے ٹوٹو میں میں کر کے
ہلکان ہو چکا تھا۔ جونوٹ دکھا کر عین سودا طے ہونے سے
چند سیکنڈ پہلے نوٹ واپس جیب میں رکھ کر کھڑا ہو گیا

تھا..... پانچ ہزار کے فرق پر سودا ہوتے ہوتے رہ گیا گویا نوالہ منہ میں پڑتے ہی گر گیا اس پر مستزاد اکر ڈکھانا نکل گیا..... عالی جاہ کے دماغ میں چیونٹیاں ہی ریگنے لگیں اور عین اسی وقت سعدیہ کا فون آ گیا..... سعدیہ سے عالی جاہ کی خال خال ہی بات ہوتی تھی اس کا آئی فون بھی نیا تھا سعدیہ کا نام ابھی کوئی کیٹ میں سیو نہیں تھا۔ عالی جاہ نے طوہا کر ہا کال ریسیو کی تھی اور ہیلو اس انداز میں کہا گویا کالر کی سات پشتوں پر احسان کر رہا ہو۔

”عالی جاہ سعدیہ بات کر رہی ہوں۔“ سعدیہ کی آواز سماعت سے نکل رہی تو اس کا ذہن ایک زبردست انگریزی لے کر جاگ پڑا۔

”جی..... جی مائی..... خیریت ہے ناں؟“ اس نے چونک کر اور مستعد انداز میں رد عمل ظاہر کیا۔

”خیریت کہاں تم تو تالاب میں کنکر پھینک کر بھاگ گئے۔ مجھے ایک پل قرار نہیں..... کہاں پھنس گیا میرا سیدھا سادہ بے وقوف سا بیٹا.....“ سعدیہ اضطرابی کیفیت میں گویا ہوئیں۔

”اوفوہ..... آپ ابھی تک سوچ رہی ہیں؟ جو ہوتا تھا ہو چکا..... اب چھوڑ بے اور جو زندگی باقی ہے اسے فل انجوائے کیجیے۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا ٹیشن لینے سے آپ بیمار ہو سکتی ہیں۔ میں نے تو آپ سے اس لیے نصیحت کیا تھا کہ آپ اس استاد قسم کی لڑکی سے محتاط رہیں اور بس۔“ عالی جاہ کے ہونٹوں پر ہراسراری مسکراہٹ کھیل رہی تھی گویا وہ سعدیہ کی کیفیت سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

”ارے کیسے چھوڑ دوں..... دانیال کو اس لڑکی کو چھوڑنا پڑے گا۔ ارے مرد تو اچھی خاصی بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری شادی کر لیتے ہیں۔“

”تو پھر آپ دانیال کی دوسری شادی کرادیں۔“ عالی جاہ نے برجستہ کہا سعدیہ کی بات درمیان میں اچک لی تھی۔

”ابھی کرا دوں..... آج کرا دوں..... مگر میں لب بہت بے بس ہوں۔ ذہن بالکل باؤف ہے۔ تمہارے

یاس کچھ ثبوت تو ہوگا..... ایسا تو نہیں ہو سکتا تم نے اسے لاکھوں کے گفٹ دے دیئے..... ایسے ہی تو نہیں دے دیے ہوں گے.....؟“ سعدیہ کے انداز میں بے چینی اور کھوج یکساں تھے۔

”ایسے ہی کون دیتا ہے؟ کچھ لیا ہوگا تو دیا ہوگا؟“ عالی جاہ کی مسکراہٹ میں کمینہ پن جھلکنے لگا۔

سعدیہ کا کبجہ دھک سے رہ گیا..... سچے موتی جیسی ملکوتی حسن کی حامل ان چھوٹی دوشیزہ کو بہو کے روپ میں دیکھتے دیکھتے یہاں تک آ گئی تھیں..... یہ عالی جاہ کیا کہہ رہا ہے؟

فحشک ہی تو کہہ رہا ہے..... در نہ کون پاگل جیب سے لاکھوں نکالتا ہے..... اور یہ برو کر ان کا بس خلعے تو گندیری کا آخری قطرہ چوس کر زمین میں دبا دیں کہ گنا اگے گا۔

”عالی جاہ..... آج میری طبیعت بہت اپ سیٹ ہے..... مگر میں اکیلی ہوں۔ مجھے ڈر ہے کہیں ڈیپ ڈپریشن میں نہ چلی جاؤں..... تم آج ڈنر میرے ساتھ کرو مجھے خود پر کنٹرول نہیں ہے۔ اپنے آپ سے ڈر لگ رہا ہے..... کہیں خودکشی نہ کر لوں.....“ سعدیہ بہت دل شکستہ ہو کر بول رہی تھیں۔ عالی جاہ کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔

معاملہ تو بہت سیریس ہو رہا تھا وہ اپنی لالہ ابالی غیر ذمہ دارانہ بے حس فطرت کے حساب سے شوشہ چھوڑ کر فارغ ہو چکا تھا اور سوچا تھا بس کافی ہے..... اب ماں بیٹا سکون سے لڑتے رہیں گے..... ہنی سون حسرت بن جائے گا۔ گواہی تصدیق کی اسے فکر نہیں تھی وہ مکر نے جھٹلانے میں بہت مہارت رکھتا تھا اور اسے کچھ بھی نہیں ہوتا تھا۔

النا گواہی لینے والے کو لینے کے دینے پڑ سکتے تھے..... اسی لیے اس کا اعتماد دیدنی ہوتا تھا۔

تھی۔ دل پر ایسا ہی بوجھ تھا گویا پھونس کے چھت کو ایک ہاتھ سے گرنے سے روک رہی ہو بوجھ سنبھالنا مشکل ہو رہا ہو۔

”کیا یہ آخری ملاقات تھی؟“ دل نے پوچھا.....

دل جبر کے بل صراط سے گزرتے ہوئے بہت سوال کرتا ہے..... دل کے سوال بہت بے ساختہ اور فطرت کی زبان میں ہوتے ہیں۔

مصلحت کی زنجیر میں بندھی عقل اپنی برتری جتانے کے لیے عیاری کے سارے ہنر آزماتی ہے۔ تاش کے پورے باون پتوں سے کھیلتی ہے۔ شاہ پیادہ گھوڑا بساط پر پل پل جگہیں بدلتے ہیں..... عقل انا کا نقاب لگا کر زمیہ گیت الاتی ہے..... دل تار ہونے کے لیے کارزار میں چھلانگ لگاتا ہے..... عقل خوف کی آغوش میں کسماتی ہے..... دل بے خوفی کی دادیوں میں کود جاتا ہے۔

عقل زنجیر کرتی ہے..... دل آزاد کرتا ہے..... معمولی بات نہیں تھی..... روحوں کا بندھن تھا..... محبت کا امتحان تھا۔ دوسری فطری اور قلبی..... میزان کے دونوں پلڑوں میں محبت تھی..... مگر کاشا مستقیم ہو کر نہیں دے رہا تھا۔

اندازہ ہوا کہ وہ جاچکا ہوگا
میں نے روکا بھی نہیں
اور وہ ٹھہرا بھی نہیں

فیصلہ بڑا ادبگ تھا مگر دل و روح سے ہم آہنگ نہیں تھا۔ اس لیے عجیب سی بے قراری تھی..... خالی پن تھا۔ نور جہاں کے دونوں کبوتر اڑ گئے تھے۔ اب دونوں ہاتھوں کی طرف حیرت و طلال سے نکلتی تھی۔

”پیاری..... مشہود کی آواز بلند اور توانا تھی۔

پیاری ہڑبڑا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ دوپٹہ سنبھالا..... دل کو سنبھالنا اس کے اختیار میں نہیں تھا۔ لرزتے قدموں سے مشہود کے کمرے کی طرف آئی جو اس کے کمرے سے زیادہ دور نہیں تھا..... اندر جانے کے بجائے چوکھٹ

ہے اور بریج ٹائم میں بریک فاسٹ لیتا ہوں..... اس وقت تک تو ماموں جان بھی گھر آ جائیں گے۔“ عالی جاہ نے کلائی جھٹک کر رست و اچ پر وقت دیکھا اور جان چھڑانے والے انداز میں کہا۔ اب یہ فضول کی ڈیوٹیز دینے کا وہ پابند نہیں تھا۔ شوشہ چھوڑنے کے بعد تو اسے ”بریکنگ نیوز“ کا انتظار کرنا تھا۔ مای کے ساتھ ڈنر کرنے کا آخر فائدہ بھی کیا تھا؟ صرف پیٹ ہی بھرنا تھا۔ محدود وقت ہونے کی وجہ سے دو چار سفید جھوٹ بولنا پڑتے..... اسے پارٹی کے ساتھ ڈنر کرنے کی تمنا ہوتی تھی جس سے وصولی بھی کرتا تھا اور اپنی مرضی کا ڈنر بھی اسی کے خرچے پر کرتا تھا..... زیادہ تر پیٹ اور جیب دونوں بھر کر ہی اٹھتا تھا۔ سودا خراب ہونے کی وجہ سے ویسے ہی طبیعت کمد تھی..... اس وقت تو پیاری اور اس کی شادی بھی کل شام کے اخبار کی خبر کی طرح پرانی پرانی سی لگنے لگی تھی۔

”عالی جاہ..... مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔ تمہیں میرا ڈراسا بھی خیال نہیں کہ تمہاری باتیں سننے کے بعد اس وقت میری کیا حالت ہو رہی ہوگی۔“ سعد یہ کو صفا چٹ بدلی لٹا سا انکار بہت کھلا.....

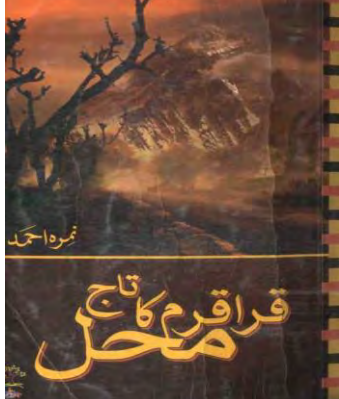
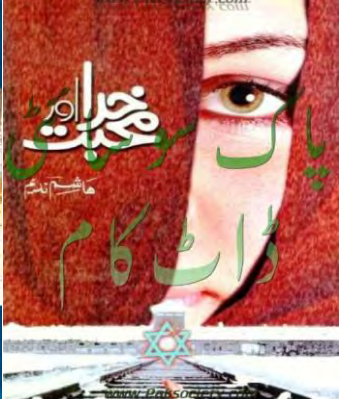
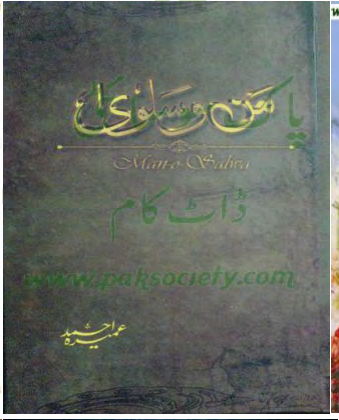
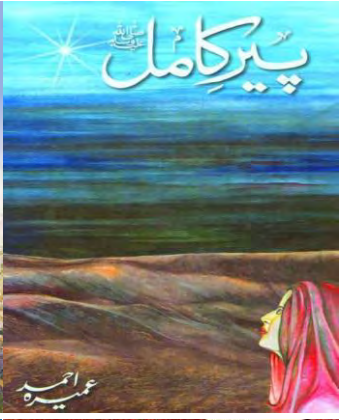
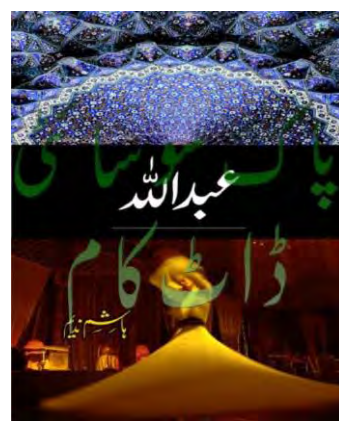
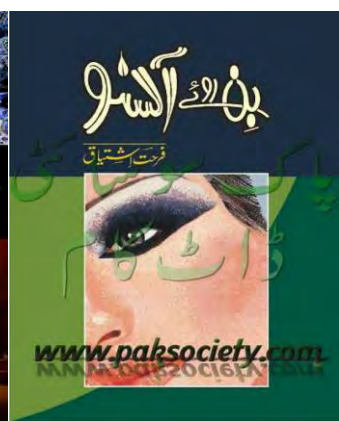
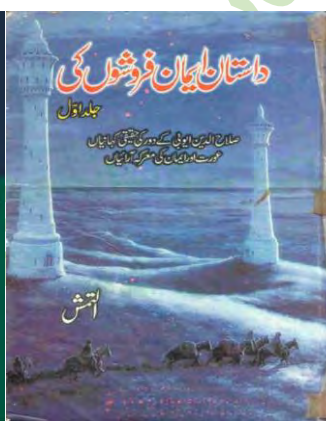
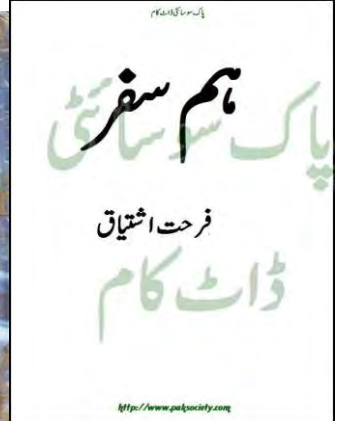
”سوری مای..... میں بہت مصروف ہوں۔ ورنہ میری کیا مجال کہ میں انکار کرتا..... ہم کل ضرور ملیں گے گڈ نائٹ مائی ڈیئر مای۔“ اس نے لہجے میں بڑے لطیف زیروہم پیدا کرتے ہوئے چند الفاظ اچھالے اور رابطہ منقطع کر دیا۔

”مای جی کچھ کر کے دکھائیں تو آپ کو فائیو اسٹار میں ڈنر کراتے ہیں۔“ وہ اپنی مخصوص دراز میں معمول کے انداز میں متقل کرتے ہوئے معنی خیز انداز میں مسکرا رہا تھا۔

.....☆☆☆.....

دانیال چپ چاپ اس طرح پلٹ گیا تھا کہ غیر ارادی طور پر بھی مڑ کر نہ دیکھا تھا۔ وقت رخصت وہ بھائی کی خوشنودی کی خاطر بھاگ کر اپنے کمرے میں چلی گئی

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-



تھام کر کھڑی ہو گئی۔ مشہود نے سرد مہر انداز میں اس کی طرف دیکھا۔

”میرا خیال ہے وہ جا چکا ہے.....“ مشہود نے نظر چرا کر کہا۔ پیاری اسی طرح لب بستہ کھڑی رہی۔ خوفزدہ سی..... کہ ہاں کہتی ہے تو نیا سوال نہ پڑ جائے..... نہ کہتی ہے تو بھنستی ہے۔

”دیکھو میں بہت آرام سے بات کر رہا ہوں..... مجھ پر احسان کرنے کی ضرورت نہیں، تم کیا بھنکتی ہو اپنی خوشیاں قربان کر کے تم میرے لیے پہلے والی پیاری بن جاؤ گی؟ ایسا اب ہو نہیں سکتا۔ مجھ پہ ترس کھانے کی ضرورت نہیں..... میں چل پھر سکتا ہوں۔ اپنے ہاتھوں سے کھانا کھا سکتا ہوں..... ایک فون کال پر میٹرو کیب آسکتی ہے ہاں چیک اپ کے لیے اکیلا بھی جاسکتا ہوں۔“ پیاری یہ سب سن کر بھی بالکل خاموش رہی۔

”میں ایسی قید تنہائی سے گزرا ہوں جہاں میرے ساتھ اللہ کے سوا کوئی نہیں تھا۔ فرار کی کوشش میں پہاڑ سے گر کر کھائی میں جا پڑا..... دو دن بھوکا پیاسا رہا..... پھر جتے کھانے شروع کر دیئے..... گھنے درختوں میں الجھ الجھ کر گرا تھا اس لیے ہڈیاں ٹوٹنے سے بچ گئیں تھیں۔ صحرا میں بھٹکنے والے اور کھائی میں گرنے والے..... زندہ نہیں بچتے ان کی ہڈیوں کے پتھر بتاتے ہیں کہ کبھی کوئی زندہ بھی تھا۔“ مشہود ہذیبانی انداز میں چلا چلا کرتا رہا تھا..... پیاری کے وجود پر لرزہ طاری تھا۔

”پھر پتہ ہے کیا ہوا؟ ایک شکاری بھی اس کھائی میں گر گیا۔ اس کے ساتھی نے اپنے ساتھی کو بچانے کے لیے مقامی لوگوں سے مدد لی۔ موٹے رے کی مدد سے ہم دونوں کو نکالا گیا۔ پتہ چلا تمہیں اللہ نے کس کس طرح سے میری زندگی کی حفاظت کی؟ اور یہ بھی پتہ ہے کہ کیوں زندہ رکھا؟ اس لیے کہ میں اپنی آنکھوں سے رشتوں کی بے حسی دیکھ لوں اور سمجھ جاؤں کہ دنیا میں اللہ کے سوا میرا کوئی نہیں ہے۔ جب ماں باپ کے بغیر وہ پال سکتا ہے تو ہر شے کے بغیر گزارا ہو سکتا ہے۔ اس لیے

کہہ رہا ہوں..... تم اپنے گھر چلی جاؤ..... مجھ پر احسان مت کرو.....“ مشہود کا انداز ہنوز ہسٹریائی اور جنونی تھا۔ ”مجھے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ شادی شدہ بہن سے اپنی خدمتیں کراؤں..... خدا کے لیے چلی جاؤ..... چلی جاؤ.....“ مشہود نے ذرا سانس لے کر خود کو سنبھالا اور پھر چلنے لگا۔ پیاری اس سے زیادہ برداشت نہیں کر سکتی تھی..... ددڑ کر گئی اور مشہود کے پاؤں پکڑ لیے۔

”بس کر دیں بھائی..... خدا کے لیے بس اب خاموش ہو جائیں..... اگر میں دانیال کو ہمیشہ کے لیے پھوڑ دوں تب تو آپ کو یقین آ جائے گا ناں کہ مجھے دنیا میں اپنے بھائی سے زیادہ کوئی عزیز نہیں..... پھر تو آپ سکون سے میری بات سنیں گے۔ آپ وہاں تکلیف میں تھے تو میں بھی سکون سے نہیں تھی۔ چاروں طرف اندھیرا تھا..... آپ مرد ہیں..... میں لڑکی ہوں..... اپنے مرحوم ماں باپ کی عزت کی خاطر میں نے اتنا بڑا قدم اٹھایا..... اکیلی تھی میں..... کیا کرتی؟“ پیاری مشہود کے پاؤں پکڑ کر پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ مشہود دم بخود سا پیاری کی طرف دیکھنے لگا۔ آنکھوں میں گہری سوچ کا عکس تھا۔ پھر اس نے آہستگی سے اپنے پاؤں پیچھے ہٹا لیے۔

”نہیں..... جو ہونا تھا ہو چکا..... تم ہمیشہ کے لیے مجھے ایک گلٹ میں جتلا کرنا چاہتی ہو؟ تاکہ میں عمر بھر یہی سوچتا رہوں کہ میری وجہ سے تم نے اپنی شادی ختم کی۔“ وہ اب بہت دھیمی آواز میں کہہ رہا تھا۔

”نہیں..... آپ کو یقین دلانے سے زیادہ میرے لیے کچھ بھی اہم نہیں..... آپ جو مرضی کہیں..... دھکے دے کر گھر سے نکال دیں..... میں دانیال سے نہیں ملوں گی..... چیخیں چلائیں..... جان سے مار دیں..... میں دانیال کے پاس نہیں جاؤں گی۔“ پیاری یہ کہہ کر بمشکل فرش سے اٹھی دوڑنے سے آنکھیں صاف کیں۔ سسکیاں روکنے کی کوشش کی اور ایک نظر مشہود پر ڈالی جو

اپنا رخ پھیر چکا تھا۔

کبھی سوچتی تھی کہ دانیال کے پاس جائیں پھر خیال آتا
 اگر جائیں تو بات شروع کیسے کریں؟
 ایک دم سے تو وہ لڑکی اس کے دل سے نہیں ہٹ
 سکتی..... اس کے لیے تو کوئی زبردست قسم کی پلاننگ کرنا
 پڑے گی۔ یہ عالی جاہ ویسے تو زمانے بھر کا عقل مند بنا
 پھرتا ہے..... لاکھوں جیب سے نکالے تھے تو کوئی ثبوت
 بھی پاس رکھنا چاہیے تھا۔ اب رہ رہ کر عالی جاہ پر غصہ
 آنے لگا۔ بس نہیں چل رہا تھا کہ کوئی معجزہ ہو جائے اور
 اس لڑکی سے پلک جھپکتے جان چھوٹ جائے۔
 نہ کھڑے ہیں تھا نہ بیٹھے..... بے قراری سی بے
 قراری تھی۔



دانیال جوتوں سمیت ٹوٹی ہوئی شاخ کی طرح بیڈ پر
 آڑا تر چھالیا ہوا تھا۔ بظاہر صاف نظر آ رہا تھا کہ جو کہانی
 شروع ہوئی تھی وہ اسے انجام کو پہنچ چکی ہے۔ دنیا میں
 بے شمار لوگ ہیں جو عشق و محبت کے اذیت ناک تجربے
 سے بچے رہتے ہیں اور بڑی عام سی زندگی گزارتے
 گزارتے دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ طے شدہ
 شادی ہو جاتی ہے۔ بچے ہونے لگتے ہیں۔ پھر بچٹ
 بناتے جوڑ توڑ کرتے زندگی گزارنے لگتی ہے۔ ایک دن
 ریٹائرمنٹ بھی ہو جاتی ہے۔ اپنے فنڈز و واجبات کے
 لیے مہینوں دھکے کھاتے ہیں۔ قطار میں بیٹھتے ہیں.....
 بلا آخر ایک روز بڑی رقم کا چیک مل جاتا ہے۔ بینک میں
 چیسے آتے ہی قربانی کے بکرے کی طرح اس کے حصے
 بخرے سوچے جاتے ہیں۔ بچوں کی شادیاں ہو چکی ہوں
 توج پر چلے جاتے ہیں شادیاں کرنی ہوں تو سامنے
 دوڑتی طویل زندگی اور معاشی نگرانات نیند اڑا دیتے
 ہیں۔ اسی طرح سرد کھاتے منصوبے بناتے ایک روز دنیا
 سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ چار پانچ بچوں کی ماں
 ساری زندگی گلے شکوے ہی کرنی نظر آتی ہے۔

”شوہر نے کبھی سچی محبت کی ہی نہیں..... کھلا چیسے کبھی
 نہیں دیکھا..... قسمت ہی خراب ہے..... فلا نے باہوں

”بھائی میں یہیں ہوں..... آپ یقین کریں ناں
 کریں..... یہ گھر میری قبر ہے..... اتنا کہہ کر وہ رکی
 نہیں دوڑتی ہوئی باہر نکل گئی۔ مشہود ماؤف ذہن کے
 ساتھ کھلے دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔
 غصہ آگ ہے..... محبت اور قربانی کا جذبہ ہی
 اس ہولناک آگ پر قابو پاسکتا ہے غصہ پھر جوانی
 غصہ..... ایسا ہی ہے جیسے کھلیان میں حقے کی چلم گر
 گئی ہو، دور دور تک آگ کا منظر تخلیق ہو جاتا ہے۔
 ہر قسم کے منفی جذبات کا مقابلہ محبت صبر اور قربانی
 سے ہی کیا جاسکتا ہے۔

پیارے کے طاقتور جذبے نے بلا آخر مشہود کی گویائی
 سلب کر لی تھی۔ کوئی لفظ گرفت میں نہیں آ پارہا تھا۔ جس
 طرح مقام حیرت پر خاموشی کا راج ہوتا ہے۔

.....☆☆☆.....

دانیال گھر میں اس طرح داخل ہوا جس طرح راہ میں
 لٹنے والے مسافر ملال و تاسف کی کیفیت میں منزل تک
 پہنچتے ہیں۔ اس کا ذہن بالکل ماؤف تھا۔ خیالات کی
 یلغار تھی مگر کوئی خیال قابل گرفت اور قابل عمل نہیں تھا۔
 سہ یہ نے اپنے کمرے کے جھروکے سے اس کی
 کارپورج میں داخل ہوتے دیکھ لی تھی۔ یہ بھی دیکھ لیا تھا
 کہ وہ کار میں اکیلا ہے۔ شدید سردی میں قدرے افاقہ
 ہوتا محسوس ہوا۔ شکر ہے کہ اسے ساتھ نہیں لایا..... دل
 ہی دل میں کلمہ شکر ادا کیا۔ اب دانیال پر غصہ کے بجائے
 رحم آ رہا تھا۔

”میرا بیٹا تو عالی جاہ کے مقابلے میں بہت ہی سیدھا
 سادہ ہے۔ چالاکی تو نام کو نہیں ہے۔ جب وہ شاطر لڑکی
 عالی جاہ جیسے گھاگ لڑکے کو بے خوف بنا سکتی ہے تو میرا
 بیٹا تو بیچتا ہی کیا ہے۔ اس پر غصہ کرنے کے بجائے اس
 چندال اور لالچی لڑکی سے اس کی جان چھڑانے کی کوشش
 کرنا چاہیے۔ مرد تو ساٹھ ساٹھ سال کی عمر میں دوسری
 تیسری شادی رجاتے نظر آتے ہیں۔ میرے بیٹے کی تو
 عمر ہی کیا ہے۔“ سہ نے یہ کوا ایک ادھیڑ بن لائن ہو چکی تھی۔

کو تو اللہ سمجھے گا..... جنہوں نے یہ رشتہ کرایا تھا۔“

شوہر پہلے دنیا سے رخصت ہو جائے تو اس کی روح کو درد کر سچ سنائے جاتے ہیں۔

”مرحوم مجھ سے بہت محبت کرتے تھے..... جو کما کر لائے میرے ہاتھ پر رکھ دیا..... میری تو سلطنت لٹ گئی..... تاج سر سے گر گیا.....“ بیوی پہلے چلی جائے تو تعزیت کرنے والے دس پندرہ مردوں کے دائرے کے درمیان بیٹھ کر مرحومہ کو خراج تحسین پیش کیا جاتا ہے۔

”اللہ بخشے مرحومہ بہت نیک سیرت اور خدمت گزار تھیں۔ حالانکہ بیچاری زندگی میں تو یہی سختی رہی تھی کہ وہ ایک محسوس عورت ہے جب سے شادی ہوئی ہے..... زندگی سے برکت اٹھ گئی ہے۔“

ایک دو دس بیس..... سینکڑوں ہزاروں لاکھوں نہیں..... کروڑوں اربوں انسان بالکل مونیٹیوں کی سی زندگی گزار کر چلے جاتے ہیں۔ بھوک لگی کھالیا..... نیند آئی سو گئے..... افزائش نسل کا شعور تو فطرت نے درختوں پھولوں میں رکھ دیا ہے..... بچے بھی پیدا ہوتے رہتے ہیں دو وقت کی روٹی کی تلاش بھی اسی طرح جاری رہتی ہے جس طرح پرندے اور مویشی نور کے تڑکے پیٹ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں..... یہ عشق و محبت تو بہت ارفع اور مجیر العقول جذبے ہیں..... اگر عین فطرت برہوں..... تو انسان کی نیند بھوک پیاس اڑا دیتے ہیں۔ عشق تو انسانیت کا شرف ہے..... اگر واقعی عشق ہو..... ایسا عشق تو انسان کی روح کو سنوارتا اور نکھارتا ہے۔

محبوب و معشوق کی عزت و عزت نفس کا احترام عشق کی جڑ ہے کہ..... ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں۔

محبوب کے ایک آنسو میں آٹھ دروازوں والی جہنم قید ہوتی ہے۔

دانیال دل لگی نہیں کر رہا تھا..... اگرچہ یہ عمر نفس کی غلامی کا سب سے آسان راستہ ہوتی ہے..... نفس اسی عمر میں اپنے سارے رنگ چکاتا پھیلاتا ہے مگر حیا دار لڑکی

سے عشق کرنے والا مزد بہت غیور و غیرت مند اور مضبوط کردار کا حامل ہوتا ہے۔

سکندر فارس کے محل سراؤں کی یا ترا سے یہ کہہ کر انکار کر دیتا ہے کہ سرحدوں پر جیتی ہوئی جنگ محلوں میں ہارنے نہیں جاؤں گا۔ یہ مردانہ وار فیصلے ہی مرد کو زینت دیتے ہیں۔ انسانیت کے شرف سے متعارف کراتے ہیں۔

اس نے پیاری کو عشق کی اڑانوں کے بیچ پایا تھا۔ کیسے دستبردار ہو سکتا تھا۔ وہ اس لیے دل شکستہ نہیں تھا کہ اس نے معشوق کو پانے کے بعد اپنے نفس کی تسکین نہیں کی..... پیاس بھڑک گئی..... تکلیف یہ تھی کہ وہ کس قدر تکلیف میں ہے۔



”بھائی یہ سوپ پی لیں..... آپ کی میڈیسن ختم ہو رہی ہے میں جا کر لے آتی ہوں.....“ پیاری نے چھوٹی سی شیشے کی ٹرے میں سرخ کاج کا پیالہ جس میں سے گرم گرم بھانپ اٹھ رہی تھی..... لا کر مشہود کے سامنے رکھ دیا انداز ڈرا ڈرا سا تھا۔ مشہود وا کر کے سہارے کھڑکی کے قریب کھڑا باہر جھانک رہا تھا۔ پیاری کی مداخلت پر وہ کسی گہرے خیال سے چونکا تھا۔

”میں تو اس کا شکر یہ ادا بھی نہیں کر سکا.....“ مشہود کا انداز خود تکلیف کا سا تھا۔ پیاری بری طرح چونکی۔

”کس کا شکر یہ بھائی.....؟“ بے اختیار کیفیت میں سوال پھسلا۔

پیاری کے سوال نے مشہود کو کسی ماورائی جہاں سے جہان آب و گل میں لا چکا۔ وہ شاید مراقبے کی کیفیت میں زمان و مکان کی قیود سے آزاد ہو کر کسی کی ہمراہی میں بیٹھا ہوا تھا۔ اتنا طاقتور تصور جو انسان کو اپنے ارد گرد سے بے خبر کر دے۔ ایک خالص روحانی کیفیت میں ہی ممکن ہو سکتا ہے۔ پیاری سہمی ہوئی نظروں سے مشہود کی طرف دیکھ رہی تھی۔ مشہود نے ایک بے مردت و سردی نگاہ پیاری پر دوڑائی..... اور

اسی طرح ہم صم کیفیت میں گویا ہوا۔

”تھینک یو..... تھوڑا ٹھنڈا ہو جائے تو پی لوں گا۔“

پیاری کے سر سے منوں منوں بوجھ سرک گیا۔

”یا اللہ تیرا شکر ہے..... اتنا بھی بہت ہے۔“ اس

نے دل ہی دل میں کلمہ شکر ادا کیا اور تیزی سے باہر چلی

آئی۔ مشہود کا زہریلا نفرت آمیز انداز دیکھنے کے بعد

عجیب بے اعتباری کی کیفیت لاحق ہو گئی تھی۔ ہر پل یہی

دھڑکا لگا ہوا تھا جانے کس وقت چلانے لگے اسے بے

نقطہ سنانے لگے۔ کمرے سے بھاگنے کی وجہ یہی اندیشے

تھے کہ خدا جانے کون سی بات بری لگ جائے اور سوپ

پڑا رہ جائے۔

اپنے کمرے میں آ کر اس نے سکون کا گہرا

سانس لینے کی قید سے آزاد کیا۔ ذہن کے شکنجے ڈھیلے

پڑتے ہی فوراً دانیال کا خیال آیا۔ شاید مجھے محبت اور

خوشی اس ہی نہیں ہے۔ شاید میں نے پل دو پل کا

کوئی خواب دیکھا تھا۔

”میں اپنے بھائی پر ہر خوشی قربان کر سکتی ہوں۔

میرے سوال کا ہے کون؟ دانیال کے تو ماں باپ بھی

ہیں۔ ہمارے تو امی ابو بھی نہیں ہیں۔ پیاری نے اب

خود کو سمجھانا شروع کیا۔

ضمیر اس عیب فکری کی طرف متوجہ کر رہا تھا جو منت کش

گویائی بھی نہیں تھی۔ پھول کھلنے جیسا فطری عمل تھا...

محبت ہو جاتی ہے..... محبت ہو گئی تھی۔ اب دل کو سمجھانا

بننا تھا۔

محبت بلا جواز ہوتی ہے۔

جدائیوں کے جواز ہوتے ہیں۔

حادثہ ہو گیا تھا..... یقین تھا کہ نقصان بھی ہو گیا ہے

اور اب ایسے ہی زندگی گزارنا تھی جس طرح نقصان کے

بعد گزرتی ہے۔ آٹھ پہر کی سوچ..... لیل اور ہاتھوں کا

ملنا، مگر..... ایک زنجیر تو بہر حال کٹ گئی تھی۔ وہ زنجیر جو

مشہود کے رد عمل کے بعد اس کے وجود سے امر نیل کی

طرح لپٹ گئی تھی۔ مشہود شور مچا کر خاموش ہو چکا تھا۔

چاند پیاری میں سانس لینا آسان ہو گیا تھا۔

اس نے انگلیوں کی پور سے آنسو جھٹکے۔

دستک دے دے کر جانے والے کے قدموں کی

آواز دور پاتالوں سے آ رہی تھی۔



”میں نے سوچا..... ضروری تو نہیں کہ انسان کی تمام

خواہشات پوری ہوں..... اور پھر میں ماں ہوں کب

تک اولاد سے فخارہ کر زندگی گزار سکتی ہوں۔“ سعدیہ

آہستہ آواز میں دانیال سے ہم کلام تھیں اور دانیال حیرت

کی آخری حد پر کھڑا آنکھیں پھاڑے ماں کی طرف دیکھ

رہا تھا۔

اسے اب بھڑپور یقین ہونے جا رہا تھا کہ اس کی ماں

کو یقیناً کوئی نفسیاتی مسئلہ ہے۔ جس کا مناسب حل یہی

ہے کہ پہلی فرصت میں کسی بہترین سائیکا لو جسٹ یا

سائیکا ٹرسٹ سے علاج و معالجہ کرایا جائے۔ وہ عورت جو

طلاق کے لیے شوہر کو آخری حد پر زچ کر چکی تھی اب کتنی

معصوم شکل بنائے اولاد کی محبت کا اعتراف کر رہی تھی۔

وہ کھلی ہوا میں کھل کر سانس لینے کے خیال سے لان

میں آ بیٹھا تھا۔ سعدیہ نے کہیں سے اسے تاک لیا تھا۔ سو

بڑی منصوبہ بندی سے نرم خوانداز کے ساتھ اس کے پاس

چلی آئیں۔ چند ٹاپیے تو دونوں کے درمیان بے معنی سی

خاموشی حائل رہی..... اس کے بعد جو سعدیہ کے منہ سے

نکلا اس نے تو دانیال کو پتھر کر رکھ دیا تھا۔

”ابھی تمہاری شادی کو دن ہی کتنے ہوئے ہیں۔ تم

اکیلے اور چپ چپ سے ہو۔ شاید وہ اپنے گھر کئی دن

کے لیے گئی ہے۔ کوئی بات نہیں بیٹا..... ساری زندگی

اب اسی کے ساتھ گزارنا ہے۔“ سعدیہ نے بہت

اپنائیت سے کہا۔

دانیال کے دماغ میں پہلے ہی بخارات اٹھ رہے

تھے۔ اس نے دکھا اور ناراضگی سے ماں کی طرف دیکھا۔

”مئی آپ پہلی فرصت میں کسی سائیکا ٹرسٹ سے

کنسلٹ کریں ورنہ تین چار افراد کو تو آپ واقعی پاگل

آنچل کی پہلی سہ ماہی آنچل

حجاب کراچی

انٹرنیشنل شو اولڈ
سالگرہ نمبر دو گنا

ملک فی مشہور معروف قلم کاروں کے مہینے دار ناول، ناولت اور نسانوں
سے۔ است ایک مکمل جزیہ دکھ بھری دلچسپی صرف ایک ہی رسالے میں
موجود حجاب کی آسودگی کا باعث بنے گا اور وہ صرف "حجاب"
آج ہی باکرے کہ کراچی کا پل بک کرائیں۔

سالگرہ نمبر میں شامل ہونے کیلئے ہمیں جلد از جلد اپنی نگارشات
ادارے کو بذریعہ ڈاک یا فی میل بھیجیں۔

خوب صورت اشعار منتخب عنوانوں
اور اقتباسات پر مبنی مستقل سلسلے

اور بہت کچھ آپ کی پسند اور آرا کے مطابق

Infoohijab@gmail.com

info@aanchal.com.pk

کسی بھی قسم کی شکایت کی
صورت میں

021-35620771/2

0300-826.12.12

کروں گی..... بس کریں..... پاپاسکون کی خاطر اپنا گھر
چھوڑ کر دور جا کر بیٹھ گئے ہیں..... میری شادی کا آپ
نے بائیکاٹ کیا..... ایک سکیئنڈ کے لیے بھی نہیں سوچا کہ
مجھے سب کے سامنے کس طرح ڈی گریڈ کر رہی ہیں۔
شادی میں میری ماں شریک نہیں تھی..... آپ کو احساس
ہے ہم سب نے اس پھویشن کو کس طرح فیس کیا ہوگا؟
کیا کچھ مضامین، جھوٹ، بیچ ملائے ہوں گے اور یہ جو
اس وقت آپ میرا احساس کر رہی ہیں ماں..... تھینک یو
براہ مہربانی آپ میرے ساتھ پہلے کی طرح رہیں۔ اگر
آپ نے اپنی محبت اور مہربانیوں کا بوجھ مجھ پر ڈالا..... تو
میں ہمیشہ کے لیے یہ گھر چھوڑ دوں گا۔ میری ڈیڈ پاڈی
تک بھی نہیں پہنچ سکیں گی..... آپ کو زندگی بھر پتہ نہیں
چل سکے گا کہ میں کہاں ہوں..... زندہ ہوں یا مر گیا
ہوں..... آپ نے اپنے شوہر اور بچوں کی زندگی کو تماشہ
بنا کر رکھ دیا ہے۔ ماں اتنی خود غرض بھی ہو سکتی ہے کوئی
سوچ بھی نہیں سکتا۔ آپ نے میری زندگی کی سب سے
بڑی خوشی کا بائیکاٹ کیا..... میں آپ کی خدمت کرتا
رہوں گا..... مگر مجھے آپ کی مہربانیوں کی ضرورت
نہیں۔" یہ کہہ کر وانیال اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا..... اپنی
سائیس درست کیس پھر سعدیہ کی طرف دیکھے بغیر گویا ہوا
جو حیرت سے ادھ موٹی ہو رہی تھیں۔

"زندگی میں کوئی مشکل وقت آئے تو بے شک مجھے
آواز دیں، بلائیں یا پھر جس طرح رہتی چلی آ رہی ہیں اپنا
اشکال وہی رہیں، ہم اسی کے عادی ہیں۔" یہ کہہ کر وانیال
رکا نہیں تیزی سے اندر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

سعدیہ کے تو چودہ طبق روشن ہو گئے تھے۔ دھونس
دھمکی تو ان کا دھیرہ رہی تھی۔ مگر یہ کیا.....؟ ان کا جواب
گھر میں ہی پیدا ہو چکا تھا۔ وانیال ان کی کوکھ میں پروان
چڑھا تھا۔ وہ ماں سے زیادہ ناراض ہو کر دکھا سکتا تھا۔
تذکیر و تائیت کے نمایاں فرق کے ساتھ وہ اپنے
اقدامات میں ان سے زیادہ ہمت، خود اعتمادی اور ہٹ
دھری دکھا سکتا تھا۔ جوان بیٹوں کو قابو میں رکھنا سنبھالنا

ہے تو کوئی کیا کر سکتا ہے۔ میرا خیال ہے جس عمر میں میری پہلی شادی ہوگی، دانیال دوسری شادی کر رہا ہوگا۔ میں تصور میں دیکھ رہا ہوں..... آپ دونوں یعنی آپ اور مای پھولوں سے سچی کار میں دانیال کے ساتھ بیٹھی بارات لے کر جا رہی ہیں..... ڈکی میں مٹھائی کے ٹوکے رکھے ہوئے ہیں۔“

”ارے..... رے..... رے..... کیا زبان کے آگے خندق ہے؟ بولے چلے جا رہے ہو..... بولے چلے جا رہے ہو..... چپ کرو۔“ مانو آپا نے ٹوکا بھی اور جھاڑ بھی پلائی۔

”اماں ہم کاروباری لوگ اڑتی چڑیا کے پر مگن لیتے ہیں۔ سوچیں جب وہ مجھ جیسے بندے کو بے وقوف بنا سکتی ہے تو مجھ تک پہنچنے سے پہلے اس نے کیا کیا کمالات نہیں دکھائے ہوں گے۔“ عالی جاہ کی زخمی اماں اس کے قہقہے کے بیچ کرا رہی تھی۔

”ارے وہ دکھیا پنچی..... اللہ نے کرم کرو یا..... بھائی ساتھ خیریت کے واہن آ گیا..... زبان کو لگام دو عالی جاہ..... وہ تہیم ہے۔ اللہ اس کا والی وارث ہے۔ بہتان طرازی کرتے ہوئے کچھ خوف خدا بھی کر لو.....“ مانو آپا کی حالت غیر ہونے لگی۔ اپنا خون کوکھ سے جنا بیٹا پرانی لڑکی پر کچھڑا چھال رہا تھا۔ ان کا دل خشک پتے کی مانند لرز رہا تھا۔

”اماں..... وقت ثابت کرے گا۔“ یہ کہہ کر عالی جاہ اٹھ کھڑا ہوا۔

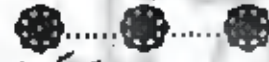
(ان شاء اللہ بقی آئندہ شمارے میں)



ایسا ہی ہے جیسے قدرتی آفت کے بعد سپر ہیلار سپاہیوں کو منظم کرنے کے لیے تک دو کرتا ہے جو جنگی داؤ بیچ بھلا کر اپنے ہتھیار ڈھونڈ رہے ہوتے ہیں یا اس ضعیف عورت کی طرح جو بڑی مشکل سے سوئی میں دھاگا ڈال پائی ہو اور پھر سوئی گم ہوگئی ہو اور ذہنی تشدد میں مبتلا ہوگئی ہو..... چھوٹے سے بیٹے کو پالنا پرورش کرنا ماں کے لیے دنیا کا سب سے خوب صورت اور دل کش کام ہے۔

مگر جوانی کی ترنگ اور خود کو صاحب الرائے سمجھنے والے بیٹے کو سنبھالنا چوبیس گھنٹے کی مزدوری ہے۔ قدرت کی طرف سے ایسا جواب ملا تھا یا منہ کی کھائی تھی کہ بیٹھی ہاتھ ملتی رہ گئیں۔ ایک بیٹا کو لمبے کی دریافت کی نذر ہو گیا دوسرا..... اپنے ہاتھوں گوا دیا۔

گھپ اندھیرے میں کمال فاروقی چاند کی طرح چمکے..... لائف پارٹنر نصف بہتر شریک حیات بہ سمر احساس زیاں کے عذاب اترے تو ان حسین مرکب الفاظ کے معنی بھی کھلنے لگے۔ انہیں خود بھی ادراک نہ ہوا کہ اچانک کمال فاروقی کیوں یا قانے لگے۔



”ارے اس طرح منہ بھر بھر کر کسی کو بددعا نہیں دیتے..... دوسروں کے لیے خیر مانگو تا کہ تمہارے پیٹھے پیچھے کوئی تمہارے لیے بھی دعا کرے.....“ مانو آپا چشمگیں نظروں سے عالی جاہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

جو اچانک ہی سر شام گھر چلا آیا تھا۔ کسی سیاسی جماعت کے جلسے جلوس کی وجہ سے شوروم اور آس پاس کی دکانیں بند ہوگئی تھیں۔ وہ تو پل پل مصروف بندہ..... خالی دماغ ویسے بھی شیطان کی فیکٹری کہلاتا ہے۔ ماں کے سامنے بیٹھے ہی دل میں چھپا کینہ بعض نکالنے لگا۔

”آپ کو نہیں پتہ اماں..... وہ لڑکی چلتا پرزہ ہے..... وہ تو اپنی شکل کا کھارہی ہے..... جس دن اس کی پول کھل گئی برا وقت شروع ہو جائے گا۔ تھینک گاڈ..... مجھے تو اللہ نے بال بال بچایا ہے۔ اب دانیال کی بزدلک



بند لگانے

یا تمہیں نشاط

Downloaded From
Paksociety.com

کتنے نادان تھے طوفان کو کنارہ سمجھا
کتنے بے جان سہاروں کو سہارا سمجھا
کتنے کم ظرف تھے وہ لوگ جو ساحل پہ تھے
ہمیں ڈوبتا دیکھا اور نظارہ سمجھا

”ارے جب گھر کے رشتے پر لات ماریں گی تو
ایسا ہی ہوگا۔“ وہ سر جھٹک کر اپنے پاندان کی طرف
متوجہ ہو گئیں۔

”یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اور ساجدہ کیا کرے گی اس کے
اوپر تو چار بیٹیوں کا بوجھ اور بھی ہے۔ اللہ معاف کرنا
سب کی بیٹیوں کی عزت رکھنا۔“ زبیدہ خالہ نے بھی
افسوس کا اظہار کیا۔

شام تک ان کے گھر رشتہ داروں کا تانتا بندھ گیا۔

”عقرا کو طلاق ہو گئی.....“ بریکنگ نیوز تھی یا کوئی بم
بلا سٹ ہوا تھا جس نے سنا حق وق رہ گیا۔

”ارے یہ پسند کی شادیاں اتنے دن ہی چلتی ہیں
توبہ استغفار۔“ سب سے پہلے سلامتی پھوپو نے
پھپھولے پھوڑے تھے۔

”خدا کے خوف سے ڈرو بی بی..... ٹوکر ا بھر بیٹیاں
تمہاری بھی ہیں۔“ پھوپا نے ناگواری سے انہیں گھر کا
جس کا انہوں نے کچھ زیادہ اثر نہیں لیا۔

سے رہائی کیسے ہوگی وہ اتنی دور بیٹھی کچھ نہ کر سکتی تھی سوائے دعا کے۔

پھر مزید ستم ہوا اس دن صبح پر رکھا ٹرنک اتارنے کے لیے جو کرسی پر چڑھی تو ناتواں کرسی نے بوجھ سہارنے سے انکار کر دیا۔ دھڑام سے کرسی سمیت نیچے آن گری ریزہ کی ہڈی پر چوٹ آئی بستر سے جاگتی جو سرکل چلنا شروع ہوا تھا پھر وہیں آ کر رک گیا بھی صبیحہ نے بڑھائی چھوڑا سکول میں نوکری کرنی۔ میٹرک پاس کو کیا تنخواہ ملتی لیکن چار ہزار اس وقت انہیں چار لاکھ لگا کرتے۔ ساجدہ کی دواؤں کا خرچ بھی آن شامل ہوا تھا تبھی کسی نے مشورہ دیا گھر میں کپڑا ڈال لو بڑی بڑی بلوں سے جو خراب مال آتا ہے وہ بہت سستے داموں مل جاتا ہے۔

کٹ پیس بیڈ شیٹس اور کڑھائیوں والے کرتے اس بار پھر اس نے بھائیوں سے مدد چاہی اور انہوں نے ہمیشہ کی طرح بہن کا خیال رکھا بلکہ بڑے بھیا نے ایک دوست کے توسط سے بہن کا یہ مسئلہ بھی حل کروا دیا کہ کپڑا مل سے سیدھا ان کے گھر آنے لگا۔ جلد ہی محلے کی تمام عورتیں خریدار ہو گئیں اب وہ آرام سے بیڈ پر لیٹی کپڑا نچتی رہتی۔ صبیحہ کا رشتہ بڑے بھیا کے بیٹے عابد سے طے تھا انہوں نے رخصتی کا کہہ دیا۔

”بھیا آپ جانتے ہیں صبیحہ اس وقت ہمارے کتنے کام آرہی ہے۔“ ساجدہ نے مجبور نظروں سے بھائی کو دیکھا شرم بھی محسوس ہو رہی تھی لیکن مسائل اس قدر تھے کہ فی الحال وہ ایسا کچھ بھی نہیں سوچ سکتی تھی۔

”میں تمہارے خیال سے ہی کہہ رہا ہوں تمہارا بوجھ کم ہو جائے گا۔ رہی بات خرچے کی تو اس کی تم فکر نہ کرو میں ابھی ہوں ناں۔“ انہوں نے تسلی دی تھی اصل میں بڑے بھیا کو اپنی بیگم کی باتوں سے ڈر محسوس ہو رہا تھا۔ آج کل وہ بڑی اونچی اونچی باتیں کر رہی تھی اس لیے چاہتے تھے کہ جلد از جلد بہن کا بوجھ ہلکا ہو جائے۔

یوں ایک شام صبیحہ اور عابد کا نکاح ہو گیا اور وہ تین

ٹوٹا تھا اور اے میں ساجدہ بی کا غصہ عروں پر پہنچ جاتا۔
”بس پہلی تنخواہ کے آتے ہی.....“ وہ انگلیوں پر دن گننے لگتی پچیس دن بیس دن پندرہ..... بارہ آٹھ چار دو..... لیکن اس کی امید ٹوٹی جب عنایت علی کا فون آیا۔
فی الحال نوکری کا بندوبست نہیں ہوا تھا۔ چونکہ وہ غیر قانونی طور پر گیا تھا اس لیے وہ اور اس کے ساتھ جانے والے تمام لوگ فی الحال روپوش ہی تھے۔
”اس کا کیا مطلب ہے عنایت علی؟“ ساجدہ کو ان دیکھے واسے ڈرانے لگے۔

”ہٹائیں۔“ ادھر سے فون کٹ گیا پھر اس کے تو جیسے دن صدیاں بن گئے۔ عنایت علی کا نہ تو کوئی فون آیا اور نہ کوئی پیسہ قرض خواہ سر پر آن موجود ہوئے۔ ساجدہ ٹالتی رہی اس کے پاس دینے کے لیے واقعی کچھ نہ تھا۔
”ندیم (ویور) نے تو ہاتھ کھڑے کر دیئے۔“

”بھائی جاتے ہوئے دکان کا سامان بھی اونے پونے بیچ گئے خالی دکان سے کیا آمدن ہوگی بھابی؟“
اس نے اپنا رونا رویا۔

ساجدہ ہونق رہ گئی وہ جانتی تھی عنایت علی دکان کا ایک پرزہ تک بیچ کر نہ گیا تھا۔ وہ ساری دکان ہڑپ گیا ساجدہ نے سر کی طرح بڑھتی بیٹیوں کو دیکھا بہن بھائیوں سے امداد چاہی۔ سب نے مل ملا کر قرضہ تو اتار دیا لیکن اب دوسرے اخراجات سر پر آن موجود ہوئے۔
یونٹیلیٹی بلز، مہینے کا راشن ساجدہ اپنی بچت سے دو چار مہینے تو چلا گئی لیکن پھر وہ بھی ختم ہو گئے۔

صبیحہ کی کالج فیس، عفرہ کا میٹرک کا داخلہ تباہندہ ضویا اور اقرا ابھی چھوٹی تھیں لیکن اسکول کے خرچے تو ان کے بھی تھے۔ اس لیے اس نے سلائی مشین نکال لی کچھ تو آمدن ہوگی اماں نے ہر ہنر سکھایا تھا جلد ہی تمام عزیزوں کے کپڑے ساجدہ ہی سننے لگی اتنے پیسے ملنے لگے کہ اخراجات پورے ہونے لگے۔ عنایت علی کہاں غائب ہو گیا تھا یہ کوئی نہیں جانتا تھا لیکن سب ایک ہی رائے پر متفق تھے کہ وہ پکڑا جا چکا ہے اور وہاں کی جینل

کپڑوں میں رخصت ہو گئی۔ عفران دونوں میسرک کے ایگزامز میں مصروف تھی فارغ ہوئی تو پھوپھو سلا تے نے ساجدہ کو مشورہ دے دیا۔

”ارے اس کو نرسنگ کا کورس کروادو آ بازینت کی تاجور کو تو جانتی ہو خیر سے اب اسٹاف نرس ہو گئی ہے۔ ٹریننگ مفت نہ خرچ نہ دھیلا اور کسی ہسپتال میں لگ جائے گی تو تنخواہ بھی اچھی خاصی مل جایا کرے گی۔“

ساجدہ کو فری ٹریننگ کی بات پسند تو آ گئی لیکن نرسوں کے بارے میں لوگوں کی رائے کو بھی بخوبی جانتی تھی اس لیے ہچکچاہٹ کا شکار تھی لیکن پھوپھو سلا تے کی باتیں اس قدر دل فریب تھیں کہ ساجدہ نے نہ صرف عفران کو بلکہ اس سے چھوٹی تابندہ کو بھی بھیجنے کا ارادہ کر لیا۔ خاندان میں سب نے دبی دبی زبان سے اعتراض تو کیا لیکن پھر ان کے گھر یلو حالات دیکھ کر خاموش ہو گئے۔ جاتے وقت جب وہ پھوپھو زبیدہ کے گھر ان سے ملنے گئی تو جانے کہاں سے اظہر آ گیا خلاف معمول وہ چپ چپ سا لگ رہا تھا۔

”تمہیں کیا ہوا اچی؟“ عفران نے اس کی اتری صورت دیکھی تو پوچھ بیٹھی۔

”کچھ نہیں۔“ وہ چپ چاپ اس کے آگے رکھی بسکٹوں کی پلیٹ میں سے بسکٹ اٹھا کر کترنے لگا۔ پھوپھو ان دونوں کو اونچ نیچ سمجھا رہی تھیں اور اپنی حفاظت کے طریقے بھی بتا رہی تھیں۔

”دنیا کے کہنے سے نہ کوئی بُرا ہوتا ہے اور نہ کوئی اچھا اپنے ضمیر کو کبھی مردہ مت ہونے دینا اور نہ ہی اپنی عزت پر دولت کو فوقیت دینا۔ سب کچھ واپس آ جاتا ہے مگر کھوئی ہوئی عزت نہیں۔“ وہ سمجھا رہی تھیں مگر عفران اظہر کی خاموشی میں الجھی ہوئی تھی جب وہ پھوپھو کو خندا حافظ کہہ کر نکلیں تو اظہر بھی پیچھے چلا آیا۔

”دیکھو عفران..... میں سیدھی بات کہوں گا مجھے تمہارا یہ نرس ورس بننے کا شوق پسند نہیں آیا۔ لوگ بتا نہیں کیسی کیسی باتیں کرتے ہیں تم نیچنگ کی طرف

کیوں نہیں جاتیں؟“

”میرے نرس بننے سے تمہیں کیا پرابلم ہے؟“ عفران چلتے چلتے رک کر پوچھنے لگی۔

”تم نہیں جانتی ہو یا جان بوجھ کر انجان بن رہی ہو؟“ اظہر ترشی سے بولا۔

”دیکھو اظہر ان باتوں کے لیے ابھی ہم بہت چھوٹے ہیں میرے اپنے کچھ مسائل ہیں اور پھر تم کس ماٹے سے مجھ پر حق جمار ہے ہو محض کزن ہونے کے ماٹے سے تو پھر میرا تمہاری خالہ زادہ بھی تو جاب کر رہی ہے۔ اس سے کسی نے کچھ نہیں کہا مجھ پر کیوں پابندیاں لگ رہی ہیں؟“ وہ بھی بگڑی۔

”کیا ہو گیا ہے تم لوگوں کو میسرک پر بھی کوئی اس طرح کی باتیں کرتا ہے۔“ تابندہ نے ان دونوں کو ڈانٹا تو وہ چپ کر گئے۔

وہ دونوں ٹریننگ پر چلی گئیں ساجدہ گھر میں چھوٹی دونوں بچیوں کے ساتھ اکیلی رہ گئی ایک بار پھر اچھے دنوں کی آس اس کے دل میں جاگ اٹھی تھی۔ اس کے کپڑے کا چھوٹا سا کاروبار اس کے گھر کا وسیلہ رزق بن گیا تھا سبھی ایک دن عنایت علی کی خبر ملی وہ پکڑا گیا تھا اور وہیں کسی جیل میں بند تھا تو گویا ان کے خدشات درست تھے۔ اس کے لبوں سے ایک ٹھنڈی آہ خارج ہو گئی وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی کچھ بھی نہیں۔ صبیحہ بھی کبھار عابد کے ساتھ چلی آتی تو گھر کی خاموشی میں کچھ ارتعاش پیدا ہو جاتا پھر وہی جامد سناٹا۔

”ایک ہمارے اندر خواہش نہ ہو تو کتنا کچھ بچ جائے دل گھر اور زندگی بھی۔“ وہ اکثر سوچتی پھر ایک دن زبیدہ پھوپھو چلی آئیں۔ وہ اظہر کے لیے عفران کا ہاتھ مانگنے آئی تھیں ساجدہ چپ کی چپ رہ گئی۔

”میں نے اپنے اظہر کے لیے بچپن سے عفران کا ہی سوچا ہے ساجدہ..... اور میں بھائی عنایت سے بہت پہلے بات کر چکی ہوں عفران میری بہو بنے گی۔“ پھوپھو زبیدہ نے ساجدہ کی خاموشی کو محسوس کیا تو وہ جانتی انداز

میں بولیں۔

”نہیں زبیدہ آپا..... میں آپ کی عزت کرتی ہوں“ آپ عنایت علی کا نہ بھی کہتیں تو بھی میں کبھی اعتراض نہ کرتی۔ میں تو اپنی خوش نصیبی پر حیران ہوں ان حالات میں بھی میرا پروردگار کیسے میری بیٹیوں کے لیے وسیلہ پیدا کرتا چلا جا رہا ہے۔“ ساجدہ کی آنکھیں بھرا آئیں۔

”اللہ میرے بھائی کو اور تمہیں سلامت رکھے ساجدہ میں تو ہر وقت تم لوگوں کے لیے وعائیں مانگتی ہوں۔“ انہوں نے اٹھ کر ساجدہ کے سر پر ہاتھ رکھا۔

”تم بہت ہمت والی ہو مجھے تم پر فخر ہے ساجدہ۔“

”آپ کے دم سے ہے آپا“ آپ کے دم سے۔“ ساجدہ کے آنسو پھٹک گئے۔

عفرا کا رشتہ اظہر سے پکا ہو گیا اظہر بچپن سے عفرا کو پسند کرتا تھا اور مناسب وقت کے آتے ہی اس نے ماں کے سامنے دل کا حال بیان کرنے میں دریغ نہیں لگائی تھی۔ خود عفرا بھی دل ہی دل میں اظہر کو پسند کرتی تھی لیکن اس پسند کو اس نے چھپا کر رکھا تھا جانے حالات کیسے ہوں؟

اسے اپنا آپ دوسروں کے سامنے عیاں کرنا اچھا نہیں لگتا تھا۔ وہ ایک سنجیدہ طبیعت لڑکی تھی بلاوجہ ہنسنا بولنا اس کی فطرت میں نہ تھا عنایت علی کو اپنی ساری بیٹیوں سے زیادہ عفرا سے پیار تھا وہ سب کا خیال ہی بہت رکھتی تھی۔

اظہر اکلوتا لڑکا تھا بھی لاڈلہ لیکن اس لاڈ چار کے باوجود پھوپھو نے اسے اعلیٰ تعلیم دلوائی تھی۔ وہ ایک اچھی فرم میں بہت اچھی پوسٹ پر تھا۔ خاندان کی کئی لڑکیاں

دل ہی دل میں اس سے شادی کی خواہش مند تھیں جس میں سیمرا سرفہرست تھی۔ سیمرا بھی اپنی طرز کا عجیب ہی ڈراما تھی کئی سالوں کے رنگ کی کم ڈھنگ سیمرا خود کو کسی قلو پٹھرہ سے کم نہ سمجھتی تھی۔ عفرا اور اس کی عمر میں تین چار

سال کا فرق تھا لیکن وہ یہ فرق کسی طور ماننے کو تیار نہ ہوتی۔ سیمرا میں اور بھی بہت سی خوبیاں تھیں اور یہ خوبیاں اس کی باقی چاروں بہنوں میں بھی بدرجہہ تم موجود تھیں۔

وہ ساری کی ساری شکل و صورت اور عقل میں ایک جیسی

تھیں۔ شدید ترین احساس کمتری کا شکار لیکن جب باتیں کرتیں تو گویا آسمان چھو آتیں۔ سیمرا تو خیر ایسی ماہر تھی کہ بد مقابل کی بڑی سے بڑی خوبی کو بھی باتوں کو ہیر پھیر سے اس کی خالی بنا کر اٹھتی اور اگلا بندہ جو چند لمحے اپنی خوبی پر نازاں ہوتا سیمرا سے ایک نشست کے بعد

شدید ترین احساس کمتری کا شکار نظر آتا۔ عفرا اور اظہر کی عقلی کے لہذا جب ادھر پہنچے تو جانو سیمرا کے پیروں تلے سے زمین سرک گئی شاکڈ تو آپا حمیدہ بھی رہ گئیں وہ تو آس لگائے بیٹھی تھیں کہ اظہر کے نوکری لگتے ہی زبیدہ جھٹ سے رشتہ لینے آ موجود ہوں گی اور وہ انداز سے لگاتے لگاتے بلکان ہو جاتیں کہ وہ کس کا رشتہ مانگیں گی۔ سیمرا سے بڑی بھی تو دو بیٹی تھیں چلو بڑی فاخرہ تو اس سے سال بھر (یہ خود ان کا کہنا تھا) بڑی ہوگی لیکن چھوٹی حمیرا اور سیمرا میں سے آخر کس کا انتخاب کریں گی لیکن ادھر تو انتخاب ہو بھی گیا تھا اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی تھی۔ بڑے بچھے دل سے وہ بہن کو مبارک باد دینے لگیں اور شکوہ بھی دے کر دیا۔

”لو زبیدہ..... تم نے تو پتا بھی نہ چلنے دیا اور سب کچھ آٹا ٹاٹا کر ڈالا۔“

”بس آپا..... عنایت علی سے تو بہت پہلے بات ہو چکی تھی بس اظہر کی نوکری لگنے کا انتظار تھا پھر عفرا کا میزنگ بھی تو ہو جاتا۔ بس آپ دعا کریں باقی سب بھی خیر خیریت سے ہو جائے۔ آپ مٹھائی لیں ناں۔“ انہوں نے گلاب جامن کی پلیٹ ان کے آگے رکھتے ہوئے ایک گلاب جامن اٹھا کر ان کے منہ میں رکھ دیا۔

”ہائے زبیدہ..... صبر.....“ انہیں گلاب جامن کونین کی گولی لگی۔

”بہن نے ایک پل بھی ان کی نوکرا بھر بیٹیوں کے بارے نہ سوچا تھا ہائے چلو ایک تو لے جاتی۔“ ان کے دل میں تھنڈی آہوں کا طوفان اٹھ رہا تھا۔

عفرا وہ دن کی چھٹی پر آئی تو اسے بھی خوش خبری سنا دی گئی۔

کی ریپوٹیشن کتنی خراب ہے اور اب تو تمہارے وہاں جانے پر بھی خوش نہیں ہیں پر کیا کریں نامی کسی کا کہنا نہیں تپ ناں۔ انہیں تو بس اب ہر حال میں بیٹیوں کی کمائی کھالی ہے چاہے نوکری کوئی بھی ہو۔ ماموں یہاں ہوتے تو تم لوگ ایسا سوچتیں بھی ناں مگر ظاہر ہے مجبوری ہے۔ اب کھانا پینا تو زندگی کے ساتھ ہی لگا ہے ناں اس میں تم لوگوں کا بھی کیا قصور۔“ سمیرا نے بڑی چالاکی سے تھپڑ بھی مار دیا اور مرہم بھی رکھ دیا لیکن تابندہ خاموش ہونے والوں میں سے نہیں تھی اس لیے ترکی بہ ترکی بولی۔

”صحیح کہتی ہو ریپوٹیشن کا کیا ہے باہر نکل کر کمانے والی ہر لڑکی کی ریپوٹیشن تو لوگ ویسے ہی منگولک بنا دیتے ہیں۔ اب چاہے وہ لیڈی ڈاکٹر ہو یا کسی اسکول کی ٹیچر۔ اصل میں کچھ لوگوں کی غلط حرکتیں بانی سب کو بھی بدنام کر داتی ہیں اس میں کسی خاص پروڈیشن کا کیا ذکر۔ میں نے خود کوئی ٹیچر کو چھٹی کے بعد میں ڈیٹ پر جاتے دیکھا ہے۔ اب ہر کوئی اپنے اسٹینڈرڈ کے مطابق کام کرتا ہے چاہے وہ فائو اشار ہوں ہو یا پھر چارٹ چھولے کا ٹھیلہ ڈیٹ کو ڈیٹ ہی کہا جاتا ہے۔“ تابندہ نے بڑا تاک کر نشانہ مارا تھا۔ اس نے کئی بار سمیرا کو فریج کے بھائی کے ساتھ دیکھا کبھی گول گپے کھاتے کبھی پارک میں اور اس بات کی تصدیق خود فریج نے کی تھی کہ سمیرا اور اس کے بھائی کا چکر چل رہا تھا سمیرا پہلو بدل کر رہ گئی۔

”تم بھی کیسی باتیں لے بیٹھی ہو کیسے آئی تھیں سمیرا۔“ عنقر نے بیچ میں دخل اندازی کی۔ اسے ذر ہوا کہ یہ نوک جھونک کہیں سیریس لڑائی کی شکل اختیار نہ کر لے۔

”سبارک بادو دینے آئی تھی مگر یہاں تو مٹھائی کی جگہ کزدی باتیں سننے کو ل رہی ہیں اور ویسے میں تمہارے علم میں ایک بات لانا چاہ رہی تھی اظہر کے بارے میں شاید تمہیں پتا نہ ہو اس کا آج کل عینی کے گھر بہت آنا جانا ہے۔ بہت بار میں نے رات کے وقت اسے عینی کے گھر سے نکلنے اور کھانے لے جانے کی بھی ہے اسے روک لو بعد میں مرد

”بلے بھی بلے۔“ تابندہ نے خوشی سے اس کا منہ چوم لیا۔

”تم خوش ہوناں؟“ اسے خاموش دیکھ کر تابندہ نے فکر مندی سے پوچھا۔

”نہیں ہوتی تو کیا تم یہ منگنی توڑ ڈالو گی؟“ اس نے مسکراہٹ دبا کر پوچھا۔

”منگنی سے پہلے جی میرا بھیجا پھوڑ دے گا بیچ چورا ہے پر جس میں اس طرح کا خیال آیا۔“ تابندہ نے کہا تو دونوں کی ہنسی ایک ساتھ چھوٹ گئی۔

اگلی شام وہ واپسی کے لیے پیکنگ کر رہی تھی کہ سمیرا آن دھکی۔

”جاری ہو؟“ اس نے ناقدانہ نظروں سے عنقر کا جائزہ لیا اور کوئی ”خاص تبدیلی“ ڈھونڈنے کی پوری سعی کر ڈالی۔

”ہاں کھو کیسی ہو..... جب کیسی چل رہی ہے؟“ وہ اپنا کام ختم کر کے وہیں بیٹھ گئی۔

”ہماری جاب کا کیا جیسے پڑھ لیا ویسے پڑھا لیا۔ سیدھی سادی شریفوں والی جاب تھری تو تمہاری لائف میں آیا ہے رورزنٹے نئے ہینڈسم ڈاکٹروں سے واسطہ پڑتا ہے اور سارے کے سارے نرسوں کے آگے پیچھے ہائے سارا دن رومانٹک ماحول اور بڑے مزے ہیں تمہارے بھی۔“ سمیرا نے یوں پوز کیا جیسے اسے بڑا رشک آ رہا ہو عنقر کی لائف پر اسی دم تابندہ اندر داخل ہوئی وہ سمیرا کی بات سن چکی تھی اور اس کی فطرت سے بخوبی واقف تھی اس لیے ہنس کر بولی۔

”تو تم بھی لعنت بھیجوا ایسی سڑی ہوئی نوکری پر اور آ جاؤ ہمارے ساتھ بیچ میں بڑے مزے ہیں سنے تو شاید تم نے کم ہوں گے خود جو اُن کر دو اور پھر دیکھو زندگی خوب صورت ہی بہت ہے۔“ اس نے کن اکھیوں سے آنکھیں دکھائی عنقر کو دیکھا۔

”نہ بابا..... اب تو جان سے مار ڈالیں ایسی بے غیرتی پر۔“ وہ ایک دم ہتھے سے اکٹری گئی۔ ”تجائیں ان پروڈیشن

کے تعلقات۔ اس کا ذہن کسی طور پر بھی یہ تسلیم کرنے کو تیار نہیں تھا۔ اس کے جی میں آئی جا کر اظہر سے پوچھ لے لیکن ہمت نہیں بڑی پھر بھی غیر ارادی طور پر وہ جب تک جاگتی رہتی اس کی نظریں یعنی کے گھر کی طرف ہی اٹھی رہیں۔

ایک سال گزر گیا، تابندہ اور وہ ایک پرائیویٹ کلینک میں شام کو اور دن کے وقت ایک خیراتی ہسپتال میں فرائض انجام دینے لگیں۔ دونوں جگہ سے ملنے والی تنخواہوں سے گھر کے حالات کچھ بہتر ہونے لگے۔ ابا کی تاحال کوئی خبر نہ تھی اور نہ ہی سیرا کی فنتہ انگلیوں میں کوئی فرق آیا تھا۔ اس کی پوری کوشش تھی کہ کسی طرح عفر اظہر سے بدگمان ہو جائے اور اب اسے محسوس ہونے لگا تھا کہ عفر پر اس کی باتوں کا اثر ہونے لگا ہے بس کچھ ایسا ہو جائے کہ عفر اپنی آنکھوں سے اظہر کو دیکھ لے بس پھر آگے کی سوچ ہی سیرا کے لیے بے حد خوش کن تھی۔

☆☆☆

اس روز عفر کی ٹائٹ ڈیوٹی تھی رات دو بجے آ پریش ڈاکٹر صاحب نے کیسے تھے۔ وہ وارڈ میں راؤنڈ لپٹے آئی تو کوئی رات تین بجے کا وقت تھا اچانک ہی اسے اپنا سر چکراتا محسوس ہوا۔ اس نے گرنے سے بچنے کے لیے بیڈ کا سہارا لینا چاہا لیکن خود پر قابو نہ رکھ سکی اور نیچے گر گئی۔ بیڈ پر لیٹے سر ریش کو ڈرپ لگی تھی آج ہی آیا تھا پھر بھی اس سر ریش نے ہمت کر کے بیل بجاوی۔ دوسری نرس آگئی اسے لے جا کر بی پی وغیرہ چیک کیا اور میڈیسن وے کر سونے کی ہدایت کر دی وہ چپ چاپ لیٹ گئی۔

چھلے کافی دنوں سے وہ واقعی کافی مصروف رہی تھی اور سے سیرا کی باتیں وہ ذہنی طور پر بے حد سٹرب تھی۔ وہ سو گئی اور دوبارہ اس کی آنکھ فون کی پب سن کر کھلی اس نے دیکھا گھر سے کال آرہی تھی اس وقت اس نے ٹائم دیکھا صبح کے پانچ بج رہے تھے۔

”یا اللہ خیر.....!“ اس نے جلدی سے فون اٹھایا لیکن تب تک وہ بند ہو چکا تھا اس نے کال بیک کرنا چاہی

بالکل ہاتھ سے نکل جاتا ہے اچھا میں چلی۔ بہت دیر ہو گئی اللہ حافظ۔ وہ تو بھس میں چنگاری ڈال کر غائب ہو گئی جبکہ عفر اپنی جگہ ساکت بیٹھی رہ گئی۔ تابندہ نے اس کی حالت دیکھی تو اسے دلاسا دینے لگی۔

”بکواس کر رہی ہے اسے کیا ضرورت ہے بیٹی کے گھر جانے کی۔ وہ ایسا لڑکا نہیں ہے تمہیں سیرا کی عادت کا پتا تو ہے اس سے کسی کی خوشی برداشت نہیں ہوتی۔ ہونہ ہو اس نے ضرور کسی اور مقصد کے تحت یہ شو شا چھوڑا ہے تم اسے سیریس مت لینا اور آ جاؤ ای کھانے پر انتظار کر رہی ہیں۔“ عفر نے بھی سر جھٹکا۔

”ہاں اس کی تو واقعی عادت ہے۔“ واپس آ کر وہ اس بات کو بھول بھال گئی لیکن اگلی بار جب وہ آئی تو ٹھرس پر ٹپلتے ہوئے اس کی نظر سامنے والے گھر پر جاٹھنبری۔ ٹوٹا پھوٹا گھر یعنی کا تھا، بیٹھک کے دروازے پر پڑا نائٹ کا پردہ لہراتا رہتا اندر سے یعنی کے گھر والوں کی آوازیں آتی رہیں۔ یہ گھر کچھ عرصہ پہلے ایسا نہ تھا یعنی کے ابا کا گوشت کا کام تھا ٹھیک ٹھاک چلتا تھا پھر ایک دن پتا نہیں کیا ہوا دکان پر لڑائی ہوئی اور یعنی کے ابا کی خون میں لت پت لاش گھر آئی۔ ایک کھرام مچ گیا چھوٹے چھوٹے بچے جوان بہنیں صدیقہ تو پاگل ہی ہو گئی۔ رفتہ رفتہ زندگی معمول پر آنے لگی لیکن اب کے زندگی کا بہت ہی بھیا تک روپ ان کا منتظر تھا۔ بھوک افلاس گھر کی قیمتی چیزیں ایک ایک کر کے بکنے لگیں۔ ٹی وی فریج واشنگ مشین بیڈ صوفہ چار پائیاں اور اب صرف چھٹی ہوئی چار دریاں تھیں جو یہ خاندان بچھا کر مو جاتا۔ پھوٹا لڑکا دس سال کا تھا بھیک مانگنے پر لگ گیا اور پتہ نہیں کب اور کیسے ان کے گھر غیروں کا آنا جانا شروع ہو گیا۔ بات پھیلائی بھی محلے کے مردوں نے ہی تھی اور محلے کے بیشتر شریف مرد بھی راتیں ادھر ہی گزارتے تھے۔ خیر..... اسے سیرا کی کہی بات یاد آ گئی۔

”نہیں..... جو بھی ہو اظہر ایسا نہیں ہو سکتا اس قدر نہیں گر سکتا اپنے ہی محلے کی لڑکیوں کے ساتھ اس طرح“

گی؟“ وہ اس کی حالت سے بے خبر بولے جا رہی تھی وہ جب چاپ کمرے میں آگئی۔ سب کچھ غلط ہو سکتا تھا مگر آنکھوں دیکھا نہیں اس کا دل چاہ رہا تھا چیخ کر روئے لیکن وہ روئی نہیں۔ خاموشی سے کپڑے بدلے اور لیٹ گئی۔ صبح کہتی تھی۔

”سب مرد ایک جیسے ہی ہوتے ہیں چاہے وہ ڈاکٹر ہو یا سڑک چھاپ مالیشیا عورت کے لیے سب کی نظر کا زاویہ ایک سا ہوتا ہے اور عورت کی ضرورت بھی یکساں۔ چاہے وہ سو روپے میں اپنی رات کا سودا کرنے والی ہو چاہے لاکھوں کی جائیداد اپنے نام لکھوانے والی نائنگل شہر سے یہی ہوتا آیا ہے اور یہی ہوتا ہے اس لیے کبھی کسی مرد کو آئیڈیل مت بناؤ۔ سب کا ایک ہی چہرہ ہے مکرہ اور ہوس زدہ۔ رتی بات وفا کی تو وہ ان مردوں کو صرف بیویوں سے چاہے ہوتی ہے۔“ اور وہ ہنستی تھی شاید صبحہ کا زندگی کے ساتھ تجزیہ رہا تھا۔

اس نے تو اپنے ارد گرد سارے شفیق مرہوی دیکھے تھے حیا دار عزت کرنے والے ہمیشہ سچی نگاہ رکھنے والے یہ تو باہر جا کر ہی معلوم ہوا تھا۔ کیسے کیسے چہروں کے پیچھے کیسے کیسے بھینزے ہیں۔

”لیکن اظہر.....“ اس کے ذہن میں اظہر کا سراپا گھوم گیا اسے نہیں یاد کہ اس نے کبھی اظہر کو لڑکیوں سے بلا تکلف بات چیت کرتے دیکھا ہو۔ سب کے ساتھ ادب تمیز سے پیش آنے والا اظہر اتنا کیسے گر گیا کہ سو روپے میں..... اس سے آگے اس سے سوچا نہیں گیا۔ سبذئی کہی باتیں پھر دماغ میں چکرانے لگیں۔

”عورت کے حصے میں ہمیشہ کپڑے مارتا کرتا ہی آتا ہے اسے یہ کپڑے مارتا کرتا پڑتا ہے کبھی کسی وجہ سے کبھی کسی وجہ سے.....“ ہتا نہیں اتنی ہی عمر میں اتنا تجربہ کہاں سے آ گیا تھا اسے جو اس طرح کی باتیں کرتی رہتی تھی۔ اسے اب کیا کرنا چاہیے کپڑے مارتا کچھ اور فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں ہرگز نہیں تھی بہر حال اسے اظہر سے ایک بار تو بات کرنی ہی تھی کچھ کپڑے ہونے ہونے کی تسلی

لیکن بیلنس ختم ہونے کے باعث یہ بھی نہ ہو سکا اس کا دل شدید پریشانی میں گھر گیا۔ کہیں ای کو تو کچھ نہیں ہو گیا وہ جلدی سے چھٹی لے کر نکلی، ملگیا سا اندھیرا تھا فضا میں ہلکی ہلکی خنکی تھی سردیوں کی آمد تھی۔

”بس یہیں.....“ اس نے رکشہ سائیڈ پر رکھوایا بیسے تھا کروہ گھر کی جانب بڑھی ڈور بجا کروہ یونٹی مڑ کر پینٹی کے گھر کی طرف دیکھنے لگی بیٹھک کا دروازہ بند تھا۔ کھڑکی کے درزوں سے بلب کی ملکی روشنی باہر آرہی تھی شاید وہ لوگ جاگ رہے تھے دروازہ ابھی تک نہ کھلا تھا۔

”آف.....“ اس نے جھنجھلا کر دوبارہ بیل پر ہاتھ رکھا۔ اس دم سامنے بیٹھک کا دروازہ کھول کر کوئی باہر نکلا رہا تھا اس نے منہ دوسری سمت پھیرنا چاہا لیکن جس کے مارے کر نہیں سکی اور اگلے ہی لمحے اس نے آنکھیں ملین شاید نظر کا دھوکہ تھا لیکن اندر سے نکلتا اظہر ہی تھا۔ جھومتا جھامتا شرٹ کے کھلے بٹن لڑکھڑاتے قدم وہ کسی بھی طرف دھیان دیئے بغیر گلی میں مڑ گیا۔ بیٹھک کا دروازہ بند ہو گیا تھا اور شاید اس کے لیے زندگی کا بھی گھر کا دروازہ کھل گیا تھا اور وہاں سیرا کھڑی تھی۔

”سیرا.....“ اس میں ہمت ہی نہ تھی کہ پوچھ سکتی کہ اس وقت وہ ان کے گھر کیا کر رہی تھی۔

”آگئی پھوپھو کی طبیعت خراب تھی شاز یہ مجھے بلا لائی۔ میں ہی تمہیں فون کر رہی تھی بڑی تھیں کیا۔ یا بس یہی مسئلے ہوتے ہیں ایسی نوکریوں کے۔“ سیرا کی آنکھیں جھمک رہی تھیں وہ جو دکھانا چاہتی تھی دکھایا تھا۔ اب آگے راوی نے چین ہی چین لکھا تھا۔ وہ عفراتی کی حالت سے حد درجہ مخلوط ہو رہی تھی عفراتی اس کی کسی بھی بات کا جواب دیئے بغیر اندر داخل ہو گئی تھی شاز یہ سامنے ہی کھڑی تھی۔

”آپ آگئیں اماں کا بی بی شوٹ کر گیا تھا میں ڈر گئی۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی کیا کروں شکر ہے سیرا باجی آگئیں۔ وہ آپ کو فون کرتی رہیں پھر تانہ واجی سے پوچھ کر دوانی دی ہے اب سوئی ہیں آپ چائے پیسے

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں:-

ہائس کو الٹی پی ڈی ایف
ایڈ فرس لنکس
ایک کلک سے ڈاؤن لوڈ
ڈاؤن لوڈ اور آن لائن ریڈنگ ایک پیج پر
کتاب کی مختلف سائزوں میں اپلو ڈنگ
ناولز اور عمران سیریز کی مکمل ریجنج

Click on <http://paksociety.com> to Visit Us

<http://fb.com/paksociety>

<http://twitter.com/paksociety1>

<https://plus.google.com/112999726194960503629>

پاک سوسائٹی کو فیس بک پر جوائن کریں

پاک سوسائٹی کو ٹویٹر پر جوائن کریں

پاک سوسائٹی کو گوگل پلس پر جوائن کریں

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس

بک پر رابطہ کریں۔۔۔

ہمیں فیس بک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے امیج پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں:-

Dont miss a singal one of your Favourite Paksociety's Update !

- i. Open Paksociety Page.
- ii. Click Liked.
- iii. Select Get Notifications.
- iv. Select See First.

All Done

Like Message

Get Notifications
Add to Interest Lists...

Unlike

IN YOUR NEWS FEED

See First
See new posts at the top of News Feed

Default
See posts as usual

Unfollow

کے لیے۔

آپ کو اتنی بڑی آزمائش میں نہیں ڈال سکتی۔ آپ پھوپھو سے کچھ مت چھپائیے گا انہیں بتائیے گا کہ ان کے بیٹے اظہر کا یعنی کے ہاں آنا جانا ہے وہ بیٹا جس کی تربیت پر وہ فخر کرتی نہیں تھکیں۔ اس نے اپنے سارے جذبات کو تالا لگا کر انہیں دل کے اتھاہ سمندر میں پھینک دیا۔

”رونے کر لانے کا کیا فائدہ جب حاصل ہی کچھ نہ ہو۔“ پھوپھو تک اطلاع پہنچی تو بھاگی چلی آئیں۔

”ساجدہ یہ میں کیا سن رہی ہوں ایسا کیا ہو گیا؟“ وہ تو سوچ بھی نہ سکتی تھیں کہ عفر ایوں منہ بھر کے اس رشتے سے انکار کر دے گی۔ وہ جانتی تھیں اظہر اور عفر دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں ساجدہ نے ساری بات سن و سن کہہ سنائی پھوپھو کو تو مارے شرم کے پینٹا گیا۔

”کیا کہہ رہی ہو ساجدہ.....! اظہر اور عینی کے گھر وہ بھی رات کے وقت..... نہیں نہیں کسی کو غلط نہیں ہوگی ہوگی ایسا تو ہو ہی نہیں سکتا۔“ انہیں اپنی تربیت پر بہت ناز تھا۔

”عفر نے خود دیکھا ہے اسے منہ اندھیرے عینی کے گھر سے نکلتے نشے میں دھت۔“ ساجدہ تو خود بے یقینی کی کیفیت میں مبتلا تھی۔

”نہیں..... نہیں..... میں نہیں مان سکتی میں ابھی پوچھتی ہوں۔“ وہ چادر اٹھا کر واپس پلٹ گئیں۔

”کاش یہ بات جھوٹ ثابت ہو جائے عفر کو واقعی کوئی غلط نہیں ہوئی ہو۔“ ساجدہ نے صدق دل سے وعاء کی بھی لیکن کبھی کبھار دعاؤں میں بھی اثر نہیں رہتا یا پھر یہ سب تقدیر کا لکھا ہوتا ہے جو جو جیسے جیسے لکھا جا چکا ہے ویسے ویسے وقوع پذیر ہوتا رہتا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں سب اچانک ہو گیا۔

اظہر خود آ گیا تھا اس روز وہ غصے میں جانے کیا کہہ گیا تھا درحقیقت سمیرا پہلے ہی اس کے کان بھر گئی تھی اس لیے جب عفر بات کرنے آئی تو وہ خود پر قابو نہ رکھ سکا اور جو منہ میں آیا کہہ دیا۔ عفر اڑیوٹی پر تھی وہ مامی کے سامنے بیٹھ گیا۔

”تم عفر اعنایت علی خود کو کیا توپ سمجھتی ہو پاک صاف تم جانتی ہو جس جا ب پر تم فائز ہو شریفوں کے لیے ایک گالی ہے۔ لوگ کیا اور کیسی باتیں کرتے ہیں تم اچھی طرح واقف ہو میں نے تو اعتراض نہیں کیا بلکہ ہاں ایک بار کیا تھا تو تم نے کیسا منہ توڑ جواب دیا تھا مجھے۔ میں نے تو پھر بھی تم سے رشتہ باندھا ہے اور تم نے مجھے عینی کے گھر سے نکلتے دیکھ لیا ہے تو سمجھ لیا کہ میں ایک بد کردار شخص ہوں جو راتیں سو دو سو کی خاطر بکنے والی عورتوں کے ساتھ گزارتا ہوں۔ بہت خوشی ہوئی یہ جان کر کہ وہ عورت جس کے ساتھ میں زندگی گزارنے جا رہا ہوں میرے کردار کے بارے میں یہ رائے رکھتی ہے۔ مائٹڈ اٹ عفر اعنایت اگر میں تم سے تمہاری سرگرمیوں کے بارے میں نہیں پوچھتا کہ تمہارا کون سا گھنٹہ کہاں اور کس کے ساتھ گزارتا ہے تو تمہیں بھی یہ حق نہیں دیتا کہ تم میرے وقت کے بارے میں پوچھو۔ دن ہو یا رات میں عینی کے ساتھ ہوں یا ڈینی کے ساتھ اپنی زبان بند رکھو اور ہاں اگر تم یہ رشتہ ختم کرنا چاہتی ہو تو صد شوق مجھے کوئی اعتراض نہیں۔“ الفاظ تھے کہ پگھلا ہوا سیسہ جو قطرہ قطرہ اس کے اندر اٹھ پلا جا رہا تھا۔

اب کیا رہ گیا تھا شرم و حیا کی جو ہلکی سی لیکر تھی وہ بھی مٹ چکی تھی۔ اظہر نے تو کھلم کھلا اس پر الزامات لگا دیئے تھے وہ اس کے شکوک کو کیا رفع کرتا وہ تو خود اقرار کر رہا تھا۔ گھر تک پہنچتے پہنچتے وہ کپڑا مڑ نہ کرنے کا عہد کر چکی تھی اس نے ساجدہ سے کہہ دیا وہ اظہر سے کسی صورت شادی نہ کرے گی ساجدہ حیران پریشان اس کا منہ بکنے لگی۔

”مگر کیوں تم جانتی ہو تم کیا کہہ رہی ہو ہوش میں ہو تم؟“

”ہاں ماں..... جس مرو کو بازاری عورتوں کا چسکا لگ جائے وہ بیویوں سے کم ہی وفا کرتے ہیں اور میں اسے

”مامی..... یہ سچ ہے کہ اس روز میں یعنی کے گھر گیا تھا لیکن اس کام کے لیے نہیں جو آپ اور عفر ا سمجھ رہی ہیں۔ مامی انکل ستار سے پاپا کے اچھے تعلقات تھے دونوں دوست تھے ان کے جانے کے بعد جو حالات ہیں ان لوگوں کے کسی سے ڈھکے چھپے نہیں۔ پاپا نے مجھے کہا تھا کہ ان لوگوں کا خیال رکھو! کچھ مدد کر دیا کروں۔ میں ہر مہینے ان کو کچھ راشن اور رقم پہنچاتا ہوں۔ رات بھی آفس سے واپسی میں اسی کام کے لیے ان کے گھر گیا تھا میں نے دروازہ بجایا تو چھوٹا لڑکا باہر آیا۔ میں نے سامان دیا تو کہنے لگا ائی گھر نہیں ہیں اس سے سامان اٹھایا نہیں جائے گا۔ اس لیے میں خود ہی اندر رکھ دوں آپ یقین کریں مامی..... میری نیت بد نہیں تھی جب میں اندر گیا تو کہیں سے وہ یعنی آگئی اس کے ہاتھ میں شربت کا گلاس تھا میں واپس پلٹنے کو تھا کہ..... اس نے میرا بازو پکڑ لیا..... یہ شربت پی لیں اظہر بھائی! ہمیشہ باہر سے ہی چلے جاتے ہیں ہم برے ہوں گے دوسروں کے لیے آپ تو ہمارے خیر خواہ ہیں خیال رکھتے ہیں ہمارا وغیرہ وغیرہ۔“ یہ کہہ کر اس نے شربت کا گلاس زبردستی میرے ہاتھ میں تھما دیا مجھے وہ پینا پڑا اور اس کے بعد آپ یقین کریں میں نے کچھ غلط نہیں کیا۔ فجر کی اذان پر میری آنکھ کھلی میں کمرے میں لیٹا تھا جب مجھے ذرا ہوش آیا تو میں فوراً بھاگ آیا۔ عفر ا سے میں اس لیے الجھ پڑا کیونکہ اس نے میرا کے سامنے میرے کردار پر بہت زیادہ کچھڑا اچھالا تھا اس نے بات کی تحقیق کیے بنا ہی میرا کے سامنے میری تذلیل کر ڈالی۔ میرا سے کچھ بھی کہنے سے قبل مجھ سے بات کرنی چاہیے تھی لیکن مامی..... میں شرمندہ ہوں میرا یقین کریں میرا یعنی سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں یہ جو کچھ ہوا انجانے میں ہوا۔ مجھے نہیں پتا یعنی نے یہ سب کیوں کیا لیکن پھر بھی میں قسم اٹھاتا ہوں میں کبھی اس گھر میں اس نیت سے نہیں گیا۔ آپ مجھے معاف کر دیں اور عفر ا سے بھی کہیں میری انجانے میں کی گئی غلطی کی اتنی بڑی عذر

ندے۔“ اس نے ہاتھ جوڑ دیے۔

”بڑی اچھی فلمی اسٹوری بنائی ہے اظہر صاحب آپ نے۔“ عفر ا بھی وہیں آگئی تھی اور تائبندہ بھی۔ ”یعنی نے آپ کو شردب میں کچھ ملا کر پلایا اپنا مقصد حاصل کیا اور پھر آپ کو چھوڑ دیا۔ کوئی ویڈیو وغیرہ تو نہیں بنائی آئندہ بلیک میل کرنے کے لیے ہونہ۔... تف ہے آپ جیسے کمزور نفس والے مردوں پر جو خود پر قابو نہیں رکھ سکتے اور اپنا کیا کرایا عورت کے سر خوب دیتے ہیں رہی بات سمیرا کی تو وہ بھی آپ کے ساتھ مل کر جانے کون سا کھیل رنچا رہی ہے۔ میرے خیال سے اسے ہمارے رشتہ جڑ جانے سے پر اہم ہے آپ اس کی پریشانی رفع کریں اور اس سے شادی کر لیں۔ میں سب کچھ سمجھ گئی ہوں اور مجھے ایسے ٹھکڑوں والے رشتے میں کسی صورت نہیں بندھنا۔“ وہ بات مکمل کر کے پلٹ گئی ساجدہ خاموش تماشائی بنی پہلے اظہر اور پھر عفر ا کی سنتی رہی۔ اظہر کی باتوں پر تو اسے بھی یقین نہیں آیا تھا لیکن پھر بھی اس کوشش میں تھی کہ چلو معاملہ رفع دفع ہو جائے لیکن عفر ا تو اپنی بات پر ڈٹ گئی تھی۔ ساجدہ نے خاموشی میں ہی عافیت جانی اور ٹھیک چھ ماہ بعد عفر ا کی کسی کولیگ کے توسط سے لائے گئے رشتے کو عفر ا کے لیے پسند کر لیا گیا۔ نہ صرف پسند بلکہ دو ماہ بعد عفر ا کی رخصتی کی تاریخ بھی رکھ دی گئی۔

زینہ پھوپھو پو ایک بار پھر مصالحت کی راہ نکالنے آئیں لیکن عفر ا کچھ بھی سننے کو تیار نہ تھی اگر مرد ایک ایسی لڑکی کو زندگی میں شامل نہیں کر سکتا تو عورت کو بھی اختیار ملنا چاہیے کہ وہ ایسے مرد کے ساتھ زندگی گزارنے سے انکار کر دے۔

عفر ا کی شادی طے ہو گئی تو پتا چلا اظہر نے بھی سمیرا سے مستثنیٰ کر لی ہے بلکہ انہی تاریخوں میں اپنی شادی بھی رکھ والی تھی۔

”تو.....“ عفر ا نے سن کر کندھے اچکا دیئے جس دن عفر ا کی مہندی تھی اس دن سمیرا اور اظہر کا ولیمہ تھا۔ دوپہر کو ولیمہ ایشیڈ کرنے کے بعد سارا بے مہمان ان کے گھر

آگے تھے۔ تمام رشتہ دار عزیز اسی شادی کو موضوع سخن بنائے ہوئے تھے۔

”تو بہ اس قدر زور پڑھایا ہے زبیدہ نے اپنی بہو کو اور ویسے اور ہارات کے جوڑے دیکھے حمیدہ کی تو جانو لائری نکل آئی۔“ ہر کوئی سمیرا کی قسمت پر فخر کر رہا تھا دہلی دہلی آوازیں عفران کے کانوں میں بھی پہنچ رہی تھیں۔

اسے اپنی قسمت سے بھی کوئی شکوہ نہ تھا راشد کا تعلق بھی اچھی ٹیملی سے تھا۔ اکلوتا وہ بھی تھا تین بہنوں کا ایک ہی بھائی۔ سہا سب بھی پڑھی لکھی تھی وہ مطمئن تھی۔ مہندی کی رسم کے وقت سمیرا بھی اس کے مہندی لگانے آئی تھی اس نے نظر بھر کے سمیرا کو دیکھا تھا پھر پوچھ لیا تھا۔

”تم کیسے اظہر سے شادی کرنے کو تیار ہو گئیں تم تو کہتی تھیں کہ ایسے مزد سے شادی کرنے سے بہتر کنوارا رہنا ہے۔“ وہ ہنس دی اور عفران اس کی ہنسی کا کھوکھلا پن جان گئی۔ اس کے میک اپ زدہ چہرے پر لگی دو آنکھیں جو غلی پگلوں اور ہیوی آئی شیڈز سے اور نمایاں دکھ رہی تھیں ایسی کسی بھی خوشی سے عاری لگ رہی تھیں جو عموماً جنگ جیت جانے کے بعد نشے کی صورت ایک انگ سے چھلکتا ہے۔

”بس ای اور ابونے مجبور کر دیا، خالہ نے تو میرا رشتہ لینے کے لیے ای کے پیر تک پکڑ لیے پھر کیا کرتیں بہن تھیں اور ظاہر ہے ماں باپ کے حکم سے نافرمانی میرے خون میں تو شامل نہیں ورنہ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ تمہارا حق میں لیتی۔“

”اچھا دیکھو..... اظہر نے یہ سیٹ مجھے منہ دکھائی میں دبا ہے، کیسا ہے؟“ وہ دوپٹہ پیچھے کیے اسے سیٹ دکھانے لگی۔

”ارے اب اٹھ بھی چکڑو باتی سب نے بھی رسم کرنی ہے۔“ پھوپھو سلا متے نے اسے یوں جسے دیکھ کر اٹھایا۔

عفران سیٹ دیکھ نہ پائی تھی وہ رخصت ہو کر راشد کے گھر آئی تو پچھلا باب بند کرتی اسے اب آگے کی طرف دیکھنا تھا اور آگے کی ہی ٹکڑی کرنی تھی۔



رات آدمی سے زیادہ بیت چکی تھی بیٹھے بیٹھے اس کی کمر تختہ ہو گئی تھی اس نے تھوڑا سا دوپٹہ ہٹا کر وال کلاک کی جانب دیکھا پونے تین ہو رہے تھے اور راشد کا کہیں ایسا پتا نہ تھا۔ وہ خوش فہمیاں پالنے کی عادت میں ہرگز جتلا نہ تھی مگر آج شادی کا دن تھا۔ سب نے کہا تھا وہ بہت زیادہ خوب صورت لگ رہی تھی اس کے ہاتھوں میں رچی مہندی کا رنگ اتنا گہرا تھا کہ سب نے ہی اس کی خوش گو اور ازدواجی زندگی کی پیشن گوئی کی تھی۔ عورت باہمت ہو تو سارے دکھ عم آسانی سے جھیل لیتی ہے اور وہ جانتی تھی وہ باہمت تھی، مخلص تھی۔ وہ جی جان سے اپنے اور راشد کے تعلق کو نبھانے کا ارادہ لے کر آئی تھی لیکن پہلی رات ہی وہ جان گئی تھی زندگی کی جو فصل اس کے لیے بوئی گئی تھی اس میں پھل کم اور کانٹے زیادہ تھے اور یہ کانٹے اسے اپنے ہاتھوں سے چیننے تھے۔

راشد میں کوئی ایک برائی نہ تھی نشہ کا عادی تو وہ تھا ہی اس کے سامنے مار پیٹ کا لم گلوچ کرنا بھی اس کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ عورت اس کے لیے پیر کی جوتی تھی وہ سوائے اپنی ماں کے اور کسی عورت کو عزت کے قابل نہ جانتا تھا۔ اچھی پوسٹ تو دور کی بات وہ ایک چھابڑی تک لگانے کا اہل نہ تھا ان سے جھوٹ بولا گیا تھا ہر بات ہر معاملے میں جس بڑے گھر کو ان کی ملکیت رکھایا گیا تھا وہ گھر اس کی ماں کے مالکوں کا تھا وہ اس گھر میں کھانا پکاتی تھی اور اس بڑے گھر کی انیکسی میں وہ رہائش پذیر تھے۔

اس کی ماں سارا دن مالکوں کے گھر میں مصروف رہتی رات کو بچا کھانا لے آتی جسے یہ لوگ کھا کر سو رہتے۔ صبح ناشتا بھی ادھر سے ہی پکا کر بھجوا دیتی۔ بڑی بیٹی کسی پارلر جاتی تھی چھوٹی سارا دن موبائل پر مصروف رہتی اور سب سے چھوٹی آٹھویں کلاس میں زیر تعلیم تھی۔ راشد بہت پہلے ہی اسکول اور پڑھائی دونوں سے بھاگ چکا تھا غلط دوستوں کی صحبت نے اس میں ہر برائی کو پٹ

بعد اسے ملا تھا۔ وہ سارا دن تیار ہو کر کبھی اس رشتہ دار کبھی اس رشتہ دار کے ہاں گھوما پھرتی۔

اظہر کے آفس سے آنے کے کچھ دیر پہلے گھر آتی اور تازہ دم ہو کر بیٹھ جاتی۔ وہ آٹا اپنا بیگ رکھتا اور شاہرے لینے ہاتھ روم میں گھس جاتا۔ حالہ اتنی دیر میں چائے تیار کر کے ان کو آواز دے لیتیں۔ چائے پیتے ہوئے حالہ اس سے دن بھر کی مصروفیات پوچھتی رہتیں۔ وہ پورے

انہماک سے چائے پیتا ان کو بتاتا رہتا وہ کبھی زور سے ہاتھ مار کر چوڑیاں چھٹکاتی، کبھی پاؤں مار کر پازیب کی موجودگی کا احساس دلاتی لیکن اظہر یوں بیٹھا رہتا جیسے اسے دنیا میں چائے پینے کے لیے ہی بھیجا گیا ہے بند کمرے میں کبھی اس کا رویہ کچھ مختلف نہ تھا۔ ہنستا کھلکھلاتا اظہر کمرے میں آتے ہی سوچوں میں ڈوب جاتا، سمیرا اس کی عفرانے سے محبت کی شدت سے واقف تھی اور اس نے اسی لیے اسے عفرانے سے چھین لیا تھا۔ اسے چھین کر کھانے میں مزہ آتا تھا، محبت، اخلاقیات سب کچھ ثانوی تھیں اس کے لیے۔ اظہر اس سے محبت نہیں کرتا تھا نہ کرنے شوہر تو وہ اس کا تھا۔ یہ گھر اظہر کی ہر چیز ملکیت کے حقوق اس کے نام تھے پھر اسے ڈر کا ہے کا سال دو سال بعد بھول جائے گا سب کچھ پھر بنے اور گھر ہی اس کے لیے اہم ہوں گے لیکن یہاں وہ چوک گئی تھی۔ اسے اظہر اظہر کا گھر اس کی اولاد سب کچھ ملا تھا لیکن ایک خلا تھا جو اس کی زندگی میں رہ گیا تھا، بظاہر وہ مالکن تو بن گئی تھی لیکن آج تک وہ مالکن کا استحقاق استعمال نہ کر پائی تھی۔ اسے کبھی وہ مان حاصل نہ ہوا تھا جو ایک بیوی اپنے شوہر پر رکھتی ہے وہ اندر سے خالی تھی۔ خالی ٹین کا ذبہ جو کبھی بھی کہیں بھی لڑھکایا جاسکتا تھا۔



عفرانے نے ڈیڑھ سال جس اذیت میں کاٹا تھا وہی جانتی تھی۔ رات دن کی مار پیٹ، گالم گلوچ اور اس پر ساس کے طعنے الگ، تندوں کے تو خیر مزاج ہی اتنے اونچے تھے کہ وہ اس سے بات کرنا پسند نہیں کرتی تھی

کوٹ کر بھروی تھی اور وہ اس پر کسی بھی قسم کی شرمندگی میں ہرگز ہرگز جھٹلا نہ تھا۔ پہلی رات ہی اس نے اپنے سارے جوہر عفرانے پر عیاں کر دیئے تھے اور عفرانے کو اپنی قسمت پر بے اختیار رونا آ گیا تھا۔ وہ کسی سے کچھ بھی چھپانے کی قابل نہ تھی اس نے اگلے دن ہی ساجدہ کو سب کچھ بتا دیا تھا کہ ان کے ساتھ دھوکہ ہو گیا ہے۔ ساجدہ تاسف سے اسے دیکھ کر رہ گئی۔

”تجھے ایک کھلا لفاظ ملا تھا جس پر سب کچھ تحریر تھا لیکن وہ سچ تجھ سے برداشت نہ ہوا تھا اور ایک بند لفاظ جس پر خوب صورت مہر تھی لیکن اس کے اندر کیا تھا کوئی نہ جانتا تھا۔ تو نے وہ قبول کر لیا، کس کو دوش دو گی قسمت کو یا خود کو۔ اظہر جیسا ہیرو نے گنوا دیا اور راشدہ میں کیا کہوں تجھے اب سوائے اس کے کہ صبر کر اور یہ سب کچھ اس بند لفاظی کے اندر چھپا رہنے دے۔ باہر نکالے گی تو رسوائی الگ ہوگی۔ جگ ہنسائی الگ بس سہ لے قسمت کا لکھا سمجھ کر سب کو یہی بتا کہ راشدہ بہت اچھا ہے اظہر کے مقابلے میں پھر ہی توجی پائے گی ورنہ تیرے رشتہ دار طعنوں سے چھٹنی کر دیں گے تجھے۔“ ساجدہ نے سب کچھ اسے سمجھایا تھا اور وہ جان گئی تھی آئندہ زندگی اسے کن کانٹوں پر بسر کرنا تھی۔



شاہی کے شروع کے چند دن تو جیسے پر لگا کر اڑ گئے تھے۔ دلہنا پے کی اپنی ایک شان ہوتی ہے گھر باہر سسرال کجا عزیز رشتہ دار سب ہی بڑاوی آتی پی ٹریٹ کرتے ہیں۔ چاہے اوپرے دل سے ہی لیکن مزا بڑا آتا ہے روز ج سنور کر دعوتیں کھانے جانا اور سہاگ کی خوشیوں سے مہکتا سجا سجا یا کمرہ جہاں اکیلے بیٹھ کر بھی مستقبل کے بارے میں سوچنا نہ نہیں لگتا۔ سب اچھا سب خوب صورت سمیرا بھی آج کل انہی لمحوں میں زندگی گزار رہی تھی۔ سسرال میں تھا بھی کون ایک حالہ ایک خالو نہ نند نہ دیور جیٹھ۔ وہ تو اپنے آپ کو کسی ملکہ سے کم تصور نہ کرتی تھی اور پر سے اظہر کا ساتھ بڑی جدوجہد کے

سب اچھا کا روزبان تو کرتی تھی لیکن اس کے چہرے پر بڑے نل کے نشانات اس کی کئی ہر بات کی منانی چیخ چیخ کر کرتے تھے۔ دن رات جیسے سولی پر تھے وہ تو جیسے پیسے کمانے والی مشین ہی بن گئی تھی ان کی ضروریات ہی اس قدر تھیں کہ پوری ہونے میں نہ آتی تھیں۔ راشد کی بُری عادتیں ہی اسے سانس نہ لینے دیتی تھی باقی سب تو خیر تھے ہی۔ کاش وہ جلد بازی میں یہ فیصلہ نہ کرتی اگر اظہر بے وفائی کر ہی گیا تھا تو اسے اپنی زندگی داؤ پر نہیں لگانی چاہیے تھی۔ کبھی کبھار اس اذیت بھری زندگی کو اختتام دینے کو بھی جی چاہتا لیکن پھر دوسرا وجود ایسا کرنے سے روک دیتا۔

”ارے بچہ ہو جائے گا تو بدل جائے گا بڑے بڑے جواری شرابی بدل جاتے ہیں یہ تو پھر... دیے غلطی تیری بھی ہے عفرایبیوی تو تیروں تیروں کو ٹیکل ڈال لیتی ہے۔ تجھ سے سنجالا نہ گیا میرا بچہ... میں نے تو سوچا تھا اچھی سلہ بھی ہوئی بیوی ملے گی تو میرے ننھے کی زندگی سنور جائے گی پر ادھر تو پہلے سے بھی بات بگڑ گئی ہے۔“ ساس اپنے فرمونات سناتے سناتے پھر سے ساری تان اس پر توڑ دیتی اور تب اس کا جی چاہتا وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دے۔ یہ ماؤں کو بگڑنے بیٹے سنوارنے کے لیے دوسروں کی بیٹیوں کی زندگی اجاڑنے کا اختیار کس نے دیا؟

حزہ کی پیدائش پر وہ بڑا خوش نظر آیا دس دن گھر سے باہر بھی نہیں نکلا لیکن پھر جو غائب ہوا تو تین ماہ تک اس کی کوئی خیر خبر ہی نہ آئی۔ ڈھونڈنے پر پتا چلا موسوف شراب پی کر دوستوں سے الجھ پڑے اور غنڈہ گردی کے الزام میں جیل میں پڑے سز رہے ہیں۔ ماں نے مالکوں سے کہہ سن کر ضمانت کروائی لیکن اب کہ مسٹر راشد پہلے سے زیادہ بکے ہو کر آئے۔ آتے ہی عفرایبیوی دھناتی کی کہ بازو توڑ ڈالا اسے شک تھا کہ وہ تین ماہ کسی اور سے تعلق میں رہی اور عفرایبیوی ہمت یہاں ختم ہو گئی۔ مار پیٹ کا لم گلوچ سب کچھ وہ برداشت کر رہی تھی لیکن اب بات

اس کے کردار پر آ گئی تھی۔ اس نے حزہ کو اٹھایا اور لٹکتے بازو سمیت ماں کے گھر چلی آئی۔ بازو کی تکلیف اس تکلیف کے آگے کچھ نہ تھی جو راشد کی رفاقت نے اسے بخشی تھی۔ اس نے دوبارہ اس گھر واپس نہ جانے کا تہیہ کر لیا جب خود ہی کما کر کھانا ہے تو وہ دس بندے حرام خور کیوں پالے اپنی کمائی اپنے بیٹے پر کیوں نہ صرف کرے۔ ساجدہ نے اس کی حالت اور اس کے چہرے کے تاثرات سے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ اب واپس نہیں جائے گی سوچ رہی۔ وہ کون سا بوجھ تھی لیکن دل میں بیٹی کے لیے دکھ اور ملال بھی تھا۔ اس نے تو اچھا ہی سوچا تھا لیکن بھول ہو گئی تھی اور اس بھول کا خمیازہ انہیں ساری عمر بھگتنا تھا۔

عفرایبیوی ساس دو دفعہ آئی اور دونوں دفعہ ہی اس کا رویہ ایسا تھا کہ جیسے وہ اپنے بیٹے کی غلطیوں پر تادم نہ ہو بلکہ عفرایبیوی کو گھر چھوڑنے پر لعن طعن کرنے آئی ہوں۔ عفرایبیوی نے صاف لفظوں میں کہہ دیا تھا کہ اسے اب اس شخص کے ساتھ نہیں رہنا اور وہ تو بہ تو بہ کرنی چلی گئی تھی اور ٹھیک تین ماہ بعد اسے طلاق کے کاغذات موصول ہو گئے تھے۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر روئی شاید زاوی پانے کی خوشی میں یا شاید طلاق کا داغ لگ جانے کی ذلت میں۔

سب سے زیادہ فکر سمیرا کو ہوئی تھی عفرایبیوی لے کر آ گئی۔ کہیں اظہر دوبارہ اس کی طرف مائل نہ ہو جائے اس کی زندگی میں عفرایبیوی کی واپسی کسی بھوت کی طرح ہوئی تھی۔ عفرایبیوی عدت کے بعد اسے ہر وقت یہی خوف دامن گیر رہنے لگا تھا کہ اظہر نے دوسری شادی کرنے کے بعد اسے اب چھوڑا کہ تب چھوڑا اور وہ چاہتی تھی کہ جب تک یہ خیر اظہر سے چھپ سکتی ہے چھپی رہے۔ وہ نہیں جانتی تھی اظہر کا رد عمل کیا ہوگا لیکن اتنا ضرور جانتی تھی اس کا ہر رد عمل اس کے نقصان میں ہی ہوگا۔ وہ خود تو جا کر عفرایبیوی سے افسوس کرائی تھی لیکن اظہر کو روکنے کی کوئی تدبیر اس کے پاس نہ تھی وہ بے خبر تھی کہ اظہر کو یہ خبر مل چکی تھی اور وہ جا کر راشد کی دھناتی بھی کر آیا تھا۔ نیشے میں

تھیں! عفران کی زندگی تباہ ہونے کا انہیں بہت قلق تھا۔ ادھر ادھر کی بے شمار باتیں کرنے کے بعد انہوں نے عفران پر ایک گہری نظر ڈالی۔ وہ اب پہلے سے بھی کہیں زیادہ خاموش ہو گئی تھی! بات کے جواب میں بس ہوں ہاں ہی کرتی تھی۔

”ہسپتال کب جانا شروع کرو گی؟“ انہوں نے جانے کس بات کی تمہید باندھی تھی۔

”پتا نہیں ابھی تو چھٹی لی ہوئی ہے۔“ اس نے سوئے ہوئے حزرہ پر ایک نظر ڈالی۔

”آئندہ کے لیے کیا سوچا ہے؟“ انہوں نے اگلا سوال کیا: وہ چپ رہی۔ اس کے پاس کوئی جواب تھا ہی نہیں! کیا کہتی؟

”کل حیدرہ پھوپھو ماموں کے پاس آئی تھیں۔“ انہوں نے رک کر اس کے چہرے کا جائزہ لیا: وہ بے تاثر ہی تھا۔

”تمہاری طلاق سے انہیں خدشات پیدا ہو گئے ہیں وہ سمجھتی ہیں کہ شاید اب اظہر سیرا کو چھوڑ کر تم سے شادی کر لے گا۔ ماموں کے بہت ملتیں تر لے کر رہی تھیں کہ وہ سیرا کا گھر ٹوٹنے سے بچالیں! کیا اظہر تم سے ملنے آتا ہے اور اس نے ایسا کوئی اشارہ دیا ہے تمہیں۔“

”مجھ سے ملنے کیوں آئے گا؟“ اسے غصہ آ گیا۔ ”اور میں کیا کوئی چیز ہوں ادھر سے اٹھائی اور ادھر رکھ دی مجھے سیرا یا اظہر سے کوئی دلچسپی نہیں نہ ہی ان کے گھر پلو معاملے سے۔“ وہ وہاں سے اٹھ گئی۔

بر کوئی نظروں میں اب یہی سوال لے کر اس سے ملتا تھا۔ کیا وہ اب اظہر سے شادی کرے گی؟ کیا اظہر اس کی خاطر سیرا کو چھوڑ دے گا۔ حد ہو گئی لوگوں کی ذہنیت کی اگر اس نے اس وقت شادی نہیں کی تو اب کیوں کسی کا گھر اجازے گی۔ اس کی زندگی میں اب دور دور تک اظہر کے لیے عجائبات نہیں تھی لیکن لوگوں کی باتیں لوگوں کی نظریں اب اسے کانٹوں کی طرح چبھنے لگی تھیں۔ وہ تو کبھی اظہر

کے سامنے بھی نہیں جاتی تھی۔ وہ آتا تھا۔ امی کے پاس

دھت اس انسان کو پتا ہی نہیں تھا کہ غصے سے بھر آیا وہ اس کی پٹائی کیوں کر رہا ہے؟ دو چار لاتیں کھا کر ہی وہ اونڈھے منہ گر پڑا تھا اور اظہر اسے ٹھوکر رسید کرتا آگے بڑھ گیا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ راشد کو مار ڈالے جس نے عفران کی زندگی جہنم بنا دی تھی اور اس کے بعد وہ عفران سے بھی خوب لڑا تھا۔

”تم نے ایک غلط بات کو اتنا بڑھایا اور میری ضد میں اس انسان سے شادی کر لی جو کسی بھی طرح تمہارے قابل نہیں تھا۔ چلو مان لیا میں برا تھا اتنا بھی برا نہیں تھا کہ تم نے اس شخص کو مجھ پر فوقیت دی۔ اپنی زندگی بھی تباہ کی اور..... ساتھ میری بھی۔“ وہ اس پر اپنا غصہ نکال کر رہ گیا۔

عفران کی ازدواجی زندگی کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی! سیرا کو تو اس نے ہر دم بے فکری اور خوشی کے راگ الاپتے ہی دیکھا تھا خصوصاً اس کے سامنے تو وہ اظہر کی محبتوں کا ذکر یوں کرتی جیسے اظہر کے پاس سوائے اس سے محبت کرنے کے دوسرا کوئی کام نہیں تھا اور وہ بھی اس کی ہر بات پر یقین کر لیتی تھی کہ اس کے اپنے مسائل اس قدر زیادہ تھے جو اسے کچھ اور سوچنے کا موقع نہ دیتے تھے اور ویسے بھی اسے ان کے ذاتی معاملات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ کیسی بھی زندگی گزار رہے ہوں لیکن یہ بھی حقیقت تھی کہ اس نے اظہر کی ضد میں ہی آگ میں چھلانگ لگائی تھی اور اب جل کر رکھ ہو گئی تھی۔ اگر وہ اظہر کے لیے اپنے دل کو ذرا سا بڑا کر لیتی تو شاید آج اس کی زندگی مختلف ہوتی لیکن اس وقت اسے کپڑا مارتنگ لائف سے نفرت محسوس ہو رہی تھی اور انجانے میں اس نے ایسی کپڑا مارتنگ لائف کا انتخاب کر لیا تھا جس کا ایک پل انتہائی تکلیف دہ اور خون کے تاروں سے لادینے والا تھا۔ اس شخص کو تو اولاد کی بھی فکر نہیں تھی اور کیسے آرام سے انہیں اپنی زندگی سے نکال پھینکا تھا وہ کبھی بھی سدھرنے والوں میں سے نہیں تھا۔

اس دن صبح آگے گئیں وہ اپنے گھر میں بے حد خوش

چند گھنٹیاں بیٹھ کر چلا جاتا تھا اس نے ساجدہ کو منع کر دیا کہ اس کو گھر آنے سے روک دیں۔ اس دن سیرا آگئی اظہر کی محبتوں کے بے شمار قصے گوش گزار کرنے کے بعد وہ اصل موضوع کی طرف آگئی۔

”میں تمہارے پاس آئی تھی عفر!.....“ تاہم وہ کے باہر جاتے ہی وہ جلدی سے بولی اور اس سے قبل کہ وہ کچھ کہتی عفر ابول پڑی۔

”دیکھو سیرا!..... اگر تو تم اظہر کو لے کر کچھ بات کرنا چاہتی ہو تو ایک بات اچھی طرح سمجھ لو۔ مجھے اظہر سے کوئی لینا دینا نہیں وہ میرے نزدیک کزن سے زیادہ

حیثیت نہیں رکھتا۔ وہ یہاں آتا جاتا تو اس کو اس کام سے روکنا تمہاری ذمہ داری ہے۔ میں اس سے کبھی نہیں ملی اور اگر اس کے ذہن میں ایسی کوئی خام خیالی ہے کہ میں

دوبارہ اس سے رشتہ جوڑنا چاہوں گی تو یہ بھی تم دور کرو۔ تم اس کو ڈھیل ہی مت دو کہ وہ ادھر ادھر منہ مارتا پھرے۔

باقی باوجود اس کے کہ تم نے میرے ساتھ کیا کیا میں پھر بھی تمہارے ساتھ وہ سب نہیں کرنا چاہوں گی کہ چھین کر کھانا میری فطرت میں نہیں۔ اپنی اپنی تربیت اور عادت

کی بات ہے تمہیں چھین کر کھانا پسند رہا ہے سو تم نے کیا۔ باقی اظہر اتنا بھی اہم نہیں کہ اس کے لیے میں عزت نفس

بھی گنوا بیٹھوں۔ مجھے اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا۔ وہ بات مکمل کر کے اٹھ گئی سیرا کو چین کہاں تھا اور سلی بھی ہرگز نہیں بھی وہ خود کمینہ فطرت تھی اس لیے باقی سب پر بھی اعتبار نہیں کرتی تھی۔

”پھر بھی عفر!..... تم ایک بار خود اظہر کو سمجھا دو وہ اچھا ہے بہت خیال بھی رکھتا ہے لیکن میں جانتی ہوں وہ محبت

صرف تم سے کرتا ہے۔ اسے آج تک مجھ سے محبت نہیں ہوئی اور نہ ہی مجھے وہ مان ملا ہے پتا ہے میں اس گھر میں اجنبیوں کی طرح رہتی ہوں۔ مان اور حق سے میں کوئی

کام نہیں کر سکتی کیونکہ اس نے مجھے تینوں چیزیں نہیں سونپی وہ میرا شوہر ہے اور ردا کا باپ بس اس سے زیادہ ہم میں کوئی بے تکلفی نہیں۔ اس کی خاموشی وہ بھی ہند

کمرے کی خاموشی بہت جان لیوا ہے اسے اپنی محبت سے آزاد کر دو عفر!.....“ وہ سسک اٹھی تھی اور عفر نے

ہو چاہا بات بند لگانی یا کھلے لگانی کی نہیں ہوتی۔ سیرا کو بھی تو کھلا لگانی ملا تھا وہ خوش کیوں نہیں تھی وہ مطمئن

کیوں نہیں تھی۔ بات ساری قسمت کی ہوتی ہے شادی تو ہوتی ہی بند لگانی ہے اندر کیا ہے یہ تو کھول لینے کے بعد

ہی پتا چلتا ہے۔ بھلے اوپر مہنگی سے مہنگی ٹکٹ لگا ہو۔ اس کے پاس سیرا کے خوف کا کوئی علاج نہ تھا وہ اس کے لیے کچھ نہ کر سکتی تھی وہ تو اپنے لیے بھی کچھ نہ کر سکتی تھی۔

اس کو باقی ماندہ زندگی کیسے گزرنے والی تھی وہ بالکل نہ جانتی تھی۔

پھر ایک دن عنایت علی لوٹ آیا بالکل اچانک لیکن یہ وہ عنایت علی نہ تھا یہ تو کوئی مجنوں لکھو اس شخص تھا۔ وہ

جیل سے باہر کیسے آیا واپس پاکستان کیسے پہنچا کسی کو بتانے کی پوزیشن میں نہیں تھا جو شخص اسے گھر چھوڑنے آیا تھا وہ باہر سے ہی ایڈریس کنفرم کر کے چھوڑ گیا تھا۔

ساجدہ تو اتنے سالوں بعد عنایت علی کو زندہ دیکھ کر ہی خوش ہو گئی تھی۔ سر کا ساٹا جیسا بھی ہوساٹا ہی ہوتا ہے ایک پناہ گاہ کا احساس دیتا ہے۔ محلے بھر میں مٹھائی

بانی گئی سب مبارک باد دینے کو آئے اور بھی بڑے ماسوں نے ایک نیا شوشہ چھوڑا۔ عفر کے لیے تو وہ ایک

شوشہ ہی تھا۔ وہ پو کے لیے اس کا رشتہ مانگ رہے تھے۔ ساجدہ تو چپ کی چپ ہی رہ گئی عفر کبھی نہیں

مانے گی اس کے لیے پہلے دو بجر بے ہی اتنے تلخ تھے کہ کوئی نیا تجربہ کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی صبیحہ نے ماں کو سمجھا یا۔

”عفر! ابھی بہت کم عمر ہے لڑکیوں کی تو شادی ہی بائیس چوبیس سال کی عمر میں ہوتی ہیں۔ اٹھارہ سال

بھی کوئی عمر ہے پوری زندگی پڑی ہے اس کے سامنے۔ مان جائیں عفر کی زندگی سنور جائے گی آپ ماموں کے خلوص پر شبہ نہ کریں۔ میری طرف دیکھیں آج

تک کوئی دکھ نہیں پایا میں نے اگر گھر میں پہنکی گاڑنی

میں دیتی ہوں اس میں کوئی عیب نہیں۔ سیدھا سادا صبر و شکر کرنے والا بچہ ہے اور پھر ہمیشہ عفران کے ساتھ تو غلط نہیں ہونے والا۔“

”پر..... عفران کا بچہ اور.....“ ساجدہ کے خدشات اپنی جگہ درست تھے مگر صبیحہ اس گھر کے ہر فرد کو جانتی تھی۔

”آپ کو پتا ہے ناں ای ماموں اور ممانی نے اپنے بچوں کی کیسی تربیت کی ہے۔ عفران کے ساتھ جو کچھ ہوا اس میں اس کا کیا تصور اور پھر سب کچھ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے آگے اللہ نے اس کی زندگی میں آسانیاں لکھ دی ہوں۔ رہی بات حمزہ کی تو وہ کوئی غیر نہیں ہمارا اپنا ہی بچہ ہے۔ ماموں نے پوسے کھل کر بات کرنے کے بعد ہی آپ سے بات کی ہے آپ عفران کی مرضی معلوم کریں بلکہ اسے راضی کریں۔ پچھلی زندگی کو لے کر بیٹھی رہے گی تو کچھ حاصل نہ ہوگا مزید دکھی ہوگی۔“ لیکن ساجدہ جانتی تھی عفران بھی اس شادی کے لیے راضی نہ ہوگی پھر بھی اس نے عفران کے کانوں میں بڑے بھیا کی خواہش ڈال دی تھی جسے اس نے باقی دوسری باتوں کی طرح قابل اعتبار نہ جانتا تھا۔



وہ حمزہ کی پیٹی چیخ کر رہی تھی جب دروازے پر دستک ہوئی۔

”آ جاؤ۔“ اس نے ڈائپر ڈسٹ بن میں پھینکتے ہوئے کہا اور خود ہاتھ دھونے واش روم میں چلی گئی۔ تو لیے سے ہاتھ پونچھتی جب وہ واپس آئی تو بڑی طرح چونکی۔ اظہر اس کے کمرے میں موجود تھا وہ تابندہ کو آوازیں دینے لگی۔

”تابندہ..... تابندہ..... تمہیں کتنی بار کہا ہے کسی کو میرے پاس مت بھیجا کرو پھر بھی تمہیں سمجھ نہیں آتی۔“ اظہر اٹھ کر پاس چلا آیا۔

”غصہ مت دکھاؤ میں دس منٹ سے زیادہ ناگم نہیں لوں گا بس تسلی اور سکون سے ایک بار میری بات سن لو..... پلیز۔“

”مجھے کچھ نہیں سننا۔“ وہ چلائی۔ ”کیوں تم میرے پیچھے ہاتھ دھو کر بڑ گئے ہو کیوں اپنی زندگی کو نہیں نباتے۔ میری زندگی کا تم سے کوئی لینا دینا نہیں سمجھتے تم۔“

”لیکن مجھے لینا دینا ہے تم سے بے کار میں تم نے اپنی ضد کی وجہ سے میری زندگی بھی تباہ کی اور اپنی بھی۔ کیا مل گیا تمہیں راشد سے شادی کر کے؟ میری ایک ذرا سی غلطی کو وہ بھی تمہاری غلطی زیادہ تھی نہ معاف کر کے تم نے جس خسارے کا سودا کیا اور مجھے جس جہنم میں جھونکا ہے تم نے اس سارے کا حساب کون دے گا؟ کس نے حق دیا تمہیں کہ اپنی مرضی سے سارے فیصلے کرتی پھر؟ بتاؤ مجھے.....“ اظہر نے اسے کندھوں سے پکڑا کر جھنجھوڑ ڈالا وہ اس کی جرات پر ششدر رہ گئی۔

”چھوڑو مجھے.....“ اس نے اپنا آپ چھڑانا چاہا۔

”میری بات کھل ہونے دو۔“ اس نے عفران کے احتجاج کی قطعاً پروا نہ کی اور اپنی بات جاری رکھی۔

”عفران..... میں..... اظہر سعید صرف اور صرف تم سے محبت کرتا ہوں کرتا رہوں گا۔ سہرا کی میری زندگی میں کوئی اہمیت نہیں اس نے جس دھوکے سے مجھے تم سے چھینا ساری عمر وہ اس احساس میں تڑپے گی۔ جسے نارسائی کہتے ہیں تم کیسی بے حس لڑکی ہو میری محبت کا کبھی تم پر اثر نہیں ہوا۔ ایک بار تمہارے دل نے میرے حق میں گواہی نہیں دی ایک بار بھی تمہیں نہیں لگا کہ جو کچھ تم نے دیکھا وہ آنکھوں کا دھوکا بھی ہو سکتا ہے۔ کوئی تمہیں وہ سب دکھانے کے لیے صبح فون کر کے گھر بلارہا ہے اور تم وہ دیکھ رہی ہو اس پر یقین کر رہی ہو اور اسی یقین کے بل بوتے پر تم نے مجھ سے ہر رشتہ توڑ لیا۔ ایک لمحہ کو بھی اس محبت پر اعتبار نہیں کیا کئی سالوں سے جو میں تم سے کرتا چلا آ رہا ہوں لیکن عفران..... اب نہیں تم نے ایک تجربہ کر کے دیکھ لیا شاید اللہ کو ایسے ہی منظور تھا لیکن اب میں تمہیں کسی قیمت پر کھونا نہیں چاہتا۔ میں سہرا کو طلاق دے رہا ہوں ان چالاک ماں مٹی کو کچھ تو سزا ملے اور سن لو..... مجھ سے ہر قیمت پر شادی کرو گی اب کی بار میں تمہارا

مریم منور

میرا نام مریم منور ہے میں سمندری میں رہتی ہوں۔ ایم اے انگلش پارٹ ٹو میں ہوں ہم پانچ بہنیں آپنی سمیرا، عظمیٰ، معظمہ ماریہ اور دو بھائی بلال اجمل اینڈ عثمان علی ہیں۔ گھر میں ماما بھائی بلال اجمل اینڈ آپنی عظمیٰ کی لاڈلی ہوں۔ پریشی ہوں کیئرنگ ہوں اور ایمان دار بھی ہوں اپنے سے زیادہ دوسروں کی پروا کرتی ہوں۔ اپنی ذات سے کسی کو دکھ نہیں دیتی مجھے ہر ڈریس پسند ہے اور مجھ پر سب سوت بھی کرتے ہیں۔ خوشبو بلو لیڈی اینڈ شی پسند ہے۔ گلاب کا پھول پسند ہے کھانے میں اللہ کا شکر ہے میں سب کھا لیتی ہوں لیکن موٹھ فیورٹ چکن بریانی وال چاول کڑھی بہت پسند ہے۔ بیٹھے میں سب پسند ہے اللہ کا شکر ہے مجھ میں خوبیاں ہی خوبیاں ہیں خامی کوئی نہیں ہے یہ میں نہیں کہہ رہی میری فیملی اینڈ فرینڈز کہتی ہیں مریم میں کوئی خامی نہیں ہے۔ آئی وٹ میں ورلڈ ٹور پر جاؤں بارش بہت اچھی لگتی ہے۔ گرمی سردی جس موسم کی بھی بارش ہو میں نہانی ہوں کری ایٹو مائنڈ رکھتی ہوں کسی سے ناراض نہیں ہوتی۔ اپنی فیملی اور فرینڈز سے بہت پیار کرتی ہوں شاعری سے کافی لگاؤ ہے۔ اب اجازت چاہتی ہوں آپ سب بتائیے گا کہ آپ کو میں کیسی لگی ہوں اللہ حافظ۔

خوشی سے عاصم سے چھیڑ خانی کر رہی تھیں۔ ماموں نے اس کے سر پر پیار سے ہاتھ رکھا اور دھیرے سے کہا۔
”تم میری بہو نہیں بیٹی بن کر رہو گی۔ بڑی بہو تو صبیحہ ہے پر تمہیں اس گھر میں بیٹی کے حقوق حاصل ہوں گے اور میں تمہیں بھی تم پر کوئی آج نہیں آنے دوں گا یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔“ اور عفری کی آنکھوں سے دفا نوسٹک کراس کی ہتھیلیاں بھگو گئے تھے۔

انکار برداشت نہیں کروں گا۔ میں کچھ بھی کر جاؤں گا کچھ بھی.....“ وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اپنا فیصلہ سنا تا چلا گیا۔ عفری کئی ٹیپے وہیں کھڑی کی کھڑی رہ گئی اس کو تو کچھ سمجھ ہی نہا رہا تھا تقدیر اس کے ساتھ کیا کھیل کھیل رہی ہے۔ وہ جانے کب تک وہیں کھڑی رہتی کہ تانبہ کی آواز نے اسے چونکا دیا۔

وہ جلدی سے اپنے آنسو پونچھتی باہر نکل آئی جو جانے کب سے پلکوں کا حصار توڑ رہے جا رہے تھے۔ عنایت علی خالی نظروں سے کبھی ساجدہ کو اور کبھی اسے دیکھ رہا تھا۔ ساجدہ اس کا چہرہ بغور تک رہی تھی۔ وہ جانتی تھی اظہر کیا کہنے آیا تھا اور وہ عفری کا فیصلہ بھی جانتی تھی پھر اس نے بات کرنا ضروری سمجھا۔

”جو بھی فیصلہ کرنا عفری..... بہت سوچ سمجھ کر کرنا ہمیشہ قربانی کام نہیں آتی۔ تم بھی اتنی ہی خالی ہاتھ ہو جتنی سمیرا اور جیسی کرنی ویسی بھرنی بس تھوڑی دیر کو خود غرض ہو کر اپنی آئندہ زندگی کے بارے میں سوچ لینا زندگی کی خوشیوں پر تمہارا بھی حق ہے آگے تمہاری مرضی۔“ وہ چپ کر گئی اور حزمہ کو کندھے پر تھکتے ہوئے اس نے واقعی ایک لمحے کو خود غرض ہو کر سوچا تھا۔

”جیسی کرنی ویسی بھرنی.....“ اس نے بھی تو دھوکے سے اظہر کو مجھ سے چھینا تھا اگر میں اپنی خوشیوں کے بارے میں سوچ لوں گی تو کسی کا کیا جائے گا۔ لوگ دو چار روز باتیں کر کے خاموش ہو جائیں گے ہاں زندگی پر اس کا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا سمیرا کا اس کے دل نے ہمک ہمک کر اس کی خواہش کا احترام کیا تھا۔



”عفری بنت عنایت علی کیا آپ کو عاصم بن ساجد سے بعض ایک لاکھ روپیہ حق مہر نکاح قبول ہے؟“ مولوی صاحب نے تیسری بار پوچھا اور عفری نے اقرار میں سر ہلایا تھا۔

مبارک سلامت کا شور مچ گیا ساجدہ اور ممانی ایک دوسرے کے گلے مل رہی تھیں۔ تانبہ اور شازیہ نادیہ

”خوشیوں پر اس کا بھی حق ہے۔“ اس نے ایک لمحے کے لیے سوچا تھا۔

اظہر کے لیے نرم گوشہ اس کے دل میں بھی تھا اور اس کے جانے کے بعد قیام رات اس نے اظہر کے بارے میں سوچتے گزار دی تھی اور اگلی صبح جب وہ اپنے آپ کو پوری طرح اظہر سے شادی کرنے کے لیے تیار کر چکی تھی سمیرا پھر آن پہلی۔ اس بار وہ کچھ دکھانے نہیں آئی تھی نہ کوئی چال چلنے (اس کے خیال میں) بس اس نے ایک سوال پوچھا تھا۔

”عفرا..... کیا تم بھی میرے ساتھ وہی کرو گی جو میں نے تمہارے ساتھ کیا؟“ وہ حمزہ کا سیمرہ پہنچ کر رہی تھی جب وہ بڑی خاموشی سے اس کے پاس آ کھڑی ہوئی تھی عفرانے ذرا نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تھا ستا ہوا چہرہ اس کی نارسانی کا گواہ تھا۔

”ہاں جیسے کو تیسرا..... تم نے بھی تو میرے سارے ارمانوں کو روند ڈالا تھا ایک لمحہ کو بھی نہیں سوچا تھا نہ میرے بارے میں نہ اظہر کے بارے میں۔ تم اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے اس حد تک گر گئیں کہ تہمت لگا ڈالی بلکہ بہتان تراشی کی۔ ایک پل کو بھی تمہیں خوف خدا نہیں آیا۔ چھینی گئی خوشیاں ایک دن واپس چھین جاتی ہیں۔ جھوٹ کے سہارے زندگی کی عمارت کھڑی نہیں ہو سکتی۔ پالینا ہی تو سب کچھ نہیں ہوتا تم سے بہتر اور کوئی نہیں جان سکتا اس گھر میں جو تمہاری حیثیت ہے تم اچھی طرح جانتی ہو۔ اظہر تمہیں مل تو گیا لیکن تمہارا نہیں ہو سکا اور شاید تم اس بات سے بے خبر ہو اظہر آج بھی میرے کہے بغیر تمہیں طلاق دینے کے لیے تیار بیٹھا ہے اور سمیرا ڈیر ہوتا تو یہی ہے جو بودہ کاٹو سو انتظار کرو۔“ اس نے حمزہ کے کام سے فراغت حاصل کی اور ہاتھ دھونے ہاتھ روم چلی گئی واپس آئی تو سمیرا اس کے قدموں میں آگری۔

”مجھے معاف کرو عفران..... خدا کے لیے جب تک تم مجھے معاف نہیں کرو گی اللہ بھی معاف نہیں کرے گا۔“

دیکھو تمہیں تمہارے حمزہ کا واسطہ۔“ وہ گڑ گڑانے لگی لیکن پتا نہیں کیوں عفران کو اس پر رتی بھر ترس نہیں آ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں وہ سارے پل گھوم رہے تھے جب نشے میں دھت راشد اس کا بدن کسی بھیڑیے کی طرح بھنبھوڑتا اور پھر پھٹھروں لالتوں سے اسے پیٹ ڈالتا۔

”گندی عورت.....“ اس کے منہ سے مغلظات کا طوفان ابل پڑتا اور وہ اپنے زخم سہلاتی سارے آنسو اندر ہی اتارتی رہتی۔

اس کا کیا تصور تھا، کیا جرم؟ اور کتنا آسان ہے کسی کی زندگی عذاب کر کے معافی مانگ لینا۔ کوئی کیا جانے کبھی کبھار سانس رک رک کر چلے لگتی ہے۔ زندگی کا پیرہ چلا ہے لیکن تھنیت تھنیت کر۔

”میری ہمت کرنے کی بجائے اپنے شوہر کی ہمت سماجت کرو اس کو سنبھالو اور خدا سے دعا کرو تمہارا گھر بچ جائے۔“ اس نے دھیرج سے کہا۔ سمیرا پوسی سے اٹھی اور کمرے سے نکل گئی اور عفرانے یکے بعد دیگرے دو نمبر ڈائل کیے تھے۔ ایک اظہر کا یہ کہنے کے لیے کہ وہ عاصم سے شادی کر رہی ہے اور دوسرا ماموں کا یہ کہنے کے لیے کہ..... وہ عاصم سے شادی کرنے کو تیار ہے آخر خوشیوں پر اس کا بھی تو حق تھا ناں اور بات بند یا کھلے لفافے کی نہیں تھی صرف قسمت کی تھی۔





اس طور ملے

ام قاصی

مجھے یقین تو نہیں ہے مگر یہی سچ ہے
میں تیرے واسطے عمریں گزار سکتی ہوں
یہی نہیں کہ تجھے جیتنے کی خواہش ہے
میں تیرے واسطے خود کو بھی ہار سکتی ہوں

لاؤنج کا دروازہ کھول کر وہ ڈھیلے قدموں سے اندر
آئی تھی۔ سامنے مذاہنی کوئی میگزین پڑھ رہی تھی۔
”آئیے..... آئیے محترمہ زہرا ہے نصیب.....“ ندا کی
شونجی سے بھرپور آواز ابھری۔ وہ وہیں کھڑی تذبذب
کے عالم میں انگلیاں چٹختی رہی۔
”ندا وہ حاشر گھر پر ہیں.....“ چند سیکنڈز کے بعد
قدرے جھجک کر اس نے پوچھا۔
”ہاں اپنے روم میں ہیں وہ۔“ ندا نے شرارتی
نگاہوں سے مسکرا کے کہا۔
”مجھے ذرا ان سے بات کرنی تھی۔“ کہتے ہوئے وہ
میٹھیوں کی جانب بڑھ گئی۔ دروازہ قدرے کھلا تھا جھجکتے
ہوئے اس نے دستک دی۔
”بس کم ان.....“ کی آواز پہ چند لمحے رک کے اس
نے اندر قدم رکھا۔
حاشر نے قدرے چونک کے اسے دیکھا وہ ابھی
ابھی نہا کے نکلا تھا شاید گیلے بال ماتھے پر بکھرے ہوئے
تھے سرخ ٹی شرٹ اور پلیوٹراؤنڈ ٹریڈر میں وہ جو گزر کے تھے

کس رہا تھا۔
”مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔“ قدرے ٹھہرے
لہجے میں اس نے کہا۔
”میں بہت تن گوش ہوں۔“ مصروف لہجے میں غلٹ
نمایاں تھی۔
”مجھے وہ انگٹھی واپس چاہئے تھی۔“ اس کی دھیمی
آواز نے کمرے کے سکوت کو توڑا۔
”کون سی انگٹھی تقویٰ بی بی۔“ وہ اب شیشے کے
سامنے بال بنانے لگا۔
”وہ جو میں نے اس دن واپس کی تھی۔“
”واپس نہیں کی تھی میرے منہ پہ ماری تھی۔“ حاشر
کے لہجے میں ترشی درآئی۔
”آئی ایم سوری پلیز آپ مجھے وہ واپس کر دیں۔“
حاشر نے شیشے میں نظر آتے اس کے عکس کو دیکھا۔
قدرے کفیوز لہجہ انگلیاں چٹختی تقویٰ کے چہرے پہ
ندامت نمایاں تھی۔
”میں نو سو ری اوہ انگٹھی تو میں ارب پانچ کے حوالے لے ہی

جان کے لیس گے اور جو صلح ہوتی تو یک جان دو قالب کے مظاہرے ہو رہے ہوتے..... بڑے سب ان کی کشمکش میں لڑائیوں کو انجوائے کرتے رہتے تھے۔

وقت کچھ اور آگے سرکا حنا کی شادی ہو گئی..... سدا کی پڑھا کوندانے ایم فل میں ایڈمیشن لے لیا اپنے ماموں زاد سے اس کا نکاح ہو چکا تھا۔ رخصتی ایم فل کے بعد ہونا تھی..... حمید صاحب اپنے سفر آخرت کو روانہ ہو چکے تھے۔ سعدیہ آری ڈاکٹر بننے کے شوق میں پنڈی اپنی خالہ کے ہاں مقیم تھی۔ ولید بھی جاب کے سلسلے میں پنڈی میں ہی تھے..... تقویٰ نے حال ہی میں ایم اے انگلش میں داخلہ لیا تھا جبکہ حنا نے ایم بی اے کے بعد آفس جوائن کر لیا تھا۔

تقویٰ کی آنکھ کھلی تو شام کے چھ بجے تھے وہ روتے روتے شاید سو گئی تھی۔ آنسو ابھی تک اس کی ہلکوں کی پاڑوں پہ ہی ٹھہرے ہوئے تھے..... وہ کسمندی سے بیڈ کی کراؤن سے ٹیک لگا کے بیٹھ گئی اور حنا سے اپنی آخری لڑائی کے متعلق سوچنے لگی۔

اس دن کوئی بھی تو خاص بات نہ ہوئی تھی، تقویٰ کو نوٹس لینے اپنی دوست کے ہاں جانا تھا سو وہ حسب معمول حنا کی طرف آئی تھی کہ وہ اسے ساتھ لے چلے لیکن سعدیہ کی دوستیں آئی ہوئی تھیں اور حنا انہیں چھوڑنے جا رہا تھا اور تقویٰ کو ساتھ لے جانے سے اس نے صاف انکار کر دیا تھا۔ تقویٰ کا کل بے حد اہم میٹ تھا اور پڑھائی کے معاملے میں وہ شروع سے بہت سنجیدہ تھی سو جھٹ کہہ دیا۔

”تمہیں تو میرا ذرا احساس نہیں۔“

”اچھا تو وہ جو صبح شہر کے دوسرے کونے پہ بنی یونیورسٹی میں چھوڑنے اور لینے گیا تھا وہ بغیر کسی احساس کے تھا.....“ حنا چڑ گیا تھا۔

”وہ تو تمہارا آفس اسی سائڈ پر تھا بھی گئے تھے۔“

”آفس سے آف تھا میرا آج.....“ حنا جراتے

ہوئے بولا۔

”کروں گا۔“
”دیکھیں اب آپ زیادتی کر رہے ہیں۔“ تیز لہجے میں کہتے ہوئے معذرت کے لیے ترتیب دیئے جملے سب بھک سے اڑ گئے تھے۔

”جو بھی تم سمجھو.....“ کمرے سے باہر جانے کے لیے قدم بڑھاتے ہوئے حنا نے کہا۔

”ہمیشہ ایسے ہی کرتے ہیں آپ۔“ تقویٰ کا لہجہ رندھ گیا۔

”مجھ سے اپنے روم میں ناپسندیدہ چیزیں نہیں برداشت ہوتیں سو پلیز.....“ وہ جاتے جاتے پلٹ کے دروازے میں کھڑا ہو کر بولا۔

اہانت کے احساس سے تقویٰ چیخ اٹھی تھی پلن بھر کی تاخیر کیے بغیر وہ پلٹی اور تیزی سے دروازے سے نکلتی چلی گئی۔ اپنے روم میں آ کے بیڈ پر گرتے ہی وہ ہچکیوں سے رونے لگی۔



حمید صاحب کے دو ہی بیٹے تھے شاید اور عابد..... بیوی ان کے بچپن میں ہی وفات پا گئی تھیں۔ حمید صاحب نے دونوں کو ماں بن کے پالا تھا بڑے شاہد کی شادی انہوں نے اپنی بھانجی سلیمہ سے کی تھی جبکہ عابد نے اپنی کلاس فیلو امبرین کو پسند کیا تھا، شاہد صاحب کے چار بیٹے تھے حنا، عدا، سعدیہ اور حنا جبکہ عابد کی اکلونی بیٹی تقویٰ تھی امبرین نے اپنا ایک بھانجا بچپن سے ہی گود لے رکھا تھا، سو ولید تقویٰ کا رضائی بھائی تھا.....

اتھتھے وقتوں میں حمید صاحب نے شہر کے وسط میں ہی دو کنال کا پلاٹ لے لیا تھا اور مستقبل کے پیش نظر اس میں دو پورشن بنوائے تھے ایک کرائے پہاٹھا دیا تھا جو عابد کی شادی کے بعد اس کے حصے میں آیا تھا۔ دونوں بھائیوں میں سلوک اتفاق تو تھا ہی مزید مضبوطی کے لیے حنا اور تقویٰ کا رشتہ بچپن میں ہی طے کر دیا گیا تھا، لیکن بچپن سے ہی دونوں کی ایک منہ نہ بنتی تھی لیکن دوستی بھی بے حد مٹی لڑنے پہ آتے تو لگتا ایک دوسرے کی

”تو نہیں جانا تھا نا۔“

”تو اب کب جا رہا ہوں۔“ تقویٰ کے چننے پہ وہ بھی دویدو بولا تھا۔

”میں لعنت بھیجتی ہوں تم پہ اور تمہارے لانے لے جانے پہ۔“ غصے میں وہ یونہی آؤٹ ہو جایا کرتی تھی۔

”شوق سے بھیجو پر اپنے گھر جا کے.....“ حاشر نے دروازے کی سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا..... مارے

غصے کے تقویٰ کا اور بھی برا حال ہو گیا اس نے انگلیوں سے اتار کے حاشر کی طرف اچھالی..... اسے بھی رکھو سنبھال

کے کہتی وہ اپنے پورشن کی جانب آ گئی۔ یہ کوئی ایک دن کی بات نہیں تھی ہمیشہ دونوں کی ایسے

ہی لڑائی ہوتی تھی زیادتی جس کی بھی ہوتی صلح میں پہل ہمیشہ تقویٰ ہی کیا کرتی تھی۔ ابھی آٹھ دن پہلے ہی تو

تقویٰ کی دن بھر کی منتوں کے بعد حاشر نے صلح کی تھی اور پکا وعدہ بھی کہ اب کبھی لڑائی نہیں ہوگی۔

معا کچھ خیال آنے پہ تقویٰ نے لپٹا پ قریب کیا اور حسب معمول حاشر اسے اپنی آئی ڈی سے

ریموڈ کر چکا تھا۔ تقویٰ نے سیل انھا کے حاشر کا نمبر ڈائل کیا اور ہمیشہ کی طرح یہاں سے بھی وہ اسے

بلاک کر چکا تھا۔ ”بس اب میں بھی کبھی بھی نہیں صلح کروں گی نہ

بلاؤں گی اسے سمجھتا کیا ہے خود کو.....“ بتے آنسوؤں کے ساتھ وہ دل میں تہیہ کر رہی تھی۔

سیل پہ بھتی مدہم ٹیون پہ دل میں ایک خواہش نے انگڑائی لی۔ تقویٰ نے جھٹ سے روشن اسکرین

سامنے کی ”ولید بھائی کالنگ“ وہ بچھے دل سے کال اٹینڈ کرنے لگی۔

”تم رو رہی ہو.....؟“ ولید کے لہجے میں تشویش تھی۔

”نہیں تو.....“ تقویٰ نے امد آنے والے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

”حاشر ہے لڑائی ہوئی ہے کیا.....؟“ ولید ان کی

لڑائیوں سے باخبر تھا۔

”نہیں.....“ ایک لفظی کہا..... ”ولید بھائی ایک بات کہوں۔“

”پوچھ کیوں رہی ہو..... بہنا کہو۔“ ولید کے لہجے میں ہمیشہ دانی بشارت تھی۔

”پوچھ نہیں رہی اندازہ کر رہی ہوں کہ آپ میری حمایت کریں گے یا نہیں۔“

”کیسی حمایت.....؟“

”ولید بھائی حاشر نے مجھ سے کتنی لڑائیاں ہوتی ہیں نا..... ہم دونوں خوش نہیں رہ سکتے کبھی بھی آپ پلیز

یہ بات بڑوں تک پہنچا دیں پلیز.....“ بے ربط سے انداز میں کہتے ساتھ ہی تقویٰ نے سیل بند کر دیا اور

پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی۔ ”غلطی تو میری بھی تھی نا.....“ دل میں حاشر کی حمایت کی ایک کونسل پھوٹی تھی۔

”نہیں اب نہیں کبھی بھی نہیں.....“ اس نے کونسل کو کچل ڈالا۔

اسے بھولنے کو دل کسی صورت مانتا ہی نہیں میں ہاتھ جوڑتی ہوں تو پاؤں پڑ جاتا ہے

جاتی سردیاں بے کیف دنوں کو طویل کرتی جا رہی تھیں اوپر سے فراغت اور بے معنی سوچیں تقویٰ کو جی

بھر کے بور کرتیں اوپر سے اس دشمن جاں کو دیکھے ہوئے کتنے ہی دن ہو گئے تھے۔ کتنے دن ہو گئے بھلا اس نے

انگوٹھے کا سرا چھوٹی انگلی کی پور پہ رکھ کے شمار کرنا چاہا ہی تھا کہ دل نے حساب سامنے رکھ دیا تو دن اور سات

گھنٹے..... بے بس سی مسکراہٹ اس کے لبوں پہ آٹھنہری اب حساب کتاب کا فائدہ.....؟

کتنے دن ہو گئے فیس بک پوز کیے ہوئے..... بوریٹ سے بچنے کی خاطر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اپنا

اکاؤنٹ تو وہ اس دن کا ہی آف کر چکی تھی سو ٹائم پاس کے لیے نئی آئی ڈی بنانے کا سوچا..... بیلا بڑوہ اسکرین

بیزہ اٹھالیں تو کتنے ہی لوگوں کو فائدہ ہو سکتا ہے یہ بھی تو ایک طرح جہاد بالقلم کے ہی زمرے میں آتا ہے چلو جہاد نہ یہی نیکی تو ہے ہی..... فیس بک پہ ادھر ادھر نظریں بھنکاتی، یکلخت ٹھنکی، مون نام کے کسی شخص نے اس کو فریڈ ریویسٹ بھیجی تھی..... میل کی ہر آئی ڈی کو بغیر جانے ہی وہ مٹا دیتی تھی.....

یہی نام ابھرا یہ حاشر کا پسندیدہ نام تھا! اکثر وہ اسے اس نام سے پکارا کرتا تھا۔ رات سونے سے پہلے تک وہ بیلا نام سے اپنا اکاؤنٹ بنا کے پانچ لوگوں کو ایڈ بھی کر چکی تھی..... فراغت کے ہاتھوں مصروفیت کا یہ پہلو آچکا تھا۔ فضول سوچیں بھی دم توڑ گئی تھیں اور رات وہ سو سکون نیند سونتی تھی۔

.....☆☆☆.....

”جو اصول و قوانین واضح ہیں سو ہیں جب معاشرے میں ایک لڑکا اور لڑکی کی دوستی کو اچھی نظر نہیں دیکھا جاتا تو فیس بک پہ کسے ٹھیک ہے یہ“ یہ خیالات تقویٰ کے اس آئی ڈی کو دیکھنے سے قبل کے تھے..... اس نام کو وہ انور نہیں کر سکتی تھی۔ کیسے کرتی۔ ”کہ یہ حاشر کا فورٹ نام تھا وہ اکثر اس سے فرمائش کرتا کہ مجھے مون کہہ کر پکارو..... لوگ نہیں بھولتے کبھی نہیں بھولتے کیونکہ ان سے وابستہ یادیں ہمیں کبھی کبھی بھولنے نہیں دیتیں..... اور ماضی کی یادیں تلخ ہوں یا خوش گواران میں ہمیشہ خوش گواریت ہوتی ہے۔

چڑیوں کی چچھاہٹ سے ایک نئے اور بھرپور دن کے آغاز کا پتہ چل رہا تھا مگر تقویٰ کسلمندی سے لپٹی رہی اٹھ کے کرنا بھی کیا تھا..... روز و شب میں جمود آیا تھا..... ایک سے ساٹھ دن رات نہ جوش امنگ نہ ولولہ..... ڈھیلے قدموں سے روزمرہ کے کام بناتی وہ لیب ٹاپ لے کے بیٹھ گئی نوٹیفیکیشنز میں اس کی دو دوئیں اس کو پانچ گروپس میں ایڈ کر چکی تھیں، اف یہ فضول گروپس.....“ شاعری، شاعری، شاعری بنجانے لوگوں کو اور کچھ کیوں نہیں سو جھتا ہر فیس بک یوزر کے دو تین گروپ لازمی اور گروپ بھی شاعری کے..... ابھی چند ہی روز قبل تقویٰ کو فنانس میں انٹرسٹ ہوا کہ حاشر ایم بی اے فنانس کر چکا تھا گوگل سے مغز ماری کی بجائے اس نے فیس بک کا رخ کیا۔ اس حوالے سے گروپ تو کوئی ملا ہی نہیں ہاں ایک دو بیچ ملے مگر جامد..... نو پوسٹ نو انفارمیشن، تقویٰ کو سخت جھنجھلاہٹ ہوئی اور وہ پکا تہیہ کر چکی تھی کہ ماسٹرز کے بعد اپنے مضمون کے حوالے سے گروپ اور بیچ بنانے کا..... اس کے پاپا پرفیسر تھے اور بقول ڈاکٹر حفصہ محمود کے پروفیسر لوگوں کو جہاں چار آوی ملے لیکچر دینا شروع کر دیتے ہیں۔ سو اس کے پاپا کے بقول علم امانت ہوتا ہے اور یہ بات امانت امانت داری سے آگے پہنچا دینی چاہیے ذخیرہ نہیں کرنا چاہئے سو تقویٰ اپنے علم کو اس طرح آگے پہنچانا چاہتی تھی کتنے ہی لاکھوں کی تعداد میں لوگ اس ویب سائٹس پہ موجود ہیں اور کتنے ہی ان میں ماسٹرز یا کسی ہنر میں طاق ہیں اگر سب اسی طریقے سے اپنے علم یا ہنر کو آگے پہنچانے کا

سوا اس نام کو بنا کچھ سوچے اس نے ایڈ کر لیا تھا۔ ”ہیٹلکس ٹو ایڈی.....“ چند لمحے بعد ایک خوب صورت پھول کے ساتھ کہا گیا تھا۔

”ولیم.....“ کمنٹ میں لکھ کے وہ لاگ آف ہو گئی۔ کتنے ہی کام توجہ طلب تھے..... بال روکھے سے ہور ہے تھے ان میں تیل لگنا تھا سردیوں کے گرم کپڑے سنبھال کے الماری کے نچلے خانے میں رکھنے تھے مارچ کا آخر ہفتہ چل رہا تھا، رسمی کپڑے تو چھل جاتے تھے مگر گرم کپڑے بشمول سویٹرز اور شال کے اپنی مدت پوری کر چکے تھے..... سو بے دلی سے وہ سب بنیاتی رہی۔



وہ ایک بے حد خوب صورت چھوٹی سی پنکی کی تصویر تھی جو تقویٰ نے اپنی پروفائل پہ لگائی تھی آج وہ چھ سات دن بعد فیس بک پیائی تھی۔ کچھ دیر تصویر کو دیکھنے کے بعد وہ ماؤرن لنگوٹج کے حوالے سے کسی بیچ کی تلاش میں تھی جب نوٹیفیکیشن موصول ہوا آپ کی طرح بے حد

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں:-

ہائس کو الٹی پی ڈی ایف
ایڈ فرس لنکس
ایک کلک سے ڈاؤن لوڈ
ڈاؤن لوڈ اور آن لائن ریڈنگ ایک پیج پر
کتاب کی مختلف سائزوں میں اپلو ڈنگ
ناولز اور عمران سیریز کی مکمل ریجنج

Click on <http://paksociety.com> to Visit Us

<http://fb.com/paksociety>

<http://twitter.com/paksociety1>

<https://plus.google.com/112999726194960503629>

پاک سوسائٹی کو فیس بک پر جوائن کریں

پاک سوسائٹی کو ٹویٹر پر جوائن کریں

پاک سوسائٹی کو گوگل پلس پر جوائن کریں

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس

بک پر رابطہ کریں۔۔۔

ہمیں فیس بک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے امیج پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں:-

Dont miss a singal one of your Favourite Paksociety's Update !

- i. Open Paksociety Page.
- ii. Click Liked.
- iii. Select Get Notifications.
- iv. Select See First.

All Done

Like Message

Get Notifications
Add to Interest Lists...

Unlike

IN YOUR NEWS FEED

See First
See new posts at the top of News Feed

Default
See posts as usual

Unfollow

خوبصورت..... تقویٰ نے اس تصویر کے نیچے انگلش میں لکھے اس کمنٹ کو ہلکی سی ناگواری سے دیکھا..... فیس بک بھی ”پبلک پیلس“ ہے جو جب چاہے آپ کے متعلق جو مرضی کہہ دے وہ دوبارہ سے اپنے کام میں مشغول ہوگی۔

”آپ کہاں تھیں کسی نے آپ کو مس کیا ڈیئر فرینڈ.....؟“ تقویٰ اس کے کمنٹ پہ چونکی اور تو اور بیچ بھی موصول ہوا۔ ”ہائے“

”اس کا منہ بند کرنا ضروری ہے.....“ تقویٰ نے اس سے بات کرنے کا فیصلہ کیا اور وعلیکم السلام ہائے کہا۔

”کیسی ہیں آپ؟“
”ٹھیک مجھے آپ سے ایک بات کہنی ہے۔“ تقویٰ نے لکھا۔

”جی کیسے.....“ اس کا جواب فوراً موصول ہوا۔
”آپ مجھے فرینڈ مت کہیں پلیز میں آپ کی فرینڈ نہیں ہوں۔ نہ ہی مجھے ڈیئر اور اس قسم کے القاب پسند ہیں۔ میں بوائز کو ایڈ نہیں کرتی“ آپ مجھے ڈیسنٹ لگے سو امید ہے آپ میری خواہش کا احترام کریں گے۔“
”ایک بات کہوں میں بھی.....“
”جی ضرور۔“

”آپ فیس بک یوزر کرنا چھوڑ دیں۔“ تقویٰ اس کی فرمائش پہ حیران ہوئی۔
”کیوں؟“

”بس میں جو کہہ رہا ہوں..... آپ بہت اچھی ہیں ویسے۔“ تقویٰ نے جواب دینا مناسب نہ سمجھا۔

”بیلا آپ کا نام بے حد خوب صورت ہے۔ مجھے یہ نام بہت پسند ہے۔“ چند دن بعد مون اس سے کہہ رہا تھا۔

”اور اگر میرا یہ نام نہ ہو تو.....“ تقویٰ نے جواب میں لکھا۔

”تو بھی آپ بیلا ہی ہیں میری بیلا۔“ چند لمحے بعد

اس نے جواب دیا تھا۔ تقویٰ نے حیرت سے کھلے منہ پہ ہاتھ رکھا اور لیپ ٹاپ بند کر دیا۔ وہ سمجھی ہوئی سوچ کا اچھا نوجوان تھا بیلا اب اس سے بات کرنے لگی تھی لیکن اس کی کوئی کوئی بات تقویٰ کو حیرت میں ڈال دیتی اس نے بیلا کو اپنے متعلق سب سچ بتا دیا تھا ایم بی اے کے بعد وہ ایک کمپنی میں جاب کرتا تھا، بچپن میں اس کی کزن کے ساتھ اس کی مگنی ہو چکی تھی مگر اس کی کزن اسے پسند نہیں کرتی تھی، مون کی شاید اس کے ساتھ کوئی جذباتی وابستگی تھی سو آج کل وہ اس کو بھولنے کے چکروں میں تھا سو جاب کے بعد مزید اسٹڈی اور دیگر ایکٹوٹیز جوائن کر رکھی تھیں اس نے..... اچھی بات یہ تھی کہ وہ پرسنل لائف میں دخل اندازی نہیں کرتا تھا اپنے متعلق اس نے سب بتایا تھا مگر تقویٰ سے کچھ نہیں پوچھا تھا بے حد کمزور تہذیب سے بات کرتا تھا تقویٰ سے اس کا نمبر بھی ایک بار مانگا مگر تقویٰ کے انکار کا اس نے بالکل بھی برا نہ مانا..... دونوں کے پاس ورڈز تک ایک دوسرے کو معلوم تھے جو بات تقویٰ کے لیے باعث اطمینان تھی کہ اب حاشر کے متعلق سوچنا کڑھنا اور پریشان ہونا کم ہوگئی تھی وہ..... اور صرف حاشر کو بھولنے کی خاطر وہ اس سے زیادہ زیادہ بات کیا کرتی تھی۔

اس دن وہ لیپ ٹاپ لیے ٹیرس پہ بیٹھی تھی جب اس نے حاشر کو گھر آتے دیکھا ایک ہاتھ سے موبائل کے نمونوں سے چھیڑ خانی کرتا دوسرا ہاتھ عادتاً جینز کی جیب میں گھسائے ہوئے..... تقویٰ بے اختیار اسے دیکھے گی چہرے پہ بے حد اطمینان لیے وہ اندر کی جانب بڑھ گیا بغیر ادھر ادھر دیکھے حالانکہ شروع سے اس کی عادت تھی کہ گیٹ سے اندر آتے ہی تقویٰ کے ٹیرس پہ ایک نظر دیکھتا اور ہاتھ ہلاتا تھا کہ تقویٰ زیادہ تر یہاں ہی پائی جاتی تھی۔ بے شک کتنی ہی عجلت میں ہوتا وہ..... لیکن آج..... تو اس نے بھی نئی راہ منتخب کر ہی لی..... تقویٰ کے دل کو دکھ نے آگھیرا۔ ہمیشہ تو وہ مناتی تھی کیا ہوتا اگر جو اس بار وہ اسے مالایتا قطع نظر اس بات کے کہ غلطی

کس کی تھی..... مون کے میسج دھڑا دھڑا آ رہے تھے مگر اس نے لیپ ٹاپ بند کر دیا۔ حاشا ایک ہاتھ میں رول کی پلیٹ لیے اور دوسرے میں گنگا اٹھائے لان چیئرز پہ آ بیٹھا تھا۔ تقویٰ اٹھ کے اندر کی جانب بڑھ گئی۔



ولید کافی دنوں بعد آیا تھا ہمیشہ والا مخصوص شفقت بھر الب ولجہ وانداز..... نہ کوئی استفسار کیا نہ انکار..... تقویٰ نے بھی حاشا والے موضوع پر دوبارہ ولید سے کوئی بات نہ کی تھی..... اس وقت وہ لاؤنج میں بیٹھا پکوزوں کے ساتھ چائے انجوائے کر رہا تھا۔ تقویٰ ان سے تھوڑی دیر گپ شپ لگانے کے خیال سے کمرے سے نکلی ہی تھی کہ معاً اسے سعدیہ کی آواز سنائی دی۔ اف یہ بھی آئی ہوئی ہے۔ تقویٰ وہیں دروازے کے قریب رک گئی کہ بتایا جی کے گھر کا ہر فرد اسے دیکھتے ہی اپنے گھر پہ آنے کا شکوہ کرتا۔ سعدیہ کی شکایت کہ مجھ سے ملنے ہماری طرف کیوں نہیں آئی اس بات کا اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا سو اس نے لاؤنج میں جانے سے پرہیز کیا اور وہیں دروازے کے قریب چیئرز پر بیٹھ گئی۔ دونوں متوقع ایکشن کے حوالے سے سیاسی صورت حال پہ بحث کر رہے تھے۔

”تمہارے سیل پہ میسج آ رہے ہیں۔“ ولید نے سینٹرل نیبل پہ پڑے سعدیہ کے موبائل کی طرف اشارہ کیا۔

سیل کی اسکرین پہ نظریں جماتے سعدیہ کے چہرے پہ ہلکی سی ناگواری درآئی تھی۔

”گس کے میسج ہیں۔“ ولید نے یونہی سرسری پوچھا۔

”کوئی unknown ہے۔“

”unknown مطلب؟“

”unknown مطلب پتہ نہیں کون ہے تین چار دن سے لگا تار میسج آ رہے ہیں۔“ سعدیہ نے لاپرواہی سے کہا۔

”تو پوچھو بھی کہ کون ہے؟“
”کیوں پوچھوں؟ جب کہ میں جانتی ہوں کہ وہ کوئی unknown ہے پوچھنے کا مطلب میں خود اس سے بات کرنا چاہتی ہوں۔“ سعدیہ کی اس نرالی منطق پہ تقویٰ کو بے اختیار مون یا آ گیا۔

”شاید کوئی فرینڈ ہو..... کوئی اپنی یا اپنا جو یونہی تنگ کر رہا ہو یا رہی ہو۔“ ولید نے ایک اور نقطہ اٹھایا۔

”اپنے بھی یوں تنگ نہیں کرتے۔“

”اپنے واقعی کب تنگ کرتے ہیں نہ دکھ دیتے ہیں نہ ہرٹ کرتے ہیں پردہ اپنے ہوں تب ناں۔“ تقویٰ بے اختیار سوچے گی۔

تقویٰ کے کالج میں اینول ملے کی تیاریاں چل رہی تھیں اسی سلسلے میں وہ بھی آئی ہوئی تھی ایسی کسی چیز میں اسے کوئی دلچسپی تو نہ تھی مگر پچھلے سال پریکٹس کرتے ایک اسٹوڈنٹ کو ڈائلاگ غلط امپریشن کے ساتھ بولنے پہ وہ ٹوک بیٹھی تھی اور سرانصاری کی نظروں میں آ گئی تھی اب سر ہمیشہ اسے ایسی کسی سرگرمی کی تیاری میں ساتھ ساتھ رکھتے اور تقویٰ بھی ہمیشہ نئے آئیڈیاز پیش کر کے سر کا دل جیت لیا کرتی تھی۔ سرانصاری نے بہت اصرار کیا تھا اسے بھی حصہ لینے کو ڈراما ٹیک سوسائٹی کی سیکرٹری بنانے تک کی پیش کش کی مگر اسے ایسی کسی سرگرمی میں کبھی بھی کوئی دلچسپی نہ رہی تھی ابھی بھی جو نیوز کے ساتھ کھینچے اسے پانچ گھنٹے ہو چلے تھے اسے بے ساختہ مون یاد آیا وہ ہر دو گھنٹے بعد ایک دو میسج ضرور کرتا احوال دریافت کرتا آفس میں یا باہر بھی ہوتا تو سیل سے فیس بک آن کر کے کر دیتا تقویٰ نے بھی ایک سائیڈ پہ کھڑے ہو کے سیل سے فیس بک کا آپشن ٹرائی کیا چند دن پہلے ہی اس نے سیل پہ نیٹ کی سینگ کروائی تھی۔ مون کے پتہ میسج آ چکے تھے تقویٰ نے بغیر پڑھے اپنی مصروفیات کا بتا کے سائن آؤٹ ہو گئی۔



وہ ڈھلتی رات کا کوئی چہرہ تھا تقویٰ غنودگی میں

جانے کو تھی جب سیل بلکے سے وابستہ ہو..... اف یہ
 مون بھی نا..... تقویٰ کو خوش گواری کوفت ہوئی.....
 چوبیس گھنٹے یہ بندہ آن لائن رہتا ہے پتہ نہیں باقی کام
 کیسے بناتا ہے۔ وہ وہیں لیٹے لیٹے میسج پڑھنے لگی۔

تمہیں وہ مل نہیں پایا
 کسی کو میں نے چاہا تھا
 مجھے وہ مل نہیں پائی!

ادھوری تم بھی ہو اب تک
 ادھورا میں بھی ہوں اب تک

ادھورے پن کی تنہائی تمہیں بھی ڈستی رہتی ہے
 ادھورے پن کی تنہائی مجھے بھی ڈستی رہتی ہے
 ادھورے پن سے تم بھی اب نکلنا چاہتی ہوتی
 ادھورے پن سے میں بھی اب نکلنا چاہتا ہوں بس
 تمہارے اور میرے مسائل سب ایک جیسے ہیں
 سبھی غم ایک جیسے ہیں سبھی دکھ ایک جیسے ہیں
 سنوڑکی.....!

چلو اک کام کرتے ہیں.....

مجھے تم دیسا ہی چاہو کہ جیسا اس کو چاہا تھا
 تمہیں میں دیسا ہی چاہوں گا جیسا اس کو چاہا تھا
 چلو آؤ کمرل جل کر نیا اک گھر بناتے ہیں.....

محبت کے دیئے کو پھر محبت سے جلاتے ہیں

مون کی بھیجی ہوئی نظم پڑھ کر تقویٰ گم صم سی سوچے
 گئی۔ کئی دنوں سے مون باتوں باتوں میں ایسی کسی
 خواہش کا اظہار کر جاتا تھا..... شادی کے ذکر پہ تقویٰ
 نے صرف یہی بتایا تھا کہ اس کی کسی کزن سے بات طے
 تھی لیکن اب سب کچھ ختم ہو گیا ہے تم بالکل ویسی ہو بیلا
 جیسی لڑکی میں چاہتا تھا..... تم میری آئیڈیل جیسی
 ہو..... ہو ہو میرے خوابوں کی ملکہ جیسی..... اس کی ایسی
 باتوں پہ تقویٰ بھی کھار چڑ جاتی۔

”آپ میرے بارے میں جانتے ہی کیا ہو؟“

”تعلق بنے گا تو جان بھی جائیں گے نا۔ ابھی
 جتنا جاننا ضروری تھا جان لیا۔“ تقویٰ کی بات پر وہ بے

ساختہ کہتا۔

”بیلا.....“ رات کی آخری ساعت اس نے پکارا۔
 ”جی۔“

”مجھ سے شادی کرو گی.....؟“ تقویٰ چند لمحے
 اسکرین کو گھورتی رہی پھر سیل ایک طرف ڈال کے لیٹ
 گئی اس کا دل و ذہن سپاٹ ہو رہا تھا نہ کوئی جذبہ نہ
 خواہش نہ ادراک وہ خاموشی سے آنکھیں موند کے
 لیٹ گئی جانتی تھی اب مون کا کوئی میسج نہیں آئے گا جب
 تک کہ وہ جواب نہ دیتی۔ جانے اس کے جذبے بچے
 تھے یا نہیں لیکن وہ خود سچا تھا اور تقویٰ یہ کئی بار آ زما چکی
 تھی۔ وہ جو کوئی اور جیسا بھی تھا یہ سچ تھا کہ تقویٰ کو اس کی
 پروا تھی اس کا انتظار رہنے لگا تھا۔ یہ آخری اعتراف تھا جو
 اس نے سونے سے قبل کیا تھا۔



سعد یہ اور ولید کی منگنی..... دونوں گھروں میں سب
 سے زیادہ حیران کن خبر یہ صرف تقویٰ کے لیے تھی کیونکہ
 گھر کے حالات سے باخبر رہنا اس نے کب کا چھوڑ رکھا
 تھا۔ سب صبح سے تیاریوں میں لگے ہوئے تھے گھریلو
 پیمانے پر چھوٹا سا فنکشن تھا۔ بلکہ فنکشن بھی کیا دنوں گھر
 کے افراد نے ہی ہونا تھا پھر بھی تیاریاں زور و شور سے
 جاری تھیں۔ بیو جینز سفید ٹی شرٹ پہنے رف سے حلپے
 میں لیکن مطمئن چہرے کے ساتھ حاشر بھی کئی دفعہ گھر
 آچکا تھا۔

مما سے بھی کب کا تیار ہونے کو کہہ چکی تھیں مگر
 تقویٰ کا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ ولید بھی ابھی تھوڑی دیر
 پہلے کہہ گیا تھا بہنا آپ کو تو سب سے پہلے تیار ہونا
 چاہیے تھا۔ یہ ولید حاشر کے متعلق کوئی بات کیوں نہیں
 کرتا؟ تقویٰ کی ذہنی رو پھر بہکی..... شاید یہ سمجھتے ہیں کہ
 یہ ہمیشہ کی طرح معمولی سی لڑائی ہے مگر انہیں کیا پتہ کہ
 میں نئی راہ کی مسافر بن چکی ہوں اسے بے اختیار مون
 یاد آ یا۔ نجانے وہ کیسا ہو گا؟ مون نے ابھی تک اسے اپنی
 کوئی تصویر نہیں دکھائی تھی۔ وہ پہلے ہی وعدہ کر چکا تھا کہ

اگر تقویٰ کا جواب مثبت ہوا تو وہ تصویر ویڈیو سب دکھائے گا..... اس کے اندر ایک جنگ چھڑی ہوئی تھی دل نہ حاشر کو بھلانے پہ آمادہ تھا اور نہ مومن سے دستبرداری اسے منظور تھی۔ حال یہ تھا کہ چوبیس گھنٹے سر میں درد رہتا۔

”تقویٰ تم ابھی تک تیار نہیں ہوئیں۔“ ماما بہ عجلت اندر آئی تھیں۔

”ماما میرے سر میں شدید درد ہے۔“

”کیا مطلب ہے اس بات کا۔“ ان کی آواز میں غصہ نمایاں تھا۔

”اس کا مطلب یہ ہے کہ میں صرف دو منٹ میں تیار ہو کے آئی آپ بے فکر ہو جائیں۔“ تقویٰ نے ڈانٹ سے بچنے کے لیے کہا حالانکہ اس کا جانے کا قطعی کوئی ارادہ نہیں تھا دکھاوے کو اس نے کپڑے بینہ پہ نکال کے رکھے ہوئے تھے یونہی ہر کسی کو دو منٹ کا بہانہ کر کے اس کا ٹائم ویسٹ کرنے کا ارادہ تھا۔

”جلدی آنا۔“ ماما کے لہجے میں اتنی بہ تھی۔ وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کتڑے اشیاء کوئی ترتیب دے رہی تھی جب دروازہ ہلکے سے بجھا۔

”میں.....“ ہلکے سے کہتے وہ سوچنے لگی یقیناً سعدیہ ہوگی یا ندا..... مگر آئینے میں ابھرنی شہبہ اس نے بے اختیار مڑ کے دیکھا وہ حاشر ہی تھا بلیک ڈنر سوٹ میں بلبوس۔

”پاپا بلا رہے ہیں۔“ وہ کمرے کے وسط میں آ کے بولا۔

”آ رہی ہوں۔“ رخ پھیر کے تقویٰ نے جواب دیا۔

چند ساعتیں یونہی بیت گئیں۔ تقویٰ نے اس کی خاموشی پہ مڑ کے دیکھا وہ ویسے ہی کتڑا تھا۔ اس کے دیکھتے ہی بولا۔ ”پاپا نے کہا تھا ساتھ لے کے آؤں۔“ تقویٰ اس کی ضدی طبیعت سے واقف تھی سو خاموشی سے کپڑے اٹھا کے باتھ روم میں گھس گئی۔ بالوں میں

الٹا سپر ہائیرش کیا تیار ہونے کا ارادہ نہیں تھا سو چپل بدلتے کن انھیوں سے حاشر کی جانب دیکھا۔ وہ دوسری سمت دیکھ رہا تھا۔ ایک ملال سا دل میں آٹھرا وہ ہمیشہ گہرے سبز رنگ کے کپڑوں کی بہت تعریف کرتا تھا جو تقویٰ نے پہنے ہوتے اس وقت بھی وہ دوسری طرف متوجہ تھا وہ تو یہاں تک تقویٰ سے کہتا کہ برائیڈل ڈریس اسی کلر کا لینا اور اب..... اس نے دروازے کے قریب جا کے مڑ کے دیکھا وہ اسی سمت دیکھ رہا تھا اور کچھ کہنے کے لیے لب کھولے ہی تھے یقیناً تیار ہونے کی نصیحت مگر تقویٰ بیشتر اس کے بول اٹھی۔

”مجھ سے اپنے روم میں ناپسندیدہ چیزیں برداشت نہیں ہوتیں سو پلیز۔“ ایک جھٹکے سے وہ مڑا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکل گیا۔ تقویٰ استہزائیہ ہنسی اس کے پیچھے چل دی۔

ندا سعدیہ تو شاید کچن میں تھیں ہاتی سب باتوں میں مگن تھے اس کے آنے کا کسی نے کوئی خاص نوٹس نہیں لیا تھا۔ حاشر نے کیوں کہا تیا جی بلا رہے ہیں انہوں نے تو اب کوئی خاص نوٹس نہیں لیا وہ ابھی کچن میں ندا اور سعدیہ کے پاس آ گئی۔

کھانے کے بعد ولید نے سعدیہ کو انگوشی پہنائی تھی۔ ندا بہت کوشش کر رہی تھی اس سے باتیں کرنے کو مگر تقویٰ ہوں ہاں کے علاوہ کچھ بول ہی نہیں رہی تھی۔ تقویٰ کا سارا دھیان ہنستے مسکراتے ہر سکون مطمئن حاشر کی جانب تھا وہ مسکرا مسکرا کے ہر کام ہر بات میں پیش پیش تھا۔ تقویٰ کو مکمل نظر انداز کرتے ہوئے یہاں تک کہ جب تیا جی نے شادی کا ذکر کیا ان کا پلان موسم گرما کے اختتام پر حاشر اور سعدیہ کی اکٹھی شادی کا تھا تو وہ تب بھی کچھ نہ بولا..... وہ کچھ بتانا کیوں نہیں۔ تقویٰ کو پریشانی نے آ گھیرا۔ کہیں وہ کوئی اور لڑکی تو منتخب نہیں کر چکا شادی کے لیے تقویٰ مضطرب ہو اٹھی۔ حاشر کے انداز سے آگ لگا رہے تھے۔ وہ یونہی سب کے درمیان بے اٹھ کے لاؤنج میں آ گئی۔ سعدیہ جیولری

اتار رہی تھی۔

”سعدیہ میں پی سی یوز کر لوں.....“ دل میں ایک فیصلہ کر کے وہ سعدیہ کی جانب پلٹی۔
”ہاں شیور۔“

”کیا ہوا.....؟“ اسے کافی دیر سے الجھتے دیکھ کے سعدیہ نے پوچھا۔ ادوہاں اس میں تو کوئی پرابلم چل رہا ہے، تقویٰ آپ حاشر بھائی کا لیپ ٹاپ لے لیں، ابھی میں نے فیس بک پر اپنی تصویریں پوسٹ کی ہیں اور اندر آن ہی چھوڑ آئی ہوں۔ سعدیہ کی بات پہ وہ حاشر کے کمرے میں آگئی۔ کمرے کی ترتیب بدستور ویسی ہی تھی اسٹول کھینچ کے اس نے لیپ ٹاپ سامنے کیا ابھی لاگ ان ہی ہوئی تھی کہ حاشر آدھکا۔

”مجھے ایک بہت ضروری میج کرنا ہے۔“ بوکھلا کے تقویٰ نے وضاحت کی۔

”اوکے.....“ کہہ کے وہ وہیں کھڑا رہا۔

”ہاں میں کروں گی۔“ حاشر نے اسکرین پہ ٹاپ ہوئے ان لفظوں کو کن انکھیوں سے دیکھا تھا۔ میج سینڈ ہوتے ہی وہ لاگ آؤٹ ہوتی اٹھ گئی تھی۔ رشتے ایسے نہیں بنتے، تعلق ایسے نہیں قائم ہوتے مگر ایسی بات ایک ہوش مند انسان سوچتا ہے غصے میں پاگل انتقام کی ضد میں جلتا کھلتا نہیں، اگر اسے پروا نہیں تو مجھے بھی نہیں ہونی چاہیے، ایک نظر حاشر کو دیکھتی وہ اسٹول کھینچ کے اٹھی۔

حاشر بنا اس کو دیکھے اسٹول پہ بیٹھ کر لیپ ٹاپ سیٹ کر چکا تھا۔ وہ جانے کو مڑی ہی تھی کہ جھٹکا کھا کے پیچھے پلٹی اس کے دوپٹے کا ایک کونا اسٹول کے نیچے تھا۔ تقویٰ بے بسی سے وہیں گھڑی دیکھنے لگی حاشر پاس درز ٹاپ کر رہا تھا۔

وہ نیچے جھکی جائزہ لینے لگی دوپٹہ کسی طور نہ نکل سکتا تھا۔ جب تک کہ حاشر اسٹول پر سے نہ اٹھتا۔

”لوہے لیس.....“ حاشر کی آواز پہ اس نے اٹھ کے دیکھا وہ کسمپنس ٹاپ کر کے سینڈ کر رہا تھا۔ تقویٰ نے بے حد حیرت سے سینڈ ہوتے میج اور اس سے اوپر شو

مغربی اور مشرقی ادب کی منتخب کہانیوں کا مجموعہ



مغربی ادب سے منتخب کہانیاں اور مشرقی ادب سے منتخب کہانیاں

شائع ہو گیا ہے

مغربی ادب سے انتخاب
ہجوم و مزاج کے موضوع پر برماؤ منتخب ناول
مختلف سماج کی چلنے والی آزادی کی تحریکوں کے پس منظر میں
مرد و عورت اور بچوں کی زندگی کے کھیلوں کے ناول
پروفیسر سید احمد علی کی کہانیوں کی شاہکار کہانیاں

اس کے علاوہ

خوب صورت اشعار منتخب خردوں اور اقتباسات پر مبنی
خوشبوئے سخن اور ذوق آئینی کے عنوان سے مستقل سلسلے

اور بہت کچھ آپ کی پسند اور آرا کے مطابق

کسی بھی قسم کی شکایت کی
صورت میں

021-35620771/2

0300-8264242

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہوتے بیچ کو دیکھا اور حاشر کی طرف پلٹی اس کی نگاہوں میں بے یقینی سی بے یقینی تھی۔

”آپ مون.....“ حیرت سے اس کی آواز پھٹی بڑی۔

”کیا مطلب.....؟“ حاشر نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔ ایک نظر لپ ٹاپ پہ ڈالی اور تقریباً چہنچتے ہوئے اٹھ گیا۔ ”تم بیلا.....“ اسٹول ایک جانب کو لڑھک گیا تھا۔ تقویٰ کا بے دھیانی سے دوپنہ کھینچتا ہاتھ پہلو میں آگرا تھا وہ مجرموں کی طرح سر جھکائے گھڑی تھی۔ اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ایسا بھی کچھ ہو سکتا ہے۔ مون حاشر کیسے ہو سکتا تھا بھلا..... مگر ایسا ہو چکا تھا۔ حاشر کچھ پل اس کے جھکے سر کو دیکھتا رہا اسے بھی حیرت تھی بے حد حیرت کہ اس کے سامان و گمان میں بھی ایسی کوئی بات نہ تھی۔ پھر وہ مسکرایا اور بے ساختہ ہنستا چلا گیا۔ تقویٰ نے سر اٹھا کے جا چھتی نظروں سے اسے دیکھا۔

”میری بیلا.....“ ہنستے ہوئے حاشر نے تصدیق چاہی۔

”مجھ سے بات مت کریں مجھے بہت سی شکایتیں ہیں آپ سے۔“ وہ رخ موڑے زور سے پن سے بولی۔

”اچھا کیا کیا شکایتیں ہیں؟“

”آپ نے منایا کیوں نہیں مجھے۔“

”آج منانے ہی تو آیا تھا مگر تمہیں ناپسندیدہ چیز لگا.....“

”وہ تو میں نے غصے میں کہا تھا نا.....“

”اچھا اور کیا کیا شکایتیں ہیں.....؟“ تقویٰ کے خاموش ہونے پہ حاشر نے پوچھا۔

”وہ سامنے ہوئے تو عجب سا حادثہ ہوا ہر حرف شکایت نے خود کشی کر لی“

تقویٰ کے شعر پڑھنے پر اس نے متاثر ہونے کے انداز میں سر ہلایا.....

”ہے..... آپ نے میری تعریف کیوں نہیں کی۔“

”تم اس کلر میں بہت پیاری لگتی ہو بیلا..... مگر اس سڑی بسی شکل میں بالکل نہیں۔“

”ہاں تو دیکھو میرا کیا حال ہو گیا..... آپ کو تو ذرا پرودا نہیں تھی نا۔“

”پرودا تھی نا یا یہ دل کسی طور بھلنا ہی نہ تھا، لیکن تمہیں سبق سکھانا بھی مقصود تھا، آخر کب تک چھوٹی چھوٹی غلطیوں پہ یونہی لڑائیاں کرتی رہو گی۔“

”آئی ایم سوری..... غلطی میری ہی تھی۔“

”اٹس اوکے یار.....“ حاشر سے اس کا شرمندہ چہرہ دیکھنا نہ گیا۔

”حاشر اگر وہ مون آپ نہ ہوتے اور بیلا میں نہ ہوتی تو.....“ انجانے خدشے کے تحت تقویٰ نے پوچھا۔

”ہم وہ بات کیوں سوچیں جو ہوئی ہی نہیں۔“ حاشر کے لہجے میں اطمینان تھا۔ ہمیں ہر طور ملنا تھا۔ ہمارا ملنا مقدر میں لکھا تھا، ورنہ سوچو فیس بک پہ اور کتنے لوگ ہیں ہم ہی کیوں آپس میں لگرائے اور دیکھو وہاں ہماری ایک بار بھی تو لڑائی نہیں ہوئی، کتنے اچھے سے انڈر اسٹینڈ کرتے تھے ہم دونوں۔ اس نے سائیڈ دروازے انگوٹھی نکال کے تقویٰ کو پہنائی۔

”اب تینس مت ہونا بالکل بھی جب مجھ سے لڑائی ہوا کرے تم اپنے مون سے ٹائم پاس کر لیا کرنا..... اور میں اپنی بیلا سے۔“ حاشر کی بات پہ تقویٰ طمانیت سے مسکرائی حاشر اس کو مل گیا تھا اور اس کا مون بھی جو اسے اچھا لگنے لگا تھا۔

”اب تینس مت ہونا بالکل بھی جب مجھ سے لڑائی ہوا کرے تم اپنے مون سے ٹائم پاس کر لیا کرنا..... اور میں اپنی بیلا سے۔“ حاشر کی بات پہ تقویٰ طمانیت سے مسکرائی حاشر اس کو مل گیا تھا اور اس کا مون بھی جو اسے اچھا لگنے لگا تھا۔

”اب تینس مت ہونا بالکل بھی جب مجھ سے لڑائی ہوا کرے تم اپنے مون سے ٹائم پاس کر لیا کرنا..... اور میں اپنی بیلا سے۔“ حاشر کی بات پہ تقویٰ طمانیت سے مسکرائی حاشر اس کو مل گیا تھا اور اس کا مون بھی جو اسے اچھا لگنے لگا تھا۔

”اب تینس مت ہونا بالکل بھی جب مجھ سے لڑائی ہوا کرے تم اپنے مون سے ٹائم پاس کر لیا کرنا..... اور میں اپنی بیلا سے۔“ حاشر کی بات پہ تقویٰ طمانیت سے مسکرائی حاشر اس کو مل گیا تھا اور اس کا مون بھی جو اسے اچھا لگنے لگا تھا۔

”اب تینس مت ہونا بالکل بھی جب مجھ سے لڑائی ہوا کرے تم اپنے مون سے ٹائم پاس کر لیا کرنا..... اور میں اپنی بیلا سے۔“ حاشر کی بات پہ تقویٰ طمانیت سے مسکرائی حاشر اس کو مل گیا تھا اور اس کا مون بھی جو اسے اچھا لگنے لگا تھا۔





Downloaded From Paksociety.com

تیری نالہ کے سر ہونے تک
اقرا صغیر احمد

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں تجھ کو چاہ کے کیسے کسی کی چاہ کروں
تجھے نباہ کے کیوں کر کوئی نباہ کروں
تو زندگی ہی نہیں میری بندگی بھی ہے
کسی کو سوچ کے کیسے کوئی گناہ کروں

گزشتہ قسط کا خلاصہ

انشراح کی گاڑی کا ٹکراؤ نونفل اور اس کے دوست بابر سے ہو جاتا ہے ایسے میں نونفل شدید طیش میں آتے اسے شوٹ کرنے کو تیار ہوتا ہے جبکہ انشراح اس کے غصے کو خاطر میں لائے بغیر اپنی تعلقہ تسلیم کرنے سے انکاری ہوتی ہے ایسے میں بابر نونفل کو سمجھا کر معاملے کو سکین ہونے سے بچاتا ہے۔ زرہ کا بیگم بیٹے کے جھگڑے کے متعلق جان کر دنگ رہ جاتی ہیں انہیں اس بات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ نونفل صنف مخالف میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتا۔ یونیورسٹی میں ایک مرتبہ پھر انشراح کو رو بردیکھ کر نونفل اپنی خفگی کا اظہار کیے بنا نہیں رہتا دوسری طرف انشراح کو بھی یہ مغرور سا آدمی ذرا بھی پسند نہیں آتا۔ زید اور مدثر صاحب کے درمیان تلخ کلامی اس حد تک بڑھتی ہے کہ وہ اس پر ہاتھ اٹھانے لگتے ہیں ایسے میں سو وہ بروقت مداخلت کر کے مدثر ماموں کو سنبھالتی ہے زید اپنی توہین کے خیال سے نہایت اذیت و شرمندگی محسوس کرتا ہے اور باپ کے سامنے اپنی بھڑاس نکالتا ہے۔ یوسف صاحب زید کو سمجھانے کی سعی کرتے ہیں ایسے میں زید اپنے رویے کی غلطی پر معذرت طلب کرتے اپنے دوست کی رحلت کا بتاتا ہے جس پر یوسف صاحب کو اس کے دکھ کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے یوسف صاحب سیاسی سرگرمیوں سے خوب واقفیت رکھتے ہیں اور کچھ عرصے قبل منسٹر بھی رہ چکے تھے لیکن اولاد کے معاملے میں ان کی زندگی محرومی سے عبارت ہے۔ دو بیویوں کے باوجود بھی وہ اولاد کی نعمت سے محروم ہوتے ہیں اور ایسے میں اپنے مرحوم بھائی سیف کی اولاد نونفل کو اپنے بیٹے کے طور پر پالتے ہیں دوسری طرف نونفل بھی انہیں باپ کا درجہ دیتا ہے گزرتے وقت کے ساتھ وہ تہائی پسند اور زندگی کے ہنگاموں سے دور رہنے لگے تھے۔ سامعہ اپنے بیٹے لاریب کو اپنے حلقے سے کھڑا کرنے کی خواہش مند ہوتی ہیں لیکن اذہان کو یہ سب ناممکن نظر آتا ہے کیونکہ بیٹے کی مشکوک حرکتیں انہیں متشکر کیے دیتی ہیں لیکن سامعہ بیگم ان تمام باتوں کو جوانی کے تقاضے کہہ کر نظر انداز کر دیتی ہیں۔ جہاں آرا روشن کے منع کرنے کے باوجود اپنے مراسم پر ڈیوٹی پورز اور ڈائریکٹرز سے بڑھاتی ہیں۔ ماضی کے بہت سے تلخ باب وہ بند کیے رکھتی ہیں لیکن اب ان کا سامنے آنا بھی یقینی ہوتا ہے۔ انشراح جہاں آرا کے منہ سے نوبہ کا ذکر سن کر چونک جاتی ہے ایسے میں وہ ان سے تمام حقیقت جاننا چاہتی ہے جہاں آرا یہ کہہ کر اسے مطمئن کرتی ہیں کہ نوبہ اس کی بڑی بہن تھی جو اب اس دنیا میں نہیں رہی لیکن جہاں آرا کے سپاٹ اور سرد رویے پر انشراح چونک جاتی ہے۔ سو وہ گھریلو تلخیوں سے بے حد رنجیدہ رہتی ہے مائدہ سے اس کی دوستی ہوتی ہے لیکن عمرانہ کو دونوں کا یہ سلوک ذرا بھی پسند نہیں آتا جب ہی وہ سو وہ کی بے عزتی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتی۔ زید اپنے گھر میں ٹیوشن پڑھتے بچوں کو دیکھ کر ششدر رہ جاتا ہے جب اسے یہ پتا چلتا ہے کہ انہیں ٹیوشن دینے والی سو وہ ہے تو اس کا غصہ عود کر آتا ہے۔ صوفیہ کی منہ

ابھی آپا ہے، بھائی عارف علی کے مرنے کے بعد بھابھ سے تعلقات بڑھانا چاہتی ہے تاکہ سووہ کا رشتہ اپنے بیٹے سے طے کر کے وہ اس گھر اور جائیداد کی مالک بن جائے جو عارف علی نے اپنی بیٹی کے نام کیا تھا مگر صوفیہ اچھی آپا کی نیت سے بخوبی واقف ہوتی ہیں اور اس بات پر آمادہ نہیں ہوتیں۔

(اب آگے پڑھیے)



”تم نے جرات کیسے کی یہ کام کرنے کی؟ جانتی ہو یہ گھر میرا ہے باہر لوگ پہچانتے ہیں ہمیں محلے میں بہت عزت ہے لوگ دیکھ رہے ہوں گے اور یہی سوچ رہے ہوں گے کہ ہم تمہارا اور پھوپھو کا خیال نہیں رکھتے..... جو تم کو یہ کام کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔“ عزت وقار کے معاملے میں وہ بے حد کریمی تھا شاید باپ کی دوری اور ماں کی حالت نے اسے کم عمری میں ہی بے حد حساس و محتاط بنا دیا تھا۔ وہ اپنی ذات خود سے وابستہ لوگوں اور گھر کی طرف اٹھنے والی کوئی انگشت قطعی برداشت نہیں کر سکتا تھا اور سووہ نے انجانے میں اس کی دکھتی رگ پر گھاؤ لگایا تھا بہت گہرا..... بہت شدید۔

”برخوردار..... یہ کیا تم نے میرا گھر..... میرا گھر کی رٹ لگائی ہوئی ہے؟“ وہ بلند آواز میں چیخ رہا تھا۔ آواز اندر گئی تھی اور وہاں بیٹھے مدثر زمر اور صوفیہ تک پہنچی تھیں۔ مدثر کے پیچھے وہ دونوں بھی آگئی تھیں مدثر برآمدے سے لان تک جاتیں چار سیڑھیاں اترتے ہوئے پارعب انداز میں زید سے مخاطب ہوئے۔

”یہ گھر سب کا ہے۔ تم اس خوش فہمی میں کب سے مبتلا ہو گئے کہ یہ گھر صرف تمہارا ہے اور ہر کام یہاں تمہاری اجازت سے ہوگا۔“

”آپ کا خیال ہے یہ گھر میرا نہیں؟“ وہ آہستگی سے بولا۔

”ارے یہ کیسی باتیں شروع کر دی ہیں آپ دونوں اندر چلیں۔“ زمر نے خوف سے زرد ہوتی سووہ کا ہاتھ تھامتے ہوئے ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جبکہ صوفیہ خاموش کھڑی تھیں۔

”ہاں یہ گھر تمہارا نہیں ہے میری زندگی میں یہ گھر تمہارا ہو بھی نہیں ہو سکتا۔ اس کی بنیادوں میں میرے باپ دادا کی خون پسینی کی کمائی شامل ہے ہمیں کوئی حق نہیں ہے اس گھر کا نام لے کر سووہ پر رعب جمانے کا اسے ڈی گریڈ کرنے کا۔“

”بھائی جان..... چھوڑیں کیوں بی بی پی ہائی کرتے ہیں سووہ کی حمایت نہ لیا کریں اگر سووہ خوش نصیب ہوتی تو نہ اس کا باپ مرنا اور نہ ہمیں یہاں رہنا پڑتا میری بچی تو ہے ہی بد قسمت۔“ صوفیہ اچانک ہی روتی ہوئی اندر چلی گئی تھیں ماحول ایک دم ہی مگدہ ہو گیا تھا۔

”ایم رینلی سووی..... میں غلطی پر تھا جو آج تک اس گھر کو اپنا گھر سمجھتا رہا۔“ وہ سنجیدگی سے کہہ کر اندر بڑھ گیا۔



”مبارک ہو ہنی..... آخر کار آپ نے جامعہ میں ایڈمیشن لے ہی لیا اب فضول ایکٹیویٹیز ختم کر کے پڑھائی میں دل لگانا۔ اماں کو کوئی شکایت نہیں ملنی چاہیے کسی بھی جھگڑے کی۔“ روشن آرانے مبارک باد کے ساتھ ساتھ تنبیہ بھی کی۔

”یہ کیا بات کی آپ نے آپ میں کوئی جھگڑا ہو؟“

”بالکل جھگڑا نہیں آپ اماں نے بتایا ہے مجھے آپ نے کچھ دن قبل جو جھگڑا کیا ہے دس ازنات گڈ..... اگر وہ لڑکا فار کر دیتا پھر کیا ہوتا؟“

”مائی گاڈ..... اماں بھی نہ..... نامعلوم کیا شے ہیں مجھ سے کہہ رہی تھیں روشن کو نہیں بتانا وہ سن کر پریشان ہوگی اور

خود آپ کو سارا قصہ سنا بھی دیا، کس قدر عجیب بات ہے۔“ وہ ہونٹ بچھتے ہوئے گویا ہوئی۔
 ”وہ تو انہوں نے ایسے ہی کہہ دیا تھا، مگر نہ ماں کوئی بات مجھ سے نہیں چھپائی۔“ وہ پراعتاد لہجے میں بولیں۔
 ”پکی بات ہے۔ اماں آپ سے کچھ بھی نہیں چھپاتیں؟“

”ہوں..... بالکل پکی بات ہے آپ کو کوئی شک ہے؟“ شوخ لہجے میں اسے چراتے ہوئے گویا ہوئی۔
 ”شک تو نہیں ہے کیونکہ میں جانتی ہوں اماں آپ سے بھی بے حد محبت کرتی ہیں اور جن سے محبت کی جاتی ہے ان سے کچھ بھی چھپایا نہیں جاتا پھر آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ نورہ کون تھیں؟“ اس نے ہر اشتیاق لہجے میں دریافت کرنا چاہا تھا مگر دوسری طرف ایک دم خاموشی چھا گئی تھی۔ بالکل ایسے ہی جیسے تہہ بے ایک دم ہی آہوں میں بدل جائیں جیسے بہاروں پر چپکے سے خزاں چھا جائے۔

”ہیلو..... ہیلو آپی.....“ طویل خاموشی یہ اس نے گھبرا کر پکارا۔
 ”جی..... انٹی سن رہی ہوں۔“ دکھ سے بھینکی ہوئی آواز تھی۔

”کیا ہوا؟ آپ رو رہی ہیں میں نے کوئی غلط بات کہہ دی کیا؟“
 ”نہیں..... نہیں میری جان ایسی کوئی بات نہیں۔“
 ”پھر آپ رو کیوں رہی ہیں؟“

”آپ نے نام ہی کچھ ایسا لے دیا ہے کہ ماضی گھٹنا بن کر آنکھوں میں اتر آیا ہے اور اب یہ یادوں کی برسات ہوتی رہے گی۔“ ان کی آواز ٹھنٹی ٹھنٹی سی تھی۔

”ایم سوری آپی..... میں نے آپ کو دکھ دیا ہے، دراصل مجھے پتا نہیں تھا کہ میں آپ کو ہرٹ کر رہی ہوں۔“ وہ پشیمانی سے گویا ہوئی۔

”میں نے کہا نہ ایسا کچھ نہیں ہے وہ..... بس کبھی کبھی ایموٹنل ہو جاتی ہوں۔ ہاں آپ کو کیا پوچھنا ہے نورہ کے بارے میں؟“

”کون ہیں نورہ؟ میں نے اپنی لائف میں پہلی بار ان کا نام سنا ہے، نانو نے کبھی بھی پہلے یہ نام نہیں لیا تھا۔“
 ”نورہ.....؟“ روشن نے گہری سانس لی اور کچھ توقف کے بعد بولی۔
 ”نورہ..... اماں کی سگی بیٹی ہے۔“

”کیا.....؟“ وہ سخت متحیر رہ گئی تھی۔ ”لیکن اماں نے یہ بات کیوں چھپا رکھی ہے؟“
 ”کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کا چھپائے رکھنا ہی بہتر ہوتا ہے۔“

”آپی..... مجھے تو فیمل ہوتا ہے ہماری ساری زندگی رازوں کی پوٹلی میں بند ہے ہر دن کوئی نہ کوئی راز افشا ہو رہا ہوتا ہے مگر پھر بریک کے بعد والا اسٹاپ اور پھر کچھ پتا ہی نہیں چلتا ہے۔“

”ہر راز کے افشاں ہونے کا ایک وقت مقرر ہے اور اگر کوئی کام وقت سے پہلے کر دیا جائے تو پھر ایسے معاملے میں انسان پتھر کا ہو جاتا ہے۔“

”اُف..... وہ ہی پھر ابھی ہوئی بات کرنے لگی ہیں جو مجھے قطعاً پسند نہیں۔“
 ”ہوں پھر آپ بھی اپنے کام سے کام ہی رکھیے۔“

”یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے نورہ آنٹی کے بارے میں اب جب تک میں مکمل تفصیلات معلوم نہ کروں مجھے سکون کس طرح مل سکتا ہے۔“ اس کی کھنکھنی طبیعت کی اضطرابی بیداری ہو چکی تھی۔

”او کے اب بائوڈیٹا ماں سے ہی معلوم کرنا میرے کان مت کھانا۔“

”آپ کے کان کھائے بغیر میرا پیٹ کہاں بھرتا ہے آپ۔“ اس کی شرارت پر وہ بے ساختہ ہنس دی اور قبل اس کے کہ وہ مزید کوئی بات کریدنے کی سعی کرتی اس نے ادھر ادھر کی چند باتوں کے بعد فون بند کر دیا تھا۔ انشراح وہیں موبائل رکھ کر تکیوں کے سہارے لیٹ گئی..... اس کی سوچوں کے سمندر میں طغیانی سی آچکی تھی۔ اس کے رشتے بھی بڑے ٹیڑھے میڑھے سے تھے نانو کے کہنے کے مطابق اس کے والد بن بچپن میں اسے چند ماہ کی چھوڑ کر مر گئے تھے روشن آرا اس کی بڑی بہن ہے پھر نوویرہ کی حقیقت کیوں سب سے چھپائی گئی؟



لاریب بے حد خوش گوار موڈ میں کارڈرائیو کر رہا تھا فاسن آواز میں میوزک چل رہا تھا اور میوزک کے ساتھ ساتھ خود بھی وسنگ کر رہا تھا معا اس کی نگاہ فٹ پاتھ پر چلتی دو عورتوں پر پڑی تھی۔ عورت ادھیڑ عمر اور خاصی بیمار دکھائی دے رہی تھی جبکہ اس کے ساتھ جوڑکی تھی وہ خوب صورت اور اسمارٹ تھی۔ لاریب کی نگاہیں اس لڑکی کے چہرے پر چپک کر رہ گئی تھیں اور یہ اس کی نگاہوں کی تپش ہی تھی جوڑکی نے بھی اس کی طرف دیکھا تھا۔ لمحے بھر نگاہوں کا تصادم ہوا تھا لڑکی نے گھبرا کر نگاہیں جھکانی تھیں اور لاریب کا دل پھر دل گئی کے لیے آمادہ ہو گیا تھا۔

”ہائیکسیوزی میم..... کیا میں آپ کی کچھ مدد کر سکتا ہوں؟“ وہ کار کی اسپینڈ کم کرنا ہوا ان کے قریب آ کر گویا ہوا۔

”جی نہیں، شکریہ۔“ وہ لڑکی چپچپے ہتھے ہوئے بولی۔

”آپ پریشان نہ ہوں میں آپ کو ڈراپ کر دوں گا جہاں آپ کو جانا ہے۔“ وہ ڈرائیونگ ڈور سے سر نکال کر گویا ہوا۔

”کہا نہ شکریہ ہمیں لفٹ نہیں لینی۔“ وہ لڑکی خاصی ہراساں دکھائی دے رہی تھی سبے انداز میں گویا ہوئی تھی لاریب کے اندر پھرتی جڑیاں ہی پھونسنے لگی تھی۔

اس کے اندر جو ایک سرشتی تھی حیوانی خواہشات کی چروئی جو ہر دم بے گل و بے قرار رہتی تھی۔ اس ہر نی جیسی خوف زدہ لڑکی کا حصول اس کے لیے ناگزیر ہو گیا تھا وہ کار سے اتر کر اس ادھیڑ عمر عورت کی طرف بڑھا۔

”آئی..... آپ مجھے بیمار اور تھکی ہوئی لگ رہی ہیں یہاں آپ کو کوئی کنونینس بھی نہیں ملے گی۔ آپ مجھ پر بھروسہ کریں جہاں جائیں گی مجھے بتائیں میں آپ کو پہنچا دوں گا۔“ خاتون سے بات کرنے کے دوران وہ اپنی بہکتی نگاہوں کو قابو نہیں کر پا رہا تھا جو اس لڑکی کے چہرے کے بدلنے والے رنگوں پر مرکوز تھیں۔

”بیٹا..... تم اجنبی ہیں اس شہر میں اور آتے ہو بلٹ گئے۔“ اس عورت کی آواز میں پریشانی و نکلر تھا۔

”اوہ کیا ہوا..... کہاں سے آئے ہیں آپ لوگ؟“

”خان پور سے آئے ہیں رات کو آنکھ لگ گئی اور اس موقع سے فائدہ اٹھا کر دوسری سیٹ پر بیٹھی ایک فیملی ہمارا سارا سامان لے کر کسی اسٹیشن پر اتر گئی۔ صبح جب آنکھ کھلی تو کچھ بھی نہ تھا صرف پنڈ پرس میں جو تھوڑی رقم تھی اس سے ہی کرایہ لگا کر ایک رشتے دار کے ہاں گئے تھے اور یہاں بھی قسمت دعا کر گئی۔ وہ رشتے دار بھی کہیں شہر سے باہر گئے ہوئے ہیں۔“

”اوہ ویری سیڈ..... یہ بہت برا ہوا آپ کے ساتھ نامعلوم کس طرح سے لوگ دوسروں کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھا لیتے ہیں اپنی ویز آئی آپ کو فکر کی کوئی ضرورت نہیں۔“ سینے پر ہاتھ رکھ کر سر کو ڈرا سا خم کرتے ہوئے تابعداری سے گویا ہوا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

”مجھے آپ اپنا ہی بیٹا سمجھئے جب تک آپ یہاں رہنا چاہیں بے فکری سے رہیے۔ آپ لوگ میری مہمان ہیں کسی ٹینشن کی ضرورت نہیں۔“

”ارے یہ کس طرح ہو سکتا ہے ہم کس طرح آپ کے مہمان بن سکتے ہیں؟“ پہلی بار لڑکی نے تعجب خیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

”جس طرح سے بھی آپ چاہیں میں مہمان بنانے کو تیار ہوں۔“

”نہیں بیٹا..... میں جوان بیٹی کو کس طرح ایک اجنبی کے گھر لے کر رہ سکتی ایک دھوکا میں کھا چکی ہوں۔“ دو صاف گوئی سے بولیں۔

”ضروری نہیں ہے کہ ایک خراب ہو تو سب کو ہی خراب سمجھا جائے پھر آپ کہاں جائیں گی آپ کے پاس واپسی کا کرایہ ہے نہ رہنے کا ٹھکانہ ہے۔“ وہ دل موہ لینے کے فن سے آشنا تھا انہوں نے کچھ دیر کے بعد اس کے ساتھ جانے کی رضامندی ظاہر کر دی اور وہ سرور ہو گیا تھا۔

”بیٹا آپ تو انسان کے روپ میں فرشتہ مل گئے ہیں مجھے یقین نہیں آ رہا آپ جیسے لوگ بھی اس دنیا میں بستے ہیں۔“ وہ عورت اس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی تھیں جبکہ لڑکی بیک سیٹ پر بیٹھی تھی۔

لاریب نے آئینہ اس لڑکی کے چہرے پر مرکوز کر کے کار اشارٹ کر دی۔ فیصلہ یہ ہوا تھا کہ وہ پہلے انہیں شاپنگ کروائے گا پھر کسی درمیانے درجے کے ہوٹل میں ان کے لیے کمرہ بک کرانے کا درمیانے درجے کے ہوٹل میں رہنے کی فرمائش لڑکی اور اس کی ممانے کی تھی وگرنہ وہ ان کے لیے فائو اشارٹ میں کمرہ بک کرانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ کھبرانی گھبرائی ڈری سہمی لڑکی کے چہرے پر اب اطمینان کے رنگ پھیلنے لگے تھے۔ وہ آئینہ میں اس کا عکس دیکھ کر حیا آمیز تبسم سے نگاہیں جھکا لیا کرتی تھی اس کی ممانے لاریب کی تعریف و توصیف کے ساتھ ساتھ دعاؤں سے بھی نوازی جا رہی تھیں۔ وہ دل ہی دل میں ہاتھ آنے والی چیز پر جال ڈالنے کے منصوبے ترتیب دے رہا تھا۔



مدثر صاحب سو وہ کو لے کر باہر چلے گئے تھے تاکہ وہ جو اس صورت حال سے بالکل اپ سیٹ ہو گئی تھی اس ٹینسن ماحول سے نکل کر ریلیکس ہو سکے گھر میں انفرنگی آمیز سناٹا چھا گیا تھا۔ اس خاموشی میں عمرانہ کسی طوفان کی مانند وارو ہوئی تھیں وہ اس وقت ہاتھ لے رہی تھیں اور ان کی بحث و تکرار کی تمام آوازیں ان کی سماعت تک بخیر و خوبی پہنچ رہی تھیں وہ جلدی جلدی چنچ کر کے باہر آئیں تو اس وقت تک معاملہ نبٹ چکا تھا۔ مدثر سو وہ کو آؤٹنگ پر لے جا چکے تھے زید اپنے روم میں بند ہو چکا تھا۔ وہ سیدھی زمر دیکھنے کے پاس پہنچی تھیں۔

”بھابی..... یہاں کب تک تماشے ہوتے رہیں گے؟“ وہ بے حد بگڑے موڈ سے ان سے مخاطب ہوئی تھیں زمر و منور صاحب کو ابھی کچھ دیر قبل ہونے والے واقعے کی تفصیل بتا رہی تھیں جو ان کی غیر موجودگی میں پیش آیا تھا۔ انہیں دیکھ کر زمر مزاجی سے گویا ہوئیں۔

”آؤ عمرانہ..... یہاں بیٹھو پہلے میری بات سنو۔“

”کچھ سننا سنانا نہیں ہے مجھے میں سب سن چکی ہوں۔ میں اسی وقت آپ سے کہہ رہی تھی جب صوفیہ اس فتنی کو لے کر یہاں آئی تھی کہ دونوں ماں بیٹی کو کچھ دے دلا کر چلتا کرو مگر میری کسی نے کبھی نہیں سنی اور اس وقت سے آج تک ہم سزا بھگت رہے ہیں۔“ وہ ان کا ہاتھ جھٹک کر چیختے ہوئے گویا ہوئیں۔

”بس..... میں نے بھی فیصلہ کر لیا ہے آج اس گھر سے صوفیہ اور اس کی بیٹی کو نکلا کر رہوں گی۔ یہ گھر میرے زید کا

ہے وہ مالک ہے اس کا۔“ ان کے چیخنے چلانے پر صوفیہ اور بناری بوا بھی وہاں آجھٹی تھیں۔

”جو بھی ہوا غلط نہیں کی بنا پر ہوا ہے عمرانہ..... بات کو طول دینے سے بہتر ہے معاملہ یہیں رفع دفع کر دیا جائے۔“ وہ تحمل سے گویا ہوئے۔

”نہیں بھائی جان..... اب میں آپ کی بات نہیں ماننے والی اس کو اور اس کی بیٹی کو میں اب اس گھر میں رہنے نہیں دوں گی۔“ وہ صوفیہ کو گھورتے ہوئے گویا ہوئیں۔

”یہ آپ کی خواہش کبھی پوری ہونے والی نہیں ہے اس گھر پر میرا اور میری بیٹی کا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا سب کا ہے۔“ بوانے گھبرا کر انہیں دیکھا تھا صوفیہ بھی تیز چڑھا کر دو بد گویا ہوئیں۔

”تمہیں مجھ سے بکو اس کرنے کی ضرورت نہیں میں منور بھائی سے بات کر رہی ہوں۔ میں تمہیں اس قابل ہی نہیں سمجھتی کہ تم سے بات کروں۔“ ایک جہاں کی نفرت و حقارت تھی لہجے میں۔

”عمرانہ..... ایسی باتیں بالکل نہیں کر دے جیسا ایک ساتھ رہ کر بھی ایسی باتیں کی جاتی ہیں۔“ زمر نے دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ماحول میں تناؤ دیکھ کر بواز پد کے روم میں چلی آئی تھیں وہ جو حسب معمول باپ کی بے دردی سے کہی گئی باتوں سے دل گرفتہ سا بیٹھا تھا بوا کو پریشانی سناتے دیکھ کر فوراً کھڑا ہو کر پوچھنے لگا۔

”خیریت ہے بوا..... آپ بے حد پریشان لگ رہی ہیں؟“

”خیریت ہی تو نہیں ہے زید بیٹا۔“

”کیا ہوا ہے ماما کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟“

”ابھی تک ٹھیک ہے مگر خراب ہونے کا اندیشہ ہے۔ وہ صوفیہ بیٹی سے الجھ رہی ہیں اور ان کو یہ سب برداشت کرنا بہت مشکل ہے۔“ اس نے ان کی پوری بات سنی بھی نہیں اور تیز تیز قدموں سے اس طرف بڑھا آیا۔ صوفیہ اور عمرانہ میں زبردست تکرار ہو رہی تھی۔

”تم جادو گرنی ہو تمہاری بیٹی جادو گرنی ہے میرے بچوں کا حق کھا رہی ہے۔ اب میں تمہیں اس گھر میں نہیں رہنے دوں گی۔“

”دیکھتی ہوں میں بھی کون نکالتا ہے اس گھر سے مجھے اور میری بیٹی کو یہ گھر میرا بھی ہے۔“

”ماما..... ماما پلیز کول ڈاؤن۔“ زید نے آ کر انہیں بازوؤں کے حصار میں لیا۔

”دیکھ رہے ہوتا یہ گھر پرانے کے لیے اپنا اور اپنوں کے لیے پرایا بنایا جا رہا ہے۔ مدثر شخص آپ کو نیچا دکھانے کے لیے اس دو کوڑی کی لڑکی کو اپنے ساتھ گھمانے لے گئے ہیں۔“ وہ ہندیانی انداز میں کہہ رہی تھیں زید ان کو اسی طرح بازو کے حصار میں لیے ہوئے وہاں سے چلا گیا تھا۔

”بھائی جان..... دیکھا آپ نے زید کس طرح اپنی ماں کو لے کر چلا گیا میری طرف دیکھا بھی نہیں۔“

”ٹھیک کیا اس نے“ جب تک وہ یہاں رہتی تم باز آتیں اور نہ عمرانہ کی زبان قابو میں رہتی چند سیکنڈز میں گھر مچھلی بازار بن گیا تھا۔“

”عمرانہ بھابی نے اول دن سے مجھ سے پیر رکھا اور بد قسمتی میری یہ ہوئی کہ شادی کے چند سال بعد ہی اجڑ کر پھر اس دلہیز پر آ گئی۔“ انہوں نے جذباتی انداز میں ردنا شروع کر دیا تھا۔

”کیوں بار بار قسمت کو کوسنے بیٹھ جاتی ہو صوفیہ جو ہونا تمہادہ ہو گیا۔“ ان کے آنسو منور اور زمر کو بے گل کرنے لگے تھے۔

”صاحب اور بیگم صاحبہ نے ہزاروں رشتوں میں سے عارف بیٹے کا رشتہ چنا تھا..... آہ ہا کیا پتا تھا وہ کم عمر لکھو کر لائے ہیں۔“ بنارسى بوا بھی دوپٹے کے پلو سے آنکھیں صاف کرتی ہوئی بولیں۔
 ”چلو منہ ہاتھ دھو سووہ کے آنے سے پہلے اپنا موڈ درست کرو۔“

”ہاں بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں بہو بیگم اگر سووہ بیٹیا نے تمہیں روتے ہوئے دیکھ لیا تو وہ خود بھی رونے بیٹھ جائیں گی بہت حساس دل سے ان کا اور ابھی وہ خود بھی پوری طرح سے نہیں سنبھلی ہوں گی۔“
 ”یہ سب میری غلطی ہے مجھے زید کو بتانا چاہیے تھا کہ وہ میرے دوست کے بیٹوں کے بچے ہیں اور میرے کہنے پر ہی سووہ انہیں پڑھا رہی ہے۔“ منور کو بھی معمولی سی بات کا اتنا بڑھ جانے کا افسوس تھا۔

”ایک بات تو سچ ہے عمرانہ بہو اور زید بیٹا سووہ کی ذرا سی غلطی معاف نہیں کرتے ہیں بلکہ مجھے لگتا ہے زید تو سووہ کی غلطیوں پر ہی انگاڑ رکھتے ہیں کہ غلطی نہ تھی ہو وہ مزادینے کو تیار رہتے ہیں۔“
 ”ہرا..... بس اب ختم ہوئی کرو جاتی پرتیل ڈالنے کی سعی اچھا نہیں۔“ زمر نے انہیں تنبیہ کی۔

”ڈر ماما گرم ناشتہ تیار ہے ماما۔“ نونل لوازمات سے بھری ٹرے سینئر نیبل پر رکھتے ہوئے گویا ہوا۔
 ”ارے بیٹا..... آپ نے کیوں تیار کیا ناشتہ مجھ سے کہا ہوتا میں پکا دیتی۔ اتنے ڈھیر ملازمن کی گھر میں موجودگی کس لیے ہے۔“ زرقا بیگم نے حیرانی بھرے لہجے میں کہا۔

”ماما..... نو کروں پر منحصر کرنے والا بندہ نہیں ہوں میں آپ تو میرے لیے کچھ نہ کچھ پکاتی رہتی ہیں۔ آج میرے ہاتھ سے تیار کیا ناشتا ٹیسٹ کر کے دیکھئے کیسا پکا ہے؟“
 ”بغیر ٹیسٹ کیے بتا سکتی ہوں بہتر بن ناشتا ہوگا کیونکہ یہ میرے بیٹے نے پکایا ہے۔ میرا بیٹا کوئی چیز بد ذائقہ نہیں پکا سکتا۔“ ان کے شفقت بھرے انداز میں بے خدا اعتماد و محبت بھی نونل کے سنجیدہ چہرے پر لمحے بھر مسکراہٹ ابھر کر غائب ہوئی تھی۔

”کلاس شروع ہوگئی ہیں کیا آپ کی؟“ انہوں نے ہاف فرائیڈ انڈے پر کالی مرچ چھڑکتے ہوئے استفسار کیا۔
 ”ابھی کلاس شروع نہیں ہوئی ہیں ایڈمیشن اوپن ہیں۔“

”ایک عرصہ ہو گیا ہے آپ بتویر بھائی کی طرف نہیں گئے کچھ دن پہلے وہ آئے تھے بہت یاد کر رہے تھے آپ نام نکال کر کچھ دن کے لیے چلے جائیں وہاں خوش ہو جائیں گے وہ۔“
 ”کچھ دنوں کے لیے.....؟“ وہ بوائل انڈا کانٹے میں پھنسا کر بولا۔
 ”ہوں کچھ دنوں کے لیے ایک دن سفر میں ہی کٹ جائے گا۔“

”میں جانتا ہوں ماما مجھے وہاں جاتے ہوئے بہت عجیب سا فیل ہوتا ہے میرے دل و دماغ نامعلوم احساسات میں جکڑ جاتے ہیں نا جانے ایسا کیوں ہوتا ہے؟“ وہ الجھا الجھا سا بولا تھا۔
 ”ارے ایسا کیوں فیل کر رہے ہیں آپ بیٹا..... وہ آپ کے ماموں کا گھر ہے بہت وی آئی پی پروڈوکول دیتے ہیں وہ لوگ آپ کو پھر اس گھر میں آپ کی ماما کی یادیں ہیں رقیہ نے اس گھر میں ہی جنم لیا تھا۔“

”اس عورت کا نام نہ لیا کریں ماما پلیز۔“ ایک اذیت ناک جنون اس کے وجیہہ چہرے پر سرخی بن کر ابھرا تھا۔
 ”سوری بیٹا..... آپ کے لیے وہ عورت نہیں ماں ہے اور ماں صرف ماں ہوتی ہے۔“ وہ زری سے گویا ہوئیں۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-



”ماں اسے قدرت نے بنایا اور وہ ماں بن کر بھی ماں نہ بن سکی ایک عورت ہی رہی نا جائز خواہشوں کے پیچھے بھاگنے والی کٹر عورت۔“ وہ گویا شعلوں میں گھر گیا تھا۔

زرقا کو احساس ہوا وہ غلط نام پر کچھ زیادہ ہی جذباتیت کا شکار ہو گئی تھیں۔ وہ ہشاش بشاش موڈ میں ان کے پاس آیا تھا اور وہ بے دھیانی میں اس ٹاپک پر بات کرنے لگیں جو اس کے لیے سب سے زیادہ ناپسندیدہ و ناقابل برداشت تھا۔

”میری ماں آپ ہیں اور صرف آپ ہیں آپ کے علاوہ مجھے کسی دوسری ماں کی ضرورت نہیں۔“

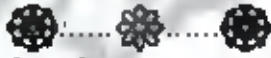
”آئی نو میری جان۔“ بہت محبت سے اسے سینے سے لگایا۔

”میری ممتا کو بھی آپ کے روپ میں قرار ملا ہے۔“

”پھر آپ کیوں اس عورت کو میری ماں کہتی ہیں؟“

”کچھ رشتے ایسے ہوتے ہیں بیٹا جن کو مانا جائے یا نہ مانا جائے وہ اپنی جگہ پر مضبوطی سے قائم رہتے ہیں۔“

”آئی ڈونٹ کیئر۔“ اس نے نفرت سے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔



اس کے چہرے پر اچانک پھیلتی ناگواری نے بابر کو چونک کر گیٹ کی سمت دیکھنے پر مجبور کر دیا تھا اور دوسرے لمحے میں گہرا سانس لے کر رہ گیا تھا کیونکہ گل تک وہ جس لڑکی کے نام سے ناواقف تھا اب واقف ہو چکا تھا وہ ان سے جو حیرتیں ان میں ایک لڑکی کا کفہ اور اس رات تکرار جس لڑکی سے ہوئی تھی اس لڑکی کا نام انشراح تھا۔ دونوں ہی خوش مزاج اور شوخ و چہل لڑکیاں تھیں۔ وہ وہاں داخل ہوئیں اور ان سے قافلے پر موجود ٹیبل پر بیٹھ گئی تھیں بابر کی نگاہیں بھی پلٹ آئی تھیں۔

”یہ تمہارا موڈ کیوں آف ہو گیا ہے ابھی تو فریش تھا؟“

”کچھ نہیں چلو لا بھری چلتے ہیں۔“

”ابھی تو تمہارا کافی پینے کا موڈ تھا اور آؤ رہی کڑویا ہے۔“

”آؤ کر دیا ہے تو کیا ہوا کافی کسی اور کو سرو ہو جائے گی۔“

”جب آؤ کر کیا ہے تو پی کر ہی جائیں گے۔“

”او کے پھر تم بیو میں جا رہا ہوں۔“ اس نے اٹھتے ہوئے کہا تو تیزی سے باہر نے اس کا بازو پکڑ کر بیٹھا لیا۔

”اس طرح اچانک جانے کا مقصد کیا ہے یار..... کہیں تم اس لڑکی کی وجہ سے تو نہیں جا رہے ہو؟ میں نے دیکھا ہے تمہارا موڈ اس کے اتنے ہی آف ہو گیا ہے۔ کیا تم اسے بھول نہیں سکتے آئی مین..... اس ایکسیڈنٹ کو جو غلطی سے ہو گیا تھا۔“

”ناممکن میں دو قسم کے لوگوں کو قطعاً نہیں بھولتا ایک وہ جو بہت اچھے ہوتے ہیں اور ایک وہ جو بہت برے ہوتے ہیں اور وہ لڑکی بہت ہی برے و ناپسندیدہ ترین لوگوں میں شامل ہے۔“ اس کے سنجیدہ لہجے میں آج تھی۔

”سمجھ نہیں آتی ہے ویسے تو تم بہت سخی مہربان و دلنارسا بندے ہو مگر جہاں گر لڑکی بات آتی ہے وہاں تم بالکل پتھر بن جاتے ہو۔“

”میری نگرمت کرو اس معاملے میں مجھے پتھر ہی رہنے دو۔“ اس کے لہجے میں سخت کھر درا پن درآ یا تھا۔

”لے لے کر تم گرم کابی پو اور رگڑ رکھاؤ۔“ ویزر کافی اور برسر کی پلیٹ ان کے پاس لگا کر رکھ گیا تو وہ گویا ہوا۔

”سمجھ نہیں آتی ہے ویسے تو تم بہت سخی مہربان و دلنارسا بندے ہو مگر جہاں گر لڑکی بات آتی ہے وہاں تم بالکل پتھر بن جاتے ہو۔“

”میری نگرمت کرو اس معاملے میں مجھے پتھر ہی رہنے دو۔“ اس کے لہجے میں سخت کھر درا پن درآ یا تھا۔

”لے لے کر تم گرم کابی پو اور رگڑ رکھاؤ۔“ ویزر کافی اور برسر کی پلیٹ ان کے پاس لگا کر رکھ گیا تو وہ گویا ہوا۔

”سمجھ نہیں آتی ہے ویسے تو تم بہت سخی مہربان و دلنارسا بندے ہو مگر جہاں گر لڑکی بات آتی ہے وہاں تم بالکل پتھر بن جاتے ہو۔“

”ہوں..... میں صرف کافی پیوں گا۔“

”یار..... چکن برگر میں بڑا کلاسک ٹیسٹ سے کھا کر دیکھو۔“

”تم کھاؤ تمہیں زیادہ ضرورت ہے آئی مین تمہیں بھوک لگ رہی ہے تم میرا برگر بھی باآسانی کھا سکتے ہو۔“ اس نے فوراً کھج کی۔

”ہوں بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو دونوں برگر میں کھالوں گا۔“

”کھاؤ..... لیکن برگر میرا دماغ نہیں۔“ اس نے کہتے ہوئے کافی کا مگ ہونٹوں سے لگایا۔ اس دوران وہاں آنے جانے والے لڑکوں سے پہلو ہائے بھی جاری تھی کیونکہ اس مختصر سے عرصے میں وہاں کئی لڑکوں سے دوستی ہو چکی تھی۔

باہر بڑی مستعدی سے برگرز سے انصاف کر رہا تھا ساتھ ساتھ باتیں بھی ہو رہی تھیں۔ باہر کی نگاہیں لگا رہے بگا ہے غیر ارادی طور پر اس ٹیبل کی طرف اٹھ رہی تھیں جہاں وہ دونوں بیٹھیں ارد گرد سے بے نیاز باتوں میں مصروف تھیں جبکہ ٹیبل نے ایک نگاہ بھی اس طرف ڈالنا گوارا نہ کی تھی۔ ایک عجیب سا کھنچاؤ اور بغض سا اس کے رویے میں درآ یا تھا۔ معا ٹیبل کے سیل فون پر اجنبی نمبر سے کوئی میسج آیا تھا جس کو پڑھ کر اس کے چہرے پر پریشانی چھا گئی تھی وہ کافی چھوڑ کر اٹھ گیا تھا۔

”خیریت ہے ناس کا میسج ہے؟“ باہر نے فکر مندی سے پوچھا۔

”خیریت ہے سب میں جا رہا ہوں پھر ریڈائینڈ نہیں کروں گا۔“ وہ کہتا ہوا چلا گیا۔

وہ اس کی آنکھوں میں اترنے والی ٹینشن دیکھ چکا تھا اصرار اس لیے نہ کر سکا کہ جانتا تھا جو بات وہ بتانا نہ چاہے وہ بات کوئی اس سے کسی طرح بھی پوچھ نہیں سکتا تھا کہ اس کے بھی کچھ اصول تھے۔

اشرا ح عاکفہ سے تھا ہورہی تھی چائے سموسے اور سینڈویچ ٹھنڈے ہو رہے تھے ان دونوں کی بحث و مکرار میں۔ ہوا یوں تھا کہ دوڑ کے یونیورسٹی آتے ہوئے کافی دنوں سے ان کا پیچھا کر رہے تھے شروع شروع میں پیچھا کر رہے تھے دو تین دنوں سے ان کی ڈیماٹڈ ان سے فرینڈ شپ کرنے کی تھی وہ دونوں سیریس نہ لے کر اگنور کرتی رہی لیکن آج تو حد ہی ہو گئی تھی ان میں سے ایک لڑکے نے عاکفہ کا ہاتھ پکڑنے کی سعی کی تو اشرا ح نے ان دونوں کے پھٹروں اور مگوں سے مزاج ٹھکانے لگا دیئے تھے۔ وہ دونوں تو اس وقت چلے گئے تھے مگر ساتھ ہی ان کو خطرناک نتائج کی سخت دھمکیاں بھی دے گئے تھے اور اس نے ان دھمکیوں کو ہوا میں اڑا دیا تھا جبکہ عاکفہ سخت خوف زدہ ہو رہی تھی ان دھمکیوں سے۔

”پلیز..... مان جاؤ یار پولیس میں کیمپین کرنے دو وہ لڑکے بڑے بد معاش لگ رہے ہیں وہ اپنی مار کا بدلہ ضرور لیں گے۔“ عاکفہ نے پھر اس کی منت کی۔

”کچھ نہیں ہوگا میں کہہ رہی ہوں جو مارا نہیں نے کھائی ہے وہ ان کو ساری زندگی یاد رہے گی وہ اب واپس آنے والے نہیں ہیں پلیز میرا سر کھانے کے بجائے سموسے کھاؤ۔“ وہ صدا کی بے پروا بے فکری تھی عاکفہ کی پریشانی اس پر ذرا اثر انداز نہ ہوئی تھی سموسے پر کچپ ڈال کر کھاتی ہوئی مزے سے گویا ہوئی۔

”وہ لوگ مجھے گڑ بڑا ناپ کے لگ رہے ہیں وہ بدلہ لیے بغیر نہیں چھوڑیں گے۔ ہمیں آج ہی پولیس میں رپورٹ کرنی ہوگی۔“

”تم جانتی ہو پولیس سے رابطہ کرنے کا مطلب ہے سب کو خبر ہونا اور اگر بات گھر تک پہنچ گئی تو سمجھو امریکہ میں روشن آبی تک بھی پہنچ جائے گی پھر.....“ وہ خاموش ہو کر سموسے کھانے لگی۔

”پھر کیا ہوگا جب کیوں ہوگی؟“

”پھر یہ ہوگا کہ روشن آپی جو پہلے ہی ہمارے یہاں رہنے کے سخت خلاف ہیں فوراً سے مشتربہیں یہاں سے بھگا کر دم لیں گی اور یہ ہوگا کہ اس بار نانو کبھی ہمارا ساتھ نہیں دیں گی۔“

”لیکن روشن آپی کو کون بتائے گا؟“

”بالے بھائی ایسے کام بڑے شوق سے کرتے ہیں۔“

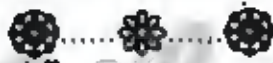
”تو یہ..... تم ان کو بالے بھائی کیوں کہتی ہو اتنی کیوٹ تو ہیں بابی آپا تم نے خواجواہ ان کا نام بگاڑا ہوا ہے۔“

”میرا کوئی بھائی نہیں ہے ان کو بھائی کہنا مجھے اچھا لگتا ہے۔“ نوفل وہاں سے گزرا تھا ان کو مکمل نظر انداز کرتا ہوا۔

”اس شخص کو دیکھ کر میرا حلق تک کڑوا ہوا جاتا ہے بالکل کر لے جیسا آدمی ہے۔“ وہ دوڑ جاتا نوفل کی پشت دیکھتے

ہوئے بولی۔

”یہ تم زیادتی کر رہی ہو بہت سویت پرسن ہیں اپنی دے یہ دوسری بات ہے کہ ہمارے قریب سے بھی گزرتا پسند نہیں کرتے گویا ہم چھوٹ کہ مرض میں مبتلا ہوں اور ان کو بیماری لگ جانے کا اندیشہ ہو۔“



لازیب نے سارا دن ان ماں بیٹی کے ہمراہ گزارا تھا وہ عورت جتنی باتونی تھی اس کی بیٹی اتنی کم گوارا شرمیلی تھی۔ اس کی خوشی سے باچھیں کھلی جا رہی تھیں کم عمر اور حسین لڑکیاں اس کی کمزوری تھیں۔ پہلے ایک اعلیٰ قسم کے ہوٹل میں وہ ان کو لچ کروانے لے گیا تھا وہاں سے شاپنگ سینٹر اس کی سخاوت و دریاہلی نے لڑکی کو بھی خاصا متاثر کیا تھا وہ اس کی مسکراہٹ کا جواب مسکراہٹ سے دینے لگی تھی۔ کئی مقام پر اس نے اس کی ماں سے نگاہ چرا کر اس کا ہاتھ تھاما تھا اس نے کوئی مزاحمت کیے بنا ہاتھ اسے تھما ڈالا تھا۔ وہ چڑیا کے لیے وانڈال رہا تھا اور چڑیا جال میں پھنسنے لگی تھی۔

”بیٹا..... مجھے سمجھ نہیں آ رہی ہے کس منہ سے آپ کا شکر یہ ادا کروں؟ آپ جس طرح ہمارے ساتھ مہربانی کر رہے ہیں یقین نہیں آ رہا کہ یہ سب حقیقت ہے کوئی خواب نہیں۔“ ڈنر کے بعد وہ اس ہوٹل میں آگئے تھے جہاں انہوں نے رہنے کی فرمائش کی تھی یہ ہوٹل اوسط درجے کا تھا کمرے میں آتے ہی وہ عورت جس نے اپنا نام رفیقہ اور لڑکی کا نام فریحہ بتایا تھا۔ ممنون لہجے میں گویا ہوئی تھی پھر فریحہ شرمیلی مسکراہٹ سے کہنے لگی۔

”آج کا دن بہت ہی مبارک ثابت ہوا ہے ہمارے لیے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی یہ دن اتنا اچھا ہوگا۔“

”دن کو چھوڑ دینا تو میں اچھا نہیں ہوں کیا؟“ رفیقہ کے واٹس روم میں جاتے ہی وہ اس کے قریب صوفے پر آ کر بیٹھتے ہوئے سرگوشی میں گویا ہوا۔

”ہا..... یہ کیا بات کی آپ نے..... آپ تو سب سے اچھے ہیں۔“

”جھوٹ بول رہی ہیں آپ؟“ وہ اس کو دوز ہوتے دیکھ کر حلقی سے گویا ہوا۔

”رنلی..... قسم سے آپ بہت اچھے ہیں بہت ہی اچھے۔“ اس کو سنجیدہ ہوتے دیکھ کر وہ ہراساں ہوئی۔

”ایک بات میں بھی بتاؤں؟“ اس کا ہاتھ اس نے ہاتھ میں جکڑتے ہوئے کہا فریحہ نے اس کی طرف دیکھا مگر فوراً ہی نگاہیں جھکا دی تھیں۔ بہت شرر بار آ نکھیں تھیں دلتی ہوئی جلاتی ہوئیں۔

”اس دنیا کی تم پہلی لڑکی ہو جس نے ایک نظر میں ہی میرے دل پر قبضہ کر لیا ہے۔ تمہیں دیکھ کر مجھے لگا جیسے میں تمہیں صدیوں سے جانتا ہوں تم وہ ہی ہو جو میرے خوابوں میں آتی ہو۔“ وہ اس کا ہاتھ تھامے خوابناک لہجے میں کہہ رہا تھا اور فریحہ کم صم ہو گئی تھی اس کی اس کیفیت کو نوٹ کر کے وہ کہنے لگا۔

”کیا ہوا کیا میرا بے تکلفی سے ”تم“ نکارنا لگا؟“

”نہیں..... ایسی تو بات نہیں۔“

”پھر کیا میرا پسندیدگی کا اظہار پسند نہیں آیا؟“

”نہیں..... نہیں..... ایسا کچھ نہیں ہے۔“

”نہیں..... کچھ نہ کچھ تو ہے۔“ وہ بےصبر ہوا۔

”مما ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتی ہیں جو ایک ہی ملاقات میں فری ہو جائیں، میری ممابے حد سخت روایتی

عورت ہیں۔“

”اوکے میں نے بھی برابر والا روم بک کروایا ہے مماکے سونے کے بعد وہاں آ جانا ہم وہاں بیٹھ کر مماکو راضی کرنے

کی پلاننگ کریں گے وراصل میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔“ وہ آنے کا وعدہ لے کر اٹھ گیا تھا۔



سو وہ نے ان کے ہمراہ سہمے سہمے انداز میں گھر میں قدم رکھا تھا۔ مڈراں کو ٹھٹھن زدہ جس بھرے ماحول سے نکال کر

ازخود لے گئے تھے۔ جانتے تھے اس کا دل بڑا نازک آگینہ تھا جو زید کی باتوں سے چکنا چور نہ بھی ہوا ہوگا تو درازوں

سے پُر ضرور ہوا ہوگا وہ اس کی حساس دزم طبیعت سے بخوبی واقف تھے۔

آنس کریم پارلر سے آس کریم کھا کر وہ اسے الہ دین لے آئے تھے جہاں مختلف گیمز میں اس کے ساتھ حصہ لیتے

رہے تھے۔ وہ اسے ریلیکس کرنے کے لیے لائے تھے اور اس مقصد میں کامیاب بھی رہے تھے۔ وہ شروع میں تو اسی

ظرح مضمحل و چپ چاپ رہی تھی زید کے غصے اور ان باپ بیٹے کی تکرار نے اسے ہمیشہ کی طرح خوف زدہ کر دیا تھا

لیکن پھر ان کی شفقت بھری باتوں سے وہ اسٹریس سے نکلتی چلی گئی تھی۔

گھر میں قدم رکھتے ہی شام والا منظر لان میں گزرتے ہوئے ازسر نو تازہ ہوا تھا اور دل عجیب سا مکدر ہو کر رہ گیا

تھا۔

”ٹیک کئیر بیٹا۔“ وہ اسے گیٹ کے اندر تک چھوڑ کر گئے تھے اور اس کا دل بہت تیزی سے دھڑکا تھا کیونکہ لان سے

ملحقہ برآمدے کی چار بیٹریوں میں سے سب سے اوپر وہ بیٹھا ہوا تھا۔

اندر شاید سگنلز کا پرابلم تھا وہ باہر بیٹھا کان سے موبائل لگائے کسی سے گفتگو میں مصروف تھا۔ باپ کو دیکھ کر احترام

کھڑا ہوا بھی تھا۔ مڈر جلدی میں تھے وہ اسے دیکھ نہ سکے اور چلے گئے تھے۔ یہ اس کی عادت تھی دل میں باپ کے

خلاف کتنی بھی بغاوت سہی مگر ان کے احترام میں وہ کھڑا ضرور ہوا کرتا تھا۔ مڈر کے ساتھ ساتھ وہ اس کو بھی دیکھ چکا تھا

اور معلوم تھا وہ ادھر سے گزر کر ہی اندر جائے گی سو خاموشی سے لان کی طرف بڑھ گیا تھا سو وہ کی طرف اس نے دیکھنا

گوارا نہ کیا تھا۔ اس کو دیکھ کر بھی نہ دیکھنے کی کٹھور عادت بہت پرانی تھی۔

”سو وہ..... آگئی بیٹی۔“ زمر سے وہ لپٹ گئیں۔

”جی..... می کہاں ہیں؟“ وہ علیحدہ ہونی ہونی استفسار کرنے لگی۔

”سر میں درد ہو رہا تھا صوفیہ کے دو اکھا کر سوتی ہے کچھ دیر پہلے۔“

”سر میں درد..... بہت زیادہ ہو رہا تھا کیا؟“ وہ یک دم پریشان ہو گئی ماں کی تکلیف کا سن کر۔

”ارے تم پریشان نہیں ہو بیٹا..... اب آرام آ گیا ہے جب ہی سو گئی ہے درد میں کب نیند آتی ہے۔ کیا مڈر باہر سے

چلے گئے؟“

”جی..... کار باہر ہی تھی وہ..... لان تک چھوڑ کر گئے ہیں اور اب وہ جلد آنے کا کہہ کر گئے ہیں۔“

”اچھا اب تم بھی آرام کرو۔“ وہ مسکرا کر گویا ہوتی تھیں۔

”جی آپ بھی جا کر ریسٹ کیجیے آپ نے میڈیسن لے لی ہے؟“

”ہوں لے لی ہے میں ریسٹ کرنے جا رہی ہوں۔“ وہ اس کے ساتھ ہی آگے بڑھتے ہوئے بولیں۔

”ماموں جان جلدی لیٹ گئے ہیں آج؟“

”نہیں وہ زید کے کمرے میں ہیں۔“

”زید بھائی..... ملان میں ہیں ماموں وہاں کیا کر رہے ہیں؟“

”زید کے کسی دوست کا جرنی سے فون آ گیا ہے اس کے روم میں سگنل نہیں آرہے تھے اس لیے اسے ملان میں جانا

پڑا۔“ وہ بتا کر اپنے کمرے میں چلی گئی اور وہ بوا کی طرف آگئی جو اپنے کمرے میں لیٹی پرانے فلمی گانے سن رہی تھیں۔

”آگئی میری بیٹیا..... وہ شپ بند کر کے اٹھ بیٹھی تھیں خوش ہو کر بولیں۔

”جی بوا۔“ وہ ان کے قریب ہی بیڈ پر بیٹھ گئی۔

”اچھا ہی ہوا جو مدثر بیٹا تم کو ساتھ لے گئے تھے اگر تم یہاں ہوتی تو عمرانہ بہو خدا جانے کیا کر بیٹھتیں بہت غصے میں

تھیں وہ۔“ بوا حسب عادت رو داد بنانے لگی تھیں۔

”اوہ..... بوا ممانی کو خبر ہوگئی تھی اس سارے فساد کی؟“ وہ خوف سے زرد پڑتے ہوئے پوچھنے لگی۔

”ہاں بیٹا..... ان کو خبر کیسے نہیں ہوتی سب سن لیا تھا انہوں نے۔“

”پھر؟“ اس کے لیے اس صورت حال کا تصور کرنا محال نہ تھا وہ جانتی تھی عمرانہ ممانی اپنے بچوں کے معاملے میں

بے حد کریمی تھیں اور جہاں بات زید کی ہو وہاں تو ان کا جنون یا گل پن کی حد تک بڑھ جاتا تھا پھر یہاں معاملہ

منسوب بھی اس کی ذات سے تھا غلطی نہ ہوتے ہوئے بھی وہ سزاوارگی۔

”کیا کیا انہوں نے؟ ارے یہ بوجھو کیا نہیں کیا انہوں نے؟ زحر و بہو اور منور بیٹے سے اب بھیس علیحدہ اور صوفیہ بیٹی کو

بھی نہیں بخشا جو منہ میں آیا کہتی چلی گئیں۔ یہ عادت ان کی پرانی ہے لڑتے وقت آنکھیں بند کر لیتی ہیں اور منہ کھول

لیتی ہیں پھر کسی کا بھی لحاظ نہیں کرتی ہیں۔“

”بے چاری می نے میری وجہ سے کیا کچھ نہ سنا ہوگا ممانی کو تو بس موقع چاہیے ہمیں ذلیل و بے عزت کرنے کا۔“

سوچتے ہوئے وہ رو پڑی۔

”تم روؤ نہیں۔“ وہ اس کے آنسو صاف کرنے لگیں۔

”بات زیادہ بڑھنے سے پہلے ہی میں زید میاں کو بلا کر لے آئی تھی وہ اسی وقت ہی ان کو وہاں سے لے کر

چلے گئے تھے۔“

”بوا..... ہم کب تک یہاں رہیں گے؟ آپ ہی می کو سمجھائیں وہ مجھے لے کر گھر چلی جائیں اپنا گھر ہوتے ہوئے

بھی وہ یہاں کیوں رہ رہی ہیں۔“ ولی خواہش ان سے بیان کی۔

”اول تمہارے ماموں بھی اجازت نہیں دیں گے صوفیہ نے کئی بار کوشش کی کہ وہ تم کو لے کر کہیں شفٹ ہو جائے

مگر کسی نے جانے نہیں دیا پھر تمہارے والد کے بیٹنگے پر تو تمہاری پھوپھو اس کامیاں اور بیٹا ناگ و ناکن بن کر بیٹھے

ہیں۔ وہ کس طرح تم ماں بیٹی کو وہاں رہنے دیں گے۔“ وہ آہ بھر کر گویا ہوئیں۔

”پاپا کو اللہ تعالیٰ نے اتنی جلدی اپنے پاس بلا لیا ہم کو بھی بلا لیتے پھر یہاں کوئی مسئلہ ہی نہیں ہوتا سب خوش

رہتے۔“ وہ باسٹ بھرے لہجے میں بولی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

”جگ جگ جیو میری لاڈورانی..... ایسی باتیں کیوں کرتی ہو۔“ انہوں نے جھٹ اسے سینے سے لگا لیا۔ زید منور کے سامنے سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا وہ اس کو سمجھا رہے تھے۔

”سو وہ کے پاس جو بیچے ٹیوشن کے لیسے آ رہے تھے وہ میرے دوست سجاد کے بچوں کے بیچے تھے ایک ماہ کی چھٹی پر ان کا ٹیوٹر کراچی سے باہر گیا ہوا تھا۔ انگیزام کی وجہ سے بچوں کو ٹیوٹر کی ضرورت تھی سجاد پریشان ہو رہا تھا اس کی پریشانی کے خیال سے ہی میں نے سو وہ سے کہا کہ وہ بچوں کو ٹیوشن دے اور وہ انکار کب کرتی ہے کوئی بھی کام کہہ دیا جائے وہ کرنے لگتی ہے۔“ ان کی وضاحت کسی پھٹری طرح اس کے گال پر پڑی تھی وہ فوری طور پر کچھ کہہ نہ سکا البتہ اپنی جذباتیت و جلد بازی پر شدید شرمندگی کا احساس بیدار ہوا تھا سر جھکا کر رہ گیا تھا۔

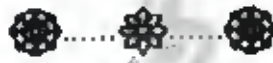
”سوری تیا جان..... میں سمجھا تھا وہ یہ سب فائنل دے میں کر رہی ہے یہ سوچ ہی میرے لیے تکلیف دہ تھی۔“ کچھ توقف کے بعد وہ بھاری آواز میں گویا ہوا تھا۔

”میں جانتا ہوں آپ نے یہی سوچا ہوگا کہ بات غلط بھی نہیں ہے۔ یہ سب تو مجھے سوچنا چاہیے تھا بالکل ٹھیک کہا آپ نے ارد گرد بیٹنے والے کچھ لوگوں ایک دیکھ رہی ہے کہ وہ ایسی باتوں پر نگاہ رکھتے ہیں اور موقع ملتے ہی رسوا کرنا شروع کر دیتے ہیں۔“ ان کو احساس ہوا تھا وہ عمر میں ان سے کئی گنا چھوٹا ہونے کے باوجود کس قدر معاملہ فہم و درست سوچ کا حامل تھا۔

”اب مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا اس کی ٹیوشن دینے پر۔“

”جو بچوں کا لاسٹ ڈے تھا کل سے ان کا ٹیوٹر واپس آ جائے گا۔“

”اوہ.....“ نجات کی عین گہرائیوں میں وہ ایک بار پھر ڈوبا تھا۔



وفا پرست نہیں جو وفا شعار نہیں
وہ شخص کیا جسے انسانیت سے پیار نہیں
فریب کھائے ہیں دنیا میں اس قدر میں نے
تیرا تو کیا مجھے اپنا بھی اعتبار نہیں

نوفل نے ڈراما کرتے ہوئے برابر بیٹھے لاریب کی طرف دیکھا تھا جس کے چہرے پر خراشوں اور چوٹوں کے نشانات تھے وہ سیٹ کی بیک سے سر لگائے نڈ حال انداز میں بیٹھا ہوا تھا ایک آنکھ بھی سونگھی تھی۔

”سالی حرام زاویوں نے خوب کپڑے کی طرح دھلائی کی ہے بدن کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہے جہاں درد نہ ہو رہا ہو۔“ اس کو اپنی جانب دیکھتے پا کر وہ کراہتے ہوئے گویا ہوا۔

”پوچھو گے نہیں یہ کیسے ہوا اور کیوں ہوا؟“ اس کو خاموش دیکھ کر وہ حیرانی سے بولا۔

”پوچھنے کی کیا ضرورت ہے معلوم ہے مجھے تمہاری یہ حالت کسی پارٹی کی وجہ سے ہی ہوئی ہوگی تمہیں انتہا کے شوق بھی ہیں ایسے تھریز کے لیکن ٹیل ہوتا ہے اس پار پارٹی تم پر بازی لے گئی ہے۔“ اس کے لہجے میں سرزنش و ناگواری تھی لاریب کی اس حالت نے اسے ذرا بھی متاثر نہیں کیا تھا۔ کینے میں آنے والے بیچ میں لاریب نے مدد کرنے کے ساتھ ساتھ ہوٹل کا نام و ایڈریس ٹائپ کیا تھا وہ سیدھا وہاں پہنچا تھا ہوٹل مضافات میں تھا اور اس معیار کا ہرگز نہ تھا۔ جس میں لاریب جیسی ہائی کلاس سے تعلق رکھنے والا بندہ رہائش کرنا لیکن لاریب کی نیچر کو وہ جانتا تھا کہ وہ اپنی خواہشوں کی تکمیل کی خاطر گھٹن میں اترنے سے بھی دریغ کرنے والا بندہ نہ تھا۔ ہوٹل کا منیجر اس کا ورتہ کر رہا تھا وہ اسے

نے کر سیدھا کمرے میں آیا جہاں لاریب اس کا منتظر تھا، نونل کو دیکھتے ہی وہ فیجر سے بولا۔

”میں تمہارا ہوٹل سیل کروادوں گا“ کیسی سیکورٹی ہے یہاں کی دو عورتیں میرا سارا قیمتی سامان لے کر فرار ہو گئی اور کسی نے دیکھا بھی نہیں؟“ وہ فیجر کا گریبان پکڑ کر چیخنے لگا تھا۔

”سر..... سر آپ نے کہا تھا وہ لڑکی آپ کی دائف اور عورت ساس ہے ہم کیسے ان پر شک کر سکتے تھے لیکن میں پھر بھی آپ سے معافی مانگتا ہوں پلیز سر..... معاف کر دیں۔“ نونل نے اس کی گرفت سے فیجر کا گریبان چھڑوایا تھا، فیجر خاصا گھبرایا ہوا پریشان تھا ہاتھ جوڑ کر عاجزی سے گویا ہوا۔

”ساری رات رسیوں سے بندھا پڑا رہا ہوں کسی ویٹرنے بھی آ کر نہیں دیکھا میں اس ہوٹل کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا۔“

”سر..... ایسے نہ کریں آپ نے ہی تو دروازے کے باہر ڈنٹ ڈنٹ کی سلیٹ لگوائی تھی وہ تو اتفاق سے ویٹرنے کے گرنے سے دروازہ کھلا تو معلوم ہوا وہ لاک نہیں تھا اور آپ رسیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ معلوم ہوتے ہی ہم نے آپ کی خدمت میں کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی.....“ فیجر کا پیسے ہی اس کے عتاب کا شکار بنا ہوا تھا اور خوف زدہ لگی تھا کیونکہ اس کی شخصیت اور رویے سے لگ رہا تھا وہ کسی طاقتور فیملی سے تعلق رکھتا ہے پھر نونل کو دیکھ کر اس کے گمان پر یقین کی مہر لگ گئی تھی اور اسے ہوٹل کی ساکھ اور اپنی نوکری جاتی دکھائی دے رہی تھی۔

”ابھی پتا چل جائے گا تمہیں میرا تعلق کس خاندان سے.....“

”انسٹاپ اٹ لاریب..... اب ختم بھی کرو۔“ اس کی مداخلت بروہ چپ ہو اور خاموشی سے معاملہ رفع و دفع کرنے پر فیجر اس کا بہت ممنون و مشکور تھا لاریب اس کا موڈ آف ہوتا دیکھ کر جھگڑا بھول کر اس کے ساتھ چلا آیا، ہوٹل سے خاصا فاصلہ طے کرنے کے بعد اس نے ہی گنگو میں پہل کی تھی۔

”ہائی فیس وہ چالاک باسیاں بڑی شریف دیکھ دکھائی دے رہی تھیں اور وہ فریج لگ رہا تھا بہت شائی بے نگاہیں اٹھا کر بات ہی نہیں کرتی تھی اور اس کی مہوئی مہا کے منہ سے پھول جھڑتے تھے میری تعریفیں کرتی تھکتی نہیں تھی سب فراڈ تھیں سانی۔“ شکار ہاتھ سے نکل گیا تھا، عم و غصے سے اس کا برا حال تھا وہ ہرے صدے سے دوچار اس لیے ہوا تھا کہ اس نے دھوکا کھایا تھا نہ صرف وہ اس کے ہاتھ آئی تھی بلکہ شرمندگی بھی۔

حسب وعدہ فریج رات کو اس کے روم میں آئی تھی اور باتوں کے دوران اس نے پرس سے پرفیوم کی بوتل نکال کر اسپرے کیا تھا، سب اتنا اچانک ہوا کہ وہ خود کو سنبھال نہ پایا تھا اور چکرا کر گر گیا تھا لیکن یہ بے ہوشی زیادہ دیر قائم نہ رہ سکی تھی اس کی آنکھ کھلی تو وہاں عجیب منظر تھا۔ فریج اس کی کوٹ کی جیبوں سے والٹ اور دیگر سامان نکالنے میں مصروف تھیں۔ اسے ہوش میں آتے دیکھ کر وہ دونوں چونکا ہوئی تھیں اس نے فریج کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔

”فراڈ..... میرے ساتھ فراڈ کر رہی ہو تم لوگ؟“

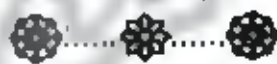
”ارے اس کم بخت کو بڑی جلدی ہوش آ گیا تم نے اسپرے کم کیا ہے۔“ وہ اس کی رسٹ داچ کھولتے ہوئے تیز لہجے میں بولی۔

”میں چھوڑوں گا نہیں تمہیں ابھی بتاتا ہوں۔“ اس نے غصے سے کہتے ہوئے اٹھنے کی سعی کی لیکن دوسرے ہی لمحے فریج نے اس کے چہرے پر پناختوں سے حملہ کر دیا تھا اور وہ ابھی اپنا بچاؤ بھی نہ کر پایا تھا کہ فریج کی مٹی نے اسٹون کی ایش ٹرے اس کے سر پر ماری تھی پھر وہ مزاحمت نہ کر پایا تھا۔ جب دوبارہ ہوش میں آیا تو خود کو رسیوں میں جکڑ پایا تھا پھر ویٹر کی مدد سے رسیوں سے نجات ملا، نونل نے اس کا والٹ نکال کر اس کی جیبیں

اور رسٹ وارج کے علاوہ اس کا موبائل بھی لے گئی تھیں۔ اپنے جاہل میں صیاد خود ہی پھنس گیا تھا۔
 ”مجھے تمہاری اس حماقتوں سے بھری اسٹوری سے کوئی دلچسپی نہیں، فکر صرف یہ ہے گھر میں سب کو کیا بتاؤ گے، تمہارا منہ کسی کو دکھانے کے قابل کہاں رہا ہے۔“ لہجہ استہزائیہ تھا۔

”آئی ڈونٹ مائنڈ، اڑالو جتنا مذاق اڑانا چاہو مشکل وقت میں تم ہی کام آتے ہو میرے..... اب تم ہی بتاؤ کیا کرنا ہے؟ اس وقت مجھے مئی کی سخت ضرورت محسوس ہو رہی ہے اتنی تکلیف میں صرف ماں ہی درد سمجھ سکتی ہے اگر بہن اتنا نہیں ہوتا تو میں ایک ہفتہ کے لیے آؤٹ آف سٹی چلا جاتا مگر.....“
 ”تم یہ سب چھوڑ کیوں نہیں دیتے؟“ وہ سنجیدگی سے بولا۔

”یہ بھی کوئی چھوڑنے کی چیز ہے یار۔“
 ”تم شادی کیوں نہیں کر لیتے؟ میرے خیال میں تمہیں شادی کر لینی چاہیے ان احقانہ حرکتوں سے تو بچو گے۔“
 ”شادی اور میں نو نیور..... ایک ہی چہرہ ساری زندگی برداشت نہیں کر سکتا میرے بھائی..... میں شادی کے لیے پیدا نہیں ہوا ہوں۔“ نوفل نے سر جھٹک کر کار کی اسپینڈ بڑھا دی تھی۔



”یار اتنے عرصے بعد ہماری ملاقات ہوئی ہے کیا تم باہر سے ہی مجھے ٹر خا دو گے، کچھ چائے پانی کا نہیں پوچھو گے؟“
 مومن نے اسے کار کی سمت بڑھتے دیکھ کر بے تکلفی سے کہا۔

”اب ایسا بے مروت بھی نہیں ہوں، مہمان نوازی کے لیے ہی ہوٹل لے کر جا رہا ہوں تمہیں۔“ وہ مسکرا کر گویا ہوا۔
 ”ہوٹل کیوں لے کر جا رہے ہو؟“

”ابھی تو کہہ رہے تھے چائے پانی کا بھی نہیں پوچھا۔“
 ”لیکن میں ہوٹل سے کھا کھا کر بے زار ہو چکا ہوں، میں گھر کی پکی ہوئی چائے پینا چاہتا ہوں کسی ہوٹل جانے کا موڈ نہیں۔“ اس نے قطعی انداز میں ہوٹل جانے سے انکار کر دیا تھا اور وہ اسے باہر کے باہر ٹر خانے کا اس لیے کر رہا تھا کہ اندر صرف سووہ تھی۔ ماما اور مائدہ خالہ کے ہاں گئی ہوئی تھیں اور صوفیہ زمر زبوا منصور صاحب کے ہمراہ کسی عزیز کی حیادت کے لیے گئے ہوئے تھے۔

”کیا ہوا کوئی پرائلم ہے بڑی لمبی سوچ میں گم ہو گئے ہو؟“ مومن اس کی رگ رگ سے واقف تھا۔
 ”کوئی پرائلم نہیں ہے آؤ چلو۔“ وہ اسے لے کر لان سے آگے بڑھ گیا۔ مومن کو اسے روم میں بٹھا کر وہ نیچے آیا تو سووہ لاؤنج میں بیٹھی ٹولس بنا رہی تھی اور اپنے کام میں اس قدر منہمک تھی کہ اس کی آمد کو جھی محسوس نہ کر سکی..... وہ بھی وہیں دک گیا تھا۔

پنک ووائٹ کاشن کے لمبر اینڈری سوٹ میں اس کی ہلکی گلابی رنگت نمایاں تھی، سیاہ ریشمی بالوں کی موٹی لٹیں بائیں شانے سے نیچے لٹک رہی تھیں اور گرد گویا روشنی کا ہالہ سا پھیلا ہوا تھا۔ ایک نانا ٹولس ہی گمشد تھی وہ پہلی بار بے خود سا اسے دیکھ رہا تھا۔

”یہ مکھڑا یہ رنگ روپ یہ جو سن کی مہکتی بہار تمہارے لیے نئی تو نہیں ہے، اس سے کہیں زیادہ خوب صورت و دلکش لڑکیوں سے تم نے دوستی نہیں کی مگر تمہاری علیک سلیک رہی ہے تعلیمی مراحل طے کرتے ہوئے ہزاروں نازنینوں و ممد جبینوں سے تم نے دامن بچایا ہے۔ یہ حسن یہ باکلین تمہارے لیے بالکل بھی نیا نہیں ہے پھر تم اسے دیکھ کر کیوں شراکتہ رہ گئے؟“

”نہیں..... نہیں..... یہ مجھے کیا ہو رہا ہے میں اس لڑکی کے لیے سوچ رہا ہوں یہ وہ لڑکی ہے جس کو میں خواب میں بھی دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ یہ لڑکی وہ دیوار ہے جو باپ اور بیٹے کے درمیان حائل ہے یہ میرا بھی نہیں مائدہ کا بھی حق مارے ہوئے ہے اس کی رسائی میری سوچوں تک بھی ممکن نہیں ہو سکتی۔“ نفرت کی تند تیز لہر نے وقتی طور پر ابھر کر آنے والے جذبے کو نیست و نابود کر دیا تھا۔ اس کے چہرے پر وہ ہی سرد مہری چھائی ہوئی تھی جو عمو ما سے دیکھ کر چہرے پر از خود آتی تھی یہ اس کی سرد مہر لگا ہوں کی ہی پیش تھی جو ارد گرد سے بے نیاز پڑھائی میں گم سوہ کو تپش کا احساس دلائی تھی۔

”آپ.....“ وہ تیزی سے کتاب اور چین رکھ کھڑی ہوئی۔ ”کچھ چاہیے آپ کو؟“ اس کا حلق خشک ہو گیا تھا۔ ”ہوں..... چائے دو کپ فناٹ۔“ وہ بے نیازی سے کہتا ہوا چلا گیا۔ وہ چند لمحے کھڑی اپنی منتشر سانسوں کو درست کرتی رہی۔ وہ اس سے گم ہی مخاطب ہوا کرتا تھا وہ ہوتے ہوئے بھی اس کی نگاہوں سے اوٹ عمل ہی رہتی تھی۔ اس کی اس کم امیزی و کج ادائیگی کی وہ اس قدر عادی ہو گئی تھی کہ کبھی ضرورتاً وہ اس سے مخاطب بھی ہوتا تو وہ خوف سے کانپ اٹھتی تھی جیسا ابھی ہوا تھا۔ اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے کچن میں قدم رکھا، کینل میں چائے کے لیے دودھ میں پتی ڈال کر برنر پر رکھا دیا۔ زید کو دودھ پتی چائے پسند تھی اس کے لیے وہ عمو ما یہی پکایا کرتی تھی وہ صرف چائے کا کہہ کر گیا تھا مگر یہ اس گھر کی روایت نہیں تھی کہ مہمانوں کو صرف چائے ہی پیش کی جاتی اس نے فریق سے کیک نکالا جو دوپہر کو ہی اس نے بیک کیا تھا۔ ٹلٹس اور شامی کہا ب فرائی کرنے میں زیادہ ٹائم نہ لگا تھا فروٹ چاٹ اور پز ابریڈ سے ٹرائی خوب نچ گئی تھی وہ ٹرائی لے کر آئی تو دروازہ بند نہیں تھا اس نے جھکتے ہوئے ٹرائی کمرے کے اندر کی تھی جس سے ٹرائی بر رکھے کالج کے پرتوں کی ہلکی سی کھڑکھڑاہٹ گونجی تھی وہ دونوں قریب بیٹھے کوئی فائل دیکھ رہے تھے آواز پر دونوں کی ہی نگاہیں اٹھی تھیں۔

وہ نروس سی ٹرائی پکڑے کھڑی تھی وہ دونوں ہی کھڑے ہو گئے تھے۔ جھکی جھکی نگاہیں اور مگلابی عارضوں پر لرزتی سیاہ ریشمی پلکیں کچھ ایسا ہی منظر پیش کر رہی تھیں کہ مومن مبہوت سا رہ گیا تھا۔ ”کس نے کہا تھا یہاں آنے کے لیے؟“ وہ اس کے قریب آ کر بے لہجے میں غرایا۔ ”جاؤ یہاں سے۔“ اس نے اس کے ہاتھ سے ٹرائی لے لی تھی۔ وہ پہلے ہی دھڑکتے دل سے وہاں آئی تھی اس کی غراہٹ نے رہی سہی کسر بھی نکال دی تھی وہ شپٹا کر تیزی سے کمرے سے نکل گئی تھی۔

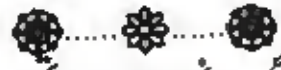
”کون ہے یہ؟“ مومن کی نگاہیں ابھی تک دروازے پر چسکی تھیں۔

”کزن ہے۔“ زید کو اس کی نگاہوں کے زاویے ذرا نہ بھائے۔

”تمہاری کزن؟“ وہ سر پر ہاتھ رکھ کر ذہن پر زور دینے لگا پھر یاد آنے پر حیرانی سے گویا ہوا۔

”اچھا..... اچھا تمہاری کزن صوفیہ پھوپھو کی بیٹی سوہ تھی نا وہ؟ مائی گڈ نہیں.....! کتنی پریشانی ہو گئی ہے سوہ بچپن میں تو.....“ بات کرتے کرتے اسے اس کی خاموشی کا احساس ہوا تو وہ چپ ہو گیا۔

”سوری یار..... شاید کچھ زیادہ ہی بول گیا ہوں۔“ وہ ہنوز خاموش تھا۔



انٹراچ ان لڑکوں کی دھمکیوں کو ذرا بھی سنجیدگی سے نہیں لے رہی تھی وہ بہت زیادہ اعتماد اور غرور طبیعت کی مالک تھی بڑی سے بڑی باتوں کو خاطر میں نہ لاتی تھی جبکہ عاکفہ کی جان سولی پر لٹکی ہوئی تھی کیونکہ وہ ان لڑکوں کے چہروں سے چھپتی خباثت سے سخت خوف زدہ تھی۔ وہ لڑکے مسلسل ان سے پیچھے رہنے سے تھکے اور ان میں نظر انداز ہو رہی تھی۔

ادب کے افق پر چمکتا ستارہ

حجاب ^{ماہنامہ} کراچی

کامیابی کی پہلی منزل خوب صورتی سے طے کرتے ہوئے کم وقت میں اپنی پہچان اور اپنا مقام بنانے میں کامیاب ٹھہرا

نومبر 2015ء سے اپنے سفر کا آغاز کرنے والا ماہنامہ حجاب نومبر 2016ء میں کامیابی کا پہلا سال مکمل کرتے ہوئے آپ لوگوں کی دعاؤں سے ترقی کی راہ پر گامزن ہے حجاب کی سالگرہ نمبر میں دیکھئے اپنی پسندیدہ مصنفین کی تحریریں ساتھ ہی ملک کے نامور شعرا و ادیبوں سے ملاقات اس کے علاوہ جو آپ چاہیں اپنی آرا ہمیں فوراً ارسال کریں

کہیں دیر نہ ہو جائے، آج ہی اپنی کاپی ہا کر سے بک کرا لیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

”تم کیا سمجھتی ہو یہ سب یوں ہی ہو رہا ہے؟ وہ لوگ ایسے ہی ہمارے پیچھے آ رہے ہیں؟“ عاکفہ فری پیریڈ میں اس سے مخاطب ہوئی تھی۔

”کچھ لوگوں کی خصلت کتوں کی طرح ہوتی ہے وہ ہر ایک کے پیچھے اسی طرح بھاگتے ہیں اور جب ہڈی نہیں ملتی تو دم دبا کر بھاگ جاتے ہیں۔ ان کتوں کو جب لفٹ نہیں ملے گی وہ بھی بھاگ جائیں گے۔“ وہ بکھرے بالوں کو کچر میں جکڑتی بے پروائی سے بولی۔

”مجھے سمجھ نہیں آ رہا تم اس معاملے کو اتلا لٹ کیوں لے رہی ہو تم میری بات سننے والی نہیں ہو میں کل ہی آنٹی کے پاس آؤں گی اور ان کو ساری صورت حال بتاؤں گی۔“ وہ غصے میں جھنجھلا کر گویا ہوئی۔

”تاؤ کو بتا کر تم خود ہی تمہارہ جاؤ گی یا ور کھنا۔“

”کیا مطلب.....؟“

”بہن! کہہ دو مجھے یونیورسٹی آنے سے روک دیں گی کہیں اور میرا ایڈمیشن ہو جائے گا یا ہو سکتا ہے ہم واپس ہری پور چلے جائیں بھی واپس آنے کے لیے۔“ اس کے لہجے میں سچائی تھی عاکفہ دہل کر رہ گئی۔

”رنگیلی میں تمہارے بغیر رہ نہیں سکوں گی پہلی بار مجھے تمہاری جیسی دوست ملی ہے تم سے جدائی کا تصور بھی میں نہیں کر سکتی انشراح.....“ وہ رونے لگی۔

”محبت میں بھی تم سے کرتی ہوں عاکفہ۔“ وہ اس کی محبت سے بہت متاثر ہوئی تھی کہ ایسی بے لوث دوستی کبھی نہیں دیکھی تھی۔

”پھر اس مسئلے کا حل نکالو نہ۔“

”اوکے واپسی میں آج بھی اگر وہ لوگ ہوئے تو پھر ہم پولیس میں شکایت کریں گے تم فکر مت کرو۔“

”یہ ہوئی نہ دوستوں والی بات۔“ وہ آنسو صاف کرتی بولی۔

”میکسکو ز میم..... آپ پریشان لگ رہی ہیں میں آپ کی کوئی مدد کر سکتا ہوں۔“ بابر کا گزرا اتفاقہ طور پر وہاں سے

ہوا تھا وہ عاکفہ کے آنسو دیکھ کر وہاں رک کر استفسار کرنے لگا تھا۔

”جی نہیں ہمیں آپ کی مدد کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔“ انشراح نے سخت بد مزاجی سے جواب دیا۔

”آپ تو خاصی ناراض محسوس ہو رہی ہیں کیا آپ اس رات ہونے والے حادثہ کو بھول نہیں سکتی؟“ بابر انشراح

سے خاصی شائستگی سے گویا ہوا۔

”کیوں بھولوں کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جو بھول کر بھی نہیں بھولتیں۔“ وہ ہنوز اسی لہجے میں بولی۔

”میم..... آپ ہی اپنی فرینڈز کو سمجھائیے آپ کو بھی انہوں نے وہ تمام واقعہ بتا دیا ہوگا جو ہمارے درمیان وجہ

تنازع ثابت ہوا ہے اور اب اتفاق سے ہم ایک درس گاہ میں پڑھ رہے ہیں تو ہمیں باہمی تنازعات بھلا کر ساتھ چلنا ہوگا۔“ وہ نرمی سے کہہ رہا تھا۔ انشراح فائل وپرس لے کر آگے بڑھ گئی تھی۔

”بہن باتیں آپ اپنے دوست کو بھی سمجھا سکتے ہیں انٹی سے غلطی ہوئی تھی تو زیادتی انہوں نے بھی کم نہیں کی۔ آپ

ان کو سمجھائیں وہ اس کو سوری کہہ دیں معاملہ سولو ہو جائے گا ورنہ میں جانتی ہوں وہ پہل کبھی نہیں کرے گی۔“ وہ آگے جاتی انشراح کو دیکھ کر دم لہجے میں جلدی جلدی کہہ رہی تھی۔

”پراہم یہی ہے نونل بھی کبھی پہل نہیں کرے گا۔“

”پھر آپ اپنے کام سے کام لیں۔“ وہ پرسن سنہا لئی شکل سے گویا ہوئی۔

www.paksociety.com "ہوں..... یہ بھی ممکن نہیں ہے۔" بے ساختہ جملہ ادا ہوا تھا۔

"کیوں ممکن نہیں ہے؟" وہ سخت حیران ہوئی۔

"کیوں ممکن نہیں ہے؟" اس نے عجیب انداز میں جملہ دہرایا اور پھر لمبے لمبے ڈگ بھرتا چلا گیا۔

"واہ..... عجیب پاگل آدمی ہے۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی آگے بڑھ گئی تھی۔ جامعہ سے واپسی پر گھر کے کارنے ان کا پیچھا نہیں کیا تھا وہ دونوں ہی مسلسل ادھر ادھر دیکھتی ہوئی آئی تھیں۔

"دیکھا میں نے کہا تھا نہ کتوں کو ہڈی نہ ملے تو وہ پیچھا چھوڑ دیتے ہیں بھاگ گئے وہ لوگ بھی نئے شکار کے پیچھے۔" وہ کارڈ رائیور کرنی عاکفہ سے گویا ہوئی۔

"مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ وہ لوگ ہمارا پیچھا چھوڑ چکے ہیں۔" عاکفہ کے لہجے میں ابھی بھی بے اعتباری و خوف تھا۔

"اب یقین نہ آنے کی کیا بات ہے؟"

"مجھے لگ رہا ہے یہ ان کی کوئی چال نہ ہو۔"

"حد ہوتی ہے وہم و شک کی بھی اب وہ ہم سے چال چل کر کیا کریں گے پہلے وہ ہمارے پیچھے یہ سوچ کر آئے تھے کہ ہم بھی آج کل کی ان بے وقوف لڑکیوں کی طرح ان کی باتوں میں آجائیں گے مگر جواب میں جب ان کو تھپڑ اور لاتیں ملیں تو وہ ڈرانے دھمکانے کی نیت سے ہمیں فالو کرتے رہے اور ہم ڈرے نہیں تو وہ دم دبا کر بھاگ گئے ایسے لوگ ایسا ہی کرتے ہیں جب ان کی دال نہیں نکلتی تو۔" اس نے چیونٹم سے بڑے بڑے بل بناتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک کہہ رہی ہو تم۔" وہ کھل کر مسکرائی۔

موسم ایک دم بدل گیا تھا ماحول میں خشکی اور ہوا میں ٹھنڈک بڑھ گئی تھی۔ رات کھانے کے بعد وہ ماما کے ساتھ عقبی لان میں واک کر رہا تھا ساتھ ہی وہ باتیں بھی کرتے جا رہے تھے۔ ماما کچھ دیر میں ہی تھک گئی تھیں وہ ان کا ہاتھ تھام کر قریبی بیچ پر بیٹھ گیا۔

"میری خاطر آپ واک کیوں چھوڑ دیتے ہیں آپ واک کریں۔" وہ نوفل سے شفقت سے مخاطب ہوئیں۔

"آپ کے ساتھ مجھے واک کرنا اچھا لگتا ہے ماما۔"

"لیکن میرا بڑھا پاپا آپ کا ساتھ کہاں دے سکتا ہے بیٹا۔"

"محبت صرف محبت دیکھتی ہے عمر نہیں۔"

"اللہ آپ کی عمر دراز کرے سدا خوش رکھے۔ میں سوچ رہی ہوں ابھی آپ کی منگنی کروں شادی تعلیم مکمل ہونے کے بعد کروں گی۔"

"کیا..... کیا ماما.....!" اس کو گویا چار سو چالیس دولت کا جھنگال کا تھا وہ بالکل ہک دک رہ گیا تھا۔

"ارے آپ اس قدر حیران کیوں ہو رہے ہو بیٹا۔" اس کی حیرانی پر وہ بے ساختہ ہنس پڑی تھیں۔

"آپ مذاق کر رہی ہیں نا آئی تو آپ مذاق کر رہی ہیں۔" اس نے بیٹھتے ہوئے حیرانی سے پوچھا۔

"میں مذاق کیوں کروں گی؟ منگنی شادی کوئی مذاق نہیں ہے۔"

"آپ کو معلوم ہے میں ایسی کوئی خواہش نہیں رکھتا۔"

"لیکن میں شدید خواہش رکھتی ہوں آپ کی شادی کرنے کی۔"

”میرے علاوہ اور بھی لوگ ہیں آپ ان کی شادیاں کر کے اپنا شوق پورا کر لیجئے میں کبھی شادی نہیں کروں گا۔“ اس کا لہجہ اٹل تھا کسی چٹان کی طرح سخت دبے لہجے۔

”ان میں سے کوئی بھی نوفل نہیں ہے سب میرے بیٹے جیسے ہیں مگر کوئی بھی میرے نوفل جیسا نہیں۔“ فرط جذبات سے ان کی آواز بھاری ہو گئی تھی وہ کچھ نہیں بولا صرف انہیں دیکھتا رہا۔

”یہ کس طرح ممکن ہے سب کے گھر بس جائیں اور میرے نوفل کا گھر آباد نہ ہو ہر کوئی زندگی کے رنگوں سے کھیلے اور میرا بیٹا بے رنگ رہے۔“

”ماما..... آپ وہ خواب دیکھ رہی ہیں جس کی تعبیر نہیں ہوتی ہے ایسے خواب صرف خواب رہتے ہیں ان بے بس و بے کس پنچھیوں کی مانند جو پیدا کی پروں سے محروم ہوتے ہیں اڑنے کی صلاحیت سے نااہل۔“

”خواب کس طرح حقیقت کے پروں کے ساتھ منزل تک پہنچتے ہیں یہ میں آپ کو بتاؤں گی آج شام ہی تو میرا اور اس کی بیٹی ساریہ سے میری اسکاٹپ پر بات ہوئی ہے ساریہ ماشاء اللہ بہت پیاری ہے۔“ وہ گویا تصور میں ساریہ کی صورت دیکھ رہی تھیں۔

”اس کو دیکھتے ہی میرے دل میں اسے اپنی بہو بنانے کا خیال آیا ہے۔“

”بہت غلط خیال آیا ہے آپ کے دل میں۔“

”کیا حرج ہے وہ آپ کی ماموں زاد ہے۔“

”کوئی بھی ہو۔ مجھے اس صنف سے ہی نفرت ہے۔“

”ایک عورت کی غلطی کی سزا ہر عورت کو دینے کے آپ؟“ وہ دکھی انداز میں گویا ہوئیں۔ ”پھر میں بھی ایک عورت ہوں مجھ سے بھی نفرت کرتے ہیں؟“

”اوہ ماما.....“ وہ گھٹنوں کے بل ان کے قریب بیٹھ گیا۔

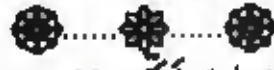
”آپ عورت نہیں میرے لیے ماں ہیں صرف ماں۔“ ان کے ہاتھ اس نے چومتے ہوئے کہا۔

”آپ مجھ سے جان مانگیں دینے کو تیار ہوں مگر آئندہ پلیز ایسی بات مت کہیے گا جو مجھے آپ کو چھوڑ کر جانے پر مجبور کر دے۔“ اس کا لہجہ پتھر جیلا تھا۔

”نوفل.....! مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟“

”جی..... ہمیشہ کے لیے اس دنیا کو چھوڑ کر۔“ وہ کہہ کر رکنا نہیں تھا سیدھا چلا گیا۔

”آہ..... یہ کیا کہہ ڈالا نوفل..... ماں کا دل ہی کھینچ لیا سینے سے۔“ وہ بری طرح آبدیدہ ہو گئی تھیں۔



”بے بی ڈار لنگ..... عاکنہ کی ماما کی کال آئی تھی۔“ وہ یونیورسٹی کے لیے تیار ہو رہی تھی معاہدہ کرنے کے لیے۔

”کیا کہہ رہی تھیں آنٹی؟“ وہ بالوں میں برش کرتی ہوئی بولی۔

”کہہ رہی تھیں عاکنہ کو بخار ہو گیا ہے وہ آج جامعہ نہیں جائے گی۔“

”اچھا..... لنگا لنگا بخار کل بھی ہو رہا تھا اس کو۔“

”عاکنہ نہیں جا رہی تم بھی نہیں جاؤ آج چھٹی کر لو۔“

”کیوں چھٹی کر لوں؟“ اس نے پرفوم اسپرے کرتے ہوئے کہا۔

”شاپنگ پر چلیں گے تم نے جب سے یونیورسٹی جانا شروع کیا ہے تب سے میں گھر میں قید ہو کر رہ گئی ہوں۔“

”سوری پیری آج اپوزٹ کلاس ہے عاکفہ نہیں جارہی تو مجھے ضرور جانا ہوگا۔“ وہ سن گلا سزاوردیگر سامان لے کر کمرے سے نکل گئی۔

”تم نے اچھا یونیورسٹی جانا شروع کیا ہے میں خوار ہو کر رہ گئی ہوں۔“
”تو نے خود تو کچھ پڑھا نہیں ہے اب اس کو بھی جاہل بننے کی ترغیب دے رہی ہے کئی کہیں کی۔“ ڈائمنگ ٹیبل پر بیٹھیں جہاں آرانے کہا۔

”آئی..... میں جاہل ہرگز نہیں ہوں اردو ڈانگریزی سب پڑھنی آتی ہے اور حساب تو فر فر کرتی ہوں۔“ بانی نے برا ماننے ہوئے کہا۔

”ڈگری تو نہیں ہے تاہم پاس۔“

”ذہانت کبھی ڈگری کی مرہون منت نہیں ہوتی۔“

”ہاں ہاں جانتی ہوں بڑی علامہ ہے تو۔“

”نانو..... میں جارہی ہوں۔“ وہ شوخ پھین کر بولی۔

”ناشتا کر کے جاؤ۔“ وہ اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔

”بالکل بھی بھوک نہیں ہے۔“

”صبح ہی صبح خانی پیٹ ہرگز جانے نہیں دوں گی۔“

”تسم سے بالکل دل نہیں چاہ رہا پھر باہر سے کپ بھی لینے میں تاہم لگے گا عاکفہ یونیورسٹی نہیں جارہی ہے آج۔“

”ارے کتنے لوگوں سے کہہ رکھا ہے کوئی اچھا ڈرائیور ملے تو بتا دو اور ابھی تک کسی نے بھی نہیں بتایا۔“

”آپ مجھے اجازت دے دیں میں خود ڈرائیور کر سکتی ہوں۔“

”آئی..... ایسی غلطی بھول کر بھی نہ کیجئے گا۔“ بانی نے فوراً ہی کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔

”بالے بھائی۔“ اس نے اسے غصے سے گھورا۔

”بانی کتا نکھیں مت دکھاؤ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے وہ چلو یہ اور نچ جوس پی کر جاؤ تا معلوم کینٹین کا بد مزہ کھانا کیوں اچھا لگتا ہے۔“ انہوں نے اسے زبردستی جوس پلا یا اور خود جا کر اسے کپ تک چھوڑ کر آئی تھیں۔

”سینیٹی..... تجھے یقین ہے وہ اسی راستے سے گزرے گی؟“ ادنی جھاڑیوں کے پیچھے چھپے لمبے بالوں والے لڑکے

نے دوسرے سے پوچھا۔ وہ تین لڑکے تھے جو وہاں چھپے تھے اور جامعہ کے اندر جانے والی سڑک کو وہ دیکھ رہے تھے۔

”آف کورس وہ روز یہاں سے ہی گزرتی ہیں آج بھی یہاں سے ہی گزریں گی۔“ تیسرے لڑکے کا لہجہ

پہ یقین تھا۔

”میں کہتا ہوں ابھی بھی وقت ہے سوچ لو وہ لمبی نازک سی لڑکی بہت خطرناک ہے آسانی سے ہاتھ آنے والی نہیں

ہے۔“ دوسرے لڑکے نے کہا تو وہ دونوں ہنس کر گویا ہوئے۔

”مشکل سے ہاتھ آنے والا شکار ہی تو شکار کا مزہ دیتا ہے۔“

”تمہیں ہنسی آرہی ہے اور مجھے خوف۔“

”ویکنا ابھی وہ نازن نائپ کی لڑکی جب تمہارے سامنے پڑی ہوگی تو تمہارا خوف کہاں بھاگتا ہے۔“

”وہ لڑکی تمہارے ہاتھ نہیں آئے گی بہت تیز ہے وہ۔“

”اس وقت تک وہ آجاتی ہے ابھی تک آئی کیوں نہیں؟“ سینیٹی رباض کی بات ان سنی کر کے گویا ہوا۔

پاک سوسائٹی پر موجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایت اللہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابراراجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	ممتاز مفتی
نگہت عبد اللہ	سباس گل	عنیزہ سید	مستنصر حسین
رضیہ بٹ	زُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیم الحق
رفعت سراج	اُمِ ہریم	نایاب جیلانی	ایم اے راحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ،
حناء ڈائجسٹ، ردا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسوسی ڈائجسٹ،
سرگزشت ڈائجسٹ، نئے آفاق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی،

جاسوسی دنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

”شاید وہ لوگ نہ آئیں آج یونیورسٹی.....“

”اس طرح تو ہماری ساری پلاننگ ٹیل ہو جائے گی۔“ رفیق کرہا۔

”ہم نے ان کو فالو کیا ہے وہ چھٹی کرنے والی اسٹوڈنٹس نہیں ہیں۔“

”ہو سکتا ہے آج ان کو ہمارے منصوبے کی خبر ہو گئی ہو۔“

”تم نے خبر کی ہے ان کو؟“ سیفی استہزائیہ انداز میں بولا۔

”تم گدھے ہی رہو گے ہر حال میں ریاض۔“ اس دوران وہاں یلو کیب آ کر رکی تھی اور اس میں سے نکلنے والے

وجود کو دیکھ کر وہ چونکے تھے پھر مستعدی سے کھڑے ہو گئے تھے۔

”ارے لو وہ آ گئی..... مگر آج یلو کیب میں آئی ہے وہ بھی تنہا ہے دوسری لڑکی ساتھ نہیں ہے۔“ سیفی نے کہا۔

”دوسری لڑکی کی ہم کو ضرورت بھی نہیں تھی۔“ انشراح پرس اور کتابیں سنبھال کر کیب سے نکل آئی تھی، ناٹو کیب

والے کو کرایہ پہلے ہی ادا کر چکی تھیں وہ خرابیاں خرابیاں چلتی ہوئی گیٹ کی جانب بڑھ رہی تھی، موسم ابرا آ لو تھا۔ خنک

ہوائیں چل رہی تھیں وہ گیٹ سے بہت دور تھی ارد گرد سناٹا تھا چند طلباء گیٹ سے قریب جاتے دکھائی دے رہے تھے۔

پہلی بار اسے اپنی تنہائی سے خوف آیا تھا اور وہ تیز تیز چلنے لگی معاہدہ دونوں لڑکے تیسرے لڑکے کے ہمراہ جھاڑیوں سے

نمودار ہوئے تھے۔

”آداب عرض ہے۔“ لمبے بالوں والا لڑکا آگے آ کر بولا۔

”راستہ چھوڑو میرا۔“ وہ راستہ روک کر کھڑے تھے۔

”ہم راستہ چھوڑنے والے نہیں ہیں بہتر یہی ہے چپ چاپ ہمارے ساتھ چلو۔“ وہ تیسرا شخص غرا کر بولا۔

”کیا بکواس کر رہے ہو میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گی۔“ اس نے چیخ کر کہا تب ہی اس لمبے بالوں والے لڑکے

نے آگے بڑھ کر اس کے رخسار پر زور وار پھینکا مارا۔

”چینو مت تم کو ہمارے ساتھ جانا ہوگا۔“ پھر اپنے ساتھیوں سے بولا کہ وہ کار لے کر آئیں کوئی بھی ادھر آ سکتا

ہے۔ وہ دونوں وہاں سے بھاگ کر کار لینے گئے اور اس نے منہ پر ہاتھ رکھے کھڑی انشراح کا ہاتھ پکڑ کر کھینچنا شروع

کر دیا تھا۔ اس کے رخسار پر پڑنے والا پھینچر بہت طاقت سے پڑا تھا، تکلیف کے مارے اس کی آنکھوں کے آگے

اندھیرا چھا گیا تھا۔

پرس اور کتابیں گر گئی تھیں وہ اسے بازو سے پکڑے لے جا رہا تھا چند لمحے اس کو حواس بحال کرنے میں لگے اور

حواس درست ہوتے ہی اس نے آنکھیں کھول کر اس لڑکے کو دیکھا اور دوسرے لمحے زور دار لڑائی اس کے پیٹ میں

باری لگی۔ لڑکے کے لیے یہ غیر متوقع تھا، لڑائی کھا کر وہ بے اختیار نیچے گر گیا تھا، انشراح نے ٹھوکر ماری چاہی تو اس نے

ٹانگ پکڑ کر اسے گرا دیا تھا وہ چیختی ہوئی منہ کے بل گری تھی۔

اس اثناء میں اس کے ساتھی کار لے آئے تھے اور پھرتی سے انشراح کو کار میں ڈالا تھا اور کار لچوں میں ہوا ہو گئی تھی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ شمارے میں)



WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From
PAKSOCIETY.COM

دہلی اور انگلین

پیشگی گوئین

جو آنسو پہ گرتے ہیں، وہ آنکھوں میں نہیں رہتے
 بہت سے حرف ایسے ہیں جو لفظوں میں نہیں رہتے
 کتابوں میں لکھے جاتے ہیں دنیا بھر کے افسانے
 مگر جن میں حقیقت ہے کتابوں میں نہیں رہتے

جہاں طلب کے کالے اندھیرے میں دکھ گھات
 لگائے بیٹھا ہو..... ہستی کی ویران عمارت میں زلزلہ آیا
 تھا..... کھنڈر لرز گئے تھے اور لمبے کے ڈھیر سے آہیں
 سسکیاں ایک ساتھ ابھری تھیں جیسے کوئی زخموں کے
 کھرٹا تار دے تو خون رسنے لگے۔ ٹھہرے پانیوں کے
 گہرے سکوت میں کوئی کنکر گرا تو پُرشور طلطم ہوا
 کنارے پر کھڑی وہ دنگ و حیران رہ گئی۔

کبھی کبھی ایسا ہی ہوتا ہے اور ایسا نہ جانے کیوں ہوتا
 ہے کہ چلتے چلتے زندگی میں اچانک کوئی ایسا موڑ آتا ہے
 کہ آدی چاہتا ہے ذرا سا ٹھہر کر..... کوئی لمحہ بھر سستا کر
 ایک عمر کی تنگن اتار لی جائے اور محبت میں بڑا ڈالنے کی
 خواہش بڑی شدید ہوتی ہے۔ تب پاؤں گرم رہت پر
 آ کر جلنے لگتے ہیں اور سورج بھی سوانیزے پر ٹھہر کر اپنی
 شناخت بھول جاتا ہے۔

”یہاں کیوں کھڑی ہو.....؟“ اس کے کانوں کے
 بہت قریب گونجتے والی سرگوشی نے اسے سوچوں کے
 گرداب سے باہر نکالا وہ بے ساختہ چونکی جیسے کسی گاڑی
 کو ایک دم بریک لگنے سے بڑی زور کا دھکا لگتا ہے اس
 نے ایک دم پلٹ کر اپنے بہت قریب کھڑے اس شخص کو
 دیکھا جس کے چہرے پر بڑی دلچسپ مسکراہٹ تھی
 وہ جس پلر سے قیک لگائے کھڑی تھی وہ اس پلر پر اپنا
 دلیاں ہاتھ نکائے اس کے اتنے قریب کھڑا تھا کہ اس
 کے لباس سے اشستی مخصوص مدھم خوشبو کی مہک بے ساختہ
 اس کی سانسوں سے ٹکرائی تھی اس نے ایک بہت خاموش

محبت ہمیشہ کسی شکار کی تلاش میں یہاں سے وہاں
 چکراتی پھرتی ہے اور بالآخر کسی نہ کسی کو شکار کر کے
 چھوڑتی ہے۔ محبت کبھی دواس کی طرح ہوتی ہے اس کا
 اپنا کوئی گھر، کوئی ٹکڑ، کوئی ٹھکانہ نہیں ہوتا، اسی لیے آدی کو
 بے ٹھکانہ کر دیتی ہے اور اپنا آپ بھلا کر ہوش و حواس
 سے بیگانہ کر دیتی ہے۔

ایک زمانے میں محبت زندگی بن کر اس کی رگوں میں
 اتری تھی اس کے خون میں شامل ہوئی تھی اسے گھر سے
 بے گھر کیا تھا اس کے ظاہری خدو حال کو بدل کر ایک نئی
 شکل میں ڈھالا تھا، محبت نے اور جب وہ سر سے پاؤں
 تک محبت کے رنگ میں رنگ گئی تو محبت نے اس کے
 سارے رنگ اتار دیئے اور وہ بڑی دیر تک محبت کے اس
 ظالمانہ رویے کو دیکھتی رہی۔

وہ جو محبت کی طلب و آس میں ایک عمر جی چکی تھی
 خوابوں کے طے پہ بیٹھ کے زار و زار رو چکی تھی کہ
 آنکھیں بنجر اور ویران ہو گئیں..... اب تو کوئی آس
 و طلب تنگن بن کے اس کی پلکوں میں سمائی رہتی اور
 پلکوں کی جڑیں ہر وقت نم رہتیں..... اس کی پور پور کو تھکا
 دیا تھا محبت میں نباہ کی خواہش نے بیچلی کی طلب
 نے..... اور جب وہ سب نصیب کا لکھا سمجھ کر قبول کر
 بیٹھی تو دل کی زمینوں پر ایسا موسم در آیا کہ تنگن زدہ
 پلکوں کے پار ٹھہری ادا اس آنکھوں میں حیرت بن کر ٹھہر
 سی گئی تھی۔ یہ..... کیسے ہو سکتا ہے؟ ایک بار پھر اس گلی
 سے کوئی کیسے گزر سکتا ہے؟

سے اس کے چہرے کے ایک ایک نقش کو دیکھتا اور دل میں اتارتا رہا۔

”آج میں نے صبح صبح تمہارا چہرہ دیکھا ہے آئی ہو پ میرا آج کا دن بہت اچھا گزرے گا۔“

”قار یور کانسٹنڈ انفارمیشن سعد سکندر کہ یہ صبح نہیں..... دوپہر کے دو بج چکے ہیں۔“

”ارے واہ۔“ سعد جموم اٹھا ”تم نے تو کچھ اس طرح کہا ہے جیسے کبھی بچپن میں ریڈیو پاکستان کو آن کرنے پر ایک ہی آواز سننے کو ملتی تھی یہ ریڈیو پاکستان ہے دوپہر کے دو بج چکے ہیں اب آپ خبریں سنیں۔“

سعد نے کچھ اس انداز میں ریڈیو نیوز کا مٹر کی نکل اتاری کہ اس نے بمشکل اپنی ہنسی روکی مگر وہ بھی اسے ہنسی دباتے دیکھ چکا تھا۔

”تم نہیں لؤ پیارے پاکستان میں ابھی ہنسنے پر کوئی ٹیکس نہیں لگا۔“ وہ ایک دم دوبارہ میریس ہوئی تو سعد سکندر نے کہا۔

”میں تمہیں بتاؤں میرے ساتھ جو واقعہ ہوا ہے وہ پہلی بار ہوا ہے دنیا میں اگر چہ اور بھی بڑے بڑے سپر ہیرو واقعات رونما ہوتے ہیں مگر محبت کا واقعہ بھی کوئی معمولی نہیں ہوتا میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ہے کہ میں صبح شام کے اوقات بھول گیا ہوں۔ موسموں کا آنا جانا بھول گیا ہوں۔ جب سے تم ملی ہو آئمہ بخاری..... میں جگہ وقت موسم ہر چیز سے بے نیاز ہو گیا ہوں۔ یاد رہتا ہے تو صرف تمہیں سوچتا، تمہیں دیکھتا، تم سے ملنا اور تم سے باتیں کرنا..... باقی سارا کچھ میرے لیے غیر ضروری ہو گیا ہے۔ میں رات کو سو نہیں پاتا کہ صبح تمہیں دیکھنا ہے یہ میرے دل کی سب سے بڑی خوشی ہے۔“ وہ اسے یوں دیکھ رہا تھا جیسے کسی مقدس کتاب کا کوئی مقدس ورق۔

”صبح صبح آتے ہی میں نے تمہیں دیکھا، تم اس پلر کے ساتھ کھڑی تھیں ٹیک لگائے ساکت نگاہ اور چپ چاپ..... جیسے کوئی سنگی مجسمہ ہو جسے کوئی مورت ہو..... میں تمام کام بھول گیا سب چھوڑ چھاڑ کر بس تمہیں دیکھتا

نگاہ اس پر ڈالی اور سیرھیاں اترنے لگی جیسے بڑی دیر سے فقط اس کے آنے کی منتظر ہو۔ وہ بھی قدم بہ قدم اس کے ساتھ چلنے لگا۔

وہ مسلسل بول رہا تھا یونہی ادھر ادھر کی باتیں صبح سے اب تک رونما ہونے والے واقعات تمام جزئیات سمیت..... وہ محو گفتگو تھا بے تکان بول رہا تھا اس بات کی پروا کیے بغیر کہ کوئی اس کی گفتگو کتنی توجہ اور دلچسپی سے سن رہا ہے، سن بھی رہا ہے یا نہیں..... وہ ہنوز خاموش تھی پھر وہ بھی چپ ہو گیا اور آخری میزگی پر بیٹھ گیا تو اسے بھی بڑھتے قدم روکنا پڑے۔

”لگتا ہے آج تم نے کچھ بھی نہ بولنے کی قسم کھا رکھی ہے یار بولا کر ڈبا تمیں کیا کر دم اکتا نہیں جاتی اتنا چپ رہ کر..... اپنے وہ کلیب جالب نے تمہارے جیسوں کے لیے ہی کہا تھا۔“

گفتگو کرو کہ یہ فطرت آدم ہے کلیب جالے لگ جاتے ہیں جب بند مکاں ہوتا ہے

”کوئی بات ہو تو.....“ وہ بیزار سی تھی اس کے شہر سنانے پر بھی کوئی رد عمل نہ دیا۔

”گویا میں فضول بکواس کر رہا ہوں گھنٹے بھر سے۔“ وہ چڑ کر بولا۔ ”مجھے لگتا ہے میری کسی بات کی تمہارے نزدیک کوئی اہمیت ہی نہیں..... میں زیادہ بولوں کم بولوں یا بولنا ہی بند کر دوں اور بعض اوقات مجھے لگتا ہے کہ جب میں بولتا ہوں تو تم اپنے کان ہی بند کر لیتی ہو شاید کوئی خفیہ لاک لگا دیتی ہو..... میں ہی پاگل ہوں نا جو صبح صبح تمہارے پیچھے خوار ہونے لگتا ہوں بے کار ہوں نا اور کوئی کام دھندا بھی نہیں ہے۔“ وہ اس کی صورت کے خفا خفا نقوش دیکھ کر ہنس دی۔

”ارے..... تم ہنستی بھی ہو۔ واٹ اے سر براٹر.....!“ اس نے حیران ہونے کی اداکاری کی۔

”تم ہنستی اچھی لگتی ہو.....“ گنگلتا تے ہوئے وہ اٹھا اور اس کے سامنے آ کھڑا ہوا اور بائیں برش کے تناور درخت سے ٹیک لگا کر بہت فرصت و سہولت اور محبت

سے اس کے چہرے کے ایک ایک نقش کو دیکھتا اور دل میں اتارتا رہا۔

”آج میں نے صبح صبح تمہارا چہرہ دیکھا ہے آئی ہو پ میرا آج کا دن بہت اچھا گزرے گا۔“

”قار یور کانسٹنڈ انفارمیشن سعد سکندر کہ یہ صبح نہیں..... دوپہر کے دو بج چکے ہیں۔“

”ارے واہ۔“ سعد جموم اٹھا ”تم نے تو کچھ اس طرح کہا ہے جیسے کبھی بچپن میں ریڈیو پاکستان کو آن کرنے پر ایک ہی آواز سننے کو ملتی تھی یہ ریڈیو پاکستان ہے دوپہر کے دو بج چکے ہیں اب آپ خبریں سنیں۔“

سعد نے کچھ اس انداز میں ریڈیو نیوز کا مٹر کی نکل اتاری کہ اس نے بمشکل اپنی ہنسی روکی مگر وہ بھی اسے ہنسی دباتے دیکھ چکا تھا۔

”تم نہیں لؤ پیارے پاکستان میں ابھی ہنسنے پر کوئی ٹیکس نہیں لگا۔“ وہ ایک دم دوبارہ میریس ہوئی تو سعد سکندر نے کہا۔

”میں تمہیں بتاؤں میرے ساتھ جو واقعہ ہوا ہے وہ پہلی بار ہوا ہے دنیا میں اگر چہ اور بھی بڑے بڑے سپر ہیرو واقعات رونما ہوتے ہیں مگر محبت کا واقعہ بھی کوئی معمولی نہیں ہوتا میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ہے کہ میں صبح شام کے اوقات بھول گیا ہوں۔ موسموں کا آنا جانا بھول گیا ہوں۔ جب سے تم ملی ہو آئمہ بخاری..... میں جگہ وقت موسم ہر چیز سے بے نیاز ہو گیا ہوں۔ یاد رہتا ہے تو صرف تمہیں سوچتا، تمہیں دیکھتا، تم سے ملنا اور تم سے باتیں کرنا..... باقی سارا کچھ میرے لیے غیر ضروری ہو گیا ہے۔ میں رات کو سو نہیں پاتا کہ صبح تمہیں دیکھنا ہے یہ میرے دل کی سب سے بڑی خوشی ہے۔“ وہ اسے یوں دیکھ رہا تھا جیسے کسی مقدس کتاب کا کوئی مقدس ورق۔

”صبح صبح آتے ہی میں نے تمہیں دیکھا، تم اس پلر کے ساتھ کھڑی تھیں ٹیک لگائے ساکت نگاہ اور چپ چاپ..... جیسے کوئی سنگی مجسمہ ہو جسے کوئی مورت ہو..... میں تمام کام بھول گیا سب چھوڑ چھاڑ کر بس تمہیں دیکھتا



Parizadi دل گھر کا

ایگزیکٹو پروڈیوسر: سیمّا طاہر خان
تحریر: ارم دسی، صائمہ حبیبی - ڈائریکٹر اینگریٹ: شہباز وحید
کاسٹ: سہیل، فیصل رحمن، ظفر رحمن
ہدایات: شایان اقبال
پیشکش: اسٹیم اینڈ ایف پروڈکشن

TUESDAY 8:00 pm TV ONE

usap se rishta pyar ka

WWW.PAKSOCIETY.COM

کیا توڑے گی پر کی زاد۔۔۔ شادی کا بندھن یا محبت کی ڈور؟

پر کی زاد ایک ذہین اور خوبصورت لڑکی ہے جو لڑکیوں کی تعلیم کی زبردست حامی ہے۔ اس کا تعلق ایک مڈل کلاس گھرانے سے ہے اپنے گھر کے خرچ میں ہاتھ بٹانے کے لیے وہ ایک اسکول میں پڑھاتی ہے اور یہ پیر میں پڑوس کی لڑکیوں کو بھی زبرد تعلیم سے آراستہ کرتی ہے۔ وہ اسکول میں اپنے ایک کولیگ علی سے محبت کرتی ہے اور دونوں شادی کا خواب دیکھتے ہیں مگر عین اس وقت جب علی اپنا رشتہ بھیجے والا ہوتا ہے پر کی زاد کے خاندان میں ایک ایسی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے جو پر کی زاد کو ایک اہم فیصلے کے دوران پر لاکھڑا کرتی ہے۔ پر کی زاد کے بھائی کو ایک خطرناک مافیا اغواء کر لیتی ہے اور اس کی رہائی کے عوض بھاری معاوضہ طلب کرتی ہے، اپنے گھر کی عزت بچانے کے لیے پر کی زاد کو ایک بالدار شخص منصور سے شادی کرنا پڑتی ہے جس کی بیوی کا انتقال ہو چکا ہے اور وہ دو نو جوان لڑکیوں کا باپ ہے۔ منصور پر کی زاد کے بھائی کی رہائی کے لیے مطلوبہ رقم فراہم کر دیتا ہے پر کی زاد کو شادی کے بعد پتہ چلتا

ہے کہ منصور صاحب ایک سخت گیر انسان ہیں جو فرسودہ اور کفر و بائق خیالات رکھتے ہیں اور وہ لڑکیوں کی تعلیم کے سخت مخالف ہیں۔ منصور صاحب کے گھر کا ماحول کافی گھٹا گھٹا سا ہے منصور صاحب کا بھانجا ارشد ایک عیارہ لاپٹا اور سازشی شخص ہے جو ماموں کی دولت اور ان کی عزت پر کی زاد پر پر کی نظر رکھتا ہے۔ پر کی زاد کی اہلیہ پریشان کن زندگی میں اچانک علی واپس آتا ہے اور اسے منصور سے نامن چھڑانے اور اپنی شریک زندگی ہونے کی پیشکش کرتا ہے۔ اب پر کی زاد زندگی کے ایک اہم دور سے برکھڑی ہے کہ وہ کیا فیصلہ کرے؟ کیا وہ علی کی محبت کو خاندان کی مصیبت چڑھا دے گی؟ کیا وہ سخت گیر اور فرسودہ خیالات کے مالک منصور کے گھر دو سوتلی بیٹیوں کے ساتھ گزارا کر سکے گی؟

”جس پیوگی؟“ اس وقت وہ کیسے ٹیریا کے سامنے سے گزر رہے تھے۔
”نہیں۔“

”جائے یا کولڈ ڈرنک؟“

”نہیں اس وقت کسی چیز کا بھی موڈ نہیں ہو رہا ہے۔ بس گھر جاؤں گی۔“

”او کے ڈراپ کروں.....؟“

”نہیں، میں چلی جاؤں گی۔“ اس نے رہبان سے کہا۔

”ٹھیک ہے اللہ حافظ!“ بنا اس کی جانب دیکھے وہ یوں سیر حیاں چڑھ گیا جیسے اسے کوئی بہت ضروری کام یاد آ گیا ہو اس نے جاتے جاتے پلٹ کر نہ دیکھا تھا لیکن وہ اگلے کئی بل ایک ایک میز می پر اس کے قدموں کے نشان دکھتی رہی..... اس کے دل پر جانے کیوں کوئی بوجھ سا آ پڑا تھا۔

”اپنا خیال رکھنا۔“ وہ ابھی اسٹاپ کے قریب تھی جب سیل پر اس کا میسج جگمگانے لگا۔

وہ ایسا ہی تھا کبھی مہربان بادل ہو جاتا اور کبھی کڑی دھوپ میں تہا چھوڑا جاتا..... بعض اوقات اس کے اتنا قریب ہو جاتا کہ اسے اپنے دل کے کہیں آس پاس محسوس ہوتا اور کبھی کئی قرونوں کے فاصلے پر..... جیسے کچھ کتابیں ہم سمجھتے ہیں کہ ہم لفظ لفظ حرف حرف پڑھ چکے ہیں لیکن اگلے ہی صفحے پر غیر واضح، نا آشنا اور مبہم تحریر نگاہ کے سامنے آ جاتی ہو۔

دھوپ چھاؤں جیسا مزاج رکھنے والا وہ شخص..... جس کے بارے میں وہ سارے راستے سوچتی آئی تھی۔ جس کے لفظوں کی بازگشت نے بڑی دور تک اس کا پیچھا کیا تھا کبھی سچ لگتا، کبھی من گھڑت کہانی، کبھی جھوٹ کا فسانہ..... وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اسی کو سوچ رہی تھی۔

”وہ میرا ہے ہی کون؟ کوئی نانا، کوئی تعلق، کوئی رشتہ..... یونہی راستے میں ملا ہے جانے کب پھنٹ جائے..... راہ میں ملنے والوں کو رستہ بدلنے میں یا سفر کا

رہا، کیونکہ میرے لیے اس سے ضروری اور کوئی کام نہ تھا بلیوی.....“ سعد سکندر نے اس کے صبح چہرے پر اپنی نگاہ گاڑ رکھی تھی شاید اس کی آنکھوں میں اُگے بے یقینی کے بیول ڈھونڈ رہا تھا یا یونہی محبتوں کی شدتوں کا یقین دلانا مقصود تھا۔ وہ کچھ بھی نہ بولی نہ ہوں نہ ہاں..... اور وہ بڑی دیر تک اس کی آنکھوں کی سنہری زمینوں پر اپنی محبت کی فصل ڈھونڈتا رہا چاہت کے کھلیان تلاش کرتا رہا جہاں صرف بے یقینی کے شجرتے سناٹوں کے راج تھے اور گہری چپ کے سائے تھے وہ ٹھنڈی سانس بھر کے رہ گیا لیکن اسے حوصلہ نہیں ہارنا تھا یہ اس نے روز اول سے سوچ رکھا تھا کیونکہ زندگی کی راہوں میں جو حوصلہ ہار دیتے ہیں ہار پھر ان کے نصیب میں لکھ دی جاتی ہے۔

وہ پلٹ کے چل دی تو وہ چند لمحہ بعد اس کے ساتھ ہولیا۔ اب وہ نارمل ہو چکا تھا جیسے..... بارش کے بعد کی دھوپ نرم اور چمکیلی..... جیسے بادل برس کر اپنے اندر کا جمع سارا پانی دھرتی پہ اٹھیل چکے ہوں۔ وہ بالکل پہلے جیسے تھا ہنستا، مسکراتا، تھمتھمتھ لگاتا آتے جاتے لوگوں پر بے لاگ تبصرہ کرتا اور پھر خود ہی مغلطوظ ہوتا ہوا..... ہاں البتہ آئندہ بخاری کو جانے کیوں سعد سکندر سے ملنے کے بعد خود کو نارمل کرنے میں کچھ وقت لگتا تھا اس کے کہے ذومعنی جملے اسے ڈسٹرب کر دیتے تھے۔

”آج تم کچھ زیادہ ہی اداس اور چپ ہو.....؟“ ساتھ چلتے چلتے اس نے سوال کیا۔
”نہیں..... کچھ خاص نہیں۔“

”خاص نہ سہی عام ہی بتا دو۔“ اس نے قدم روکے۔
”کچھ نہیں ہوا سعد.....“ وہ آہستگی سے بولی۔ وہ اسے کیا بتاتی کہ اداسی بعض اوقات بے سبب بھی ہوتی ہے اور یونہی دل کے آسمان پر کالے سیاہ بادلوں کی طرح چھا جاتی ہے کما لکھ پھر رونے کا بس بہانہ تلاش ہوتی ہے۔

سعد نے حسب عادت کریدنا چھوڑا اور اس کی یہ عادت بہت اچھی تھی کہ وہ بلاوجہ کسی بات کے پیچھے نہیں پڑتا تھا۔

اختتام کرنے میں دیر کتنی لگتی ہے بھلا..... اور ایسے راستوں پر کیا چلنا جو بے نشان منزلوں کی جانب لے جائیں۔“ وہ سمجھا رہی تھی اور دل سمجھ بھی رہا تھا کسی سمجھدار بچے کی طرح.....



وہ خود سے ابھرتی..... سوال کرتی گھر پہنچی تو شام تقریباً قریب تھی۔

”توبہ..... ایک تو سردیوں کا دن اتنی جلدی ختم ہو جاتا ہے! ادھر شروع ہوا ادھر ختم.....“ گھر میں وہی جانی پہچانی خاموشی تھی جو روز بڑے والہانہ انداز میں اس کا استقبال کرتی تھی۔

اماں ہمیشہ کی طرح مصلے پر کسی لمبے وظیفے میں مشغول تھیں اور ہمیشہ ہی کی طرح اس کے آنے پر کوئی رسپانس نہیں دیا سو سلام کے جواب کا انتظار کرنا فضول تھا وہ بیک رکھ کر سیدھی کچن میں چلی آئی۔ کچن بھی دل کی طرح بھائیں بھائیں کر رہا تھا، کوئی وحشت تھی جو سیڑھیوں پہ کمروں میں کھن میں کچن میں چکرانی پھرتی تھی۔ وقت جیسے ایک جگہ آ کر ٹھہر سا گیا تھا۔ اس نے کچن کی کھڑکی کھولی شام کی ٹھنڈی ہوا کا جھونکا اس کے چہرے سے ٹکرایا کچن کی کھڑکی کے ساتھ شاخ درشاخ نکلتی اور پر کو جاتی انگور کی نیل کس قدر بے رونق اور اجڑی اجڑی سی لگ رہی تھی۔ جیسے ہجر رسیدہ کوئی عورت۔

اس نے چولہے پر چائے کا پانی رکھا اور خود کھڑکی میں کھڑی ہو گئی..... پہلے کیسی رونق ہوا کرتی تھی اس گھر میں! حالانکہ زیادہ لوگ نہ تھے صرف کتنی کے چند افراد..... اماں، صائمہ اور وہ..... زندگی کیسے سکھ کی تلائیں بھرا کرتی تھی کسی الہڑ ہرنی کی طرح! اگرچہ آسائشوں کے انبار نہ تھے دولت کی ریل پیل نہ تھی مگر ٹڈل کلاس سفید پوشی کا بھرم قائم تھا ابابا کہے ہر ضرورت پوری کر دیتے، کوئی خواہش تشنہ نہ رہنے دیتے..... دونوں بیٹیوں کی تربیت ایسے کی کہ لوگ حسد و رشک سے

دیکھتے..... صائمہ کے قہقہے پورے گھر میں گونجتے اس کی شوخیاں، شرارتیں اور پھراہاں کا اس کو ڈانٹتے رہنا..... اور ابا کا ان دونوں بہنوں کے ساتھ لاڈ بھرا انداز..... وہ سب کے سامنے فخر سے اپنی بیٹیوں کی قابلیت، فرماں برداری، شرافت اور فہم و فراست کا تذکرہ کرتے۔ مان اور فخر محسوس کرتے اور کہتے کہ بیٹیاں تو مان ہوتی ہیں بھرم اور فخر ہوتی ہیں نہ صرف والدین کے لیے بلکہ پورے معاشرے کے لیے..... اگرچہ ان کی تربیت میں کمی نہ رہنے دی جائے ان کی قابلیت اور کردار پر اعتماد کیا جائے بدگمانی، بے یقینی اور بے اعتباری کی آلودگی سے بچایا جائے۔ وہ بیٹیوں کے حوالے سے بولتے رہتے اور اماں برابر گلستیں۔

”مگر بیٹیاں تو بیٹیاں ہوتی ہیں ان کا موازنہ بیٹیوں سے تو نہیں کیا جاسکتا ناں؟“ اور ابا جانتے تھے کہ ایک بیٹے کی چاہ وہ ان کے دل سے پوری زندگی نہیں نکال سکے۔ پھر صائمہ کو رسالے پڑھنے کا چسکہ جو لگا تو اماں عاجز آ گئیں۔

”تمہارے ان کچھ نکتے رسالوں کو تو میں آگ لگاتی ہوں اتنا قرآن پاک پڑھ لیا کر دکھا آگاہ کچھ سنو رہے.....“ اماں غیظ و غضب سے مذہب کو درمیان میں لائیں، صائمہ ذرا کی ذرا شرمندہ ہوتی تو رسالہ رکھ دیتی لیکن اگلے ہی پل کسی ادھوری کہانی کے خیال سے رسالہ پھر اس کے ہاتھ میں ہوتا اور اماں پھر تازہ لیتیں۔

”پڑھو..... بے شک پڑھو میرا کیا جائے گا تمہارا ہی نقصان ہوگا، غضب خدا کا نقطوں کی طرح مہین حرف..... اور چھاپا اتنا باریک ہے اندھی ہو جاؤ گی اور پھر دنیا دیکھنے جو گی کبھی نہ رہو گی زیادہ دیر تک لائیں بھی کوئی نہیں پکڑاتا اپنے بھی اکتا جاتے ہیں۔“

”اماں اس انداز سے تمہارے مستقبل کی تصویر کشی کرتی ہیں کہ وائٹ اسٹک ہاتھ میں پکڑے ٹول ٹول کر قدم رکھتی کوئی مائی تصور میں آ جاتی ہے۔“ آئمہ ہنستی۔

”ہاں توبہ..... شرم کرو تم۔“ وہ جھمک جھری لیتی۔

”کبھی تم بھی کر لیا کرو۔“ آئمہ کہتی۔ پھر اس کے

بعد صائمہ نصاب کی کتاب کے اندر چھپا کر رسالہ پڑھنے لگی۔

”ہیروئن کے تو مزے ہیں یا زکیا رو میٹنگ ہیرو ہے۔“ کبھی وہ پڑھتے پڑھتے جھوم جاتی۔ ”ویسے یار اس

طرح کے مرد ریل لائف میں بھی پائے جاتے ہیں کیا؟“ اس نے نہایت معصومیت اور سادگی سے پوچھا۔

”کس طرح کے مرو؟“ آئمہ اسی وقت نماز پڑھ کے آئی تھی تسبیح پر کوئی درود پڑھ کے پورے گھر پر پھونکیں

مارتے ہوئے پوچھا۔

”یہی کہانیوں والے..... ڈیٹنگ، ہینڈنم، اجہائی دولت مندا تے کیڑنگ اتے لوگ۔“ وہ آنکھیں میچ کر کسی اور ہی جہان میں پہنچی ہوئی تھی اور آئمہ گھر کے درود

دیوار کے ساتھ اس پر بھی پھونکیں مارنے لگی۔

”جی نہیں اس طرح کے لوگ صرف افسانوں اور فلموں میں ہی پائے جاتے ہیں اور ایسے خیالی ہیرو ذہنی

لڑکیوں کے دماغ خراب کرتے ہیں کیونکہ حقیقی زندگی میں انہیں ویسے ہیرو ذہنی ہی خواہش اور ڈیمانڈ ہوتی

ہے..... تم بھی ذرا کم ہی پڑھا کرو اماں ٹھیک ہی تمہیں منع کرتی ہیں۔“

”تو پھر بندہ کیا کرے۔“ وہ بیزار سی تھی اور ہم لوگوں کی زندگی بھی کتنی محدود سی ہے کوئی تفریح نہیں کسی

قسم کی کوئی ایکٹیوٹیٹی ہم لوگوں کی نہیں ہے رشتے واروں کے ہاں جانا ابا پسند نہیں کرتے۔ دوستوں کے گھروں

میں جانے پر بھی پابندی ہے آخر بندہ جائے تو کہاں جائے؟ کسی ہیرو نے خود چل کے تو دروازے پر نہیں

آ جانا میری تو چلو شکل واجبی سی ہے تمہاری زندگی میں کسی ہیرو کے آنے کے چانسز بہت زیادہ ہیں وہ تو بے

چارہ تمہاری سونے جیسی آنکھوں اور سنہری لمبے بالوں کو دیکھتے ہی فوت ہو جائے گا لیکن تم آئی سوئیز اپنے

ہاتھوں سے گنوا دو گی۔“

”تمہاری ہنسی ہی اتنی چاری ہے کہ سانس روک لیتی

ہے اوپر سے تمہاری من موہنی صورت اگر چہ ڈفر ہو لیکن دیکھنے والوں کو معصوم لگتی ہو۔ بس حلیہ تھوڑا سا پھینچ کر لو اس

حلیے میں تو بالکل ہیڈ مسٹر لیس لگتی ہو۔“ آئمہ اس کے انداز پر کھلکھلا کر ہنس دیتی اور وہ برابر اسے فیشن ایبل لگنے کے

طریقے بتاتی رہتی اور آئمہ نیند کی وادیوں میں اتر جاتی جبکہ وہ رات گئے تک لحاف میں چھپی ڈائجسٹ پڑھتی

رہتی اسی لیے اکثر فجر کی نماز قضا ہو جاتی اور اماں کو پھر غصا آ جاتا۔

”کیا ملے گا اس کو؟ فرشتے جب رزق تقسیم کر رہے ہوتے ہیں تو یہ لڑکی خواب دیکھ رہی ہوتی ہے۔ حشر کے

دن خالی ہاتھ پھرے گی۔“

”رہنے دو ہر وقت ڈانٹتی نہ رہا کرو۔“ ابا ہمیشہ اس کی ذہال بن جاتے۔

”بیٹیوں سے اتنا لاڈ پیارا چھان نہیں ہوتا بگڑ جاتی ہیں اور پھر انہیں اگلے گھر بھی تو جانا ہوتا ہے۔“ اماں کا

وہی ماؤں والا خصوصی وہم بھرا انداز اور ابا کا سر جھٹک کے رو کر دینا۔

ایسے میں صائمہ تھوڑی سی اور دلیر ہو جاتی ابا کی شدہ پا کر۔ اس کے قہقہے بلند ہو جاتے اور شوخیاں آسمان کو

چھونے لگتیں۔ اماں کی ڈانٹ ڈپٹ کو کسی خاطر میں لائے بغیر وہ اکثر اماں کا موڈ خراب دیکھ کر اماں کے گلے

میں جھول کر کوئی ایسا شوخی بھرا جملہ کہتی کہ اماں بھی اپنی ساری ناراضی بھول جاتیں اور بے ساختہ ہنسی کو پھر کوئی نہ

روک پاتا۔

”اف تو بہ..... کتنا ہنستی ہو تم صائمہ۔“ آئمہ رٹا لگا رہی ہوتی اور صائمہ کی ہنسی کی آواز اس کے رٹے

میں خلل ڈال دیتی اور یاد کیے ہوئے جملے ذہن سے نکلنے لگتے۔

”ہاں تو کیا ہے اب بندہ ہنسنے والی بات پہ ہنسے بھی ناں۔“

”اچھا..... ذہ کیسے؟ آئمہ ہنسی۔“

”بہتر بیڈ مسٹریس صاحبہ۔“ وہ مسرت سے تسلیم خم کرتی ہوئی ہنستی چلی جاتی۔

”جو کسی قابل ہوتا ہے وہ کھڈے لائن نہیں لگتا۔“
صائمہ نے برجستہ جواب دیا۔
”آہ.....!“ عمن نے شخصدی ٹھار مصنوعی آہ بھری تھی۔

آئمہ یونہی اپنے بڑے ہونے کا رعب ڈالتی کیونکہ وہ اس سے فقط گیارہ مہینے بڑی تھی مگر صائمہ رعب میں کہاں آنے والی تھی دیسے بھی وہ جانتی تھی کہ صائمہ کو پڑھنے کے لیے رٹا لگانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بی ایس سی میں صائمہ کی جب پوزیشن آئی تو آئمہ نے بے ساختہ اسے اپنے ساتھ لگا کر اس کا ماتھا چوم لیا۔ سب کتنا خوش ہو رہے تھے بابا کی آنکھیں اس روز کیسے چمک رہی تھیں خوشی، نخر اور مان سے..... اور یہ چمک کسی آنسو کے ٹھہر جانے کی واضح نشان دہی بھی کر رہی تھی۔ آنکھ کا پانی کب گواہی دیتا ہے کہ آدمی کے جذبات عم کے ہیں یا خوشی کے..... کبھی کبھی خوشی کی شدت سے بھی آنکھ رو پڑتی ہے۔ گھر پہ چھوٹی سی پارٹی کا انتظام تھا۔ سب کتنا ہنس بول رہے تھے زور و شور سے بحث ہو رہی تھی ہر ٹائپک ڈسکس ہو رہا تھا۔ پھر لڑکیوں کا ہر فیلڈ میں نمایاں ہونا دیر تک ہاٹ ایٹو بنا رہا۔ بڑی پھوپو کا بیٹا کیپٹن محسن اس روز کچھ زیادہ ہی چمک رہا تھا۔

اور اسی روز خبر ہوئی تھی کہ صائمہ کی بات محسن سے طے ہے۔ اب پتا نہیں یہ کون سی کتاب میں لکھا ہے کہ بچوں کی باتیں ان کے بچپن میں طے کر دی جاتیں۔ آئمہ زچ ہو گئی اور حیرت بھری نگاہوں سے پورے گھر میں صائمہ کو تلاش کیا لیکن یہ کیا.....؟ جب وہ ملی تو اس کی آنکھوں کی روشنیاں تو کوئی اور بات ہی کہہ رہی تھیں گویا وہ دونوں پہلے سے ہی اس راز سے آگاہ تھے نہ صرف آگاہ تھے بلکہ پورے دل سے رضامند بھی تھے اگر ہمیشہ کی طرح بے خبر تھی تو صرف آئمہ..... اسے اکثر ملنے جلنے والوں رشتہ داروں اور کبھی کبھی گھر کی اہم باتوں کا علم بھی بہت بعد میں ہوتا تھا..... بہر حال اس خبر نے پہلے اسے حیرت میں مبتلا کیا پھر وہ ان دونوں کی خوشی میں خوش ہو گئی یہ اس کی بڑی اچھی عادت تھی دوسروں کی خوشی میں خوش ہو جانا۔ گویا..... اس واجبی سی شکل والی افسانوی ہیروئن نے خاندان کا سب سے خوبو ہیرو کیپٹن محسن رضا ہائی جیک کر لیا تھا۔ جب اس نے صائمہ سے کہا تو اس کی روشنیوں سے جگمگانی آنکھیں بارحیا سے جھمک گئیں..... اس وقت وہ بہت پیاری لگ رہی تھی نظر لگ جانے کی حد تک اور نظر لگ جانے کے خوف سے آئمہ نے فوراً نگاہ پھیر لی تھی۔

”یہ لڑکیاں اسی طرح ہر فیلڈ میں ہم لڑکوں کا حق مارتی ہیں جب ان کو پتا ہوتا ہے کہ ان کی ڈگر پوں کی حیثیت مستقبل میں کاغذ کے ٹکڑوں کے سوا کچھ نہیں تو پھر فائدہ..... آنے والے دنوں میں یہ قیمتی ڈگریاں زرق برق بلبوسات کے نیچے بکسوں میں قید ہوں گی اور یہ بیچ پال رہی ہوں گی یا بیگمات بنی فائو اسٹار ہوٹلز میں فنکشن اور پارٹیاں اٹینڈ کرتے ہوئے یہ بھول جائیں گی کہ کن کن بے چاروں کا حق مارتی ہیں۔“



اگرچہ یہ کوئی زیادہ پرانی بات تو نہ تھی مگر جانے کیوں کبھی کبھی کچھ باتوں کو یاد کر دو تو لگتا ہے زمانے گزر گئے ہیں..... اس میں تصور ہماری یادداشت کا نہیں ہوتا، بعض اوقات وقت یوں ہی ٹھہر ٹھہر کر گزرتا ہے حالانکہ یہ فقط چار سال پہلے کی بات تھی اور چار سال ایسا کوئی طویل عرصہ بھی نہیں ہوتا..... بس گزارنے والے کو پتا ہے کہ لہجہ لہجہ کیسے صدیاں ہو کر گزری ہیں۔

”تو کیا جاہل رہ جائیں؟“ لڑکیاں متعرض ہو کر چلائیں۔
”کیپٹن محسن..... یہ آپ لڑکوں کی ہی ذمہ اندز ہیں پڑھی لکھی لڑکیاں۔“ صائمہ نے آئینہ دکھایا۔
”ہاہ ہائے..... لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ لائق فائق اور قابل لڑکوں کو کھڈے لائن لگا دو۔“

”میں کھانا پکا لیتی نا اماں، آپ نے کیوں تکلیف کی۔“ وہ کچن میں چلی آئی۔

”ہر روز تم ہی پکاتی ہو آج اگر میں نے پکا دیا تو کیا ہوا؟“ روٹی توے سے اتارتے ہوئے اماں نے سہولت سے جواب دیا تو وہ چپ چاپ پلٹ گئی۔

کھانے سے فارغ ہو کر اماں نے عشاء کی نماز کی نیت باندھی تو کچن صاف کرنے برتن دھونے کے بعد اس نے بھی جائے نماز اماں کے ساتھ بچھالی۔ نماز سے فارغ ہو کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی جبکہ اماں کا ابھی کوئی ایسا ارادہ نہ تھا ویسے بھی ان کا زیادہ وقت جائے نماز پر ہی گزرتا تھا۔

”اماں پہلے دوائی کھالیں۔“ نیم گرم دودھ گلاس میں ڈال کر گولیاں پتھلی پر رکھے وہ چلی آئی۔ گولیاں کھا کر خالی گلاس اس کی طرف بڑھاتے ہوئے اماں دعا دیتے ہوئے بولیں۔

”سدا سکھی رہو میری بچی۔ صائمہ کیسی کام چور اور سست الوجود ہوا کرتی تھی سوائے رسالے پڑھنے کے کوئی کام نہ تھا اسے گھر کے کاموں میں ذرا دلچسپی نہیں لیتی تھی نہ ہاتھ میں ڈانٹتے نہ ہی کوئی اور گھریلو ہنر اور نصیب دیکھو..... اور تم میں کوئی کمی بھی نہ تھی پھر بھی.....“ ایک سرد آہ بھر کے انہوں نے بات آدھی چھوڑ دی۔ اماں کی یہ پرانی عادت تھی وہ جو سوچتیں کہہ دیتیں فوراً اور اب تو اماں ہر وقت اسی کو سوچتی تھیں اور ظاہر ہے وہ ان کی سوچوں پر پابندی تو نہیں لگا سکتی تھی تاکہ آخر وہ ماں جو ہوئیں۔ اس کے دکھ کوان سے زیادہ کون محسوس کر سکتا تھا، جتنی محبت ماؤں کو اپنی بیٹیوں سے ہوتی ہے کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔

وہ چپ چاپ سیڑھیاں چڑھنے لگی۔ رات پوری طرح اپنا سیاہ آچھل کائنات پر پھیلا چکی تھی۔ آخری تار بخوں کا آدھا چاند دھند میں چھپ کر شاید اپنا ادا اس چہرہ اوجھل کرنا چاہتا تھا۔ آدھا چاند دیکھ کر اس نے سوچا میں زندگی سے جس اوقات سب کچھ آدھا ہی ملتا ہے

وہ کھڑکی بند کر کے پٹی تو چولھے پر رکھا چائے کا پانی اہل اہل کر خشک ہو چکا تھا اس نے دوبارہ پانی رکھا۔ صائمہ کا فون آیا تھا۔ اماں نے وہیں سے اطلاع بہم پہنچائی تو اس نے فوراً چولھے کے ساتھ یادوں کا برز بھی بند کیا۔ اماں کے اور اس کے مابین اسی طرح کی گفتگو ہوتی تھی پھر چائے کپوں میں ڈال کر وہ اماں کے پاس آ بیٹھی۔ بڑی دیر اس نے اماں کے کوئی اور بات کرنے کا انتظار کیا پھر خود ہی بولنا پڑا۔

”کیا کہہ رہی تھی وہ؟“

”تمہارے لیے فکر مند تھی۔“ اماں متانت و تاسف سے بولیں۔

اب یا تو چائے زیادہ گرم تھی یا اس نے گھونٹ لینے میں احتیاط نہ برتی کہ گرما گرم چائے اس کا حلق تک جلاتی گئی۔ پھر بڑی دیر تک ان دونوں میں سے کوئی نہ بولا۔ شام کی سرد ہوا خشک پتوں کے ساتھ مل کر کوئی نا محسوس سرگوشیاں کر رہی تھی خشک فضا میں عجب سا سوز تھا۔

”اس ویک اینڈ پر آنے کا پروگرام تھا پھر اچانک تیمور کو فلو ہو گیا اب کیا پتا اگلے ویک اینڈ پر آئیں وہ لوگ۔“ کچن میں خالی کپ رکھ کر جب وہ دوبارہ اماں کے پاس آ بیٹھی تو اماں نے بتایا۔

پھر اماں نے اپنے اور صائمہ کے مابین ہونے والی چیدہ چیدہ گفتگو سے سنانے لگیں اور وہ چپ چاپ سنتی رہی کیونکہ اس ذکر میں زیادہ تر اس کا تذکرہ تھا۔ وہ کچھ بھی نہ بولی یہ بھی نہ بتایا اماں کو کہ صبح اس کی صائمہ کے ساتھ بات ہوئی تھی اور کم و بیش یہی گفتگو وہ اس کے ساتھ کر چکی تھی۔ شام کو اگر پھر فون آئے گا تو تقریباً وہی باتیں ہوں گی۔ اب ہر صبح شام نئی نئی باتیں کہاں سے آئیں..... اسے اوتکھ سی آنے لگی تو اس نے اماں کی گود میں سر رکھ دیا۔ اماں اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگیں پھر اسے خبر ہی نہ ہوئی وہ کب سوئی اور کتنی دیر تک سوئی جب جاگی تو اماں رات کا کھانا تیار کر چکی تھیں۔

سے انا

ہم بروقت ہر ماہ آپ کی دلچسپ اور فراہم کرنے

ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا رسالہ
(بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ)

پاکستان کے ہر کونے میں 600 روپے

امریکا کینیڈا آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے لیے

6000 روپے

میڈل ایسٹ ایشیائی افریقہ یورپ کے لیے

5000 روپے

رقم ڈیمانڈ ڈارفت منی آرڈر منی گرام
ویسٹرن یونین کے ذریعے بھیجی جاسکتی ہیں۔
مقامی افراد دفتر میں نقد ادائیگی کر سکتے ہیں۔

ابطہ: طاہر احمد قریشی..... 0300-8264242

نئے آف گروپ آف پبلسیشنز

کے نمبر: 7 فریڈ چیپرز سبہ اللہ ہارون روڈ کراچی

فون نمبر: 2/922-35620771

aanchalpk.com

aanchalnavel.com

circulationngp@gmail.com

آدھا سکہ آدھی خوشیاں آدھے خواب آدھی خواہش
آدھا پیار آدھی پیار کی کہانی۔

”آہ..... زندگی اپنا پورا حصہ ہمیں کیوں نہیں
دیتی.....؟ کئی کہاں رہ جاتی ہے؟“ وہ اماں کو کیا سمجھاتی
کہ صرف مقدر میں ہی کئی رہ جاتی ہے ورنہ انسان اپنی
طرف سے پوری تگ و دو کرتا ہے مگر پھر بھی ساری محنت
ریاضت کوشش دھری کی دھری رہ جاتی ہے تمام
تدبیریں ہار جاتی ہیں جیت اگر ہوتی ہے تو فقط قسمت
کی..... نصیب والوں کی۔

شکل و صورت، تعلیم، فہم و فراست، عقل و دانائی اور
طبقاتی تقسیم کا جھگڑا سب ڈھکوسلہ ہے، محض فریب نظر
ہے سب جھوٹے بہانے ہیں ورنہ سب نصیب کی ٹھوک
پر ہیں پھر جو اترتے ہیں تو ناحق..... وہ کیسے بھول
جائے..... گزرے دن بھولتے نہیں ہیں نہ سکھ کے اور نہ
دکھ کے۔ رشک و حسد کی ملی جلی نگا ہیں کیسے ایڑیاں اٹھا
اٹھا کر دیکھتی تھیں ان دنوں اسے..... جب عباس رضا
اس کے رستے میں آ گیا تھا۔ عباس رضانے اگرچہ اس کا
رستہ نہیں روکا تھا مگر راہ میں ضرور جا مل گیا تھا۔ ہاں.....
اسے مگر خبر نہ ہوئی وہی پرانی عادت نظر اٹھا کر نہ دیکھنے
والی، کچھ لوگ اس کی اس عادت کو غور جانتے تو کچھ
کمپلیکس کی کوئی صورت گردانتے مگر وہ ناک کی سیدھ
میں ہمیشہ اپنے رستے ہی چلا کرتی۔ وہ تو اچانک انگلش
ڈیپارٹ منٹ سے نکلتے ہوئے راہ میں ایسا وہ تقریباً
رستہ روک کر کھڑے تھکے اور مغرور نقوش کے حامل شخص
کو دیکھا تو خیال آیا کہ رستہ اگرچہ پہلی مرتبہ روکا گیا ہے
مگر یہ آنکھیں اجنبی نہیں..... کبھی کیسے میرا سے نکلتے
ہوئے کبھی لائبریری کی سیڑھیوں پر تو کبھی پوائنٹ کی
طرف جاتے ہوئے ان بہت روشن آنکھوں نے بڑی
دور تک اس کا تعاقب کیا تھا اور آج پہلی بار رستے میں
آٹھرنے کی جسارت.....

آنکھوں میں غرور کی دہکتی آگ، کشادہ پیشانی پہ سجا
مل اور کاٹیک، امارت، بینک، پنلس، گاڑیوں کے بدلتے

ماڈلز کا زعم، غرور و فخر کے لیے کتنا سامان تھا وہ بہت لوگوں میں بہت ممتاز اور نمایاں لگا کرتا۔ ہر قسم کی آسائشیں اسے زندگی نے جھولیوں بھر بھر عطا کی تھیں اسے پتا تھا کتنے لوگ ٹھہر ٹھہر کر اسے دیکھتے ہیں کتنی آنکھیں طلب بن کے اس کی راہ روکتی ہیں اپنا سب کچھ اس کے قدموں میں وان کر دینے کی ہوک لے کر..... کتنی چیزیں تھیں جو اس کی گردن میں کلف لگا جاتیں وقت کی ساری گواہیاں اسی کے حق میں تھیں..... اور اس ایلٹ کلاس شہزادے کی نگاہ ٹھہری بھی تو کہاں..... اس کا رُف اوڑھنے دھلے دھلائے چہرے والی آئینہ بخاری پر جو کسی کی جانب ضرور تپا بھی نظر اٹھا کر نہ دیکھتی اور نہ جانے کیسے عباس رضانے اس کی آنکھوں کی سنہری زمیں دیکھ لی تھیں اور اسے لگا تھا کہ یہ آنکھیں اس جہان کی نہیں ہیں۔ ہوتے ہیں نا کچھ ایسے لوگ..... اور ہوتی ہیں نا کچھ ایسی زمیں جو راہ چلتوں کی راہ روک لیں انہیں فتح کرنے کی چاہ آگے بڑھنے ہی نہ دے۔

آئینہ بخاری پورے قدم سے کھڑی نظر اٹھا کر اسے دیکھتی تب بھی وہ بلندی پر اس سے بڑے فاصلے پر تھا اور جب وہ کاسہ دل لیے کسی سائل کی طرح اس کے سامنے آیا تو اس نے حیرت بھری آنکھوں سے بڑی دیر تک اسے دیکھا۔ ذرا سی توجہ کا طلب گار اور بدلے میں عمر بھر کی محبت کا حسین وعدہ کوئی بے مول نہ بکتا تو کیا کرتا..... لفظ کیسے نقب لگاتے ہیں کہ قلعے کے قلعے مسمار ہو جائیں ہستیاں فنا کر دیں اور بستیاں اجاڑ دیں۔ محبت نے بڑی ہنرمندی سے نانا بابا بن کے اسے کسی ان دیکھے حال میں جکڑ لیا تھا۔ محبت بیٹھے پانی کی ندی ہو گئی کہ گھڑوں مٹے رہو اور پیاس نہ بجھے..... لفظوں کے موتی آسمان سے گرنے لگے۔

”مجھے تم سے محبت ہے آئینہ بخاری..... اتنی کہ میں اپنی پوری زندگی میں نے کبھی کسی سے نہیں کی۔“
وہ اپنے لہجے میں دنیا جہان کی سچائیوں بھری چاہتیں لے کر آنکھوں کے رستے پر پورا پورا دل میں اتر رہا تھا۔

صدیوں کا تعلق دنوں میں پھلا گنا چاہتا تھا اور چاہے جانے کی چاہ کسے نہیں ہوتی.....؟ اپنے خول میں بند اپنی ذات کے قلعے میں محصور آئینہ بخاری نے اپنے گرد و ترتر گرتی دیواروں کے طبع کو بڑی دیر تک حیرت سے دیکھا اور پھر بہت دیر سامنے کھڑے قلعے کو..... اور اولین خواب تو ہوتا ہی بڑا سندر ہے پہلی نظر پہلا جملہ پہلا پیار..... انسان اپنی سدھ بدھ ہی کھو بیٹھتا ہے سب کچھ بھول جاتا ہے یاد رہتا ہے تو صرف یہی کہ کوئی نہیں چاہتا ہے کوئی نہیں اپنی زندگی سے بھی عزیز رکھتا ہے۔

عباس رضا اور آئینہ بخاری کا ٹاٹا پک ہاٹ ایٹو بن گیا ہر کوئی ڈسکس کر رہا ہوتا۔

”ارے..... کچھ سنا عباس رضا مر مٹا ہے۔“
”نہیں..... کس پر.....؟“ بتانے والے جوش سے بتاتے اور سینے والا غیر یقینی سے سنتا۔

”انگلش ڈیپارٹمنٹ کی آئینہ بخاری پر۔“
”لیکن وہ تو..... اور اس کا اسٹیٹس بھی عام سا ہے۔“
”وہ کچھ لو.....“ چٹخارہ لیا جاتا..... کوئی حسد سے مرنا تو کوئی رشک سے۔

”اتنی عام سی لڑکی؟“ بر محبت خاص اور عام کہاں دیکھتی ہے محبت تو عام کو بھی خاص بنا دیتی ہے۔ لوگ حسد سے رشک سے حیرت سے مر مٹ کر پلٹ کر ٹھہر کر اسے دیکھنا ضروری سمجھتے۔ اور اسے اپنا آپ مستحکم لگتا۔

”مجھے تم سے محبت ہے آئینہ بخاری..... اتنی کہ میں نے اپنی زندگی میں کبھی کسی سے نہیں کی۔“ اس جملے کی تکرار ہر پہل اس کا احاطہ کیے رکھتی۔

چاند ہنس کر بچی کہتا ہواؤں کی سرگوشی آسمان سے برستے پانی کے قطرے یہی گنگناتے..... وہ ایک دم سخی ہو گئی سخاوت کا سمندر اور یہ احساس ہی کتنا خوب صورت ہے کوئی آپ کو چاہتا ہو بے حد بے حساب اور پھر بہت چاہت سے آپ سے آپ کو مانگے.....

”میری محبت کا یقین کرو آئینہ بخاری.....!“ بے

”عباس رضا کی فیملی کو جلدی ہے.....“ اماں بتاتیں تو وہ چڑ جاتی۔

”تو اس میں میرا کیا تصور ہے؟ لو بھلا یہ بھی کوئی بات ہے، محبت عباس رضا کو ہوئی اور بھگتان سارا شہر بھگتے۔“

”محبت جو ہوئی۔“ آئمہ کی آنکھیں ست رنگی چڑی اوڑھ لیتیں۔

”پریشان کیوں ہوتی ہو، ہم بھی کر لیں گے محبت، ہم پر کوئی حد نافذ ہے کیا.....؟“ کیپٹن حسن صائمہ کی جھلاہٹوں پر محفوظ ہوتا۔

”کوئی نہیں.....“ اس کی سمجھ میں ہی نہ آتا کہ وہ کس طرح ری ایکٹ کرے اور محبت کے تہقبے چھوٹ جاتے تھے۔

بار بار اماں کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں کوئی گہری اداسی دل کی دیواروں سے لپٹ رہی تھی صائمہ تو ایسے وقت میں دھاڑیں مار مار کر رونے لگتی۔ میرے گھر کی رونق، اماں نے بھی زندگی میں پہلی بار اعتراف کیا اور اپنے آنسو پونچھ کر صائمہ کو گلے سے لگا لیا، ابا بھی آتے جاتے..... دونوں بہنوں کو ساتھ لگاتے اور ماتھے پر پیار کرتے ایسے میں ضبط مشکل ہو جاتا۔

اماں اور ابا اکیلے کیسے رہیں گے؟ یہ خیال دل کو دکھی کر دیتا اور ایک بھائی کی کمی شدت سے محسوس ہوتی۔



شادی گو کہ بہت ساوگی سے ہوئی تھی، لیکن..... آئمہ کے ویسے کی تقریب بہت شاندار تھی اور یہ شان دیکھنے گویا پورا شہر اٹھا یا تھا کوئی رنگ و بو کا سیلاب تھا کتا کتھ خیرہ ہو رہی تھی۔ ایسی دھوم دھام ایسی شان ایسی لگشوری تقریب اس نے پہلے کہاں دیکھی تھی، خواب میں خیال میں کہیں نہیں اور اوپر سے عباس رضا کی مدھم شوخ سرگوشیاں وہ زمین پہ کہاں تھی؟ ہواؤں کے سنگ سنگ کہیں آسمانوں میں اڑ رہی تھی۔ زندگی حیرت و سرخوشی آنکھیں مل مل کے اسے دیکھتی۔

یقینی کی مالا میں ہر روز نئے سرے سے یقین کا موتی پرویا جاتا۔ لڑکیوں کو تو عادت ہوتی ہے، مٹھی بھر یقین پر غمروں کا سودا کر لینا اور اس کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا وہ بھی کسی عام سی لڑکی کی طرح ایک عام سے مگر خاص و کھنے والے مرد کی خوب صورت ہاتوں میں الجھ گئی تھی اور پھر..... مڈل کلاس لڑکیوں جن کا اوڑھنا بچھونا ہی شادی ہوا کرتی ہے اولین خواب اور آخری خواہش بس یہی.....

عباس رضا کا پر پوزل آیا اور کتنی دیر تک گھر کے ورودیوار بھی ونگ اور ساکت رہ گئے تھے، اماں گو کہ دل ہی دل میں خوش تھیں مگر پھر بھی گھڑی گھڑی کئی وہم ستاتے رہتے۔

”ان کی اور ہماری کلاس میں بڑا فرق ہے.....“

”اللہ مالک ہے وہ اسی طرح اسباب پیدا کرتا ہے اور وہ بہتر جانتا ہے کہ ہمارے لیے کیا صحیح ہے اور کیا غلط..... اس سے ہمیشہ اچھا گمان رکھو۔“ ابا بڑی جلدی جوصلے کو ہاتھ سے نہ چھوڑتے تھے۔ زندگی کا کوئی فیصلہ بھی ہمارے تابع نہیں ہوتا نہ ہی ہماری مرضی کا پابند..... سب کچھ کہیں اور ہی طے ہوتا ہے ہمیں تو تمام فیصلوں کو قبول کرنا ہوتا ہے کہ اس کے سوا چارہ بھی تو کوئی نہیں ہوتا۔

عباس رضا نے تو شادی کے لیے ایسی جلدی چائی کہ اسے زلٹ کا انتظار بھی نہ کرنے دیا اور اس کی ضد کے آگے وہ چپ کے گھونٹ پی گئی یہ سنا تو پھوپھو کو بھی اپنی تنہائیاں، بیماریاں اور گھر کی ویرانیاں نظر آنے لگیں۔ صائمہ چلائی چنتی رہ گئی مگر کسی نے اس کی ایک نہ سنی وہ ہر وقت بوکھلائی پھرتی، بڑبڑاتی رہتی..... میری تعلیم ادھوری.....

”کوئی بات نہیں۔“ اماں کا اطمینان قابل دید تھا۔

”میرا ڈاکٹر بننے کا خواب.....“

”ہر خواب کو تعبیر نہیں بھی ملتی پھر تمہارے ڈائجسٹوں کے افسانوں میں اکثر ایسا ہی ہوتا ہے۔“

آئمہ اسے چھیڑتی۔

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں:-

ہائس کو الٹی پی ڈی ایف
ایڈ فرس لنکس
ایک کلک سے ڈاؤن لوڈ
ڈاؤن لوڈ اور آن لائن ریڈنگ ایک پیج پر
کتاب کی مختلف سائزوں میں اپلو ڈنگ
ناولز اور عمران سیریز کی مکمل ریجنج

Click on <http://paksociety.com> to Visit Us

<http://fb.com/paksociety>

پاک سوسائٹی کو فیس بک پر جوائن کریں

<http://twitter.com/paksociety1>

پاک سوسائٹی کو ٹویٹر پر جوائن کریں

<https://plus.google.com/112999726194960503629>

پاک سوسائٹی کو گوگل پلس پر جوائن کریں

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس

بک پر رابطہ کریں۔۔۔

ہمیں فیس بک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے امیج پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں:-

Dont miss a singal one of your Favourite Paksociety's Update !

- i. Open Paksociety Page.
- ii. Click Liked.
- iii. Select Get Notifications.
- iv. Select See First.

All Done

Like Message

Get Notifications
Add to Interest Lists...

Unlike

IN YOUR NEWS FEED

See First
See new posts at the top of News Feed

Default
See posts as usual

Unfollow

خوشبوئیں رنگ موسم..... ہر منظر خوب صورت تھا ہر لمحہ مدہوش کر دینے والا..... اور ان فسوں خیر لمحوں نے اسے ایسی خوب صورتی عطا کی کہ عباس رضا کی وارفتہ نگاہ بھٹک بھٹک کر اسے دیکھتی اور ٹھنک کر رک جاتی۔ کیا حسین موڑ تھا جہاں زندگی آن ٹھہری تھی۔ صائمہ شادی کے فوراً بعد کراچی چلی گئی کہ محسن کا ٹرانسفر اسکر دو سے کراچی ہو گیا تھا۔ صائمہ بھی بہت خوش تھی اور پہلے سے بھی زیادہ ہنسنے بولنے اور قہقہے لگانے لگی تھی۔ دوسروں کی وہ پہلے بھی کم ہی سنتی تھی اب تو اپنی سنانے پر زیادہ زور دیا جاتا اور دوسروں کی باری آتے آتے گریٹ ختم ہو چکا ہوتا۔

”اے..... تمہارا ہیر دیکھا ہے؟“ آئمہ پوچھتی۔
 ”ہیرو..... ہیر تو بس ہیر دہوتا ہے زندگی میں ہوا افسانوں میں۔“ وہ آسودگی سے ہنس دیتی۔ ویسے بھی جو لوگ خوش ہوں آسودہ حال ہوں انہیں یہ بتانا نہیں پڑتا۔ اور اماں ابا ان دونوں کو خوش گوار زندگی میں لگن دیکھ کر کیسے آسودہ اور خوش باش ہو گئے تھے اور بیٹیوں کی خوشیوں بھری زندگی کے لیے نظر بد سے محفوظ رہنے کی دعائیں کرتے..... مگر سب دعائیں کہاں مقبول ہوتی ہیں.....؟ اور نظر تو لگ جاتی ہے کبھی زہر بھجھی، کبھی پیار بھری۔

انسان ہمیشہ خوشی کی دعا مانگتا ہے، سکھ طلب کرتا ہے محبت کے خواب دیکھتا ہے ساری عمر چاہے جانے کی چاہ نہیں جاتی..... کوئی رستے میں بھٹکتے ہوئے منزل پالیتا ہے تو کوئی منزل پر پہنچ کر نامراد ٹھہرتا ہے، کبھی کبھی بھٹکنے والے ستارہ بن جاتے ہیں اور منزل پہ پہنچ جانے والے خاک..... محبت خوشبوئیں رنگ ہے لیکن..... تمام خوشبوئیں کہاں دیر پا ہوتی ہیں بھلا..... اور سارے رنگ..... کچھ رنگ تو نرم دھوپ سے بھی اڑ جاتے ہیں پہلا قطرہ بارش کا بھی نہیں سہہ پاتے۔

عباس رضا کے اتنے ملنے جلنے والے اور دوست تھے کہ دعوئوں کا سلسلہ ختم ہی نہیں ہو رہا تھا۔ وہ تنگ آ جاتی۔

وہ کہاں عادی تھی گیٹ ٹو گیدر کی اور پھر اس طرح کی گیدرنگز میں سب کچھ کتنا مصنوعی لگتا۔

آسمان کو چھوتے قہقہے ہیں تو وہ دھوکا..... محبتوں کے اظہار و اعتراف ڈھکوسلہ لگتے حتیٰ کہ کسی سے خیر خیریت دریافت کرنا بھی محض رسمی لگتا آکھیں دیر ان بیابان اور قبرستانوں ہی اداسی لیے اور چہرے ہنستے ہوئے۔ لڑکیاں یوں پیاس میں ڈوبی بھوک کی نظروں سے ادھر ادھر دیکھتیں جیسے کوئی شکار ڈھونڈتے ہیں اور عورتوں کی مضطرب بے چین اور شکی نگاہیں اپنے اپنے شوہروں سے ہتی ہی نہ تھیں جیسے وہ کوئی جادوئی ٹوپی پہن کر ابھی غائب ہو جائیں گے اس معزز کلاس کے مرد..... ان کی نگاہیں یوں دیکھتیں گویا اندر تک چھید رہی ہوں آئمہ سارا وقت اپنا دوپٹا سنبھالتے سنبھالتے ہلکان ہو جاتی..... تنگ اس کے چہرے پر لکھی ہوئی۔

”آپ..... ان ایزی فیل کر رہی ہیں شاید؟“ اس آواز پر اس نے بے ساختہ چونک کر دیکھا وہ عباس رضا کا کوئی دوست تھا جو گہری نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ چمکتی ایکسٹری کرتی آکھیں اس کے پورے جسم کو ٹھول رہی تھیں..... اس سے پہلے کہ وہ جواب میں کچھ کہہ پاتی کہ اچانک ان موصوف کی بیگم نے اپنے میاں کو دبوچتے ہوئے آئمہ کو یوں دیکھا کہ وہ پانی پانی ہو گئی۔

”یہ شاید اپنے آپ کو مس فٹ محسوس کر رہی ہیں ظاہر ہے یہ اس کلاس سے لی لونگ جو نہیں کرتی ہیں۔“ ان انتہائی ماڈرن خاتون کی آنکھوں سے کیسے شعلے نپک رہے تھے، جسم کر دینے کی پوری طاقت سے لبریز اور بھسم تو وہ ہو گئی تھی بھی عباس رضا سے الجھ پڑی تو وہ ہنس دیا۔

”لوگ جلتے ہیں یار.....“ وہ بہت آرام سے بولا۔
 ”کیوں..... کیوں جلتے ہیں لوگ؟ میں نے کیا کیا ہے؟“ وہ روہا سی ہو گئی۔

”ہائے اس سادگی یہ کون نہ مر جائے تم نے کیا کیا ہے..... جیسی کہ تمہیں خبر ہی نہیں ہے کہ ہم نے کیا کیا ہے؟“

تہمتہ..... جہاں مرووں کے ولوں پر بجلیاں گزر رہی تھیں وہیں خواتین بھسم ہو رہی تھیں۔ اس کی سفید دووہیا برہنہ پنڈلیوں پر ہر نگاہ ریگ رہی تھی جب وہ اسٹیج پر آئی تو لوگوں کی سائیس رکتی تو آئمہ نے خود دیکھیں..... کسی انگلش گیت کی دھن پر اس نے تھر کنا شروع کیا اور ہوائی بوسے لوگوں کی طرف اچھالے۔

”او..... کم آن پلیز جوائن اس۔“ اس نے بہت فراخ دلی سے ہر ایک کو دعوت دے ڈالی تو جوان بزرگ گورنر کالے کی تخصیص کے بغیر..... کہہ کر ہر ایک پہلو میں دھڑکتا ہے۔ لمحہ بھر کو تو ہر ایک کو گویا سانپ سونگھ گیا تھا لیکن کچھ توقف کے بعد کچھ جی وارا سٹیج کی طرف بڑھ گئے اور کچھ باوجود شدید خواہش کے بھی نہ اٹھ سکے کہ اٹھتے اٹھتے بٹھا دیئے گئے تھے۔

اس نے بڑی ادا سے برہنہ شانوں کو چھوتے سونے کے رنگ جیسے بال بکھرائے جس طرح گندم کے سنہری خوشوں کے بوجھ سے بھری فصل کو ہوا بکھیر دے..... صاف چھتے بھی نہیں، سامنے آتے بھی نہیں، کی عمل تفسیر اس کا لباس تھارا ک اینڈ رول کے تیز میوزک پر اس کا نیم برہنہ جسم ایک ایک اسٹیپ پر خم کھاتا جانے کس کس کے ہوش اڑا رہا تھا۔ اب جانے یہ کس مشروب کا اثر تھا جو وہ کڑا امتحان ثابت ہو رہی تھی اور ہر اسٹیپ پر لڑھکتی، ذوقی بل کھاتی مقابل کے سینے سے جا کمرانی اور ہر مرو کے سینے میں دھڑکتا اس لمحے کسی ضدی بچے کی طرح ایڑیاں رگڑنے لگتا۔

”کیا چیز ہے یار.....“ سرگوشیاں تبصرے ہونگے، سیٹیاں، مستی خیز اشارے وہ ہنس ہنس کے بہت تقاضے سے اور خندہ پیشانی سے وصول کر رہی تھی۔ معاشرے کے انتہائی معزز افراد کی انتہائی معزز محفل تھی۔

ہر کوئی خوش تھا، چکا چونڈ روشنیاں اور رونق اپنے عروج پر تھی بس بھری محفل میں ایک آئمہ تھی جو چپ چاپ ہر چیز سے بے زار ایک کونے میں بیٹھی ابکائی ہی محسوس کر رہی تھی۔ ٹھیک کہا تھا سبز صدیقی نے کہ وہ اس

تمہارا قصور کیا ہے؟ تم نے عباس رضا کو چھینا ہے۔“
”میں نے کسی سے کسی کو نہیں چھینا اور پھر یہ تو نصیب کی بات ہے کہ.....“ وہ جملہ مکمل ہی نہ کر پائی کہ اسے بے ساختہ ابایا آگئے کہ یہ تو ابا کا مخصوص جملہ تھا یہ تو نصیب کی بات ہے۔

اور صائمہ اکثر یہ جملہ ابا کی زبانی سن کر اکثر بھڑک جاتی..... یہ راہ فرار کا اچھا طریقہ ہے کسا وی اپنے ہر فعل کو نصیب کی بات کہہ کر خود بری الذمہ ہو جائے..... پھر ابا اسے دلائل دے کر بلا آخر قائل کر ہی لیتے، اس کا دل چاہا وہ رات کے اس لمحے..... اماں ابا سے ملنے چلی جائے وہ اس سے ملنے اس کے گھر بھی نہیں آئے تھے اس نے ایک دن شکوہ کیا تو ابا نے بڑی سہولت سے منع کر دیا۔

”ہمیں اپنا قد چھوٹا لگنے لگتا ہے تمہارے گھر آ کر بیٹی..... اور پھر تم ملنے آ تو جاتی ہو یہی کافی ہے۔“ اس نے بھی دوبارہ اصرار نہیں کیا تھا ویسے بھی عباس رضا کو ان کا آنا کون سا پسند تھا۔ اس سوچ نے اس کی آنکھوں میں پانی بھر دیا۔

﴿.....♥.....﴾
پھر بہت سارے دن یونہی گزر گئے۔ ایک جیسے..... یکسانیت سے بھر پور اور ایک جیسے دن اکثر بور کرنے لگتے ہیں۔ انسان اکتا جاتا ہے اپنے ماحول اپنی مرضی سے ہٹ کر جینا..... اور پھر جو چیز آپ کی تربیت آپ کی فطرت میں شامل ہو اس کو آپ بڑی جلدی نہیں چھوڑ سکتے۔

اس دن عثمان انٹر رائزز کے ہاں وہ لوگ مدعو تھے شہر کی کریم کلاس جمع تھی وہاں..... روشنیاں چکا چونڈ تہمتہ میوزک پروگرام اس روز اس نے بزنس کی دنیا کے بے تاج بادشاہ آغا کریم کی اکلوتی بیٹی سویٹی کو دیکھا وہ گولڈن ڈریس میں ملبوس تھی ڈریس کہنا شاید صحیح نہ ہوگا سیلیولیس شارٹ اور ٹاپ میں وہ قیامت ڈھاتی پھر رہی تھی اس کی چھچھاسٹ اور فرینٹنسن، باتے، بے بات

سوسائٹی میں مس فٹ تھی اور شاید اس طرح کی محفلوں میں تمام عمر وہ مس فٹ ہی رہتی۔ وہ فٹ کیسے ہو سکتی تھی اس کی تربیت میں اس کی عبادت گزار ماں کا ہاتھ تھا۔ وہ اس طبقے سے اس کلاس اس گھر سے تعلق رکھتی تھی جہاں زندگی کی سب سے قیمتی متاع عزت ہوا کرتی ہے اور عزت سڑکوں..... بازاروں اور محفلوں میں رول دینے کی چیز نہیں ہوا کرتی۔

”سنو..... تم کٹنگ کرالو..... برش اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا..... اس کے لانے بال پشت پر بکھرے تھے اور وہ حیرت سے گنگ اس فرمائش پر عباس کو دیکھ رہی تھی۔“

”کیوں؟“

”بس میری خواہش ہے اور یہ تو کبھی ہوا نہیں تھا کہ وہ عباس کی کوئی خواہش رد کر دے..... مگر اپنی کمر کو چھوتے رہی لانے اور سونے جیسے بال اسے پسند تھے اور خود عباس کو بھی اور عباس کو تو اس کے بال اوڑھ کے سونے کی عادت تھی پھر اب یہ خواہش..... وہ ابھی۔“

”لیکن عباس پہلے تو آپ کو میرے بال پسند تھے؟“

”یار وہ تب کی بات تھی۔“

”اور اب..... اب کیا ہوا.....؟“ وہ مسکرائی۔

”پسند بدل بھی تو جاتی ہے۔“

”اتنی جلدی.....؟“ اس نے ایک دم چونک کر عباس

کو دیکھا تو وہ نظریں چرا گیا۔

”کیا آپ کی ہر پسند اتنی ہی دیر پا ہوتی ہے

عباس.....؟“ اس نے اگرچہ طنز نہیں کیا تھا پھر بھی عباس کا موڈ آف ہو گیا۔

”ایک تو تم آج کل بحث بہت کرنے لگی ہو۔ میں

نے یونہی ایک خواہش کا اظہار کر دیا اور نہ..... اور اگر تمہارا دل نہ چاہے تو نہ سہی۔“

”سوری عباس.....“ اس کی یہ بڑی بیماری عادت تھی

فوراً دوسرے کا دل صاف کر دیتی تھی اپنی ہوا چاہے اگلے کی..... وہ کسی کو خفا نہیں کر سکتی تھی اور عباس کو بار بار

کرنے کا تو وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

”آج کل فیشن میں نمیں ہیں نالیبے بال اور پھر اس

روز پارٹی میں عثمان انٹر پرائزز والوں کے ہاں تم نے

سوئی کے بال دیکھے تھے نا وہ.....“ عباس کی بات کو اس

نے تیزی سے کاٹا۔

”میں سوئی نہیں ہوں عباس۔“

”آئی نو یار کہ تم سوئی نہیں ہو اور تم سوئی ہو بھی کیسے

سکتی ہو؟“

”میں سوئی ہونا بھی نہیں چاہتی۔“ اس کے ٹھونس

لبے میں کوئی ایسی بات تھی کہ عباس کچھ دیر اس کے

چہرے سے نظریں نہ ہٹا سکا۔

اگلے دن وہ کٹنگ کر داتی تھی۔ عباس کی کوئی بات ہو

کوئی خواہش ہو وہ رد کر دے یہ کیسے ہو سکتا تھا بھلا..... یہ

اور بات کہ کٹنگ کے دوران اسے آنسو روکنے مشکل

ہو رہے تھے وہ ضبط کے کن کن کٹھن مراحل سے گزری تھی

گھر آ کر وہ بہت روئی تھی وہ خود کو سمجھا سمجھا کر تھک گئی

تھی کہ کیا ہے جو لبے بال نہیں رہے اور پھر یہ عباس کی

خواہش ہے اور اس کی خواہش تو ہر بات سے مقدم.....

عباس نے دیکھا تو بے ساختہ سراہا۔

”واؤ..... سو بیوٹی فل..... یقین مانو تم بہت خوب

صورت لگ رہی ہو اس نے گیت اپ میں۔ ہنسر

اشاگل بدلنے سے تمہاری لک چینی ہو گئی ہے۔ بہت

ماؤرن ی لک آ رہی ہے وہ پہلے والی آئمہ تو بالکل بھی

نہیں لگ رہی ہو تم۔“

”آپ اسی پہلے والی آئمہ رہی مرٹھے تھے عباس

رضا.....“ اس کا دل جاہا کہ دے مگر چپ رہی۔ ہاں اس

روز پہلی بار عباس کی ٹریفنیں سرگوشیاں دار شکیاں کچھ

بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔



”رہنے دو یار بس ایسے ہی ٹھیک ہے۔“ اس روز بھی

وہ کسی کبدرنگ میں جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی اور

عباس ہمیشہ کی طرح بیڈ کراؤن سے نیک لگائے بہت



محویت سے اسے تیار ہونا دیکھ رہا تھا پہلے پہل تو وہ عباس کے اس طرح دیکھنے سے پزل ہو جاتی تھی: 'بلش آن لگاتے ہوئے برش چھوٹ جاتا'، کبھی لپ اسٹک ہونوں کے کناروں کو چھو لیتی اور کبھی آئی لائسنز لگانا بھول جاتی..... اب وہ عادی ہو گئی تھی۔ اگرچہ عباس چاہتا تھا کہ وہ ہر پارٹی کے لیے پارلر سے تیار ہو کے آئے مگر آئندہ ہمیشہ ٹال جاتی وہ خود لائٹ سامیک اپ کرنے کی عادی تھی۔

"جلدی کرو یار پہلے ہی خاصا لیٹ ہو چکے ہیں۔" عباس کی چین پکڑے اب اس کے پاس کھڑا تھا اس نے جلدی سے بالوں میں برش پھیرا اور دو پٹا اٹھا کر جب سر پہ اوڑھنے لگی تو عباس نے ہاتھ بڑھا کر روک دیا۔

"رہنے دو بس شانو پر پھیلا لو..... اس طرح تو اتنی مہنگی کٹنگ کا ستیاناس ہو جائے گا۔ دو پٹا ہی اوڑھنا تھا تو پھر کٹنگ کا فائدہ؟"

"لیکن عباس.....!"
 "کوئی لیکن ویکن نہیں اس طرح یہ تینو اوڑھ کر تو تم کوئی بزرگ خاتون لگتی ہو قسم سے اولڈ لیڈی..... جبکہ ہماری کلاس کی اولڈ لیڈی تم نے دیکھی ہے نا کس طرح تیار ہوتی ہے کہ لڑکیوں کے چھکے چھڑا دیتی ہے وہ تو یہاں وہاں سے خبر ملتی ہے کہ محترمہ خیر سے داوی نانی کے عہدے پر فائز ہیں..... چھوڑو یار یہ پنڈو بیک ورڈ اسٹائل....." اس کے ہاتھ وہیں کے وہیں ٹھہرے تھے اور نگاہ ساکت تھی۔ عباس رضائے یہ تمام گفتگو معلوم نہیں کون سی زبان میں کی تھی وہ سمجھ نہ سکی یا سن نہ سکی بس ایک لفظ تھا جو سماعتوں میں ترزدو ہو گیا تھا اور لہلہو کر رہا تھا۔

"ہماری کلاس.....؟ تو کیا انسان کی پہچان کلاسوں سے ہوا کرتی ہے..... لوئر مڈل کلاس، مڈل کلاس، اپر مڈل کلاس، ایلیٹ کلاس انسان نے ہی انسان کو کتنی کلاسوں میں تقسیم کر دیا ہے کتنے طبقے بنا دیئے ہیں اور کتنا فرق ہے ہر طبقے میں ہر کلاس میں..... جتنا زمین اور آسمان

کے درمیان؟ کیا ہم مسلمان ہیں؟"
 "پتھمبر آ خر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرق کو ختم کرنے کا حکم دیا تھا، مسلمانوں میں مساوات، بھائی چارے اور برابری کا درس دے کر مسلمانوں کو بھائی بھائی قرار دیا تھا جبکہ آج کا نام نہاد مسلم رواداری کا درس بھلا کر طبقاتی تقسیم کے جھگڑے میں الجھ گیا ہے۔" وہ دیر تک کسی گہری سوچ میں گم رہی۔ اس روز وہ پارٹی اینڈ نہ کر سکی تھی اچانک طبیعت خراب ہونے کا بہانہ کر دیا لیکن اس کے بعد جہاں بھی جاتی دو پٹا اوڑھنے کی بجائے یوں ہی گلے میں ڈال لیتی پھر..... آہستہ آہستہ عباس نے گلے سے بھی دو پٹا کھینچ لیا تھا اسے اب کوئی فرق بھی نہ پڑتا تھا اور عباس رضا کی کلاس میں اب دو پٹا نام کی کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی۔ پہلے پہل اسے کتنا معیوب لگتا تھا وی ڈراموں میں لڑکیوں کو دوپٹے کے بغیر انتہائی بے حیائی سے گھومتے دیکھ کر..... اور اب وہ خود اسی بے حیائی کی مرتکب ہو رہی تھی۔ اماں ابا سے ملنا بھی ترک کر دیا تھا نظر کیسے ملاتی..... سامنے کیسے آتی؟ وہ کیا نہیں پوچھتے کہ حیا کا درس کیا ہوا؟ ان کی تربیت کہاں گئی؟ وہ کیا بتاتی، کس کس بات کی وضاحت دیتی۔

ہر برائی آپ کو شروع شروع میں بری لگتی ہے پھر رفتہ رفتہ عادت ہو جاتی ہے پہلے پہل اسے بھی بڑا مشکل لگتا تھا جیسے بھرے بازار میں وہ برہنہ کھڑی ہو اور ہر نظر اس کا بدن چھید رہی ہو خواخواہ ہی ستر ڈھلپٹے کو ہاتھ سینے پر پھیلا لیتی..... اسے لگتا ہر نگاہ میں اس کے لیے ہوس ہے پیاس ہے اور وہ خود سرتا پاد دعوت گناہ ہے..... وہ مر مر جاتی 'اف.....! کتنا تاوان ادا کرنا پڑتا ہے کلاس بدلنے کے لیے۔"

شاید کچھ لڑکیاں جلدی بہ خوشی اس ماحول میں اینڈ جسٹ ہو جاتی ہوں مگر اس کی تربیت میں یہ چیز شامل نہ تھی اور تربیت آدی کے ساتھ زندگی کے سفر میں آخری لمحے تک زاوراہ ہوتی ہے۔



اور واضح پیغام دیتی ان آنکھوں کو پہچان سکتی تھی چونکہ
 کر تقریباً ہر چیز سے بے نیاز مارشل کفرے عباس کی
 طرف دیکھا تھا۔

”کیا یہ شخص ان ٹھیٹھ آنکھوں کی زبان نہیں سمجھتا یا
 سمجھتا ہے؟“ بوجھل دل کے ساتھ وہ وہاں
 سے ہٹ گئی۔

”آپ کی مسز کو شاید ہم پسند نہیں آئے۔“ دور جاتے
 جاتے اس کی سماعتوں نے مسز زمر نعیم کی آواز سنی تھی۔
 عباس نے بھی جواب میں کچھ کہا ہوگا لیکن وہ سن نہ سکی
 بلکہ سننا چاہتی بھی نہ تھی۔

زندگی نے اور ابھی جانے کتنے روپ بدلنے تھے۔
 کتنے رنگ دکھانے تھے۔۔۔۔۔ پرست در پرست چلنا رہی
 تھی۔ ٹھٹھک کر ٹھہر جانے پر مجبور کر رہی تھی۔ بد ہیست
 برنما ڈرائونے چہرے پہن کر اس کے سامنے آ رہی تھی
 کوئی عجب خانہ تھا جس میں وہ خود کو متید محسوس کرتی۔

”کاش وہ مر جائے۔۔۔۔۔“ موت کی خواہش آرزو
 کرنا یقیناً گناہ ہے لیکن کبھی کبھی بے ساختہ دل کے اندر
 یہ خواہش جنم لیتی ہے۔ وہ بہت حیران ہو کر بت بنی اس
 شخص کو نگر نگر دیکھ رہی تھی جو اپنا تھا اور اس لئے کیسا پرایا
 لگ رہا تھا۔۔۔۔۔ مسکراہٹ جیسے ان سے کوئی رشتہ نہ ہو
 کوئی دیر کا تعلق بھی نہ ہو۔

وہ لڑکھڑاتے ڈولتے قدموں سے اس کی جانب
 بڑھا تھا اس کی آنکھوں میں ایسا خمیرہ کن چمک سکی جیسے
 شیشے میں کرال دیئے ہوں یا بیرے۔۔۔۔۔ بیکے بیکے
 الفاظ در عجز وہ ہاتھ اور زبان کی گفت سے جو کچھ سن رہی
 تھی وہ سنتا نہیں چاہتی تھی اور نہ ہی سمجھتا لیکن حقیقت کو
 کس طرح ٹھکرا دیتی۔۔۔۔۔ نظر کا دھوکا جان کر جھٹکا بھی دیتی
 مگر کیسے۔۔۔۔۔ کیوں مگر؟ پھر وہ اس کے اتنے قریب تھا کہ
 اس کی سانسوں سے اڑتے بدبو کے بھبکے اے دو منگ
 ہونے لگی۔ عباس رضا کا تعلق جس کلاس سے تھا وہاں
 برائی کوئی منہ بوم نہیں رکھتی کوئی درج نہیں رکھتی۔

عباس کی برائی عباس کا دل نہ تھا۔۔۔۔۔ وہ اس کا غرور

وہ بڑے عرصے سے شوکروں کی زد پہ تھی وہ اس
 پڑے کسی پتھر کی طرح ایک شوکر سے دوسری پتھر تیسری
 اور بیان کی دل پاد تھی ان کی ثابت قدمی نے کسی عہد کے
 نواہ کا وعدہ کہ وہ ہر شوکر کے بعد سنبھل جاتی۔۔۔۔۔ مگر اس
 دفعہ تو شوکر لگانے والے نے اٹھا کر دئی۔۔۔۔۔ اتنی زور
 سے شوکر لگائی۔۔۔۔۔ اتنی دور اچھالا کہ وہ پاتال میں اترتی
 چلی گئی۔۔۔۔۔ کا: سیاہ گھونڈ اندھیرا کہ ہاتھ سے ہاتھ بھائی
 نہ: یا آنکھیں شاید اپنی برائی کو نہ سمجھیں، سانس کو اجنبانی
 دشواری اور دشمن کا احساس ہوا جیسے زندگی کا آخری لمحہ ہو
 کیا وہ جڑی پائے گی۔۔۔۔۔؟

کچھ عادتیں وقت کے ساتھ بہت پختہ ہو جاتی ہیں
 ماننے کی ہو یا منوانے کی اپنی بات کہہ دینا اہل حرفت آخر
 کی طرح بس اپنی خواہش کا اظہار کر دینا اور پھر رنجیکت
 ہونے کا کوئی خدشہ نہ ہو جن کو انکار سننے کی عادت نہ ہو وہ
 انکار کبھی قبول نہیں کرتے۔۔۔۔۔ تیرا دست مہربان نہیں تو
 کسی اور کا دست مہربان کیوں دامن میں ہوں بھری
 ہو یا محبت بھیل جاتا ہے۔

”جان۔۔۔۔۔ اور ہر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ یہ زمر نعیم ہیں بزنس کی
 دنیا میں ان کا بیڈنام ہے بہت قد آور شخصیت ہیں ان کی
 پروڈکٹ نہ صرف پیشگی بلکہ انٹرنیشنل ہر مارکیٹ میں ان
 ہیں۔ نی وی کا ہر جینس ایوان کی پہلی آڑ کچھ کر رہا ہے۔“
 عباس نے تمکنا ہاتھ تمام کے مسز زمر نعیم کے سامنے لے گئے
 تھا۔ یوں تو عباس اپنے حلقہ احباب بلکہ تمام مٹے چلنے
 والوں کے ساتھ اسے متعارف کراتا لیکن اس روز بزنس
 کی دنیا کی قد آور شخصیت زمر نعیم سے ملواتے ہوئے
 عباس کی آنکھوں کی چمک بہت اونٹھی سی تھی۔ وہ ان
 کے سامنے کچھے جا رہے تھے آئندہ نے مسکراتے ہوئے
 سامنے کفرے شخص کو دیکھا تو اس کے مسکراتے ہونے
 سگڑ کر ایک دوسرے میں پدمت ہو گئے۔ مقابل کی
 آنکھوں سے پلکتے ہوں کے شعلوں اور بھوک پکارتی انہر
 نے تقریباً اسے بدحواس کر دیا تھا۔ وہ فقط ایک نظر میں
 سامنے کفرے اس شخص کی نیت کو جان گئی تھی اشارے

سارے وہم تمام اندیشے دھیرے دھیرے حقیقت کا روپ دھار رہے تھے۔ جس سب ٹھیک ہے وہ اپنے آپ کو دھوکا دیتی اور اپنے ساتھ ساتھ ساتھ اور اماں ابا کو بھی..... لیکن آگے کہاں جھوٹ بولتی ہے سارے برا زفر فر تے دیتی ہے پھر جو ہمارے پاس ہے ہوں ہم سے پیار کرتے ہوں وہ تو آگے کہہ کے ہمارے اندر تک بھاگ آتے ہیں دکھنا پانی بھی اور سکھ کا موسم بھی۔

وہ عباس کو دیکھتی رہتی پوری آنکھیں کھولی کر پھر بھی دھندلا نظر آتا..... ایلیٹ کلاس کا شمار وہ جانے کسں دھومیں میں نہ غم نظر آتا ایلیٹ کلاس کا گٹھڑی لائف مسائل بد ہیبت صورتیں بد نما لگاتے..... اور یہ لگاتے تھاتے تھاتے اس کی سانس پھول رہی تھی وہ ہانپ رہی تھی مگر قدم منزل کی خواہش میں رتے تھاپہ ہے تھکا کا حرم قدموں سے لپٹا بلکنے لگا مگر وہ سماعت سے محروم ہو جاتی آگے بند کمرنگی کبوتر کے آگے بند کر لینے سے تلی کا خضرہ نہیں مل جاتا۔ زندگی آدمی موت ہو گئی تھی۔ پوری موت آدمی کو ہر لذیت سے چھٹکارا دیتی ہے مگر آدمی موت جیسے کسی نیزے کی اپنی پان نمبری ہو۔

"ارے تم آگے بخاری ہونا....." ہنستوں نے ابھی میٹروں کی شکل اور تھی تھی کہ اس کی اپنی شکل اپنی شناخت کھینچتی تھی۔ وہ لوگ بہت حیران ہو کر اسے دیکھتے جو اسے پہلے سے جانتے تھے۔

اور مردانہ وجاہت کا فخر اور وہ ان چیزوں کا بے درستی استعمال کرتا مگر آگے ہر دلچیز نظر و سماعت کا دھوکا جان کر انور کر دیتی کیونکہ وہ اس شخص سے محبت کرتی تھی اور بدگمان نہیں ہونا چاہتی تھی کہ بدگمانی محبت کی موت ہوتی ہے۔ حالانکہ اس کے قہقہے کے کئی لوگوں نے اسے بتایا تھا کہ عباس رضا کے کئی عورتوں کے ساتھ خفیہ روابط ہیں لیکن اس نے جھوٹی کہانی کہہ کر نکل دیا تھا۔

چھوٹی موٹی خرابیوں کو انور کر دیتا اور بات سے عباس ڈرنک کرنا تھا یہ بات اس کے غم میں پہلی بار آئی تھی اور ہمیشہ کی طرح کوئی اور یہ بات اسے بتاتا تو وہ اپنی نیک فطرت کے باعث کبھی یقین نہ کرتی کہ وہ بہت جلد بدگمان ہو جائے والوں میں سے نہ تھی۔

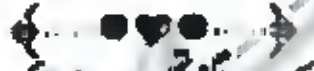
"عباس آپ..... آپ ڈرنک کرتے ہیں کیا؟" اس نے یوں پوچھا جیسے جواب نفی میں آئے گا۔ "نہیں یار..... ڈرنک کہاں یہ تو انور کا..... پانی ہے اور سوپ..... پانی کی قسم..... برمانعت تو کبھی نہیں ہے کسی نے..... مذہب میں بھی....." لڑکھاتی زبان جانے کیا کیا اگل رہی تھی کون کون سے راز کہاں کہاں کے تھے..... قابل بیان کہانیاں شرمناک واقعات لفظ تھے یا پھٹا ہوا سہسہ کہ وہ سماعت سے محروم ہوتی جا رہی تھی اور زندگی میں پہلی بار اس کا جی چاہا کہ وہ دھاڑیں مار مار کے روئے..... کور زندگی میں پہلی بار اس کا جی چاہا کہ وہ دم جائے.....

صبح دم وہ زخم زخم بند حال جسم و جان کے ساتھ ویران آنکھوں سے چھت کو بڑی دیر تک دیکھتی رہی۔ بعض اوقات آنکھ خالی ہو جائے تو انسان تمام منظر یوں ہی دیکھتا ہے جیسے دنیا کو زندگی میں پہلی بار دیکھ رہا ہو..... تمام کا تمام لوح اتر گیا سارے رنگ ایک ایک کر کے بکھر گئے ابھی تو محبت کی خوشبو کو جی بھر کے اپنے اندر اتار رہی تھی نہ تھا کہ وہ نظمن زور ہو گئی۔ محبت کوئی سر بہ صورت اور وہ اس کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔

وانت یہاں پر کمال ہے اور یہاں سب چتا ہے۔
 وہ محبت تو خواب و خیال ہوئی جس نے پہلی بار دل
 کی سر زمین کو بہت نرمی سے چھوا تھا اب تو اس زمین پر
 بس پانی گرتا رہتا وہ بھی کھارا ٹھیک پانی۔ کون کہتا ہے کہ
 محبت نہیں مرنی..... محبت مر بھی جاتی ہے..... ہوتے
 ہیں کچھ ایسے کم ظرف جو محبت کو مار دیتے ہیں اور محبت خود
 کو مارنے والوں کو کبھی سزا نہیں کرتی اور محبت کی
 موت پر دل کی دیواریں بڑی دیر تک بند کرتی ہیں اور
 ان شخص نے محبت کے تابوت میں خود اپنے ہاتھوں سے
 آخری کیل ٹھونک دی تھی۔

ان نے بہت ندرت سے زمین پر اتر کر کھڑے اس
 شخص کو دیکھا جس کا قد گزرتے دنوں کے ساتھ چھوٹا ہوا
 جا رہا تھا اب تو گھٹتے گھٹتے وہ کوئی بوٹا ہو گیا تھا اور پھر اسے
 خیال آیا کہ وہ تو بڑے عرصے سے بیٹوں کی بہتی میں رہ
 رہی ہے۔ وہ ان سے محبت کی قیمت طلب کر رہا تھا اتنا
 بھاری معاوضہ..... ان نے پھر ایک بار پوری آنکھیں
 کھول کے اسے دیکھا اور پہچاننے کی کوشش کی مگر پہچان
 اپنی آنکھیں پھوڑ پھوڑتی تھی اور اب پہچان آنکھوں پہ
 ہاتھ دھرے خون رو رہی تھی۔ یہ وہ شخص تو نہیں ہے جو
 سرتا یا محبت ہی محبت تھا اور جس کی روح میں بس جانے
 کے خواب آنکھوں نے دیکھے تھے پتا نہیں آنکھیں دھوکا
 تھیں یا محبت فریب..... پھر ان نے چپ چاپ وہ چار
 دیوہری چھوڑ دی جسے وہ بڑے مان بھروسے اور محبت
 سے گھر لیتی تھی۔

یہ بڑا خوب صورت پتلا ہوتا ہے لڑکیوں کا..... ایک
 گھر خواہ چھوٹا سا ہی کیوں نہ ہو اس گھر جو..... اور اس کا
 گھر ان کے خوابوں کی طرح ٹوٹ گیا تھا۔ آہ۔



اماں ان کا دکھ جان گئی تھیں۔ ماؤں کو یہ کیسا ہنر آتا
 ہے بن کے منہوں کے دکھوں کو جان لینا۔ اس نے
 اگرچہ تھلایا بھی مگر اس کی آنکھوں کی دیرینوں سے وہ
 بھانپ گئیں اور کیسے نہ بھانپ جاتیں وہ ان کے جسم کا
 حصہ تھی ان کا جگر تھی وہ کب تک پہلا دے سکتی تھیں اور
 اس کے سب ٹھیک ہے پر یقین کر لیتیں وہ بھی جب ماں
 کے سینے سے نکلے تو بھر بھری دیواری کی طرح ڈھسے گی۔
 تھیں صدیوں کی محنتیں بھری زندگی جی آئی تھی
 حاصل اور وصول..... محسارہ اور گھانا..... اور جب پتا چلا
 تو کیسے ہلک ہلک کے روئی تھی جیسے کوئی کسی کے مرنے پہ
 روئے اور مر تو وہ گئی تھی۔ محبت جاتے جاتے اس کا دل مار
 گئی تھی اور مردہ دل کے ساتھ آپ جب تک بھی جئے
 جاؤ زندگی آپ کے ماترہ رو ہار نہیں آتی۔

میں بہت خوش نصیب ہوں کہ تم میری زندگی میں
 آئی ہو۔ تم میرا الکی نمبر ہوا تمہ..... میری قسمت کا روشن
 ستارہ تم میری دوست ہوئی ہو مجھ کو جو سب کچھ تم
 ہو..... اپنی پر حرارت بانئیں اس کے شانوں پر پھیلائے
 عباس رضا کہہ رہا تھا اور وہ پاتال میں گری بن رہی تھی
 کیونکہ وہ آج کل پاتال میں سانس لیتی تھی کسی ہستی
 میں زندہ تھی۔

”دیکھو جان..... زمرہ عظیم بزنس کی دنیا کا وہ تاج کا
 ستارہ ہے جس کے ساتھ ذلیل گناہ بزنس میں کا خواب
 ہے اور شہر چاہتا ہوں کہ یہ کاسٹریٹ مجھے ملے میں یہ
 سنبھری موقع کسی بھی صورت نہوانا نہیں چاہتا مجھے تم پر پورا
 بھروسہ ہے تمہارے خود سے بھی زیادہ..... وہ خاک نہ تھی۔
 تمہیں یہ کاسٹریٹ میری کہنی کو دلاتا ہے ہر حال
 میں بے صورت..... کچھ ٹی ہوتا میری ہات ۱۰“ عباس رضا
 کے لہجے میں اس لمحے محبت مان بھروسہ کچھ بھی کوئی
 شے بھی نہ تھی ہاں فقط تکام تھا وارنگ تھی۔ اور آئمہ پھنی
 کھٹی ٹکا ہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ جو اس کا مجازی خدا
 تھا۔ خدا کے حکم سے روگردانی تو خود تھی کر جاتی ہیں لیکن
 مجازی خدا کے حکم کو نالہ..... انہوں نے وقت رخصت کہا
 تھا کہ زندگی میں کبھی اسے مجازی خدا کا حکم نہ لے لیا وہ جو
 کہنے جیسا کہ بھی انکار نہ کرنا سکتی رہوگی..... کیا سکتی
 شرائط صرف بتائیں۔

”تم خود اس سے بات کرو آتمہ اس مسکے کا کوئی نہ کوئی صل نکل ہی آئے گا۔“

”صن... مل کون سا...؟ کوئی ریاضی کا سوال تھوڑی تھا جس کو چٹکی میں مل کر دیا جاتا... ہر دو اجنبی زندگی میں تو کپہروماز ہوتا ہے صرف اور صرف کپہروماز... نبھاہ کر ڈول چاہے تب بھی نہ چاہے۔“ تب بھی وہ تلخ ہو جاتی۔

آدنی ضرورتوں کے رشتے بنا چے نہ چے ختم ہو جاتا ہے اندر سے... ضرورتا بات کرنا ضرورت کے لیے ایک چھت تھے رہتا... ایک بہتر شیئر کرنا حسب ضرورت ایک دوسرے سے ملنا... پھر سن کاملن کیسے ممکن ہوا؟ محبت تو دو زہر ثابت ہوتی تھی جس نے زندگی کا چہرہ نکل و نکل کر دیا تھا دوے کو کھلے ہوئے تو دوسرے نوٹ نوٹ کر کسی خالی برتن کی طرح بڑی ویر تک بچے رہے۔ تعلق مان الیقین سب بے بھر دسا ہو گئے تھے پھر بھی اس نے واپس جانے کا قصد کر لیا بھرم قائم رکھنا تھا گھر کو ٹوٹنے سے بچانا تھا زمانے کی نظروں میں سرخرو ہونا تھا... یا مان باپ کو کسی حریہ صدے سے بچانا تھا... زہر کا پیالہ تو پینا ہی تھا اور زہر کا آخری گھونٹ جب وہ پھرنا ہی چاہتی تھی کہ کسی نے زہر کا پیالہ چمن سے توڑ دیا۔

اس کا دل چاہا وہ چینیے چلانے ٹین کرے دھمازیں مار مار کر روئے مگر وہ خالی آنکھوں سے محبت کی قبر کے سبے کتبے کو دیکھتی رہی۔ کچھ ہشتوں کی عمر کتنی تھوڑی ہوتی ہے وہ حساب لگانے بیٹھی... رشتے کی محبت کی تعلق کی از دو اجنبی زندگی... میعاد کل ملا کر ایک سال... صرف ایک سال ہوئی اور اس ایک سال میں وہ تھی صدیاں جی آئی تھی بعض اوقات خسارے کا حساب ہم لگا ہی نہیں سکتے کبھی لگتا ہے ہونے والے نقصان میں سارے کے سارے تصور وار ہم خود ہیں کبھی قسمت سے گلہ ہونے لگتا ہے۔

رکھا آتمہ...؟“ صائمہ نے شکوہ کیا تو وہ تب بھی خاموش ہی رہی کوئی لفظ نہ بولی۔

”میر کی بات سنو آتمہ... دنیا اس ایک شخص پر ختم نہیں ہے کہ زندگی بس اسی کے نام لکھ دو جو تمہارا نہیں ہوا۔ میری مانو تو ختم کرویدر بلایشن شپ تاکہ اسے بھی پتا چلے کہ تم اس کے بغیر بھی رہ سکتی ہو۔ بتاؤ اسے کہ تمہارا ساتھ زندگی چھینے کے لیے کوئی شرط نہیں ہے ارے دفع کر دے یہ کہاں کی دانش مندی ہے کہ اپنی زندگی آرام سے کسی دوسرے کو سونپ دو کہ لو بھئی یہ بھی تم ہی جی تو اور پھر دو تمام عمر بڑے حریے سے ہمارے حصے کی زندگی بھی جیتا رہے جبکہ حاصل و حاصل تو کچھ بھی نہ ہو مالک فٹ۔“ صائمہ ہمیشہ کی طرح بول رہی تھی اور وہ ہمیشہ کی طرح چپ تھی چاہتے ہوئے بھی صائمہ سے یہ نہ کہہ سکی کہ اس کی محبت ٹھوٹ سکی دھوکا اور فریب سکی... لیکن خود میری محبت تو بھئی تھی... میں کیسے نکال رہا ہوں آتمہ ہے وفا کی کا طوق اپنے گلے میں ڈال لوں۔

گھونٹ گھونٹ ہے وفا کی کا زہر پنی پکتنے کے بعد بھی محبت ہمیشہ کی طرح یا آسودہ بھی ہو جا ہے نا کچھ لوگوں کو غم سینے کی عادت ہو جاتی ہے اور پھر وہ غم کے اسی تار چریل میں عمریں گزار دیتے ہیں۔ اس کی مان جائی آنسو بھری آنکھوں سے بڑی ویر تک اسے دیکھتی رہی اور اس کے بدن پر جچی محبت کی پھول لیں کو...!

وہ بہت زیادہ تو پیسے بھی نہ بولتی تھی اب تو چپ کی چادر اوڑھ بیٹھی تھی۔ بدن کے گھاؤ تو بھری جاتے ہیں بلا آخر... روح کے زخموں پر کھر جڑ آتے آتے ہی آتے ہیں۔ محبت نے کیسا وار کیا تھا کہ جینا تو رو بھر ہوا ہی تھا وہ تو مرنے جوگی بھی نہ رہی تھی دل آخری ٹکڑیوں پر تھا۔ عباس رضانا نے اس سے رابطہ کیا تھا پتا چلا وہ دوبارہ اسے اپنے گھر میں بسا چاہتا ہے... کیا کسی کے گھر میں بس جانے سے دل کی بستی بس جاتی ہے اس نے خود کو ٹوٹا ٹھوڑا دل کی بستی تو اب کھنڈر ہو چکی تھی جیسے سوٹائی کا سرخچہ گرا ہوا۔

شک کی زبردستی پر
پھول بدگمانی کے
اس طرح سے کھلتے ہیں
زندگی سے پارے بھی
انہی سے لگتے ہیں
غیر بن کے ملتے ہیں

دوست دار لہجوں میں سلوٹس کی پزتی ہیں
عمر بھر کی چاہت کا آسرا نہیں ملتا
دست بے بسی میں راستہ نہیں ملتا
پھول رنگ و عددوں کی منزل میں سگرتی ہیں
راہ مرنے لگتی ہے

بے رہی کے گارے سے بے بدلی کی مہنی سے
فاصلوں کی اینٹوں سے اینٹ بڑھنے لگتا ہے
خاک اڑنے لگتی ہے
واہموں کے سائے سے عمر بھر کی محنت کو
ٹپا میں توڑ جاتے ہیں
بھینر میں زمانے کی ساتھ چھوڑ جاتے ہیں
اک ذرا سی رنجش سے
ساتھ چھوٹ جاتے ہیں
خواب ٹوٹ جاتے ہیں

ایک سال..... صرف ایک سال میں سب کچھ ختم
ہو گیا تھا۔ دھند ہوتی آنکھوں سے وہ خوابوں کا ملک بگھرتی
رہی اماں کو بھی کوئی گہری چسپ لگتی تھی۔ یہ نصیب کا
فیصلہ تھا اور نصیب پر لوگ شاکر ہوتی بنایا کرتے ہیں
زندگی کو پرسود دینا ہی پڑتا ہے۔ ابا کا یہاں یہ صدمہ
سہہ نہ پایا ایک معمولی سا ایک موت کا بہانہ بن گیا۔ وہ
جو بہت باوجود تھے ذرا سی بات تو کیا بڑی بات کو بھی
دل پر نہ لیتے تھے آنے والی مصیبت کو سہرا اور شکر کے
ساتھ اللہ کی آزمائش جان کر سرخرو ہونے کی دعا کرتے
تھے مگر یہ اولاد کا دکھ تھا اور اولاد کو آزمائش یوں ہی تو نہیں
کہی گیا اور اب تو ان کو گئے بھی تین سال ہوئے تو تھے
زندگی کا سفر کہاں رکنا ہے کوئی دل سے جانے یا دنیا

سے۔ زندگی اپنا نکل و نکل چہرہ لیے سفر کر رہی تھی
زندگی کوئی افسانہ نہیں ہوتی جس میں آپ محبت بھرے
ڈائلاگ لکھ دیں سکھ کے موسم دکھا دیں دوسروں کے
لیے جینا مرنا اور پھر پکی پکی اینڈ..... کیونکہ تم آپ کے
ہاتھ میں ہوتا ہے..... یہی کچھ فلموں میں ہوتا ہے تین
گھنٹے میں آپ کو کہانی واسٹڈ اپ کرنی ہے ہیرا آسمان
سے تارے توڑ لائے یا چاند..... لیکن حقیقی زندگی میں ایسا
کب ہوتا ہے؟ حقیقت میں تو آدمی خواب بھی نہیں دیکھ
سکتا کہ خواب اگر ایک بار ٹوٹ جائیں پھر آنکھوں کا پانی
نہیں سوکتا۔

زندگی کے ساتھ پوری رفتار سے: دڑنا پڑنا ہے دور
آپ پیچھے رہ جاتے ہیں..... بہت پیچھے۔
”تم کب تک یوں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی
رہو گی.....“ اساتذہ اس سوال کے ساتھ اس کے رویہ
تھی۔ وہ اسے دیکھنے لگی اساتذہ کیسی بڑی بڑی ہو گئی تھی اور
بہت سمجھدار تھی۔ واقعی جو لوگ زندگی سے اپنا پورا حصہ
دھولتے ہیں ساری خوشیاں حاصل کرتے ہیں وہ پھر کسی
طرح پالش ہو جاتے ہیں۔
”تو کیا کروں میں.....“ اوواکتائی۔

”سوچو اور سوچنے کے فیصلہ کرو کہ تمہیں کیا کرنا چاہیے
ہاں سوچنے میں اتنا ہی دقت لگنا چاہتا کہ وقت ٹھہر کر
تمہارا ہاتھ نہ کر سکے.....“ وہ اس کے لیے حل طلب سوال
پھوڑتی۔
زندگی تو پہلے بھی کوئی سوالیہ نشان ہوئی تھی کوئی پزل
جس کے ٹی ٹکڑے مل کے اس شے سے رہتے تھے۔ کچھ
لوگوں کے نصیب کتنے خشک اور ناگہرا بن جاتے ہیں۔
پھر اس نے سوچا و بچار میں زیادہ تاہم نہ لگایا اور ڈار سے
حوصلے کو زبردراہ کیا اور صائمہ کے مشورے کے مطابق
سوچنے کے لیے اتنا ہی دقت لیا جتنا کہ وقت نے ٹھہر کر
انتظار کیا۔

اس بھٹن اور مشکل وقت میں اس کی دوست رابعہ
نے اس کا بہت سا خیال دیا۔ کچھ بہ کچھ قریب قریب اس کا سایہ

تین جینی اس کی ڈھال ہوئی اور زندگی کی طرف جانے والی راؤ گزر قریب آئے گی کہ راستے واضح ہوتے گئے۔ اس کی تمہا نکھوں کی سطح پر ادا ہی کے گھوڑے دیکھ کر وہ نرمی سے اس کا ہاتھ تھام لیتی اور اسے سمجھانے بیٹھ جاتی۔

"سنو تائم..... تکلیف دہ باتوں کو جب جب یاد کرو نئے سرے سے اذیت کے کھاتے کھل جاتے ہیں تو پھر ایسی باتوں کو بھول جانا ہی بہتر ہے تم بھی بھول جاؤ آؤ تمہا سب کچھ..... وہ لمحے وہ دن تم یوں سمجھو کہ کوئی خواب تھا وہ یوں سمجھو تمہاری زندگی میں وہ ایک سال آیا ہی نہیں تھا کچھ لوگوں کی زندگی میں یہ وقت آتا ہے تو ٹھہر جاتا ہے تم تو خوش نصیب ہو شکر کرو کہ تمہیں آرزو پانچ گھنٹہ تک مزید..... یوں سمجھو وہاں رضا کا تمہاری زندگی سے بھی گزر ہوا ہی نہیں۔" دل اس دشمن جان کے نام پر کیسے بلک اٹھا تھا اور آٹھ سانسوں کی جھڑکی لگ گئی۔

"دیکھو تائم..... بارگاہ الہی سے یہ زندگی ہمیں اپنے جینے کے لیے ملی ہے پھر اپنے حصے کی زندگی کسی دوسرے کے نام پر رول دینا..... جب کوئی دوسرا ہماری پروا نہیں کرتا تو ہم کیوں اس کے لیے راتوں کو سونا چھوڑ دیں..... بھاڑ میں جائے ایسی محبت جتا پ ستا پ کی اتا پھین لے۔"

"محبت.....؟" اس نے دل میں بہت احتیاط سے جھانکا اندر دیر لیا تو نہیں محبت جانے کب سے وہ مکان چھوڑ چکی تھی جہاں محبت ختم ہوئی ہے وہاں غربت آگ آتی ہے چپکے سے..... لیکن اس کے دل میں تو وہاں رضا کے لیے نفرت بھی نہ تھی کہ وہ اس شخص کے ساتھ نفرت کا رشتہ بھی نہیں رکھنا چاہتی تھی۔ اس کی فطرت ہی ایسی تھی کہ وہ اپنے فاقہ سے بھی نفرت نہیں کر سکتی تھی۔ کیونکہ وہ عیاں رضا کی نفرت کا پورا اپنے دل میں نہیں اگانا چاہتی تھی کہ پھر اس کو یاد کا پانی دینا پڑتا اس کی آبیاری کرنا پڑتی..... کتنی محبت کی تھی اس نے وہاں رضا سے راجو نے اس کے چہرے سے کہانی پڑھ لی۔

"آؤ..... مجھ سے رضا کے پاس محبت کرنا پڑی ہے۔"

صرف تیرے نام
تیری سوچ کی سب روایتیں
کسی اور پر سایہ لگن رہیں
نینیں پھر بھی
میرے لفظوں کے سارے شہر
صرف تیرے ہی نام ٹھہرے ہیں
مشاطی مسکان اتر مشانی

بہن بہت اور ضرورت پوری کرنے والیاں بھی۔ تمہاری حیثیت اس کے نزدیک پچھلے انٹیشن پر چھوڑی ہوئی کسی غیر ضروری چیز جتن بھی نہیں..... میرا مقصد تمہیں ہرٹ کرنا نہیں تھا لیکن یہ سچ ہے کہ اس شخص کو بھی بھول کر بھی تمہاری یاد نہیں آتی ہوئی اور تم ہو کہ اس محبت کا نام کر رہی ہو جو تم دونوں کے درمیان کتنی آئی ہی نہیں تو پھر جانے کا کیا سوال.....؟" اس نے راجو کی کسی بات کی تردید نہیں کی یا اس اتا ہوا کہ کئی بہتوں کے بعد وہ پہلی رات تھی کہ سلپنگ بلا کے بغیر وہ سوئی تھی پھر راجو کے کہنے پر ہی اس نے جا ب کے لیے اچانکی کیا اور یہاں قسمت نے بہت یاد رکھی کی اور وہ فوری طور پر سلپنگ بلا ہوئی۔ اماں کی آنسو بھری دعا میں اس کے ہم قدم تھیں اور جن کے ساتھ دعا میں آتی ہیں وہ ڈوبتے نہیں سمندر بھی ان کو اچھال دیتا ہے۔ بلا آخر اس نے بھی زندگی جینے کا راز پالیا تھا۔ رب سے اپنے لیے حوصلہ مانگ کر استقامت طلب کر کے..... اور صدق دل سے مانگو تو رب حوصلہ بھی دیتا ہے اور زندگی جینے کا سلیقہ بھی بھی بھی احتیاطی پہلی اعنف ہی کافی ہوتی ہے۔

"کیا واقعی میں زندہ ہوں.....؟" اس نے بہت اعتماد سے زینہ بہ زینہ اپنے اندر اتر کے بڑے عرصے بعد خود کو پہلی بار دریافت کیا تب معلوم ہوا کہ زندگی خود غرض لوگوں کی ماہ میں رول دینے کے لیے نہیں ہوتی۔ نئے موسم نیا ہول نئے چہرے..... اگر اندر تہدی آئی تھی تو باہر بھی بہت کچھ بدل گیا تھا۔ دن مصروفیت کی نذر

ہوئے تو بہت سی یادوں کو یاد کرنے کا وقت ہی نہ ملتا۔
 بھی بھی مجھے لگتا ہے میں ہے جس ہوئی ہوں۔
 ورنہ جو کچھ میرے ساتھ ہوا وہ بھول جانے کے قابل نہ
 تھا۔ وہ وقت نکال کر اپنا ہی تجزیہ کرنے بیٹھ جاتی رابعہ
 ایک نظر اس کی ابھی صورت کے پریشان نقشوں پر ڈالتی
 پھر ٹوٹتے ہوئے کامیاب اس کے ہاتھ میں تھمائی۔ انہی
 بات بنے بنے جی بھی بھی ابھی ہوتی ہے اگر آپ سے
 کسی کی چادر خود پر تان میں تو دل کو کسی بات پر کم از کم دکھ
 تو نہیں داتا۔

اچھوتے ان دیکھے خوب صورت موسموں کے
 خواب۔ امید کی لڑی میں پروئے کتابوں سے مستعار
 لیے لفظ اور لفظوں سے بہت بہت کہانیاں۔ خواب لفظ
 کہانیاں اسے ایک بار پھر سی ان دیکھے جزیرے پر پڑاؤ
 نہیں کرتا تھا۔ مگر ہمیشہ ایسا کب ہوتا ہے جو ام چاہیں
 پھر دل کو تو خند سے نہ ہانسنے کی۔ نئی منزل کی طرف قدم
 چل رہے تھے اور قدم بھی بھی چلنے کی خواہش میں ٹھہر
 جاتے۔ جیسے کوئی لمحہ ٹھہر جائے چل سکتا
 ہو جائیں۔ جب آتے جاتے چلتے پھرتے کام
 کرتے ہر ساعت اسے لگتا کہ وہ مسلسل دو آنکھوں کے
 حصار میں ہے۔

ایک بار پھر مرد سجدہ کے روپ میں سامنے ڈٹ
 گیا تھا۔ کوئی بہروپ تھا یا حقیقت۔ اور جب وہ لفظ
 کہانی شروع کرتا تو بولنے کی خواہش اس کے اندر سر
 ٹٹے لگتی اور لفظ گونجتے ہو کر اس کے اپنے اندر ہی گرتے
 رہتے۔ وہ بہت نظر انداز کرتی ہی کر نکل جانے کی کوشش
 کرتی لیکن ہر ماہ پر سجدہ سکندر کو کھڑا پاتی اس پر نظر
 پڑتے ہی سجدہ سکندر کی آنکھیں چمکنے لگتیں جیسے سیاہ رات
 میں آسمان پر ستارے چمکتے ہوں۔ اور وہ ان لودیتی
 آنکھوں سے نظر بجا جاتی۔ وہ اس کے ساتھ ساتھ
 چلتا تو قدم اس کے لفظوں کی زنجیر سہار نہ پاتے۔ وہ
 بھڑکتی لگتی کرتی نگاہ پھرتی رہ رہتی مگر ہوتی ہو کے
 رہتی ہے آپ۔

عرصہ ہوا اس نے دل بد نہروی تھی۔ پھر یہ کون سا جذبہ تھا
 جو آگے کنارے ستان بیٹھا تھا۔
 "تم اس سے پہلے کہاں تھیں آتمہ بخاری.....؟"
 ساتھ ساتھ پتے ہوئے وہ قدم روکتا پھر ایک دم اس کے
 رو بہرہ آٹھیرتا..... یہ جذبات سے تھی آنکھوں کی بے
 تحاشہ روشنی تھی یا کچھ اور کہ وہ زیادہ دیر اس کی سمت نہ دیکھ
 پاتی تھی۔

"یہاں ہی تھی۔ اسی دنیا میں....."
 "یہاں تھیں اسی دنیا میں لیکن میری دنیا میں تو نہیں
 تھیں تاہم..... میری دنیا میں تو اب آئی ہو جیسے روشن
 اجلی صبح دے پاؤں چلی آئے بانگل ایسے ہی تم نے
 میرے دل کی زمین کو اجالوں سا روشن کر دیا ہے۔"
 "تمہیں کیا خبر سجدہ سکندر میرے اندر کتنے
 اندھیرے ہیں۔" اس نے ایک خاموش نگاہ سجدہ کے
 اگلے چہرے پر ڈالی سورج کی آخری کرنیں براد
 راست اس کے چہرے پر پڑ رہی تھیں۔ وہ اپنی دشمن
 میں بول رہا تھا ہمیشہ کی طرح صحن اور اس کے جواب کا
 انتظار کیے بغیر۔

اس کا دل چاہا جذبات کا یقین دلانے لفظ لفظ محبت
 بولتے اظہار صداقت کرتے اس شخص کے ہونٹوں پہ تھی
 سے ہاتھ رکھ دے اسے بولنے سے روک دے۔ اسے
 بتائے کہ تم نے خار خار راستوں کا انتخاب کیا ہے اور خار
 راستوں پر منزلوں کے نشان نہیں ملنے سجدہ سکندر تم نے
 خالی دامن لوٹ آنے والوں کے چہرے غور سے نہیں
 دیکھے شاید۔ لفظ اس کے اندر گونجتے رہتے مگر ہونٹوں
 پہ چپ کی مہر نئی ہوتی۔

"میں تمہیں بتاؤں کہ محبت نے پہلی بار میرے دل کو
 کب چھوا.....؟" وہ پہلا لمحہ بتانے لگتا محبت کہانی
 شروع کر دیتا۔

"جب میں نے پہلی بار تمہیں آؤٹ ڈوڈ کی
 میز صباں چڑھتے دیکھا اس روز پہلی بار میں نے اپنا
 آپ وہ بات کیا اس روز زندگی میں پہلی بار اپنا آپ

اچھا لگا اس روز پہلی بار مجھے یہ دنیا اچھی لگی..... وہی پرانی دنیا وہی پرانے لوگ وہی ہزاروں بار کے دیکھے ہوئے پرانے رستے اس روز مجھے سب کچھ اچھا لگا کیونکہ مجھے تم اچھی لگی تھیں! میں محبت کے بارے میں کچھ نہیں جانتا مجھے نہیں پتا کہ محبت کیسی ہوتی ہے بس یہ ہے کہ مجھے اپنی گزری زندگی ضیاع لگتی ہے جاتا ہے وہاں محبت کے لیے تم..... میں نے محبت جینے کے لیے عمر خرچ کر لی وہاں ہی ہے میرے ساتھ ایسا پہلی بار ہوا ہے جس نے کسی لڑکی کے بارے میں پہلے بھی اس طرح سے نہیں سوچا تھا ایسی ہی..... وہ انیل ہار پھر صدق اور یقین کا سرا سے تمہارے کو پہنچا کرو وہی محبت کی طرح تم کو ہم بھی۔

کسی عجیب کی بات ہے نا بعض اوقات ہم کسی کے اپنی سمت بڑھتے قدموں کو روک دیتا چاہتے ہیں لیکن جانے کیوں باوجود خواہش کے بھی روک نہیں پاتے اور تمہیں کیا خبر سہہ سکندر کہ اپنے جسے کی محبت میں جی آئی ہوں۔ اور اس محبت نے میرے ساتھ کوئی اچھا سلوک نہیں کیا۔ وہ اب اکثر اسے اپنی سوچ کے رستوں پر کھڑا ہوتا تھا۔



صائمہ کچھ روز رہنے کے لیے آئی تو گھر میں کسی رونق ہوئی تھی اس نے آفس سے چھٹی کر لی۔ تین سائے تیمور کی محصور گفتاریوں نے دونوں کے ساتھ ساتھ گھر کے اداس چادراؤں سے خاموش وردو یار پر بھی خوش گوار اثر ڈالا تھا۔ صائمہ ان کے ساتھ زیادہ تر معروف رہتی کبھی کچھن میں تو کبھی ملنے لانے ادھر ادھر آنے جانے میں..... اور وہ سارا وقت تیمور کے ساتھ گزارتی۔ اس کی گدگدی پر تیمور جو کھٹکھٹا تا تو وہ بھی ویر تک ہنستی رہتی اور جتے جتے اسے خبر ہی نہ ہوتی اور کوئی آنسو آنکھ کنارے آن نہ دیتا وہ فوراً اٹھنے کی پشت سے اناری بچوں کی طرح آنکھ صاف کرتی مگر صائمہ کی نظر سے اس کی یہ حرکت پوشیدہ نہ رہ پاتی..... کم و بیش اکثر ایسا ہوتا ہے دوسروں کی خوشیوں بھری کتابے میں ہم اپنی نرودوں

جہاں پھولوں کو کھلنا تھا

جہاں پھولوں کو کھلنا تھا وہیں کھلنے تو اچھا تھا تمہی کو ہم نے چاہا تھا تم ہی ملنے تو اچھا تھا کوئی آ کر ہمیں پوچھے تمہیں کیسے بھلایا ہے تمہارے غلط کوششوں سے شب تم میں جلا یا ہے تم ہی کو ہم نے چاہا تھا تم ہی ملنے تو اچھا تھا ہزاروں زخم ایسے ہیں اگر سنتے تو اچھا تھا تمہیں جتنا بھلایا ہے تمہاری یاد آتی ہے بہار تو جو آئی ہے خوشبو لاتی ہے تمہارے لب میری خاطر ہلے تو اچھا تھا تم ہی کو ہم نے چاہا تھا تم ہی ملنے تو اچھا تھا ملا ہے نطف بھی ہم کو جن یادوں کے جھنڈل میں کئی ہے زندگی تمہارے بن کر آتی ہی ہے آرتے تو اچھا تھا اگر ملے تو اچھا تھا تم ہی کو ہم نے چاہا تھا تم ہی ملنے تو اچھا تھا مئی کنول خان..... مونس خیل

کے صلے ڈھونڈ کے کھول بیٹھتے ہیں۔

صائمہ اس کے لیے اپنی سسرال سے کوئی پر پوزل لائی تھی۔ وہ دنگ روٹی۔ یہ بھی دن آتا تھا زندگی میں..... اس نے سرد آہ بھری تو دل کے کلی زخم ادھرتے ادھرتے رو گئے۔

"تو کیا شادی نہیں کرو گی؟" صائمہ کی جہرت پر وہ حیران ہوئی۔

"میں نے شادی کی تھی صائمہ..... شادی خوشی کا بندھن ہے اور ضروری نہیں کہ یہ بندھن ہر کسی کو کھدے براہیک کوڑا بن جائے۔" صائمہ بچ ہوئی۔

"اور یہ بھی ضروری نہیں آئندہ کہ ہر تجربے کا ہمیشہ ایک جیسا ہی نتیجہ آئے۔"

"ہونہہ" وہ ہنسی تو ہونٹوں کے کنارے کھینچنے ہی دکھ روئے۔ زندگی اتنی ارزاں نہیں ہے صائمہ کہ اسے

نتیجے بھریوں کی جھینٹ چڑھنا یاد آئے۔

”کب تک اور کیوں تجھ پھرتی رہو گی؟“ صائمہ نے اس کا رخ جیسا ہاتھ اپنے ہونٹوں سے چھوا۔

”تجھا..... تجھا کب ہوں پار..... اہل اور میں دو ہیں اور وہ انسان تجھا نہیں ہوتے..... دیکھو صائمہ تیمور سوتے میں کتنا عیوت لگتا ہے.....“ تیمور کے ماتھے سے منبری بال پٹاتے ہوئے اس نے بوسہ لیا۔ صائمہ نے اس کی بات بدلنے کی کوشش نہ کا مہلتے ہوئے کہا۔

”دیکھو آئمہ جو ہوا سو ہوا یہ نصیب کی بات تھی اور نصیب کو تو ہم بدل سکتے ہیں اور مثال سکتے ہیں۔“

”پھر جھگڑا کیا ہے؟“ وہ ادا سی سے مسکرائی۔

”نہیں کی طرف دیکھو وہ کتنی پریشان رہنے لگی ہیں تمہاری وجہ سے۔ بچیوں کے دکھ ماؤں کو عمر سے پہلے ضعیف کر دیتے ہیں۔“ صائمہ کے آنسو یہہ نکلے۔ وہ خاموش بیٹھی رہی کہتی بھی کیا۔ کون سا حرف نسلی کا تھا اور پھر اس کو نسلی پر تھی یا خود کو۔ ایک اور جاگتی رات سر پر آٹھری ہوئی تھی۔



”تمن دن کی غیر حاضری کی وجہ پوچھ سکتا ہوں؟“

پورے تمن دن کے بعد وہ آفس آئی گی اور وہ اپنی ڈی کی میٹھیوں پر ہی اسے مل گیا تھا۔ وہی اسے دیکھتے ہی جگنوؤں کے جھرمٹ سے تھی آنکھیں..... کسی بے تابی سے وہ اس کی جانب لپکا تھا۔

”نسکا غیر ذمہ داری کا مظاہرہ..... تمہیں پرہ ای نہیں ہے کوئی چاہے جان سے گزر جائے۔“

”بھئی کون جان سے گزرا ہے؟“ وہ ہنسی۔ سعد سکندر اس پر آنکھیں گاڑے سامنے کھڑا تھا۔ وہ ایک طرف ہو کر آگے ہل دی۔ وہ بھی اس کے ساتھ چلنے لگا۔

”ہاں..... ظاہر ہے کیسے بھلا خبر ہوگی ہمارے جان سے گزر جانے کی۔“ نسکا ولس منت نہ جتا رہا نہ مزار.....

اس طرح مرنے والوں کا۔“

”پھر مرنے کا فائدہ.....؟“ اس نے مذاق اڑایا۔

”یہ دیکھو.....“ اپنا سہیل اس کے سر پہنے کھولتے

ہوئے وہ بولا۔ ”میں نے تھی مرتبہ تمہیں کال کرنے کی کوشش کی مگر..... کم از کم اپنا فون تو آف نہ رکھا کرو۔“

اور پھر ان تمن دنوں میں میں نے کتنے ایس ایم ایس بھیجے تمہیں..... یہی شاد بھی پڑھنے کی فرصت نہیں ملی ہوگی تمہیں؟“ وہ خاموشی سے آگے بڑھ گئی۔ اسے یہ بھی نہ بتایا کہ اس کے تمام ایس ایم ایس وہ نہ صرف پڑھ چکی تھی بلکہ ڈیلیٹ بھی کر چکی تھی۔ پھر یہ کچھ کرو: حیران رو گیا کہ تمن دن کی غیر حاضریوں کے دوران اس کے حصے کا سارا کام نپا دیا گیا تھا اور یہ یقیناً سعد سکندر کے علاوہ کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ تو آتے ہوئے تمام رستے میں یہی سوچتی ہوئی آئی تھی کہ اس کی عدم موجودگی کی بنا پر سارا کام پینڈنگ میں ہوگا اور آج پورا دن وہ بہت مصروف رہے گی۔ کام چھٹاتے چھٹاتے شام تو لازمی ہو جائے گی۔

اب خوش ہونے کے بجائے وہ بہت اچھ گئی تھی۔

”کیوں کرتا ہے وہ میرے لیے اس طرح؟ اور پھر فائدہ.....؟“ نسلی پوچھ میں کیسے میرا میں بیٹھی وہ اسی کے متعلق سوچ رہی تھی کہ وہ اچھا تک آیا اور مری تعیث کر اس کے رو بہ آ بیٹھا۔

”تم اس طرح کیوں کر رہے ہو؟“ وہ خاموشی سے اسے دیکھتے ہوئے پانی گلاں میں ڈال کر ایک پڑا سا ٹھونٹ لے کر گلاں میں پر رکھا لگا: ہنوز اس پر تھی۔

جہاں بہت کچھ بدلا بدلا تھا آج اس کے لکھے میں وہ طوفانی ہواؤں جسی تندقی تھی بلکہ کوئی ٹھمن ہی تھی۔

”آر تمہارے اس سوال کا یہ مطلب ہے کہ میں محبت کیوں کر رہا ہوں؟ تو محبت ڈیزز ایک قطعی غیر اختیاری جذبہ ہے اس میں انسان کی عقل یا سوچی سمجھ کا کوئی دخل نہیں ہوتا..... یہ تو بل کی نسبتی پر بہت اچانک حملہ آور ہو کر واردات کرتی ہے کسا دی دنگ رہ جاتا ہے۔ میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ہے کہ میں حیران رو گیا۔“ وہ ہاتھ پہ ہاتھ رکھے بہت فرصت سے دہلی پہ ہونے والی واردات کی روداد سنا رہا تھا جبکہ آئمہ کچھ سن رہی تھی اور کچھ نہیں۔

”بالی واوے..... اب کیا کیا ہے میں نے کیا کوئی سٹافی؟“ اس کی آنکھیں اگرچہ شرارت سے چمک رہی تھیں مگر چہرے پر نوز بھید کی تھی۔
 ”سنئے جسے کا کام میں خود کروں گی کسی کو بلا وجہ کوئی ضرورت نہیں۔“ وہ کچھ دیر اس کی صورت کے روشے روٹھے نعوش کرکھا رہا پھر بس دیا۔

”تمہارے ٹیکس کہنے کا آرہیں طریقہ ہے تو اچھا لگا۔ رہی بات جسے کی تو مجھے نہیں لگا؟ تم بخاری کہ میرا اب تم سے الگ بھی کوئی حصہ ہے کیونکہ محبت کرنے والوں کے درمیان جسے نہیں ہوتے تقسیم نہیں ہوتی بس محبت ہوتی ہے تم میرے بارے میں کیا سوچتی ہو؟ سوچتی بھی یوں نہیں لیکن ہماری سوچ تم سے ہو کر تمہی پر ختم ہے ہماری خواہشیں! میرے خواب میرے سکھ کے سارے موسم میری تمام دعائیں..... میری بس اتنی ہی خواہش ہے کہ میں اپنے جسے کی خوشیاں سبھی سونپ دوں..... اور تم اپنے دل کے سارے دکھ آنکھوں کی سب اداسیاں مجھے دے دو تم بھی اپنی آنکھ نم نہ کہیں کرو میری سانس سینے میں کہیں ٹھہرنے لگتی ہے رکنے لگتی ہے۔“ وہ ایک جذب سے بول رہا تھا اور آہستہ آہستہ آنکھوں کے پیچھے جانے لگنے آنسوؤں کے سیلاب رکے ہوئے تھے لیکن ہمیشہ کی طرح چپ اوزھے دکھاس کے نرم کناروں پر اپنی پیمبر رہتی تھی۔ ”مجھے نہیں پتا یہ محبت ہے یا کیا ہے بالی! میرے لیے تمہارا ساتھ بہت ضروری ہو گیا ہے۔ مسک ہر لمحہ ہر لمحا ہر ساعت تمہیں اپنے قریب دیکھنا چاہتا ہوں۔ تم سے دوری اب عمر کی رازیکافی ہے میں اپنی پوری زندگی تمہارے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں..... تمہارے لیے تمہاری خاطر میں دنیا کی ہر چیز چھوڑ سکتا ہوں اسے لڑکی تم بھی سمجھو کہو۔“ وہ بڑی آس سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا وہ پھینکی ہی ہنس رہی۔

”میں لڑکی نہیں ہوں سہہ سکندر۔“
 ”پھر؟“ وہ متوجہ ہوا تو جیسے وہاں رواں سماعت ہو گیا۔

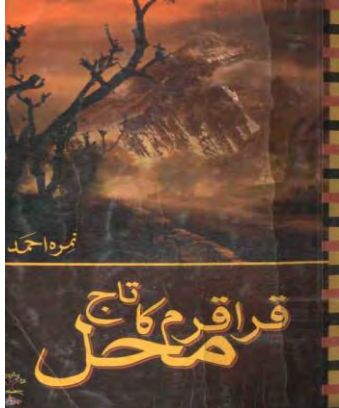
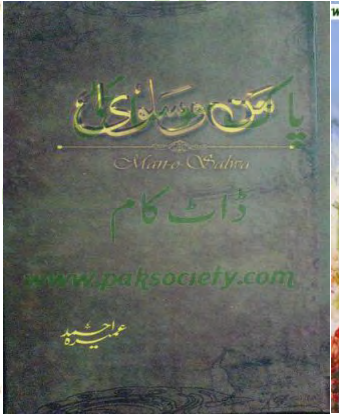
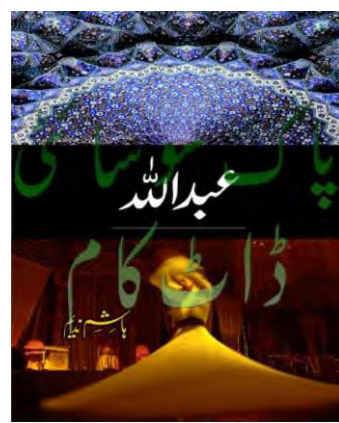
عائشہ نذیر

ماہ جولائت 2001 کو جنوری کی ٹھنڈی رات میں دنیا میں جلوہ افروز ہوئی (آہم) میری فیملی میں میرے انوائی مزید دو عدد بھئی اور ایک بھائی۔ میں سب سے بڑی میرے بعد اٹھی، نمبر اور پھر بھائی حسین جو کہ بہت شرارتی ہے۔ میرے ابو بہت ہی شفیق انسان ہیں ان ہی بہت ہی اچھی ہیں آئی لو بھائی جی۔ میں میٹرک کی طالبہ ہوں سائنس بھیکٹ میں میٹرک کر رہی ہوں۔ خوبوں اور خاصوں کی بات کی جائے تو خامی یہ ہے کہ بہت ہی زیادہ تھی ہوں۔ حصہ بہت آتا ہے پڑھائی میں دل کم لگتا ہے اور خوبوں کی بات کی جائے تو نرم دل خوش مزاج، صفائی پسند، کھلی بھی جھوٹ یا بری بات برداشت نہیں ہوتی بہت گراں گزرتی ہے طبیعت نرم میری فورٹ کتاب قرآن مجید ”ساری بھول ہزاری تھی“ ناول بہت پسند ہے۔ پسندیدہ شخصیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اللہ تعالیٰ ان کے نقش قدم پر چلنے کی تو میں دے آئیں۔ پسندیدہ لباس فرائڈ اور چوڑی دار پاجامہ ساتھ میں لہو لہو رنگوں میں پنک رنگ بہت پسند ہے۔ میری زندگی کا مقصد ہے ایک دن اپنے والدین کا نام روشن کروں کچھ ایسا کر جاؤں کہ دنیا یاد رکھے کیونکہ اتنے تو کبھی ہیں اور چلے جاتے ہیں مگر دنیا انہی کو یاد رکھتی ہے جو اپنی بھول سے کوئی کارنامہ سر انجام دین۔ اس کے علاوہ استو جانا چاہتی ہوں اللہ کامیاب کرے آئیں اور ملک پاکستان کو آفات سے محفوظ رکھے اور ترقی دے آمین اللہ حافظ۔

”تمہیں کوئی ملاحظہ ہوا ہے کوئی غلطی ہوگی ہے میرے بارے میں۔“

”لوں..... ہوں۔“ ان نے نفی میں سر ہلایا۔
 ”لڑکی۔ تم وہ لڑکی ہو جس نے میرے دل کو بھلی پار بھجا ہے۔ جسے دیکھ کر زندگی پیاری لگی ہے بہت ہی پیار میں لڑکی آہستہ آہستہ اور وہ کوئی نہ لڑکی ہوگی

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-



نہیں سستی جس نے سدا سکندر کے دل پر پہلی دستک دی ہے۔ تم سے مل کر ہی تو لگا ہے کہ میری عمر بھر کی تلاش ختم ہوئی ہے۔" اس کی جگر جگر کرتی آنکھیں آنے کے چہرے کا اظہار کے ہوئے تھیں۔

"اور تم..... تم کہتی ہو کہ مجھے ملاحظہ ہوا ہے خلا نہیں ہوئی ہے..... انسان کم لہم ہو سکتا ہے لیکن دل کبھی نہیں چوکتا..... کوئی وار خالی نہیں جانے دیتا۔"

"تم کچھ نہیں جانتے ہو سعد تمہیں بالکل بھی کچھ بھی نہیں پتا۔" آنے نے بمشکل چھوٹے حوسے کو پکڑا تو اس کے پڑی زدہ ہونٹوں پر سرگوشی آن بھبری مگر سننے والے کی ہانسیں بھی بہت تیز تھیں۔

"کیا..... کیا نہیں جانتا میں..... کون سی چیز ہے جس کا مجھے نہیں پتا..... اسکی کون سی بات ہے جو راز ہے....." اجڑش سے بھر اس کا لہجہ تیز ہو گیا۔ وہ غیور سی ہوئی اور ہونٹوں کو داغوں میں داب لیا۔

اس نے شاید ان دشوار راہوں پر بہت چل لیا تھا اور شاید بہت زیادہ تھک چکی تھی اور جب ہم بہت چل لیتے آتے ہیں جب تک کہ قدم قدم لپٹتے گئی ہے پور پور چھوٹے لپٹی ہے تب شدت سے دل چاہتا ہے کہ کوئی ہو کوئی تو ہو جس سے بے نشان منزلوں کی تکمیل مسافت سمیت تمام کہانی حرف حرف کہہ دی جائے۔ پنا سے جذبوں کا

تشنہ کامی کا آبلہ پانی کا تمام قصہ محبت کے نام پر دھوکا بھر کی اذیت و چھوڑے کی دیمک کتنے دکھ تھے کتنے رونے تھے کتنے آنسو تھے جو آنکھوں کے چہرے

نہرے تھے۔ کوئی تو کا نہ تھا جو جس کو بھگودیں کوئی تو سماعت ہو جس میں اندلیں دیں۔ بشرطیکہ سننے والا آپ کے لیے اپنے دل میں گداز رکھتا ہو آنسو پونچھ لینے کا دکھ بھری ہوا سیاں گل سے چمن لینے کا طرف رکھتا ہو۔ وہ

ناخن سے میزگی سگ کھرچا رہی تھی اور چہرے پر کتنے زمانوں کی تکمیل بھری اذیت رقم تھی۔ وہ بہت دیر تک بہت عمل سے اسے دیکھتا رہا ایک ایک قلم کو بھر سرد آد بھر کے بولا۔

"زندگی کے سفر میں ملنے والا ہر آدمی وہاں رضائیں ہوتا آئے بخاری۔" بے ساختہ چوتھ کر اس نے سر اٹھایا اور سحر کی طرف دیکھا جو اٹھ چکا تھا اور یوں مصروف سے انداز میں وائٹ اپنی پائنت میں اڑس رہا تھا جیسے ابھی کچھ دیر پہلے اس نے ایسا کوئی جملہ نہ بولا ہو اور اس جملے نے کسی کی ہستی نہ ہلا دی ہو۔

"اوکے..... میں چتا ہوں اپنا خیال رکھنا۔" لہجے لہجے ڈگ بھرتا وہ وہاں سے چل دیا اور آئے بخاری حیرت بھری آنکھوں سے پڑی دیر تک سینے کے اوہ کھلے دروازے کو دیکھتی رہتی تھی۔ وہ ایک آدھ بھر کے کدہ گئی۔

تو گویا تم ہر بات سے باخبر تھے سعد سکندر اور..... یہ تمام مصیبتیں یقیناً رابعہ نے دی ہوں گی، تمہیں آج کل رابعہ سعد کے فیور میں اتنا پڑتی..... اور وہ جو سوچے چاہتے تھے

تمہیں کہ جب سعد کو تمام مصیبتیں حل کا ہوا آئے کہ زندگی زندگانی کا علم ہوگا تو اسے کیا شاک لگے گا پھر اس کے بعد جانے وہ کیا رویہ اختیار کرے..... کیا اس کی آنکھوں کی روشنی سلامت رہ پائے گی.....؟ وہ یقیناً تمام محبت بھرے ڈائلاگز بھول بھال کر اس سے معذرت کر کے اپنی راہ

چل دے گا کہ کون اتنا ہی طرف ہوتا ہے..... اور بعض دفعہ کتنا مشکل لگتا ہے ہا اپنے لیے کسی کی روشنیوں اگنی آنکھوں کی جوت بجھ جانا..... اور محبت کی فتح گل ہو جانا۔ وہ نہ جانے کب سے یہ راز جانتا

تھا؟ دوسرے دن اور پھر اگلے کئی دنوں تک وہ تو ہمیشہ کی طرح نارمل رہتا جیسے کوئی بات ہوئی ہی نہ ہو۔ ظاہر ہے اس کے لیے یہ کوئی نیا انکشاف نہ تھا وہ اس بات سے کیسے چونکا جو پہلے سے ہی اس کے غم میں تھی۔

ہاں مگر..... آنے جانے کیوں نظر چرائے ہوئے تھی شاید زندگی کے اتنے اہم راز کے افشا ہونے پر یا دکھوں سے پردہ اٹھ جانے پر۔

"تم نے مجھے یہ بات بتائی کیوں نہیں تھی آنے.....؟" بلا خراک دن اس نے پوچھ ہی لیا۔

"تم نے پوچھا ہی نہیں تھا تو یہ کیسے؟" اتنے دن

نزر جانے کے بعد اب وہ بھی نارمل ہو چکی تھی۔

پھر ان دونوں کے درمیان بڑی ویر تک کوئی بات نہ ہوئی۔ بس شام کی ٹنک ہوا دونوں کو پھوپھو کے گزر رہی تھی۔ وہ طویل روش پر قدم سے قدم ہلا کر بیٹھ رہے تھے اپنے اپنے دھیان میں مگن۔ گپ چپ۔ سہ سکتہ زخمیرا تو وہ بھی ٹھہر گئی۔ وہ اس کے سامنے آن کا پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ پھنسانے ہوئے.....

”کیسا تھا وہ؟“ سوال کی طرح لہجہ بھی بہت نارمل تھا۔

”جیسے سب ہوتے ہیں۔“ وہ ہونے سے بولی۔

”سب ایک جیسے تو نہیں ہوتے۔“ ہوا کے سنگ اڑتا آئندہ کا آئینہ کا گونا اس نے بہت نرمی سے ہاتھ سے چھوا اور تھمکی پر اس کی ملاکت کو محسوس کرتے ہوئے کہنے لگا۔ ”آپ ہر انسان کو ایک ہی کسوٹی پر نہیں پرکھ سکتے۔ ہر انسان دوسرے سے مختلف ہے دوسرے سے جدا ہے صورتیں غاویں حراق فطرت کوئی بھی تو سو فیصد کسی دوسرے کے جیسا نہیں ہوتا۔“

کوئی ندامت کا سا یہ تھا جو آئندہ کے چہرے سے ہو کر گزرا تھا جیسے سامنے گزے سعد سکندر نے پوری شدت سے محسوس کیا تھا۔ اسے وہ کیا بتاتی کہ وہ کیا تھا؟ سعد سکندر بڑے غور سے اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا اور وہ سامنے ہوا سے جھومتے بال بل برش کے بیڑ کو۔

”کیسا تھا وہ.....؟“ وہ کہاں بھولی تھی وہ کیسے بھول سکتی تھی اور اپنے قاتل کو کون بھولتا ہے؟

کوئی پورے غم و خصل سے آگے کی ولینز سے گزرا تو آگے پانی سے بھر گئی۔

”تمہیں برا لگا؟“ آئی ایم سوری..... مجھے یہ سوال نہیں کرنا چاہیے تھا۔“ اس کی بے تحاشا سرخ ہوئی آنکھیں دیکھ کر سعد نے معذرت کی پھر یوں ہی ادھر اُدھر کی بات کرتے بات کو وہاں تک لایا..... اور یہ سعد سکندر کو ہی کوئی ہنر آتا تھا کہ اس نے غیر محسوس طریقے سے روح بے اندہ کوئی ایسی کڑی کھولی کہ وہ گزر رہے پر

جب شام کے سائے منڈلاتے ہیں
پچھلی گھروں کو لوتے ہیں
تب یاد بہت تم آتے ہو

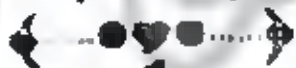
جب بارش کی بوندیں زمین پہ گرتی ہیں
مٹی کی سوئدھی خوشبو من کو بہلاتی ہے

تب یاد بہت تم آتے ہو
جب ساحل کی ٹھنڈی ریت پر
قدموں کے نشان ابھرتے ہیں

تب یاد بہت تم آتے ہو

انٹرا سٹاٹ..... تفصیل جگہاں منسلح میا لو ائی

آزاد ذہنوں کی کہانی کا ایک ایک لفظ اس کو سنا ہی چلی گئی اور وہ مٹی پہ تھوڑی جھانے بہت محویت سے اور پھر سے دل سے ستارہ با اور دل پر محسوس کر رہا۔



وہ پچھنی کا دل تھا۔ پورے مچن میں سروپوں کی چمکی
نرم دھوپ پھیلی تھی۔ وہ نہا کر دھوپ میں آئی تھی جہاں
ایاں سب کاموں سے فراغت کے بعد پہلے سے موجود
تھیں ویسے بھی وہ ہندوں کا آخر کام ہی بتاتا ہے۔

ہم پرندے ہیں نہ متحول ہوا میں پھر بھی
آ کی روز کسی دکھ پا کھٹے رو میں!!

میں پہ سعد کا بیچ نہ جانے کب سے آیا تھا جو اس
نے اب پڑھا تو اس کے لبوں کی تراش میں عجمی
مسکان ٹھہری تھی۔ یہ اس کے جذبوں کا ہی اظہار تھا کہ
آگے کی آنکھیں آج کل کم روتی تھیں۔

ذورنگل کی آواز پر لہان دروازہ کھولنے چل دیں اور
پچھ ہی دیر بعد لہان کے ہمراہ اندر داخل ہوتے سعد
سکندر کے ہمراہ ایک باوقار خاتون کو دیکھ کر وہ آنکھیں
جھپکتا بھول گئی۔

”گت لڑکی..... تمہاری سرسہل والے بھئی بار
تمہارے گھر آئے ہیں شرمنا نہیں آگے آگے ہی جھکا

لو! سعد نے قریب آ کر سرگوشی کی تو وہ مزید پوکھلائی۔
ساری خود افسانوی ہوا دگنی تھی۔

دل کی بات تھی ہم سے منافقت نہ ہوئی
"اگر میں انکار کروں تو یہ"

وہ حیران ہوئی تھی کہ سعد اسے بتائے بغیر اس کے
مشورے کے بتایے سب..... اس کی حیرت سارا وقت کم
نہ ہوئی..... اور پھر سب کچھ آفاقانہ ہو گیا۔ واقعی ہنری
زندگیوں کے سب نچیلے کہیں اور کسی اور جگہ ہوتے ہیں
ہمیں تو صرف مان لینے کا حکم ہے رضا پر راضی رہنے کا
لڑنا ہے۔

"تو....." اپنے دلوں ہاتھ دیوار پہ اس کے دلوں
اطراف نکالتے ہوئے اس کے کلوں کی جھبک اسے اندر
اتار کے سعد سکندر نے کہا "لو پر اہم ایئر..... کیونکہ
قصصان میں تو سرا ستم رہو گی ظاہر ہے میرے جیسا ہند سم
لڑکا گنوا کے....." وہ کئی لفظ اس کی آنکھوں کی سنہری
زمین دیکھتا رہا جہاں محبت کی فصل لگتی تھی۔

سعد کی والدہ بہت ہی با اخلاق اور منسا ر طبیعت کی
حامل خاتون تھیں ان سے مل کے دکھی نہیں تھا کہ پہلی بار
شہر ہے ہیں پھر انہوں نے بہت سلیقے اور رکھ رکھاؤ سے
امان سے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا اور ان کو بھی اپنے
گھر کو حکم کیا۔ وہ حیران ہی ہوئی رہ گئی کہ اس زمانے میں
بھی ایسے قلعے اور بے ریا لوگ پائے جاتے ہیں؟ ان
کے جانے کے بعد آنے کے عجیب سے احساسات
تھے..... خوشی حیرت پائے تھیں..... اور ان کو فوراً نوافل
پڑھنے میں مصروف ہو گئیں کہ بیان کی ہی دعاؤں کا ثمر
تھا..... پھر رات گئے تک سعد فون کرتا رہا سچ بھیجا رہا
لیکن اس نے کوئی رسپانس نہ دیا۔ اگلے روز وہ اس کے در
پر تھا یہ حد فریش موڈ کے ساتھ۔

"بہنہ..... خوش تھی۔" اس نے پہلی فرصت میں
اپنے گرو تھے سعد کے بازو پٹائے۔
"نہیں..... خوش تھی نہیں محبت..... وہ محبت جو
ابھی ابھی کسی کی آنکھوں میں دیکھی ہے۔" آنر
نے ذرا کی ذرا آنکھ اٹھا کر بلیک پینٹ کی جیبوں
میں ہاتھ پھسائے کھڑے اسٹارٹ سے سعد سکندر کی
طرف دیکھا۔

"تم مجھے بتائے بغیر اپنی امی کو لے کر آ گئے۔ مجھے
بتاؤ کیوں نہیں؟" اسے دیکھتے ہی آنر نے شکوہ کیا۔
"ضروری نہیں سمجھا۔"
"مجھ سے مشورہ بھی نہیں کیا؟"
"یہ بھی ضروری نہیں سمجھا۔"

"تو پھر..... کیا خیال ہے؟" اس کی حد درجہ جھجکت پر
سعد سکندر نے سوال کیا تو وہ چونکی اور اس کے ہونٹ ذرا
سا سکر دیئے۔
"اجھا ہوں؟.....؟" اس کی آنکھیں جگر جگر
کر رہی تھیں۔

"کیوں؟" دیوار سے ٹیک لگا کر کمزری سیلے خاتون
سعد سے دیکھ رہی تھی۔

وہ لگا کی چوری کپڑے جانے پر خائف سی ہوئی تو
سعد کھن کے ہنس دیا۔ وہ ایسا ہی تھا نہ اظہار مضبوط
مسکراتا ہوا۔ کسی روشن سویرے کی طرح یقین دلانا ہوا
اور یقین تو کرتا ہی تھا کہ سی مہمان لے کر کی طرح اس کی
محبت نے دل پر سایہ جو کروایا تھا۔





آگاہی

عاصمہ عزیز

قدم قدم پہ ناک نئی خوشی تم کو
اندھیری راہ میں مل جائے رہی تم کو
میری دعا ہے خدا سے کہ کاش لگ جائے
میری حیات کے لہوں کی زندگی تم کو

بیمہ بانیہ کو دیکھا۔ اس کی شکوے بھری اور الزام دہنی نظروں میں دیکھتے ہوئے وہ شرمندگی کی عین گہرائیوں میں ڈوقا چلا گیا تھا۔ آج اگر وہ اسے ایمان کی اس حالت کا ذمہ دار ٹھہرا رہی تھی تو کچھ غلط نہیں تھا کیونکہ زندگی میں بہت سی آن نشیں ہمارے اپنے ہی گناہوں کے سبب ہمارے سامنے جسم روپ میں آکھڑی ہوتی ہیں۔ جس نولاد کی خوشیوں اور مستقبل کی خاطر اس نے دولت کے اجبار لگانے چاہے تھے آج وہی نولاد زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہی تھی۔ وہ اپنے دکھتے سر کو تھامے ہاتھ سے نظروں چماتے ہوئے بچے پہ ہنسا گیا۔ بلاشبہ آزمائش بہت کڑی تھی کہ اس کی روح الیت درو سے ہلبلا اٹھی تھی۔

”ہمارے گناہ چاہے کتنے ہی عظیم نہیں نہ ہوں ہمارا رب ان سے کئی درجے حضور و رحیم ہے اس کی حکمت کی امتیاز اور کیا ہوگی کہ وہ ہم گناہ گاروں کی سچے دل سے کی گئی توبہ پر ہمارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔“ اس نے بچے سے اٹختے ہوئے سوچا اور امید کا جھنوا تھوں میں تھا ہے اپنے قدم ہسپتال سے تکی مسجد کی طرف بڑھا ہے۔

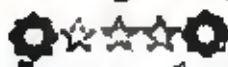
آئی ہی پورے گھاں ڈور سے وہ ان وقت شدت ضیف سے سرخ ہوئی آنکھوں اور زور ہوتے چہرے کے ساتھ اپنی چار سالہ بیٹی کو بچوں میں جترے ہسپتال کے ہستر پر بے سدھ لیٹے رکھ رہا تھا۔ خون کی لگی بوتل سے قطرہ قطرہ خون اس کے جسم میں انڈیلا جا رہا تھا لیکن وہ ابھی تک جوش و خروش سے بے گانہ تھی۔ دیمبر کی اس مردوات میں وہ شخص چپھے دو گھنٹے سے نپے شل ہونے وجود کی پروا کیے بغیر ہاسپتال کے کوری ڈور میں یک ٹک شیشے کے اس پار دیکھے جا رہا تھا۔ اس ٹھنرتی ہوئی سروی کے باوجود اس کے سن ہوتے وجود کو سروی کا احسان تک نہیں تھا۔ وقت گویا قلم چکا تھا گھڑی کی سوئیاں اسے کسی گھیسیر کی طرح ساکت و بلند محسوس ہو رہی تھیں۔ کاش وہ وقت کو چنہ کھنہ پچھے لے جانے پہ قادر ہوتا جب اس کی بیٹی کی زندگی بلا دینے والا لمحہ وار نہیں ہوا تھا۔ لیکن وقت بھی ہماری خواہش اور مشائے مانع نہیں رہتا۔ وقت کی کا زنی ہمیشہ اپنے طے شدہ راستوں پر نوسفر رہتی ہے اس نے مز کر قریب ہی بیٹھی ہے ہاتھوں میں صبح لیے آنسوؤں بھرے چہرے کے ساتھ

نے اس کے سامنے براجمان ہوتے ہوئے امید بھرے لہجے میں پوچھا۔
 ”بھائی! اس نے تلی میں سر ہاتے ہوئے کہا۔
 ”کیا مطلب...؟“ پانی نے وضاحت طلب کرنا چاہی۔

”مطلب پختہ نہیں ہائی بی بی..... جس ملک میں رشوت اور سفاقت کسی زبردستی طرح تکمیل چکے ہوں وہاں غریبوں کو مل کا پانی کے تماشے کے سوا کیا بن سکتا ہے۔ وہ تلی سے حج اٹھا تھا۔ پانی نے اپنے اندر سرایت کرتی خسروگی پر قابو پاتے ہوئے بھڑکی سانس ہوا کے سپرد کی۔
 ”پلیز آپ مایوسی کی باتیں مت کریں۔ اللہ ہے ہاں وہ سب بہتر کرے گا۔“

”اللہ تو سب کے لیے بہتر نہیں بلکہ بہترین کرتا ہے لیکن بڑی کڑیوں پر بیٹھے لوگ کسی غریب کا بھلا ہونے نہیں دیتے۔“ ایک مسکراہٹ اس کے ہونٹوں کو چھو کر گزری تھی۔

”کون ہوں..... وہ جب کسی کو دولت عزت اور شہرت سے نوازنا چاہے تو دنیا کی کوئی قوت اور طاقت اس کے اسراروں کو بدل نہیں سکتی۔“ پانی نے آہستگی سے سر تلی میں بلا تے ہوئے کہا۔ ناشریل بھر کے لیے لاجواب ہو گیا تھا۔
 ”جو دل یقین کا لہجہ کسی دولت سے مزین ہو اس کے لیے عزت بھی رحمت نہیں بنتی۔“ اس نے پانی کو سناشی نظروں سے دیکھتے ہوئے سوچا۔ وہاں کی ہیرہ کالی کے بعد اسی طرح اسے تسلی دیا کرتی جس سے مسلسل کامیابی کے باعث ناشر کے ذہن پر چھلایا مایوسی کا فہرہ چاہے جتنی حد پر ہی کئی چھوٹ ضرور جاتا تھا۔ وہ پانی کو کوئی جواب دے نہ سکا اور تلی کی شدت سے تھے چہرے اور جھلستے اعصاب کو مضبوط کرنے کی غرض سے صحن میں بنے ہاشم سن سے چہرے پر پانی کے پھینٹے ہلن شروع کر دیے تھے۔



زندگی اسی طرح چائی ڈگر پر چل رہی تھی۔ چاہے کسی کن

مبہرہ لڑکی کی اس جھلسا دینے والی گرمی میں دن بھر ملازمت کی عداوت میں کئی جگہ ہتھیروں سے سینے کے بعد وہ اس وقت اپنے چھوٹے سے گھر کے صحن میں گرمی کی پشت سے سر نکالے آنکھیں موندنے میں تھا تھا۔ چہرے پر صحن ہیرہ ہونے کے اثرات نمایاں تھے۔ پچھلے ایک سال کی خرابی ہر جگہ دھکے کھانے کے باوجود آج بھی اسے مایوسی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ شاید قسمت کا پیریاں کی کوششوں کے بالکل مخالف سمت میں رہا تھا۔ اس نے انگلیوں سے اپنی پیشانی کو مسلتے ہوئے سوچا۔ وہ سرکاری دفتر میں ایک ایمان دار معمولی کلرک کا بیٹا تھا۔ مینرک سے ایم بی اے تک اس نے اپنے تمام تعلیمی اخراجات اکیڈمیوں میں ٹیوشنرز کا کرپورٹ کیے تھے۔ لیا اور دل کی وفات کے بعد ان کی تمام جمع پونجی پچھلے تین سال سے گھر کے اخراجات میں خرچ ہو چکی تھی اور اب مستقبل کا خیال اسے کسی زبردستی ناک کی طرح ڈس رہا تھا۔ بالکل عداوت سے پر کھلنے کی آواز پر اس نے سر اٹھا کر اس سمت دیکھا۔

”باباجان۔“ چار سالہ ایمان آنکھوں میں ڈھیروں آنسو لیے اور منہ میں لولی پاپ لیے اسے پکارتے ہوئے اس کی سمت آ رہی تھی۔ جبکہ پانی نے ہاتھوں میں پتھر سے سامان کو رکھنے کے لیے لیکن کارن کیا تھا۔
 ”کیا ہوا بیٹا؟“ ناشر نے ایمان کی آنکھوں سے آنسو پونچھتے ہوئے ہلکا ہر مسکرا کر پوچھا۔

”بابا مارکیٹ میں اتنی بڑی اور پیاری ڈالڑ تھیں، وہ نے ایک بھی نہیں لے کر دی۔“ ایمان نے موم سوں کرتے ہوئے شکایتی لہجے میں کہا۔ ایمان کی آنکھوں میں حسرت اور شکایتی لہجے میں کئی بات بن کر اس کے ہونٹوں سے مسکراہٹ لہجوں میں غائب ہو گئی تھی۔
 ”کوئی بات نہیں بیٹا۔“ بابا آپ کو خود ڈھیروں ڈالڑ لے کر دیں گے۔“ ناشر نے خود پر قابو پاتے ہوئے اہیش کی طرح ایک ہر گھر اس کو بھلا یا تھا۔

”کیا جانا پانی؟“ ایمان کے جانے کے بعد پانی

شاید انہوں نے مجھے گلیوں زدہ مگر کی گاڑی ہمیشہ رواں دواں رہتی ہے۔ آج سے ایک ماہ قبل اسے ایک بینک میں لاکاؤ لگا دیا گیا۔ کی گاڑی میں گئی جو کہ ایک نئے نئے بعد ہی اس کی معمولی سی لفٹرز کی بنا پر اس کے ہاتھ سے نکل گئی تھی اور وہ ایک دفعہ پھر پھینکے کی طرح اتر رہا ہے۔ پل نکلا تھا۔ اور آج وہ اپنے پونہ سٹی فیلو کے بہت یقین دلانے پر اس کے پاس اس کے ہاں سے ملے آیا تھا۔ ریواننگ چیمبر پر بڑے ٹھکانے کے ساتھ بیٹھے ہاں نے حاشر کو آڑی رنگت کی شرٹ پہنے استہدائیہ انداز میں سر تا پا دیکھا اور اس کے ہاتھ سے فاس لیتے ہوئے سرسری انداز میں جائزہ لے کر سپاٹ بلچے میں گویا ہوا۔

”ابھی تک تو ہمارے پاس کوئی دستک نہیں ہے جیسے ہی ہمیں مناسبت لگا ہم آپ کو کال کر لیں گے۔“ اس شخص کے ہنرات دیکھتے ہی حاشر کو اندازہ ہو گیا تھا کہ اسے کال کرنا اس شخص کو کبھی بھی مناسب نہیں لگے گا۔ کیونکہ اس شخص کو ڈگریوں سے زیادہ شاید ظاہری حلیہ متاثر کرتا تھا۔ شام کے سائے گہرے ہوتے ہی وہ گھر لوٹا اور آتے ہی بستر پر گرنے والے انداز میں لیٹ کر ایک ٹک چھت کو گھوسنے لگا۔ ہانپا سے اس طرح لینے دیکھ کر جائے نماز تہہ کر کے کاشی اور کچن سے پانی کا گلاس لانا کر بیٹے ساتھ نکل پڑھا۔

”اس طرح پریشان ہونے سے کیا حاصل؟“ ہانپا نے اس کے سپاٹ چہرے کو دیکھتے ہوئے سلی دی۔
 ”اس وقت نہیں چاہیے مجھے یہ سلی کے بوندے الفاظ یا الفاظ ہماری ہنگی کا کسٹھیل نہیں سنوار سکتے کیوتز کی طرح آنکھیں بند کر کے انسان حقیقت سے نظریں تو چرا سکتا ہے لیکن ان سطح حقیقتوں کا سامنا کرنے سے نہیں روک سکتا خود کو۔“ وہ درحقیقت سے اس کی بات کا سنتے ہوئے بولا۔

”تو آپ کا کیا خیال ہے صرف روپیہ پیسا بہترین مستقبل کی ضمانت ہو سکتے ہیں ایسا نہیں ہے آپ کو معلوم ہے کہ عمر بن عبدالمعز نے انھیں کے لائق اپنے بچوں

کے لیے دو روپے بھی نہیں چھوڑے تھے جبکہ ہشام بن عبدالملک دس دس لاکھ روپے چھوڑ کر اس دنیا سے گیا تھا۔ لیکن میں برس بعد چشم فلک دیکھتی ہے کہ ہشام کی اولاد دمشق کی جامعہ مسجد کی میزبانی میں بیٹھ کر ٹیکہ لگاتی ہوئی پانی پیتی تھی جبکہ عمر کی اولاد ایک مجلس میں سو سو گھوڑے نیرات کرتے تھے۔ یہ سب مقدر کے کھیل ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز نے لوگوں کے طعنہ دینے پر فرمایا تھا کہ۔

”نزام کھلایا نہیں طلال تھا نہیں میرے بچے نیک ہوں گے تو اللہ سنبھال لے گا۔ ایسا ہی کامل یقین ہونا چاہیے اللہ پر اور پھر آپ کے پاس ڈگری تو ہے تا مسلسل کوشش سے بندہ دروازے کھل سکتا ہے۔“ وہ رسالت سے سمجھاتے ہوئے گویا ہوئی۔

”ہند ڈگری۔۔۔“ اس نے ہنسنے سے بھرا بھرا اور سامنے پڑی قائل کو اس کے سامنے لہراتے ہوئے مٹی سے بولا۔

”مدی کے کانٹوں کی سی حیثیت ہے ان ڈگریوں کی۔ کون سے زمانے میں مٹی رہی ہیں آپ ہنسی صاحب۔۔۔ یہاں ڈگریوں کی بنیادوں پر ہمیں حیثیت دیکھ کے نوکریاں ملتی ہیں۔ وہ اپنی تمام تر مٹی ہانپا پر اٹھ بیٹھے ہوئے لیے لے لے ڈگ بھرتا کرے سے نکل گیا اور ہمیشہ کی طرح ہانپا کا سمجھنا بیکار گیا تھا۔



اسلام آباد کی مصروف سڑک کے دائیں جانب واقع چائے کھا ہونے میں وہ اس وقت اردگرد سے بے نیازم سم بیٹھا تھا۔ سڑک کے بائیں طرف کچھ قافلے پر شاہد سی کھلونوں کی شاپ سے اس نے ایمان کی ہم عمر مٹی کو ہاتھوں میں ڈھیروں پیش کرتی کھلونے پکڑے کسی شخص کے ساتھ نکلے دیکھا اس ہنگی کے چہرے سے پھوٹی خوشی کی لہر کا اندازہ اور سے بھی لگایا جاسکتا تھا۔ ایسی ہی خوش ووا اپنی ایمان کے چہرے پر بھی دیکھنے کی آرزو رکھتا تھا۔ اس نے اسی سمت نظریں جمائے اپنی شرٹ کی جیب نونہی جیب سے بجا آہ بونے والی مٹی سی مٹی جس سے

بشکل گھر کا خرچ چھا ہوا پاتا۔ اس نے ہانسی سے اب بھنکی کر اپنی نظروں کا رخ سڑک پر چھتی گاڑیوں کے ہجوم پر مرکوز کر دیا۔ اسے اپنے اندر سناٹا پھیلتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ سڑک پر لوگوں کے ہجوم اور آوازوں کا اسے احساس تک نہیں تھا۔

”شاید ہماری تنہائی کا تعلق بھی ہمارے دل دو مارے کی کیفیت سے ہے۔ بعض دلہ لوگوں کا ہجوم ہوتے ہوئے بھی ہم خود کو تنہا محسوس کرتے ہیں اور بعض اوقات ہماری تنہائی بھی ہمارا سہارا ثابت ہوتی ہے جو ہمارے غم کے لمحات میں ہمارے ساتھ آتسو پہناتی ہے۔“ اس نے سوچا۔ اچانک کسی کا ہاتھ اسے اپنے کندھے پر محسوس ہوا اور ایک ہماری آواز کانوں سے گرائی۔

”کن سوچوں میں تم ہو صاحب زلزلے۔۔۔۔۔ ان آنکھوں میں حسرتیں اور مایوسی کیوں ڈیرا ڈالے ہوئے ہیں۔“ عاشر نے چمک کر اس آواز کی سمت دیکھا۔ سامنے چھتا بڑی بڑی موٹھوں اور قد رے بھری جسارت و ظلمت جس نے نجانے کب سے اس کی کیفیت کو جانچ رہا تھا۔

”جب کوشش کے باوجود حق نہ ملے اور انسان کو پانی پانی کے لیے ترسنا پڑے تو آنکھوں میں ہنسا آسودہ خواہشات کی کریمیاں اور حسرتیں ہی ڈیرا ڈال سکتی ہیں۔“ نجانے کیوں وہ اس انجمنی شخص کے سامنے اس لمحے اپنی کیفیت کو چھپا نہیں پایا تھا۔

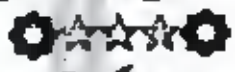
”دنیا سے اپنا حصہ اور حق نہیں ملتا تو چین تو ہیں دستور ہے دنیا کا۔“ سامنے بیٹھے ہوئے شخص نے گویا مشورے سے نوازا۔

”مجھے چھیننے کا ہنر آج تک نہیں آیا میں چاہتا رہی کچھ ایسا نہیں کر سکتا۔“ اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے مایوسی سے کہا۔

”سب آجائے گا یہ ناکام حسرتیں اور خواہشات انسان کو سب سکھا دیتی ہیں۔ ہمارے ساتھ کام کرو گے۔“ ”کیسا کام؟“ اس نے چمک کر اس شخص کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”یہی چھیننے والا کام جو اس ملک کی آدمی یا آدمی سے زیادہ آبادی کر رہی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ ہم یہ کام ذہنی کی چوٹ پر کر کے مجرم کہلا جاتے ہیں۔“ اس شخص نے نفی سے مسکراتے ہوئے کہا۔ عاشر حیرت سے ملک اس کی سمت دیکھ رہا تھا۔ سامنے بیٹھا شخص اگر مجرم تھا تو اپنی گفتگو اور لہجے سے لگ نہیں رہا تھا۔ اس کی بات کزوی ضرور تھی۔ لیکن کسی حد تک سچ بھی تھی۔

”ٹھیک ہے مجھے منظور ہے لیکن میں کسی بھی طرح تمہارا پابند نہیں رہوں گا۔“ اس کی باتوں اور اپنے حالات نے اسے اس کانٹوں بھری راہ پر چلنے کے لیے قائل کر لیا تھا۔ زمین میں فساد اور تہلکہ مچانے والے صرف ماحول کو برباد نہیں کرتے بلکہ اپنے لیے بھی کانٹوں کا انتخاب کر لیتے ہیں۔ شاید اس لمحہ وہ یہ بات محسوس کیا تھا۔



اور اس دن راتوں کے بے شکست قدموں سے گھر لوٹنے ہی سخن میں بی بی میز میوں پر بیٹھ گیا تھا۔ اس رات کا انتخاب کرتے ہی اس کا دل مطمئن ہونے کے بجائے ایک دم بوجھل ہو گیا تھا۔ رات کے اس پہر آسمان کی دانگ پر چاند دکھ رہا تھا اور اندر گرو تاروں کا جھرمٹ عجیب مہربوت کر دینے والا منظر پیش کر رہا تھا۔ وہ ایک تک قدرت کے اس حسن کو دیکھتا رہا۔

”کہاں تھے آپ؟“ ہانیہ نے اس سے تعقیبی انداز میں پوچھا۔

”کیوں تم میری آمدگی کا اعلان کروانے والی تھیں کیا؟“ اس نے لہجے میں بلاشت پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے بات کو حلق میں اڑایا۔

”نہیں میرا کوئی ایسا رونا نہیں تھا۔“ ہانیہ نے غصے سے گھورتے ہوئے کہا۔

”ہاں آپ تو شکر کے نوازل ادا کریں گی کہ اس کے بندے سے جان چھوٹی۔ لیکن انہوں نے آپ کو اس کا موقع نہیں ملے گا کیونکہ مجھے آج بہت اچھی جا بل گئی ہے۔“ ہانیہ نے دستور اس کی باتوں پر اسے گھبرایوں سے نہ تڑپ رہی تھی۔

جبکہ شہر نے بڑے آرام سے ان سے پہلی دفعہ بھوت
بولتا تھا اور وہ جانتا تھا یہ پہلا بھوت آخری قلعہ نہیں ہوگا۔
بھوت بھی بھی تھا اور وہ نہیں دہا بلکہ چھوٹے بڑے بھوت
کی ایک جگہ بنا کے آتا ہے۔

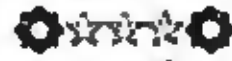
انگلے دن رات کے نو بجتے ہی وہ گھر سے نکلے ہی اس
فحص کے تھائے ہوئے ٹھکانے پر جا پہنچا تھا۔ اس سے
چند ضروری ہدایات لینے کے بعد وہ اس کے آدمیوں کے
ساتھ مل کر اسلام آباد کے ایف بی کے ملاقاتی میں واقع
ایک عالی شان بینک کے کونوٹس کے لیے انہوں نے نشانہ بنایا
تھا۔ چہرہ پر غلبہ چڑھائے گھر کی دیوار پھاٹک کر لیا
کو عبور کر کے ان لوگوں کے اندر گھستے ہی گھر کے افراد میں
خوف اور کھلبلی مچ گئی تھی۔ لہذا وہیں سے پورا اور رقم نکالتے
ہوئے اس کے ہاتھوں میں واضح لرزش تھی۔ گناہ کے
رستے پر پہلا قدم ہی اٹھانا دشوار ہے۔ باقی کے تمام
قدم خود بخود اٹھتے چلے جاتے ہیں۔ اس پہلے قدم پر ہی
ہمارا ضمیر ہمیں ملامت کر کے ہمارے بڑھتے ہوئے
قدموں کو روکنے کی کوشش کرتا ہے لیکن جب اس ضمیر کی
آواز پر بھی کان نہ دھرے جائیں تو وہ بھی تھک بار کر
خاموش ہو جاتا ہے۔ اسی طرح یہ پہلا قدم اٹھانے کے
بعد عاشر کے دل پر بھی بوجھ آن پڑا تھا اور اپنے ضمیر کی
لعنت ملامت کو دہانے کی کوشش کرنے کے باوجود وہ ایسا
نہیں کر پاتا تھا۔ کئی ماہ اسی طرح بر لگا کر گزر چکے تھے۔
ان لوگوں کے ساتھ مل کر اس نے کئی گھروں کو لوٹا تھا لیکن
بعض دفعہ حالات کی نوعیت کو سمجھنے کے باوجود وہ کسی کی
جان نہیں لے پایا تھا اور ان گزرتے سات آٹھ ماہ میں اس
کے گھر کے حالات بھی کافی مستحضر چکے تھے۔ وہ روز
ایمان کے لیے گھر جاتے ہوئے کھلونے اور چاکلیٹیں لاتا
اور گزشتہ کئی عیدوں کے بعد اس عید پر ہانیے نے بھی
ڈھیروں شاہچنگ کی گئی۔ سب ہاتھ اپنی جگہ پر ہونے کے
باوجود اس کا سکون عادت ہو گیا تھا لیکن گھر میں رہتے
ہوئے چہرے پر مصنوعی خوشی کا خول چڑھا اس نے خوب
سکھایا تھا۔

آج ان لوگوں کا لہو بڑا ہاتھ مارتے ہوئے ایک
بینک کا نشانہ بنانے کا تھا۔ رات آٹھ بجے وہ گھر سے نکلنے
کی تیاری کر رہا تھا۔ ہانیے کچن میں رات کا کھانا پکانے میں
مصروف تھی۔ معاذ اور فیض بچنے کی آواز سن کر وہ اپنی تیاری
بھڑوڑ کر کمرے سے باہر نکل آیا۔ ہانیے جو کہ شام سے چھت
پر کھیتی ایمان کو بلانے کی غرض سے کچن سے نکل گئی عاشر کو
داخلی دروازے پر ایستادہ دیکھ کر اس طرف بڑھ گئی۔

”آج ان علاقے میں پولیس پیسے ہی ڈیرا ڈالنے
ہوئے ہے ایسے میں کوئی بڑی واردات کرنا خطرے سے
برگز خالی نہیں ہے۔“ دروازے کے باہر کھڑے شخص کے
جیسے نے ان کے قدم ہائی جگہ جکڑ لیے تھے اور اس کی تمام
باتیں سن کر ہانیے کو عاشر کی ”جانب“ کی نوعیت سمجھنے میں آج
اگا تھا۔ اس کا سادہ اور جو اس انکشاف پر آندھیلوں کی زد میں
تھا۔ حیرت اور دکھ کی زیادتی سے اس کے قدم ایک جگہ جم
گئے تھے کہ اچانک اسے ایمان کی چیخ اور ہتھوڑی دیر بعد
دھرم سے ہتھوڑے کی آواز سنائی دی۔ ہانیے نے عاشر کو
بدرجاس ہو کر سیزھیوں کی جانب پکڑتے دیکھا۔ اس نے
گردن موڑ کر اس سمت دیکھا اور آخری سیزھی پر ایمان کے
نہنچے جو کہ بے سدھ پڑے کچھ کراستا جانے جسم سے جان
نکلتی ہوئی محسوس ہوتی ایمان کے سر سے خون کا فوارہ نکل
کر اور گرد کی زمین کو سرخ کر گیا تھا۔ ہانیے یہ سب دیکھ کر اس
کی طرف چل گیا۔ ایمان کو بے ہوش پڑے کچھ کر عاشر کے
ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے وہ جلدی سے قبضی لایا لیکن اس
دوران ایمان کا بہت سا خون بہہ چکا تھا۔

”اگر تمہاری حرام کی کمائیاں اور گناہوں کی سزا میری
ہنی کوئی تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔“ اور ایمان کو
آئی آئی یو میں منتقل کرنے تک عاشر کو ہانیے کے اس طرح
کے کئی جیلے اور زحمت ملامت سختی پڑنی تھی۔ ڈاکٹر کا کہنا تھا
کہ بہت زیادہ خون بہہ جانے سے اس ایمان کو چھین گھننے
میں ہوش نہ آیا تو وہ کومہ میں بھی جا سکتی ہے اس وقت آئی
سی جو میں اپنی بیٹی کو بے سدھ پڑے زندگی اور موت کی
جگہ لڑنے دیکھ کر عاشر کو احساس ہو گیا تھا کہ ماں باپ

کے گناہوں کی سزا بعض دفعہ لاکھوں گناہوں پر ہوتی ہے۔



ہسپتال سے مسجد تک شگفتہ قدموں سے چلتے ہوئے اس نے مسجد کی دہلیز پر قدم رکھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے عشاء کی جماعت کرانی جا چکی تھی اس لیے مسجد میں اکا دکا لوگ موجود تھے۔ وضو کرنے کے بعد اس نے نماز عشاء اور نوافل ادا کر کے اللہ کے حضور اپنے گناہوں کی توبہ اور ایمان کی صحت و تندرستی کی دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے۔

"یا اللہ..... تو ہی میرا رب ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو نے مجھے پیدا فرمایا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں اپنی طاقت کے مطابق تیرے عہد اور وعدے پر قائم ہوں میں تجھ سے ہر اس چیز کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جس کا میں نے ارتکاب کیا میں تیرے سامنے تیرے انعام کا اقرار کرتا ہوں جو مجھ پر ہوا اور میں اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں لہذا تو مجھے معاف کر دے یہ ہے کہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف نہیں کر سکتا۔ اے اللہ ایمان و صحت اور تندرستی کے ساتھ زندگی عطا کرنا۔" آنسو چہرے کو بھگور رہے تھے اور مسلسل اشک بہانے سے آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں لیکن اپنے سب کے حضور بہائے گئے برامت کے آنسو راجھاں نہیں گئے تھے اور اور ہسپتال کے بستر پر بے سداہ پڑی ایمان نے دھیرے سے ہوش کی دہلی میں قدم رکھا۔ رات کی سیاہی اپنے پر سمیٹ رہی تھی اور مؤذن نجر کی اذان دینے کی تیاری کر رہے تھے۔ وہ ابھی تک مسجد کی دیوار سے ٹک لگائے دل میں اللہ سے ایمان کی سلامتی کے لیے دعا گو تھا کہ اسے اپنے سب فون میں واہریشن محسوس ہوئی۔ نجانے نمبر سے آئی کال ریسیو کر کے موبائل کابن سے لگاؤ۔ دوسری طرف ہسپتال سے ہانیہ بات کر رہی تھی۔ ہانیہ نے اسے خوشی کی نوید سنائی تھی۔ ایمان کو ہوش آیا تھا اور اسے روم میں شفٹ کر دیا گیا تھا۔ عاشق نے اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے اپنا پیشانی زمین پر لگادی۔

مد مقرر نہیں۔ اس نے جگہ سے سر اٹھاتے ہوئے بے اختیار سوچا۔ مسجد سے باہر قدم رکھتے ہی دھبہ کی سرد ہوا میں اسے اپنے اللہ محسوس ہوئی محسوس ہوئی۔ پریشانی کے نلے ہی اس کی ساری حسیات جاگ اٹھی تھیں۔ باہر سڑک پر انٹریٹ لائٹس روشن تھیں اور آسمان پر چھائے سیاہ پارل کی بجلی ہل ہل سے کو چھاب تھے۔ وہ ہسپتال کی جانب قدم اٹھاتا اپنی سوجھوں کی ابھی تھا سے ذہن کے بند درپہوں کو یاد کر رہا تھا۔ ذہن سے باہر کی کاغذ ہنٹے ہی اسے احساس ہوا کہ اس نے اللہ کی رحمت سے باہر ہو کر کتنے بڑے گناہ کا ارتکاب کیا تھا۔ دولت اور رزق کی کمی سے تنگ آ کر اس نے جس کاٹوں بھری راہ کا انتخاب کیا اس کی منزل اللہ ہی کھلتی ہی تھی لیکن اللہ نے اس کے گناہ کا رد ہونے کے باوجود اسے ذرا سی ٹھوکر دے کر اسے اللہ ہی کھلتی میں گرنے سے بچایا تھا۔ انسان کی زندگی میں بعض اوقات ایسے تکلیف دہ حالات پیش آتے ہیں جن کو وہ اپنے لیے مصیبت سمجھتا ہے لیکن اس میں بھی دراصل خیر اور بھلائی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کچھ ایسی چیزوں کو کٹا بہت کرنا چاہتے ہیں جو ان حالات سے گزرے بغیر ممکن نہیں ہوتے۔ ایمان کی زندگی کا خطرے میں ہونا بھی ایک ایسا ہی حادثہ تھا جس نے اس پر آگاہی کے دروازے کھول دیے تھے کہ اس نے اپنے گناہوں کی سب سے توبہ کر لی تھی کہ کتنی حالات ہونے کے باوجود وہ اب حرام کا انتخاب نہیں کرے گا اور یہ اس تو یہ انعام ہی تھا کہ اللہ نے ایمان کو ایک نئی زندگی بخش دی تھی اور اس تکلیف دہ رات کے اختتام کے بعد جب وہ ہانیہ کو گھر چھوڑنے آیا تو سات ماہ قبل ایک کھنٹی میں رہے گئے انٹرویو کا اپنا ٹکٹ ایئر کی صورت میں اللہ کا اس کے لیے ایک اور انعام موجود تھا۔



"بلاشبہ اللہ بہت مہربان ہے کہ اس کی رحمتوں کی بولی



زخمِ زہبت

قرۃ العین سمنگندر

جب سے تیرے نام کمروی زندگی اچھی لگی
 تیرا غم اچھا لگا تیری خوشی اچھی لگی
 تیرا پیکر تیری خوشبو تیرا لہجہ تیری بات
 دل کو تیرے گفتگو میں سادگی اچھی لگی

بچپن میں جب بسمہ کو اسماء کی گڑیا کے چمک دار
 کپڑے زیادہ لہھا جاتے تو جھٹ سے اپنی گڑیا اس کو تھما
 دیتی اور اس کی گڑیا کو اپنا لیتی تھی مگر یہ معاملہ کسی گڑیا اور
 گڈے کا تو نہ تھا۔ یہ تو زندگی بھر کا معاملہ تھا کچھ لڑائی
 بھی یا موشی کا لہاؤہ اوڑھے رہتی تھیں کیونکہ اچھی طرح
 جانتی تھیں کہ بسمہ یہ سب کیوں کمروی ہے؟
 بسمہ کا پکا سا خون رنگ اور اس پر دانوں کے گہرے
 نشان اسے بے حد بھدا بنا دیتے تھے اور وہ جو بہوا اپنے ابا
 کا پر تو تھی جبکہ اسماء ان پر گنتی تھی اور وہ جو بہوا ماں کی
 کاربن کالی تھی۔ وہی ٹین ٹین اور دو دو دھیا رنگت من
 موہنی سی صورت حتیٰ کہ شا کر رہنے کی عادت بھی اسماء
 نے ورثے میں اپنی اماں سے ہی لی تھی بسمہ کی ہر
 انصافی پر دل مسوس کر رہ جاتی مگر بڑی بہن کے آگے
 چوں ہڑاں تک نہ کرتی تھی۔ مٹھے میں مٹنے والیاں اسماء
 کی صورت و سیرت کی گرویدہ تھیں۔ بسمہ مزید غصے اور
 کھون سے خود کو بھاتا پاتی اور دن بہ دن مزید چڑچڑی
 اور خرابی ہو جاتی تھی جب بھی میڈیا کی ذمہ داری تہوار پر

بسمہ کو شروع ہی سے اسماء کی برشے پر اپنا تسلط
 بھاننے اور قبضہ کرنے کی بڑی عادت اس قدر رائج
 ہو چکی تھی کہ جب اسماء کے لیے باسمر کا رشتہ آیا تو وہ اماں
 سے اپنی رائے زنی پر خود کو ہلکا کر لے گی۔
 ”اماں میرے لیے وہ سوا اورزی رمضان ہی رہ گیا
 تھا کیا اور اسماء کے لیے تو اس ہانکے یا سز کے رشتہ پر
 جھٹ ہاں کرنے کا خود و خوش ہو رہا ہے۔“ اماں نے
 پہلے تو دو ہتھو بسمہ کی کمر پر رسید کیے اور پھر تھندی
 سانس لے کر بولیں۔
 ”اری بد بخت پہلے اپنا تمہو بڑا تو دیکھا سینے میں تھے
 وہ درزی رمضان بھی نل گیا ہے تو نصیحت جان۔ کہاں تو
 اور کہاں وہ دھان پان تی سفید مرمرین گڑیا جیسی اسماء
 بھلا کیا مقابہ تیرا اور اس کا؟“ بسمہ کو اماں سے اس قدر
 تلخ حقیقت پسندی کی توقع نہ تھی مگر کیا کیا جائے جج تو
 کڑوا ہی ہوتا ہے۔ بسمہ دل کے ارمان دل میں ہی
 دبا رہ گئی مگر یہ کس بخت دل جو خیر و جوان ہانکے جھلے
 یا سمر کو بہنوں کی مسرت میں اپنا نے پر کس طوفا لادہ نہ تھا۔

اماں بازار چا کر ہسمہ اور اسماء کے لیے کپڑوں کی خریداری کرتیں تو ہسمہ خوب بحث و تکرار کے بعد اپنی منتخب کردہ جوڑا جب گھرائی تو اس کو وہ سوٹ اسماء کے ایک ہل میں کسی جوڑے پر ہاتھ رکھ کر خریدے گئے کپڑوں سے بہت معمولی سا دکھائی دیتا۔

”ایں اس پر تو میری نگاہ ہی نہ پڑی تھی۔“ ہسمہ سخت حیرت زدہ رہ چلی۔

”اسماہ تو ایسا کر یہ میرا سوٹ رکھ لے نا مضموم کیوں میں نے اس قدر ٹھیکھا سارنگ نے ڈاااا سب میرا مذاق بتائیں گے۔“ ہسمہ کی بہت کمزوری تاویل کے سامنے اسماء بس لٹکے بھر کے لیے کمزور پڑی اور پھر اٹھ کر ہسمہ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیتی۔ اسماء اچھی طرح جانتی تھی کہ سوٹ نہ بھی دیا تو ہسمہ اس قدر روایا چھائے گی کہ اس کے لیے یہ گلابی پھولوں والا جوڑا پہننا سخت دشوار ہو جائے گا۔

ماں اس سارے معاملے میں خاموش تماشائی کا کردار ادا کرتی تھیں شایداں کے دل میں بھی گہرا اطمینان تھا کہ ہسمہ کی شکل و صورت کی محرومی پر پردہ ڈالنے کو اس کی نا انصافی پر بھی آنکھیں بند کرسکتی تھیں..... مگر یہیں ان سے سخت غلطی سرزد ہوئی تھی پھر وہی گلابی پھولوں والا جوڑا ہسمہ جب نہایت ذوق و شوق سے تیار کر کے زیب تن کرتی تو اس قدر بھونڈی مضموم ہوئی اور ہسمہ کے خریدے سے فیروزگی کلر کے سوٹ میں اسماء کی اپہرا سے کم مضموم نہ ہوئی۔ ہسمہ کیا کرتی کہ خدا نے جو رنگ روپ اسماء کو ودیعت کیا تھا اس کو وہ نہ ہی چھین سکتی تھی اور نہ ہی اسماء سے مانگ سکتی تھی۔

یوں ہی زندگی ایک مخصوص نچ پر گامزن رہی ہلا خزاں نے اسماء کے لیے یاسر کا رشتہ قبول کر لیا۔ یاسر اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا تھا اور وہ لوگ اسماء کو اپنی بہو کی صورت میں دیکھنے کے لیے بے قرار تھے ہسمہ کا رشتہ تو رمضان سے طے تھا۔ وہ ایک ٹیرما ستر تھا اس کی بہت بڑی بونٹیک تھی۔ خوب روپیہ چسپا تھا سوائے شکل و صورت کے۔ (مذہبان کے والدین کا انتقال ہو چکا تھا

صرف ایک شادی شدہ بڑی بہن تھی۔ ماں نے دونوں بہنوں کی رخصتی کے لیے ایک ہی تاریخ دی تھی دونوں بہنوں کے لیے ایک جیسے عربی میونسٹات سلوائے گئے۔ ایک جیسے ہی پارلر سے تیار کروایا گیا تاکہ ہسمہ کی کسی غور و دل چکنت نہ ہو اور کسی قسم کا احساس محرومی دل میں اب نہ گرنے ہو۔

ترہین رخصتی کے وقت جب دونوں بہنوں کو دلہنیاہے میں بین مقابلی بٹھایا گیا تو اسماء کی بچ دیگی ہی نرائی تھی۔ نگاہ کسی طور پر اسماء کے روپ سے ہنسنے کو آمادہ ہی نہ تھی اگرچہ آج ہسمہ بھی معمول سے بہت کمزور سے اٹھی لگ رہی تھی مگر اسماء کے سامنے اس کی یہ تیاری بھی بہت معمولی دکھائی دے رہی تھی۔ ارد گرد سے تبصرہ کرنے والیاں بھی ہسمہ کے کالوں میں صور پھونک رہی تھیں۔

”دیکھ ذرا خدا کی قدرت لگتا ہے کتنی سے کہ دونوں سگی بہنیں ہیں اسماء کو وہ محمودا کیا رنگ روپ چڑھا ستا ج اور ہسمہ تو کتنی سے اس کی بہن ہی نہیں تھی بے چاری کے میں نقش.....“

مزید سننا ہسمہ کے لیے دشوار ہونے لگا۔ ہسمہ کو یوں لگا جیسے آنسوؤں کا ریلا گولابن کر اس کے گلے میں پھانس بن گیا ہو۔ ان آنسوؤں کو وہ چاروٹا چاروٹا پانے پر بھجور لگی پھر جب رمضان اور یاسر بارات لے کر آئے اور جس وقت ہسمہ کے پہلو میں رمضان اور اسماء کے پہلو میں یاسر کو بٹھایا گیا تو اس پر الگ ہی تبصرے تھے۔

”خوب چاند سورج کی جوڑی ہے اسماء اور یاسر کی۔“ ایک خاتون نے تو سلی انداز میں کہا۔

”ہسمہ اور رمضان کی بھی تو کہو۔“ دوسری خاتون نے کہا اور مل کر سگی سگی کرنے لگیں۔

بمشکل تمام مراحل طے ہوئے اور ہسمہ نے اپنے گھر رخصت ہو کر سکھ کا سانس لیا۔ کلثوم رمضان کی بڑی آپانے اس کا استقبال کیا اور اسے اس کی خواب گاہ تک پہنچا۔ یہاں کریمہ کو گناہوں کا احساس ہوا تھا۔

"کم از کم یہ میرا اپنا آشیانہ ہے خالصتاً میرا یہاں
مقابلے بازی کی کوئی فضا نہیں ہوگی۔" خوب پڑھو کول
ملاحظہ۔

اچانک ہسمہ نے خود کو ہلکا بھلکا محسوس کیا پھر
جب رونمائی میں رمضان نے اس کو سونے کی موٹی
موٹی چوڑیاں پہنائیں تو وہ خوشی سے سرشار ہو گئی اور
رمضان کے سخت ہازوؤں کے حصار کی گرفت میں وہ
کسمسا کر رہ گئی۔

"رمضو... اس قدر زہابی تو نہیں۔" ہسمہ کے دل
سے صدا آئی۔

اگلے چند دن دعوتوں کی نذر ہو گئے رمضان کا حلقہ
احباب بے حد وسیع تھا۔ ہر دن کسی نئی جگہ پر وہ لوگ
دعوت پر مدعو ہوا کرتے تھے ہسمہ کے لیے زندگی کے یہ
رنگ بہت انوکھے اور بگڑے ہوئے تھے۔ رمضان بھی ان
کے ایک اشارے پر ہر شے چھوڑ کر دیا کرتا تھا۔ زندگی
کے کتنے سال وہ محرومی اور محنت میں جی جی تھی مگر اب
شاید خوشیوں اور آسودگی نے اس کے دل پر دستک دے
ڈالی تھی اور وہ شاید فرحان بھی پھر رمضان نے ہاتھ بندھ
کام پر جانا شروع کر دیا۔ ہسمہ کے پاس مسروفیت کے
لیے کچھ کام نہ تھا۔ کام والی صفائی ستھرائی کر جاتی تھی
جیسا کہ شادی سے قبل یہاں کام والی کی صفائی کا معمول
تھا کیونکہ رمضان اکیلا تھا اور صفائی ستھرائی اور اوپر کے
کاموں کے لیے کام والی رہتی تھی اور کھانا وہ اکثر باہری
کھا آتا تھا اور بھی کبھی اس کی آبا جو تین چار گھنٹوں
کری رہتی تھیں رمضان کو پکا دیا کرتی تھیں مگر یہ سب تو
شادی سے پہلے کے معاملات تھے مگر اب اس کی بھی
ماہیت نہ رہی تھی۔ آبا سمجھتی تھیں کہ گھر والی گھرا جی
ہے اور رمضان اب کیلا نہیں ہے مگر ہسمہ کو کام کاٹنے سے
کچھ خاص رغبت نہ تھی۔

شادی سے قبل بھی اسما یا ایمان ہی گھر کے کام کرتی
تھیں وہ کام کی چور تھی اور اتنے دن ہونے والی دعوتوں
نے رہی یہی کس پر ہی کہہ دیتی تھی۔ اب اس کا قہقہہ

پچھل کی پرہیزگار سہیلی

حجاب کرچی

اولاد مبارک اللہ
سالگرہ صبر و وفا

ہمسہ کی شہینہ اور ہسمہ کی شہینہ کے خلیفہ اور اولاد مبارک اللہ
سالگرہ صبر و وفا کی شہینہ اور ہسمہ کی شہینہ کے خلیفہ
اور ہسمہ کی شہینہ کے خلیفہ اور ہسمہ کی شہینہ کے خلیفہ
اور ہسمہ کی شہینہ کے خلیفہ اور ہسمہ کی شہینہ کے خلیفہ

ہمسہ کی شہینہ اور ہسمہ کی شہینہ کے خلیفہ اور ہسمہ کی شہینہ کے خلیفہ
اور ہسمہ کی شہینہ کے خلیفہ اور ہسمہ کی شہینہ کے خلیفہ

خوب صورت اشعار منتخب ناولوں
اور اقتباسات پر مبنی مستقل سلسلے

اور بہت کچھ آپ کی پسند اور آواز کے مطابق

Infoohijab@gmail.com

info@ameer.com.pk

کسی بھی قسم کی شکایت کی

صورتا میں

021-35620771/2

40300-8241242

ہونے دی۔

"بسمہ میں یہ سب کیا دیکھ رہی ہوں کیا میں تمہیں اپنے پیارے بھائی کے لیے اسی دن کے لیے بھلا کر آئی تھی کہ وہ بھوکا پیٹ چلا جائے اور یہ گھر کی حالت؟" کلثوم آپا کا صدمے کے مارے مداحاں تھا۔

"کیا ہوا ہے گھر کو؟" بسمہ نے سخت ناگوارگی سے ثخوت سے جواب دیا۔

"یہ تم مجھ سے بہتر سمجھتی ہوگی۔" کلثوم آپا کی بات پر بسمہ کا مودت آف ہو گیا تھا۔

"دیکھیں آپا..... مجھے یہ پسند نہیں کہ آپ میری ذاتی زندگی میں مداخلت کریں۔ کیا میں بھی آپ کے گھر آ کر بنا اجازت یہاں سوالات کی پوچھا کر رہی ہوں۔"

بسمہ نے ہر لحاظ بالائے طاقت نہ کہہ کر کہا۔ کلثوم آپا نے سرد آہ بھری۔

"تمہیں پتہ بھی نہیں اور سمجھانا بے کار ہے۔ بسمہ تم جب تک خود غموں میں کھڑی رہو گی تمہیں کچھ نہیں آئے گی۔"

میری ایک بات یاد رکھنا یہ میں تمہیں بن کر نہیں بلکہ ایک بڑی بہن بن کر تمہیں سمجھا رہی ہوں۔ مرد کا پیار محبت کا دعویٰ محض تب تک ہی رہتا ہے جب تک اسے چارم دکھائی دیتا ہے جو محض چند طوں کا ہی ہوتا ہے۔ اس کے بعد گھر گریستی کرتی ہوئی عورت ہی مرد کی مطلوب لگا ہوا کرتی ہے بناؤ سنگھار تو ہر کوئی کر سکتا ہے۔ اصل خوب

صورتی تو مرد اور سوچ کی خوب صورتی ہوا کرتی ہے۔ خود غرض عورت بہت جلد اپنی ہی خود غرضی کی جھینٹ پڑھ جایا کرتی ہے میں اب چلتی ہوں۔" نہ تو بسمہ نے روکا اور نہ ہی آپا نے رکتا تھا۔

شاہد کو رمضان آیا تو بسمہ نے ڈر تک نہ تیا کہ اس کی آپا آئی تھیں۔ رمضان نے اسے بتایا کہ یا سر کا فون آیا تھا کل شاہد کو ایک ایڈ پر یا سر اور اسماء نے دونوں کو دات

کھینے پر مدعو کیا تھا۔ بسمہ ایک دم ہی بہت پر جوش ہوئی تھی کیونکہ یہی موقع تھا اسماء کو دکھانے کا کہ وہ اپنی گھر گریستی میں کب قدر خوش حال اور آسودہ ہے۔ بسمہ اگلی

میں جا کر بیٹھ یا چڑھانے کا دل نہ کرتا تھا بڑی سارا دن ایڈنی رہتی تھی۔ رمضان بھی ابھی تک تازہ خمرے تھا ربا تھا آتے ہوئے بازار سے نان کباب کبھی نان حلیم اور کبھی بسمہ کی فرمائش پر چکن روٹس لاتا۔ بسمہ کے تازہ انداز جاری تھے رمضان بھی بسمہ کے تازہ انداز ہاتھا کیونکہ وہ بھی تہائی کا شکار ہوا تھا۔

اب سر شام جب بسمہ کی سنوری تھی تو وہ اپنے اندر خوشی کا جہان آباد پاتا تھا مگر بھی کبھی رمضان کا بھی دل کرتا تھا کہ بسمہ بھی اس کے تازہ اٹھائے۔ اس کا ایک

ایک کام اپنے ہاتھوں سے کرے جب وہ تھا ہارا گھر آئے تو اپنی فرمائشوں کی لسٹ گنوانے کی بجائے اس کے لیے چائے لائے۔ اس کے پاس بیٹھے اور دن بھر کی مصروفیات کا احوال دریافت کرے۔ بھی اس کا سن

پسند کھاتا بھی پکائے وہ حقیقت کھانا پکاتا تو بہت دور کی بات وہ تو رمضان کی پسند اور نا پسند تک سے واقف تھی

اور نہ ہی بسمہ نے اس کی پسند جاننے کی سعی کی تھی۔ بسمہ کے بیٹے تیار رہتے اگر ایک دن کلثوم آپا کی آمد نہ ہو جاتی۔ کلثوم آپا کے پاس بھی گھر کی چابی ہوا کرتی تھی

ایک دن دوپہر کے وقت کلثوم آپا آئیں تو گھر کی ناگفتہ حالت دیکھ کر چکر اکر رہ گئیں۔ کلثوم آپا کو زبان دھچکا تھا

تاکہ جب بسمہ کو خواب خرگوش کے مزے لوتے ہوئے دیکھا بسمہ کا تو یہی معمول تھا۔

بسمہ کو تو قطعاً علم بھی نہ ہوتا کہ رمضان کب کام پر جاتا تھا۔ رمضان بھوکے پیٹ ہی روزانہ صبح سویرے روانہ ہو جایا کرتا تھا۔ بسمہ کو جگاتا بھی نہیں تھا ایک آدھ

بار جگانے کی کوشش بھی کی تو بسمہ نے سخت برا منہ یا تب سے رمضان اپنی پہلی دہائی نا سنگ پھا چکا تھا۔

کلثوم آپا کے جگانے پر بسمہ بوکھا کر جاگ گئی۔

بسمہ کا حلیہ غماز سا ہوا تھا رمضان نہانے کے بعد تو یہ بیڈ کی سائیڈ پر ہی رکھ گیا تھا۔ رات کے چائے کے برتن

سائیڈ ٹیبل پر جنوں کے تول پڑے تھے۔ بسمہ کو قوی طور پر شرمندگی محسوس ہوئی مگر اس نے کلثوم آپا پر عیاں نہ

افراء بی بی

السلام علیکم اترام آجکل اسٹاف ریڈرز اینڈ رائٹرز کو افراء بی بی کی طرف سے سلام۔ ہا چیز کو اترام بی بی کہتے ہیں تاریخ پیدائش 27 جولائی ہے اس لحاظ سے میرا شمار لیو ہے۔ نیلی کے لحاظ سے عمران نیلی سے تعلق ہے۔ ہم سات بہن بھائی اور ای ایو سیت لو افراد تھے مگر اب کی وقت ہوئی اور وہ ہمیں نو سے آٹھ کر کے وہاں چلے گئے جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا اللہ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے آمین۔ ٹکری آنکھز آکس کریم پز اچاٹ گول گے انکا چیزیں بہت پسند ہیں۔ خزاں کا موسم بہت پسند ہے۔ ڈوٹا سورج اور مطرب کا ٹائم بہت اٹریکٹ کرتے ہیں گھر میں ہنک بلینڈ وائٹ پر پل اور بکے کلرز پسند ہیں۔ گھر میں لاگ شرٹ اور فراد ذرا استعمال کرتی ہوں۔ جیولری میں بریلیٹ انگوٹھیاں اور کانچ کی پھڑیاں پسند ہیں۔ میک اپ میں آئی میک اپ ڈیکوریشن کی چیزوں میں گڑیا لیب بھالو وغیرہ بہت پسند ہیں۔ پسندیدہ خوشبو منی موتیا اور چینی کی ہے۔ پسندیدہ ہستی نبی پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عرفاروق۔ پسندیدہ ناول "جنت کے پتے" پسندیدہ شاعر علامہ اقبال۔ گھر میں میری اپنی سسٹر نائلہ کے ساتھ بہت جتنی تھی مگر اب وہ مجھے بہت کم یاد دیتی ہے بھئی شادی جو ہوگئی اس کی۔ تمام بہنوں سے اچھا ہے کہ دوسروں کے ساتھ ساتھ آپ اپنی عزت کرنا بھی سیکھیں کیونکہ جب آپ اپنی عزت کرنا سیکھ جاتے ہیں تو آپ دوسروں کی اور دوسرے آپ کی عزت کرنا سیکھ جاتے ہیں اللہ حافظ۔

تکس اور یونا ساقہ۔ بسمہ نے دل میں سر داہ بھری دونہ چاہے ہوئے بھی دونوں کا موازنہ کرنے پر مجبور تھی۔

اسماء کی سانس اور سر نے خوشدلی سے استقبالی کیا تبھی اسماء بھی ٹرے میں مشروبات سجائے آگئی سبز چمن کے سوٹ میں بلبوس اسماء ہالوں کو چنیا کی شکل میں گوندھے نہایت سادھے طے میں تھی۔ بڑی پورکی شکل میں صرف ایک لاکٹ اس کے گلے میں تھا اور کانوں میں پامپوں بھی نہ تھیں مگر اس کی سادگی میں بھی اس کا حسن ماخذ نہ ہوا تھا بلکہ جب اسماء نے باسر کو گلاں پکڑ لیا تو باسر نے کس قدر محبت پاش نعروں سے اسماء کو دیکھا وہ بسمہ کی نگاہوں سے پوشیدہ نہ رہ سکا تھا اور اسماء باسر کی نگاہوں کی تپش محسوس کر کے شرمنا کر مٹ گئی تھی۔ ایک کھن خوش حال گھرانے کا نقشہ سامنے تھا۔

تھوڑی دیر باتوں کا سلسلہ چلا پھر اسماء نے کھانا دسترخوان پر لگایا تو سب وہیں جمع ہو گئے۔ بسمہ کے لیے اتنے بھاری بھر کم لباس کے ساتھ نیچے بیٹھنا سخت مشکل پیدا ہوا تھا۔ ہنست بادل کے ساتھ بسمہ بیٹھ گئی اسماء

صبح ہلد اٹھ گئی دو پہر سے ہی شام کی تیاری میں لگ گئی۔ کپڑوں کا انتخاب ہی بسمہ کے لیے ایک دشوار طلب مسئلہ بن گیا تھا بلا خزاں نے سب سے بھاری بھر کم کام ولا سوٹ منتخب کیا خوب دل لگا کر وہ تیار ہوئی اور انتہائی دینی سونے کا سیٹ زیب تن کیا ڈارک میک اپ کیا۔ رمضان بسمہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔

رمضان کی موز سائیکل پر بسمہ یوں سوار ہوتی جیسے وہ کسی ریاست کی شہزادی ہو۔ گردن انکڑائے تھانے سے راستے پر نظریں لٹکائے ہوئے وہ مسکرا رہی تھی۔ موز سائیکل اسماء کے گیٹ پہ جا کر رکی تو بسمہ نے دل کی جھڑکن تیز ہوتی محسوس کی۔ دروازہ باسر نے کھولا انہید ٹرنا شلوہر میں باسر نہایت گھمرا گھمرا اور وجہہ لگ رہا تھا۔ بسمہ کی نگاہ رمضان پر تقاض میں آئی۔ رمضان اتنی کلبج سے طے میں لگی اچھ کھڑا ہوا تھا۔ بسمہ نے اپنی تیاریوں میں رمضان کے متعلق تو سوچا بھی نہ تھا بسمہ نے سخت کوفت محسوس کی۔ باسر کے چوڑے چکلے شانے پر وجاہت سرا پا اور رمضان کا دیتا ہوا رنگ سمیٹتی تھیں

پاک سوسائٹی پر موجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایت اللہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابراراجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	ممتاز مفتی
نگہت عبد اللہ	سباس گل	عنیزہ سید	مستنصر حسین
رضیہ بٹ	زُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیم الحق
رفعت سراج	اُمِ ہریم	نایاب جیلانی	ایم اے راحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ،
حناء ڈائجسٹ، ردا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسوسی ڈائجسٹ،
سرگزشت ڈائجسٹ، نئے آفاق، سچس کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابن صفی،

جاسوسی دنیا از ابن صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

خوشدلی سے ماتھے پر مل لائے بنا کبھی سانس اور کبھی سر کے آگے کھانا پیش کر دی تھی۔ اسماء نے اس قدر لذت کھانے پکانے سے کہ ہمسہ بھی اپنا ہاتھ نہ روک پائی اور بیانی کی دوسری پلیٹ بھر لی۔ نہاب نہایت مزے دار تھے ہر شے میں اسماء کے ہاتھ کی لذت کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ سب نے کھانے کی نہایت تعریف کی کھانے کے بعد جب اسماء چائے ٹرے میں بجائے لیے چلی آئی تو اسماء کی سانس نے اسماء کے سر پر ہاتھ پھیر کر اسے دعا دی۔

”جب سے اسماء بیوی بن کر ہمارے گھر میں آئی ہے اتنا سکھ دیا ہے اس پنکے نے ہمیں۔ الفاظ کم ہیں اس کی سعادت مندی کی تعریف میں۔“ سر بھی اس کی تعریف میں رطب اللسان تھے۔

”واقعی اسماء باہمی بہت اچھی ہیں۔“ رمضان نے بھی کھلے دل سے تعریف کی۔ ہمسہ واٹر روم کی جانب گئی اسے میک اپ سے وحشت سی اور ہی تھی وہ میک اپ تم کرنے لگی۔ واپسی پر وہ اپنے نام پر رک سی آئی ڈرائنگ روم میں اسی کا ذکر ہو رہا تھا۔

”آئی آپ دنا کریں میری تیمم کو بھی میرا خیال آ جائے سچ بھوں تو شادی کے بعد بھی میرے معمولات زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ آج اتنے عرصے کے بعد میں نے گھر کا ریکا اقبالہ لیز کھانا کھایا ہے اسماء بہن آپ ہی اپنی ہانسی کو کچھ سمجھاؤ بھی تو ہمیں بھی گھر کا کھانا نصیب ہو۔“ رمضان کے لہجے میں حسرت ہی حسرت تھی یہ رمضان وہ رمضان تو نہ تھا جو بھرپور اس کی تعریف کیا کرتا تھا۔ یہ رمضان اس رمضان سے کس قدر مختلف تھا اصل مرد جو گریہ سستی کا سکھ پانے کا خواباں تھا۔

”رمضان بھائی۔۔۔ آپ فکر مت کریں اسماء کو میں چند دن کے لیے آپ کی طرف بھیج دیتا ہوں وہ ہمسہ آپا کو سمجھا اور سکھا بھی دے گی۔“ یاسر نے کھٹے دل سے آفر کی۔

”رمضان بھائی میری اسماء بہن تو شادی سے کب اب بظن ہوں

سے ہی گھر گریہ سستی سنبھال لی۔ میری امی تو ہر وقت اسماء کے ہی گن گاتی رہتی ہیں۔“ یاسر کے لہجے میں اسماء کے لیے کس قدر دلنایا تھا فخر سے لبریز سرشار سا لہجہ چمن سے ہمسہ کے دل میں جیسے کچھ ٹوٹ سا گیا تھا۔ اس کا زہمزد دعوت کس قدر دلانچالی سے گرا تھا۔

”سچ تو یہ ہے کہ اسماء کی شکل و صورت تو ہمیں بھائی ہی تھی گراہل میں ہم سب اس کے اخلاق کے گرویدہ ہوئے ہیں خوب صورتی کی کمی کو تو اخلاق پورا کر سکتا ہے مگر سچ میں رمضان بھائی اخلاق کی کمی کو بھی بھی خوب صورتی پورا نہیں کر سکتی۔ ہم خوش قسمت ہیں کہ ہمیں اسماء ملی۔“ یاسر نے چاہ سے کہا۔

یاسر کے الفاظ ہمسہ کے کانوں میں گونجنے لگے اس نے ہوسے کی اوٹ سے یہ سارا مستقر دیکھا اور سنا اور خود سے عہد کرنے لگی کہ وہ بھی رمضان کی زندگی میں خوشیوں کے بچے رنگ بھر دے گی۔ انمول رنگ جو احساس کے گھر دندے سے بنے ہوں گے۔ ابھی اتنی بھی دیر نہ ہوئی تھی کہ سارے خواب اذکورے رہتے وہ رمضان کی ہر ضرورت ہر خوشی کا خیال رکھے گی۔ پانچ عہد کرتے ہوئے ہمسہ مطمئن سی ہو کر ڈرائنگ روم کی جانب چل دی۔





Downloaded From Paksociety.com

شبِ حرکتِ پہلی بارش

انوار الہ آبادی

PAKSOCIETY.COM

میں اس حصار سے نکلوں تو اور کچھ سوچوں
 تمہارے پیار سے نکلوں تو اور کچھ سوچوں
 رچا ہوا ہے تیرا عشق میری نس نس میں
 میں اس غبار سے نکلوں تو اور کچھ سوچوں

(گزشہ قسط کا خلاصہ)

زلویار صمد حسن کوفن برائے اور مرید رحمان کی ملاقات کا بتانا ہے اس کے لچکی کڑواہٹ کو محسوس کرتے صمد حسن اس پر برمجم ہونے رعبہ متقطع کر دیتے ہیں انکس زلویار کے رویے پر انھوں نے 2015 سے بد مزاجانے ہوئے خیالوں کی دنیا میں مرید سے معافی مانگتے ہیں۔ پر یہ ان ہونان کے بتائے ہوئے ایڈریس پر پہنچ جاتی ہے جہاں ہونان مذہب اسلام سے متاثر ہو کر عمر عباس کا اپنی ماں کے ساتھ دوستی کا بتاتی ہے اور ساتھ ہی زلویار صمد سے اپنی محبت کا اظہار بھی پر یہ ان سے کر دیتی ہے ہونان پاکستان جانا چاہتی ہے تب پر یہ ان اسے پاکستان بھیجے کی ہائی بھرتی ہے پر یہ ان پورے تین ماہ بعد اپنی ماں (سدا رنگم) کوفن کرنی ہے اور ہونان کو گھر ٹھہرانے کا بتاتی ہے۔ شہر زلویار سے محبت کا اظہار کرنی ہے اور مرید رحمان کا صیام کے گمراہوں سے بات کرنے کا بھی بتاتی ہے جبکہ صیام حیران رہ جاتا ہے اور اس کی غلط فہمی دور کرتا ہے شہر زلویار ششیدہ جاتی ہے ساتھ ہی اسے شرمندگی بھی محسوس ہوتی ہے کہ وہ خواہ مخواہ میں صیام کی کامیابیات کو بھی محبت کا رنگ دے رہی تھی۔ شہر زلویار صیام سے معذرت کرنی گھرا جاتی ہے شہر زلویار اپنے گھر کے مشاعرے کو دیکھنے لگتا ہے کہ وہ اس کے پاس آتی ہے جس پر شہر زلویار ساری بات اس کے گوش گزار کرتی ہے اور خون کو اپنے اگلا ہیمان اترتے محسوس ہوتا ہے۔ کرنل شیر علی صمد حسن کو قتل کرنے سدا پے کے شہید ہونے کی خبر دیتے ہیں دوسری طرف سدا پے کی شہادت کی خبر سے عائد کا زور یک بریک لگن ہو جانا ہے وہ پورے تین دن اسپتال میں گمراہیش سے بے خبر رہتی ہے کرنل شیر علی کو وقت نہ آہستا ہستا ایک ایک حادثے کے ساتھ توڑا تھا گمراہ پھر مگر کی چٹانوں کی طرح مضبوط اور حوصلہ مند ہے لیکن سدا پے کی شہادت اور اس پر عائد کی حالت نے انہیں اچھا نہ تھا سدا پے کو دیتی ہے تب کرنل صاحب صمد حسن سے عائد کے نکاح کی بات کرتے ہیں۔ مرید پر زلویار کے نکلنے نے پوچھ کا کام کیا تھا ماں ہونے کے ناطے وہ زلویار کو سینے سے لگا لگا چاہتی ہے لیکن زلویار اسے دھکا دتا اور چلا جاتا ہے مرید کو اس کی بے خبری اور بگڑانی پر انھوں نے ہوتا ہے۔ مرید رحمان کو وہ مات یا آتی ہے جب وہ درکنوں کو اپنے سینے سے لگائے صمد حسن کے گھر سے نکل گئی صمد حسن نے زلویار کو ساتھ لے جانے سے منع کر دیا تھا اور اب زلویار صمد سے بد کردار عورت کا خطاب دے گیا تھا۔ سدا پے کو داری قلب شکاف پہاڑی سلسلے میں وہ بے یار و مددگار پڑا ہوا ہے۔ عائد کاوت اور زخموں سے چھو ہو کر اس کی آنکھ ہار ہار بند ہو رہی ہوتی ہیں کچھ ٹپٹپٹ حالت میں لیٹے رہنے کے بعد اس کی دوبارہ آنکھ لگ جاتی ہے تقریباً تین گھنٹے کے بعد اس کی آنکھ علی تو وہ وہاں تباہی میں 2015۔ عائد ہتر چھوڑ کر نماز کے لیے آگئی سے تب کرنل صاحب کے گھر سے کسی چیز کے گرنے کی آواز آتی ہے عائد کرنل سدا پے کے گھر سے تین آئی ہے وہ اپنے ہتھ پر ہاتھ دھو کر بیٹھے ہوئے ہیں عائد مسالیں کی بدست

کرنل صاحب کو اسپتال پہنچانے میں کامیاب ہو جاتی ہے صمد حسن کرنل صاحب کی خراب طبیعت کا سن کر اسپتال آتا ہے کرنل صاحب صمد حسن سے ریرہ کو محفوظ رکھنے کا کہتے ہیں۔

(اب آگے پڑھیے)



سنو پب خوش بو میں اعلان کرتی ہیں

کسی کے لوتے آنے کا

تو پھر نظموں میں کیسے لکھیں گے اس کی آء کی کہانی کو

وفا کی حکمرانی کو.....

سنو پم بھی ذرا دل کھو

محبت کی دعا میں مانگتی شب نے

بے نفاک سرخروں کے سہانے خواب دیکھے ہیں

یہ کیسا خوش نما احساس ہے کتا کندھ ہر سول میں

براک موسم، ہر دن کی دھنک کرنوں کو

ہم اک ساتھ دیکھیں گے

سنو پب خوش بو میں اعلان کرتی ہیں

شب کے از حائی نچ رہے تھے، سب ذرا دیر لڑ پھرت سے گھر پہنچا۔ گیت پر موجود چہ کیدار دونوں ہاتھوں میں ہاتھوں

پکڑے تھے ایک دوسرے کی ہڈیاں پر وہ ہزبوا کر بیدار ہوا اور فوراً مستعد ہو گیا۔ لڑ پھرت نے کسی سے تر کر کہا ہوا کیا پھر

اپنا جگ اٹھا کر بنا چہ کیدار کو تازے وہ سیدھا اپنے کمرے کی طرف چلا آیا۔ رات کے اس پہر وہ اپنی وجہ سے کسی کو بھی

ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں سمجھتا تھا۔

اگل صبح جس وقت اس کی آنکھ کھلی صمد صاحب گھر سے فیس کے لیے نکل چکے تھے اور فریش ہو کر بیچہ اٹھ رہے تھے

میں آیا تو سارا تھما گیا ڈانٹنگ نعلی پر موجود ناشتہ کر رہی تھی۔ وہ قریب چلا آیا۔

”گند مارنگ نام۔“ سارا تھما چلی گوندہ گھر لڑ پھرت پر ٹکا پڑتے ہی حیران رہ گئیں۔

”لڑ پھرت تم.....“

”ہوں۔“ وہ مسکرایا..... سارا تھما نے انھ کو اس سے گلے لگایا۔

”کیسے ہو کہاں چلے گئے تھے بتاتے۔“

”نہیں نہیں بس ایک ضروری کام آیا۔“ گیا تھا تو انگلی بند ہوا لڑ پھرت کو کیا آپ سنا میں کیسی ہیں۔“

”کیسی ہو سکتی ہوں، جس ماں کے بچے اسے چھوڑ کر چنے جائیں وہ اس کیسی ہو سکتی ہے۔“ لڑ پھرت کا چہرہ دونوں ہاتھوں

کے چالے میں لے کر وہ آنکھوں میں آنسو بھر لائی تھی جواب میں لڑ پھرت نے محبت سے ان کے دونوں ہاتھ تھام کے

چوم لیے۔

”میں کہیں نہیں گیا تھا ماما پتی بھی آجائے گی جب سے حقیقت کا پتا چلے گا۔“

”وہ نہیں آئے گی لڑ پھرت میں کن ماں ہوں، جستا ہوگی طرح سے جانتی ہوں کہ وہ کتنی خندی ہے۔“

”میں لاؤں گا۔“ ساری پر اس نے کہا۔ وہ ان کے ہاتھ چھو لیے۔ لڑ پھرت نے ان کے ہاتھوں سے ہاتھ مسکرایا۔

”تم کب آئے۔“ دو اپنی سیٹ پر بیٹھ چکی تھیں نزو یاد بھی ان کے قریب کر بیٹھی کھینچ کر بیٹھ گیا۔
 ”رات کا بیٹھا تھا بہت تھکا ہوا تھا اس لیے بنا کسی کوڈ سٹریپ کے سو گیا۔“
 ”ہوں ناشتہ کرو گے۔“

”جی۔“ سارا بیگم نے اس کے لیے کپ میں چائے ڈالی۔
 ”تمہاری ملاقات نہیں ہوئی پری سے لندن میں۔“

”نہیں مام، میں نے اور پاپا نے اسٹوڈنٹس نے کئی کافی کوشش کی مگر وہ نہیں ملی۔“
 ”میرے پاس فون آیا تھا اس کا کہہ رہی تھی اس کی کسی دوست کو پاکستان دیکھنے کا بہت شوق ہے لہذا ہم اسے یہاں گھر میں ٹھہرا لیں کیونکہ اس کا شاید پاکستان میں کوئی جاننے والا نہیں ہے۔“
 ”یہ پری بھی ہاں اس پاکستانی ہی ہے ہر کسی پر مہربان ہو جاتی ہے۔“ سنا اس کا بائٹ لیتے ہوئے نزو یاد نے پری کے لیے چائے مانگے۔ سارا بیگم نے اٹھا چائے کا کپ خالی کر کے میز پر رکھا۔
 ”تم ناشتہ کر کے آرام کر لینا، مجھے ذرا اسپتال جانا ہے۔“
 ”کیوں خیر ہے؟“

”ہوں خیر ہے ہی ہے عائد کے والد جی کرشن شیر علی اسپتال میں ایڈمٹ ہیں ان کی دیکھ بھال کے لیے میں اور تمہارے پاپا روزانہ عیادت کرنے جاتے ہیں۔“
 ”مگر کیوں ان کی پوتی ہے جی سیدہ نہیں عیادت ہم کیوں کریں ہمارے کیا لگتے ہیں وہ۔“
 ”ایسے نہیں کہتے زنی تمہارے بابا کو بیٹے کی طرح بلا سبناہوں نے۔“
 ”جی ہاں، شاید اسی لیے ان کی بیٹی انہیں چھوڑ کر کسی اور کے ساتھ بھاگ چکی تھی۔“ وہ سچ ہو رہا تھا سارا بیگم حیران رہ گئیں۔

”تمہیں کس نے کہا یہ سب؟“
 ”پاپا نے اور میں جانتا ہوں میرے پاپا بھی جموٹ نہیں بولتے۔“ سارا بیگم بے ہوش ہوتے ہوتے بھیں۔
 ”کیا اتنی لمبے تم گھر چھوڑ کر چلے گئے تھے۔“

”نہیں گھر سے تو میں ناراض ہو گیا تھا میں سمجھتا تھا شاید آپ دونوں نے مل کر میری ماما کے ساتھ زیادتی کی ہے اسی لیے میں کہتے ہی ہون تک اندر ہی اندر گلی لکڑی کی مانند سلگتا رہا میں نے سوچ لیا تھا میں پاپا کو اتنا مجبور کروں گا کہ وہ آپ کو خلاق دے کر خود ماما کو مٹا کر گھر لائیں گے مگر میں غلط تھا حقیقت وہ نہیں تھی جو میں سمجھتا تھا بلکہ حقیقت وہ تھی جو پاپا نے مجھے بتائی۔“ وہ جذبات میں اپنے ارادے بھی ظاہر کر گیا تھا۔ سارا بیگم سنستا نہیں۔ اگر واقعی ایسا ہو جاتا تو اس عمر میں وہ کہاں جاتا ان کا تو کوئی بھی نہیں تھا دنیا میں زاویہ رشاید ایسی کچھ اور بھی کہتا مگر اس سے پہلے وہ ناخوش گھڑی ہوئی تھیں۔
 ”کو کے بیٹا؟ یہ بھی آرام کرو میں بس تھوڑی دیر میں اسپتال کا چکر لگا کرتی ہوں۔“ ان کے ہاتھوں کی ہتھیلیاں سینے سے بھیک نکلی تھیں ہاتھوں میں الگ شرمندگی کے رنگ تھے مگر یہ رنگ وہ نزو یاد کو نہیں دکھانا چاہتی تھیں یہ بھی ہاتھ گھڑی ہوئی تھیں۔ نزو یاد مسکرا کر اثبات میں سر ہلا گیا اس کی نظر میں سارا بیگم کا قد بہت اونچا ہو گیا تھا۔



ڈولہری کی بلندو بالا چٹھوں کے دامن میں پڑا اس کا وجود ٹھنوں سے چور چور تھا بدن کے ایک ایک عضو سے ناقابل برداشت درد کی سیسٹن اندر رہی تھیں بھی اس لیے بے نظیر۔

ایک ہی دعا کر رہا تھا کہ کاش کسی طرح وہ اپنی رجسٹر تک پہنچ جائے اس کے جسم کا کوئی حصہ محفوظ یا ناکارہ نہ ہو وہ صدیوں اپنے وطن کی سرحدوں کی حفاظت کرے اپنی مٹی کے کام آئے مگر اس بار شاید اس کی دعا میں دوبارہ اپنی میں قبولیت کا شرف پانے والی نہیں تھیں۔ اس نے ٹائیس موزی تھیں اور ساتھ ہی صد کی شدت سے دوبارہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ جانے کتنا وقت بیتا تھا۔

اس کی دوبارہ آنکھ کھلی تو وہ ڈوباری کی بلند و بالا پہاڑوں کے واسن کی بجائے ایک تاریک کال کوٹھری نما سیل میں زمین پر پڑا تھا۔ یکبارگی اس کا دل زور سے دھڑکا اٹھا۔

گر قناری کے خیال نے اس کے پورے وجود میں جیسے جو وہ تھا اس کی روز لوی تھیں، اس کے ہاتھ کمر کے پیچھے بندھے تھے جبکہ آنکھوں پر بندھی کالی پٹی اس کے فرش پر قریب ہی پڑی نظر آ رہی تھی۔ شاید ٹائیس وہ چھینا گرفتار ہو چکا تھا۔



اس وقت وہ دونوں اسپتال کے کورڈر میں موجود تھے جب سارا ایگم نے صمد حسن کی طرف دیکھتے ہوئے ان سے پوچھا۔

”آپ نے زاویہ کار کاں کی ماں کے بارے میں کیا بتایا تھا۔“ صمد صاحب کو سارا ایگم سے اس سوال کی توقع نہیں تھی تبھی وہ بولے۔

”تم یہ سوال کیوں پوچھ رہی ہو۔“

”ضروری ہے اس لیے۔“

”یہ وقت ایسی باتوں کا نہیں ہے سارا۔“ وہ مضطرب ہوئے تھے تبھی انہوں نے پہلو بدلا تھا۔ سارا ایگم کا لہجہ مزید سہاٹ ہو گیا۔

”جانتی ہوں یہ وقت ایسی باتوں کا نہیں ہے مگر زاویہ کار کے منہ سے اپنی ماں کے لیے غیر مناسب الفاظ سن کر بہت حیران ہوں میں اس کا کہنا ہے کہ آپ نے اسے اس کی ماں کے غلط کردار کے بارے میں بتایا ہے مجھے یقین نہیں ہو رہا بھلا آپ مرید کے لیے کچھ بھی غلط یہ کہہ سکتے ہیں۔“ وہ اپنی اس سخن زیادہ دیر تک ڈال نہیں رکھا کرتی تھیں۔ صمد حسن کی شرمندگی مزید بڑھ گئی وہ بولے تو ان کا لہجہ بدلتا تھا۔

”مریدہ زمان کے بیٹے کو کھوجانے سے بچانے کے لیے اس کی ذمیت پر کچھ اچھا نہ ضروری تھا۔“ وہ وضاحت نہیں دے رہے تھے۔ صرف اپنا دفاع کر رہے تھے سارا ایگم گہری سانس بھر کر رہ گئیں، مریدہ زمان کے لیے صمد حسن کی محبت ان کی سمجھ میں آئے والی نہیں تھی۔



اس رات صمد حسن جان بوجہ کہ رات دیر تک گھر نہیں اونے تھے۔ زاویہ کار نے کچھ دیر ان کی گھر واپسی کا انتظار کیا پھر گاڑنی نکال کر سیدھا ان کے پاس آفس چلا آیا۔ چاندنی رات اور مردہ آوازوں کے سنگم سے نضا میں جیسے ہی چاشنی نکھیر رہی تھی اب سو بھلی خاموشی کے جنگل میں صمد حسن تھا اپنے کمرے میں موجود جانے کن بھول بھلیوں میں تم تھے وہ ان کے مقابلے بیٹھا۔

”پاپا...“ وہ چونکے اور پھر زاویہ کار پر نگاہ پڑتے ہی ان کی آنکھوں میں جیسے چمک اتر آئی تھی فوراً سے خوشتر اپنی بیٹ سے اٹھ کر وہاں ہی گرجوشی کے ساتھ اس سے گلے ملے تھے۔

”کب آئے۔“

"کل رات۔"

"کل رات..... انہوں نے اچھے سے سو بھرا یا تو وہ مسکرا دیا۔"

"ہوں کل رات صبح آگے لیٹ کھلی تو آپ گھر سے آفس کے لیے نکل چکے تھے میں نے گھر پر ہی کافی دیر کیا لیکن آپ نہیں آئے تو مجبوراً یہاں چلا آیا۔" مہمل وضاحت دے کر وہ ان کے سامنے دھری گری پر تک گیا۔

"چھوڑا چھا کیا۔" خفیف ماسرہلاتے ہوئے مصمید مسن بھی اپنی سیٹ پر بیٹھ گئے۔

"میں جانتا تھا میرا بیٹا میرے غم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔" انہوں نے جیسے خود گلای کی۔ "تم جانتے ہو میں نے تمہیں یوں مایوس نہیں کیا میں پاکستان کیوں بلایا ہے۔"

"نہیں پایا۔"

"مجھے تمہاری ضرورت پڑنی بند لویا۔"

"میری ضرورت....."

"ہوں۔" ذلویا کی حیرانگی پر مصمید مسن نے بڑے سوچے انداز میں خفیف ماسرہ بلایا۔
"تکلم کریں۔"

"کپنے باپ کے لیے کیا کر سکتے ہو تم ذلویا۔" اسپان کی نظریں ذلویا کے چہرے پر گڑی تھیں وہ پریشان ہو گیا۔

"آپ ایسا کیوں پوچھ رہے ہیں پایا، سب ٹھیک تو ہے۔"

"ہوں۔"

"میں جان دے سکتا ہوں اپنے باپ کے لیے۔"

"مجھے تمہاری جان نہیں چاہیے۔"

"تو پھر....."

"کلاج کر سکتے ہو اپنے باپ کے لیے۔" وہ بے پھر کھڑی تھی اور ہی مہارت سے پتے پھینک رہے تھے ذلویا رشا کڈسا
انہیں دیکھتا رہا گیا۔

"کلاج۔"

"ہوں کلاج۔"

"مگر کیوں اور کس سے؟"

"میں نے کسی کو جان دیا ہے اس لیے۔" اس کے کہیں کا جواب انہوں نے نہ دیا۔

"مگر پایا....."

"مگر میں ذلویا رصاف اور سیدھے سیدھے ہاؤ اپنے باپ کے لیے اپنے باپ کی عزت اور زبان کے لیے اس کی منتخب
کی ہوئی کسی لڑکی سے شادی کر سکتے ہو یا نہیں۔"

"شادی تو کر سکتا ہوں مگر پایا یہ ٹھیک نہیں ہے۔"

"جانتا ہوں۔" ذلویا کے اضطراب پر انہوں نے گہری سانس بھری تھی۔ "میں چاہتا ہوں شادی پہلو کے معاملات
ایسے طے نہیں کیے جاتے اس کے لیے ولی اور دامادی رضا مندی بہت ضروری ہوتی ہے مگر میرے بیٹے یہ ایک مرتے

ہوئے انسان کو تسلیم کرنے کے لیے بہت ضروری ہے ہوں تجھ کو کسی کے نہ زندگی بھر کے احسانوں کا قرض چکانے کا وقت
آ گیا ہے۔"

"لوہ..... کہیں آپ کرگن صاحب کی بات تو نہیں کر رہے.....؟"

"ہوں۔"

"نہیں پاپا ایم سوہی۔ میں اس جنگلی لڑکی سے شادی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا اس سے شادی سے بہتر ہے آپ اپنے ہاتھوں سے مجھے کوئی ماریں۔"

"یہ شادی نہیں ہوگی زلاوار صرف ایک سووہ ملے کر رہا ہوں میں تمہارے ساتھ اس وقت تک کے لیے جب تک مجھے حائلہ کے لیے اس کے کھانقہ کوئی بہترین لڑکا نہیں مل جاتا ہوں کچھ تو یہ صرف بچہ میری ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے مگر صرف میں ہی ہوں پاپا کوئی اور کیوں نہیں؟" وہ ابھی بھی جھنجھلا رہا تھا حمید حسن نے تھک کر پلٹیں موند لیں۔

"کسی اور پر اعتبار نہیں ہے مجھے۔" کہتے تھیں انہوں نے بات ختم کر دی تھی۔ زلاوار کے پاس فرار کا کوئی راستہ باقی نہ رہا۔

"رازمی میں جوہ تھا اس کے باپ نے اس کے لیے کیا تھا اور اسے دیا تھا اس کے مقابلے میں بچہ میری کی یہ قربانی بہت چھوٹی تھی۔"



سائے صحرانگہ گھوڑا کر میں.....

بجیب آ ب ہوا میں آیا

جو پہول تھوڑا کھر چھتے تھے

وہ چاند چہرے تار تھے تھے

میں خواب دیکھوں تو کس کے کدے کھوں؟

تو ہم موہم کھر چکے تھے

اور سیوں کی جو سر زین تھی

وہی مقدس شفاں تھی

جسے میں لڑکی سمجھتا تھا

وہ ایک ذمہ کی بلاں تھی

وہ ایک سرد ترین رات تھی۔ آتش دہان سے بیرونی دروازے کھلتے آتے اس کا پورا ہو جیسے سننا اٹھا تھا مسلسل جاگتے آتے گھیس الگ سرخ ہو رہی تھی۔ دستک دہا رہا ہو رہی تھی۔ مر رہ جاتی تھی کہ اس وقت اس کے حوالے سے ہر کون ہو سکتا ہے بھی اس نے ہاتھ نہ ہتی کیے دروازہ کھول دیا۔ ہمیشہ کی طرح اس وقت بھی اسے ایک سچے ٹمگسار کی ضرورت تھی اور وہ کھینچ گیا تھا۔ پھر غوغائی ہواؤں اور برف نے سارے لندن کو جیسے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا عمر عباس نے اندر داخل ہوتے ہی اپنی لیدر کی جیکٹ سے برف کے چھوٹے چھوٹے ذرات ہٹائے تھے۔ مر رہنے دروازہ بند کر کے اپنے آسوسات کر لیے بھی وہ بولا تھا۔

"لندن شہر میں آج بہت ٹھنڈ پڑ رہی ہے جانتی ہو کیوں؟" چلتا چلتا وہ رکا تھا مگر مر رہ نے سراٹھا کر اس کی طرف نہیں دیکھا۔

"نہیں۔"

"اس ٹھنڈی وجہ تم میری بر وقت آجی پر پہلے اس ہیرا آسوسو کہاں جاتی ہو؟" وہ شاید اس کی نہیں آسوسو دیکھ چکا

تھا۔ مرید نے کوئی جواب نہیں دیا۔

”طبیعت ٹھیک ہے تمہاری۔“

”ہوں۔“

”تو پھر مجھے یہاں کیوں لگدبا ہے جیسے تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں۔“

”ہاں نہیں۔“

”کیا بات ہے میرا کیا تم ناراض ہو مجھ سے۔“

”نہیں۔“

”نہیں تو پھر ایسے بات کیوں کر رہی ہو۔“

”ہاں نہیں۔“ وہ اندر سے ذمہ سنبھالی۔ عمر لب بچپن آتش دان کے قریب کرسی پر تھک گیا۔

”کیا ہوا ہے، بتاؤ مجھے۔“

”چوتھیں ہو تم کیوں آگے ہو میرے منہ کا امتحان لینے کے لیے۔“ اس بار وہ تاجا جتے ہوئے بھی وہ پڑی تھی۔ عمر

کے دل میں جیسے کسی نے سوئی چھوڑی۔

”نہیں میرا اس وقت یہاں آنا ہر گنا ہے۔“

”ہاں۔“ سرخ ناک کود پٹے سے رگڑتی ہوئی وفا سے بیس سالہ پرانی مرید مٹی تھی۔ تبھی وہ بچیدہ ہوا تھا۔

”ابنا قصور جان سکتا ہوں میں مرید۔“ کتنے سالوں کے بعد ان نے اس کا پوجانہ مایا تھا۔ وہ خاموش کھڑی رہی۔

کتنے ہی لمحے پونہی بیت گئے تھے جب دونوں۔

”میں جا ہتی ہوں تم آج کے بعد مجھ سے کوئی تعلق نہ رہوں میں بیچوں مروں تمہاری بلا سے۔“ کسی کا قصور وہ نہیں

جمل رہی تھی۔ عمر نے لب بچپن لیے۔

”ٹھیک ہے اور کچھ؟“ مگر اس نے اور کچھ بھی کہنے کی بجائے پھر خاموشی کی بکھل ماری تھی۔ عمر کے اندر دھواں بھرنے

لگا۔ وہ اٹھا تھا جب مرید نے سستیوں کے ساتھ زور شروع کر دیا۔

”میں چلا جاؤں گا میرا، کبھی تم سے کلامیکٹ بھی نہیں رکھوں گا مگر اتنا تو بتا دو بات کیا ہوئی سے آخر کس نے برت کیا

ہے تمہیں۔“ مگر اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے وہ پھر شدت سے دوڑنے لگی تھی گھر نے اسے کرسی پر بٹھا دیا۔

”یہاں منھو اور رو ہا بند کرو شاہاٹن۔“ اب وہ پرانی دنوں میں پھر لوٹ آیا تھا مرید نے کال رنر لیے۔

”کیا صمد سے فی ہو تم؟“ اس کے سر پر کھڑا وہ چوڑا تھا جب مرید نے نٹنی میں سر ہلا دیا۔

”نہیں۔“

”تو پھر.....؟“

”اس کا بیٹا ملا تھا مجھے کل۔ اس کا کہنا ہے کہ اس کی ماں حقیقہ میں ایک بدکردار عورت ہوں میں نے اپنے عاشق کے

لیسے اس کے باپ کو اسے اور اس کے گھر کو چھوڑا تھا۔“

”ویری گڈ تم نے منٹس تو زان کا۔“

”اس کا قصور نہیں ہے عمر اس کے۔“ مرید میں یہ سب اٹنے والی سز حسن ہے یا پھر صمد حسن جس سے شادی میری

زندگی کی سب سے بڑی نشان مٹھی تھی۔“

”ہوں اور ہی لیے تم نے فیصلہ کر لیا کہ تم اب مجھ سے کوئی تعلق نہیں رکھو گی۔“

WWW.PAKSOCIETY.COM

”میں خود پر اہرام برداشت نہیں کر سکتی تھی۔“

”کیسا اہرام، ایک شخص جس نے تمہیں سوائے دکھ کے کچھ اور دیا بھی نہیں جس نے تم سے تمہارا سب کچھ چھین لیا تمہاری عزت نفس بھی اسی شخص کی گھٹیا سازش کو تم خود پر اہرام کبہ رسی ہو، وہ وہ تم سے بدلہ لے رہا ہے میری تمہاری اولاد کو تمہارے ہی مخالف کھڑا کر کے تمہیں شکست دینا چاہ رہا ہے اور تم شکست کھا رہی ہو۔“

”تو میں اور کیا کروں۔“

”نہر کرو وقت ہمیشہ ایک جیسا نہیں رہتا۔“ عمر کے بچہ میں سچی تھی۔ ”میرے کرب سے بالکیں موندھ لیں۔ آتش دان میں اٹکارے دکھ دے تھے مگر پھر بھی سردی جیسے ہڈیوں میں گھسکتی جا رہی تھی بھیکا ہوا چہرہ مسلسل رونے سے سرخ پڑ گیا تھا مگر اندر جلتی آگ کی پیش میں کوئی کی واضح نہیں ہو سکی تھی۔

”لندن میں کب تک ہو۔“ کمرے میں چھائی چند لمحوں کی خاموشی کے بعد عمر نے پوچھا..... جب وہ بولی۔

”کل صبح کی پہلی فلائٹ سے پاکستان جا رہی ہوں میں۔“

”ہوں ابھی بات ہے شہر کا خیال رکھنا بائو بھائی انگلینڈ ابس آگئی ہیں۔“

”ٹھیک ہے۔“

”اب چتا ہوں میں۔ اپنا خیال رکھنا۔“ اگھے ہی نہیں کہتے ہوئے وہ پلٹ گیا تھا میری ذرا اٹخ کھڑی ہوئی۔

”نہر.....“ وہ رکھا تھا مگر اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔

”آئی ایم پوری سوری عمر میں نے ہاتھیں جذبات میں کیا کیا کہہ ڈالی تھیں۔“

”کوئی بات نہیں۔ تمہاری جذباتیت کا دعاوی ہوں میں۔“

”شکریہ۔“

”خدا حافظ۔“ وہ چلا گیا تھا میری نے بیرونی دروازہ لاک کر کے خود کو پھر سے اسی کمرے پر گرا لیا جو تھوڑی دیر پہلے اس کے کتھر میں تھی۔ پھل ہوئی اس ذات نے ابھی جانے اس کے کتنے دنوں کو اور چیز تھی۔



اس روز کافی دیر تک بارش ہوئی رہی تھی۔ درمیان میں روز صیام کے ساتھ ساتھ نہانی تھی وہ ابھی میں ناچاہتے ہوئے بھی تاخیر ہوئی تھی بارش کے باعث سڑکیں تقریباً سنسان پڑی تھیں۔ درمیان میں نے اس وقت ہار پک کر سب کاسی ٹرین کٹر کا سوٹ زیب تن کیا، ہاتھ جبکہ صیام کرے چنٹ کے ساتھ سفید شرت میں بیٹوں تھا۔ صیام کی فٹ توجہ ڈرائیونگ پر تھی جبکہ درمیان اپنے موبائل کے ساتھ مصروف تھی جب گاڑی ایک ٹھنکے کے ساتھ روک گئی۔ صیام نے دوبارہ اشارت کرنے کی کوشش کی مگر کام رہا بھی مجبوراً سے گاڑی سے باہر نکل پڑا تھا۔

”میں چیک کرتا ہوں۔“ اور مکھوں نے اثبات میں سر ہلایا۔ موبائل ہم سے اس کی توجہ ہٹ کر اب گاڑی کی طرف مبذول ہوئی تھی ایک تو ہر طرف پر پھیلائی رات کی تاریکی اور پر سے خراب موسم اور سنسن ہٹ اس کا پریشان ہونا فخری بات تھی۔ صیام پونٹ کھول کر انجن پر جھکا اور چند لمحوں کے بعد سر اٹھا کر اس نے درمیان کو بتایا جو ابھی تک گاڑی میں بیٹھی تھی۔

”انجن گرم ہو گیا ہے آپ کسی سے نہیں میں بھی پانی لے کر آتا ہوں۔“

”ٹھیک ہے جلدی آنا۔“ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اس نے موبائل ڈیش بورڈ پر رکھا اور خود گاڑی سے باہر نکل آئی۔ فضا میں بوند ٹھنک تھی۔ اس نے اپنے سر اٹھ کر پھر پھر تھی۔ اس نے درمیان بازو نیچے پر اٹھ کر دیکھا۔ ابھی وہ وقت تھا

"ایم سوہی مسٹر صیام۔ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہے شاید مجھے گاڑی سے باہر نہیں لگانا چاہیے تھا مگر آپ اپنے ساتھ زیادتی کیوں کر رہے ہیں۔" اس کی نگاہیں بدستور اس کے زخمی ہاتھ پر جمی تھیں۔ صیام نے اس کے سوال کا جواب نہایت برقی برقی انداز سے سڑک کا سوز گھاٹ کر دیا وہ اس کا ملازم تھا اس کی شان میں کسی قسم کی کوئی مستافی نہیں کر سکتا تھا۔ مگر اندر جو طوق انٹھے ہوئے تھے ان کے تھمنے میں بھی ابھی وقت لگانا تھا۔ وہ کنوین کو باحفاظت اس کے گھر زراہ کرنے کے بعد وہ خود پیدل ہی وہاں سے روانہ ہو گیا تھا۔ جبکہ وہ اسے روکتی رہائی تھی مگر صیام نے پیچھے پلٹ کر نہیں دیکھا تھا۔ شہر زراہ اور اپنے کمرے کی کھڑکی سے یہ منظر دیکھ رہی تھی وہ کنوین اندر ہل کرے میں آئی تو وہ عجیب سوجائیاں سے اجڑے چلے میں موٹے پریشانی ہند ٹیلی وژن کو دیکھے جا رہی تھی۔ اس کا چہرہ بے حد روف اور ستا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ وہ کنوین ٹھکت قدموں سے چلتی اس کے قریب آئی تھی۔

"اب کسی طبیعت ہے شہر۔"

"ٹھیک ہوں۔ تم لیٹ ہو سکتی آج۔"

"ہاں ہوسم ٹھیک نہیں تھا ہسائٹ پر وہ ہوگی وہاں سے لکھتے راستے میں ایک چھوٹا سا حادثہ پیش آیا۔"

"وہ کیا ہوا؟"

"وہی جو معمول بن چکا ہے ہمارے معاشرے کا۔"

"گاڑی کا انجن گرم ہو گیا تھا صیام پانی لینے کے لیے گیا تو وہ موٹر سائیکل سواروں نے مجھے گھیر لیا ان میں سے ایک بدتمیزی کی کوشش کر رہا تھا صیام اس سے اٹھ پڑا بہت زخمی ہوا ہے۔"

"ہیوں.....؟" شہر زراہ نے اس کی رو بہ اداس کر پے ساختہ گہری سانس بھری۔

"تمہیں پتا ہے وہی صیام نے ایسا کیوں کیا؟"

"ہوں..... یہ اس کی باس کی عزت کا سوال تھا۔"

"نہیں۔"

"تو پھر....." اب وہ کنوین اس کی طرف بے کھد ہی تھی۔ شہر زراہ کے لبوں پر پھٹکی ہی مسکان بکھرنی۔

"اس نے یہ سب ان لیے کیا کیونکہ۔۔۔ کیونکہ جس ٹرکی سے وہ بہت زیادہ محبت کرتا ہے وہ ٹرکی کوئی اور نہیں تم ہووری۔"

"وہ اس ٹھیک ہے تمہارا۔"

"ہوں۔"

"میری اور اس کی حیثیت میں بہت فرق ہے۔"

"دل دولت اور دنیا کے فرق تو نہیں دیکھتا۔"

"تمہارا دامغ چٹن گیا ہے شہر زراہ اور پتھن نہیں۔"

"میرا دامغ نہیں چلا۔ میں نے اس کی باتوں پر غور کیا ہے اس نے کہا تھا وہ ٹرکی اس سے سنا تھا اس میں کام کرتی ہے اور یہ بھی کہ جب اس کے والد کی رحلت ہوئی تو وہ اس کے گھر آئی تھی اس کے آفس کی طرف سے اس کے باپ کی رحلت پر اس کے گھر جانے والا ہوا۔ اس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔"

"وہ بہت بڑی عزت کی باتوں سے جینا پڑتی تھی۔ چھوٹا سا بیٹا تھا اس کے ہاں کا شہر ہے میرے لیے اس

معروف مصنف وکالم نگار مشتاق احمد قریشی کے قلم سے ایک اور شاہکار

پیم خیال

مشتاق احمد قریشی



ڈاٹ کام

شائع ہو چکا ہے



WWW.PAKSOCIETY.COM

کی حیثیت ایک ملازم کے علاوہ کچھ نہیں۔“

”اگر یہی حقیقت ہے تو تم نے اپنا ذاتی فنیٹا سے کراسے پر کیوں دسے رکھا ہے۔“

”ضروری تھا اس لیے اور میرے تم اب یہ صیام ہا میں بند کر دیکو تاکہ اور بھی دکھ میں زمانے میں محبت کے سوا۔“ کھنگ کر کہتی وہ فوراً وہاں سے اٹھ گئی مگر کچھ شہزاد نے آہستہ سے پیٹس میں دسے لیں جانے اسے صبر کیوں نہیں آ رہا تھا۔



کرگل صاحبہ آئی کی بیغ سے پرائیوٹ میں شفٹ ہو چکے تھے۔ صمدیہ حسن نے عالمہ کو ذہنی آرام کرنے کے لیے سارا پیسہ لے کر گھر کھوا دیا ان دنوں کے اسپتال سے روانہ ہونے کے بعد انہوں نے کرگل صاحبہ کو بتایا۔

”میں نے عالمہ کے لیے لڑکا تلاش کر لیا ہے اللہ نے چاہا تو آج شام تک نکاح ہو جائے گا۔“ کرگل صاحبہ کی آنکھوں میں آن کی اس بات سے چمکا گئی تھی۔

”لہنا چاہیں گے آپ سزا کے سے۔“

”ہوں۔“ صمدیہ حسن کے سوال کا جواب نہیں نے خفیف سا سر ہلا کر دیا تھا جواب میں صمدیہ حسن نے کمرے کے باہر موجود زیوارتہ خانہ سے نکال دیا۔

”یہ بالآخر کافی الوقت عالمہ کے لیے مجھے اس سے بہتر کوئی نہیں لگا۔“ وہ کہہ رہے تھے پھر کرگل صاحبہ کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو جھلکا اٹھے تھے عالمہ ان کے بعد مریدہ بلقان کے بیٹے کی عزت بن جاتی بھلا اس سے کچھ بات لڑ گیا ہو سکتی تھی لڑو بلقان کی نظر میں ویسے بھی ایک بہترین لڑکا تھا۔ وہ خوش ہوئے تھے۔ صمدیہ حسن کا ہاتھ دباتے ہوئے انہوں نے ان کا شکریہ ادا کیا تھا صمدیہ حسن کو لگا جیسے انہوں نے کرگل صاحبہ کے احسانوں کا ثمرہ اسباب لے چکا دیا ہے۔

عالمہ شام میں اسپتال آئی تو صمدیہ حسن کی پڑھائی ہوئی بیٹی کے باعث ڈیوٹی الپھارج ڈاکٹر نے اسے اپنے آفس میں بلا لیا۔

”السلام علیکم۔“

”وعلیکم السلام آئیں بیٹھیں۔“ عالمہ طلوی کے چہرے پر ٹھہری پریشانی کرگل صاحبہ کی ذات سے اس کی محبت کی گواہی ڈاکٹر انصاری نے فقط چند لمحوں میں ہی اس کی شخصیت کا پتہ لے لیا۔

”آپ نے مجھے یہاں بلا لیا شہرت؟“

”ہوں، کرگل صاحبہ کی صحت کے بارے میں کچھ ضروری بات کرنی تھی۔“

”جی کیسے سب ٹھیک تو ہے نا۔“

”ہوں بلکہ تو سب ٹھیک ہے مگر.....“

”مگر.....“

”مگر کرگل صاحبہ کی حالت ابھی کھل طور پر خطرے سے باہر نہیں ہے۔ خدا انور سے کسی بھی وقت نہیں پھرے دل کا دورہ پڑ سکتا ہے ایسی صورت حال میں ان کی زندگی کی حفاظت کے لیے انہیں خوش رکھنا بہت ضروری ہے پھر کیسے کی بھی قسم کی انہیں پریشانی نہیں زندگی سے دور اور موت کے قریب کر سکتی ہے۔“

”جی میں سمجھ سکتی ہوں۔ ان شاء اللہ میں ان کا پورا خیال رکھوں گی۔“

”گڈ نائٹ جیسی کچھ نزل کی سے مجھے کئی امید لگا رہا ہے۔“

”شکریہ! خفیف سا سر ہلا کر وہ! ان کے انصاف کے کمرے سے باہر نکلی تھی۔ کرگل صاحبہ کے کمرے میں آئی تو

سزا امتیاز

اسلام علیکم! بادولت 28 مارچ اکتوبر 1997ء کو اس دنیا میں تشریف لائی اب آجائیں کچھ رازوں کی طرف تو جتنے بھی راز تھے ہیں سب کی کہانیاں پسند کرتی ہوں۔ آنجل سے میری وابستگی 2007ء کو ہوئی کیونکہ میری بڑی بہن بہت پرستی تھی یوں ایک دن میں آنجل اشاک کے پڑھنا شروع کیا۔ 2007ء میں "شہر چارہ گر" کی قسطیں آرہی تھیں یوں ایک قسط پر بھی تو دل کو چھو گئی اور اب تک پڑھتی آرہی ہوں۔ ہم پانچ بہنیں اور ایک بھائی ہے اللہ اس کی لمبی عمر کرے میرا نمبر سب سے آخر میں ہے شام اللہ سب شادی شدہ ہیں۔ 18 اکتوبر 2012ء میں میری شادی ہوئی پسند سے میری چھو پو کے بیٹے سے اور شاہ اللہ دو بچے ہیں منی اور جیٹا۔ بہت حساس ہوں کسی کو دکھ میں نہیں دیکھ سکتی۔ وائٹ فلر میرا پسندیدہ ہے لکھے کی بہت تیز ہوں پھر جلد اتر ہی جاتا ہے۔ لمبی قمیص کے ساتھ شلوار اور لمبا سا اوپن شاؤرٹ ہوتا پسند ہے۔ بر پائی شوق سے کھاتی بھی ہوں اور پکاتی بھی ہوں جی اب رخصت ہوتے ہیں اس دعا کے ساتھ کہ اللہ آنجل، حجاب کون دینی اور رات چوٹی ترقی دعا فرمائے آمین اللہ حافظہ

صمد حسن بھی وہ ہیں موجود تھے وہ انہیں سلام کرنی کر ل صاحب کے پاس آئی تھی۔

"عالمہ" کے سے لکھے گئے پیشے کر ل صاحب نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا کہ کرا سے پکارا تو اس کی آنکھیں آنسوؤں سے لکھو آئیں۔
"جی بابا۔"

"مجھے سدید کا بہت صدمہ ہے مگر... اس کی شہادت ہر پاکستانی کے لیے قابل فخر ہے شہید مرنے نہیں مگر پلٹ کر زندہ حالت میں اپنے رشتوں کے پاس پہنچ بھی نہیں آتے۔" عالمہ کے سر پر ہاتھ رکھ کر کھد کھد ہے تھے۔ عالمہ کی آنکھیں رولنی سے آنسو پانی رہیں۔

"میری زندگی کا کوئی بھر سہ نہیں ہے جانے سے پہلے میں چاہتا ہوں تمہیں کسی کے منہ بول اور محفوظ ہاتھوں میں سوچ دوں کہ تم میری خواہش پوری کرو گی۔"
"آپ یہ کیسی باتیں کر رہے ہیں بابا خدا آپ کو میری زندگی بھی لگا دے۔" وہ تڑپ اٹھی تھی۔ صمد حسن خاموش تماشائی بنے پیشہ ہے۔

"میرے سوال کا جواب دعا عالمہ ایک سر پرست کی حیثیت سے اگر میں اپنی خواہش اور مرضی سے تمہیں کسی کے سپرد کروں تو تم انکار تو نہیں کرو گی ناں۔"
"بابا پلیز مل سکا ہاتھیں مت کریں۔"

"میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے عالمہ مجھے بتاؤ کیا تم میری پسند کے لڑکے کے ساتھ شادی کر کے میری آخری خواہش پوری کرو گی یا نہیں۔" کر ل صاحب کے بچے میں قطعیت تھی۔ عالمہ کا دل جیسے حلق میں اٹک کر رہ گیا، اتنا بڑا فیصلہ اور وہ بھی ایسے نازک وقت میں جب وہ پہلے ہی بد رو سے نڈھال تھی۔

سوائے رونے کے اس وقت اس کے پاس اور کوئی چارٹ نہیں تھا لہذا وہ روتی رسی ڈاکٹر انصاری نے اگر اسے اپنے آفس میں بلا کر ہدایات نہ کی ہوتیں تو شاید وہ کھوڑا بہت احتجاج کرتی مگر اس وقت وہ ایسے پرندے کی مانند تھی جس کے پر بری طرح سے چلنے کی رسیوں میں جکڑے، جانتے تھے سوائے بچے بچانے کے اس وقت اس کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں تھا۔ عشا کا وقت قریب تھا جب کر ل صاحب کے سر سے کسی کارٹ کا بند بٹ بٹ کر دیا گیا۔

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں:-

ہائس کو الٹی پی ڈی ایف
ایڈ فرس لنکس
ایک کلک سے ڈاؤن لوڈ
ڈاؤن لوڈ اور آن لائن ریڈنگ ایک پیج پر
کتاب کی مختلف سائزوں میں اپلو ڈنگ
ناولز اور عمران سیریز کی مکمل ریجنج

Click on <http://paksociety.com> to Visit Us

<http://fb.com/paksociety>

<http://twitter.com/paksociety1>

<https://plus.google.com/112999726194960503629>

پاک سوسائٹی کو فیس بک پر جوائن کریں

پاک سوسائٹی کو ٹویٹر پر جوائن کریں

پاک سوسائٹی کو گوگل پلس پر جوائن کریں

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس

بک پر رابطہ کریں۔۔۔

ہمیں فیس بک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے امیج پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں:-

Dont miss a singal one of your Favourite Paksociety's Update !

- i. Open Paksociety Page.
- ii. Click Liked.
- iii. Select Get Notifications.
- iv. Select See First.

All Done

Like Message

Get Notifications
Add to Interest Lists...

Unlike

IN YOUR NEWS FEED

See First
See new posts at the top of News Feed

Default
See posts as usual

Unfollow

سارا بیگم کو صمد حسن نے مختصر خود پر بتا دیا تھا۔ لہذا انہوں نے عائدہ پر زمین ستاروں کا دوپٹہ ڈال دیا جبکہ زاویار صمد کاٹن کے سوٹ میں جلوے بے حد بنیاد رکھائی دے رہا تھا۔ عائدہ کا بھی تنگ معلوم نہیں تھا کہ اس کے باپ کا منتخب کردہ لڑکا کون ہے مگر ٹکڑے کے دوران جب اس نے نکاح رجسٹر پر دیکھا تو اپنے دلچسپ کے اوپر زاویار کے ملاحظہ دیکھ کر اس کے اندر جیسے ٹھن سے کھٹوٹ گیا تھا۔ تو کیا زاویار صمد حسن اس کے باپ کی پسند تھا۔ وہ شخص جس سے اس کی نفرت کی کوئی انتہا نہیں تھی۔ جو بے حد بد کردار اور گھمنڈی تھا۔ کیا نظر آیا تھا اس میں کڑی شیر علی جیسے ذریعہ کس آری آفیسر کو جو انہوں نے بطور ہتھیار سونچ رکھا اس کا نصیب اس کے ساتھ جوڑ دیا۔

”کیا صمد حسن بھی اس کھیل میں برابر کے شریک تھے یا نہیں؟“ وہ سوچتی جاتی تھی اور ابھرتی جاتی تھی۔

نکاح ہو گیا تھا مبارک بادیں وصول کرتے زاویار صمد حسن نے رسما بھی منگوانے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی جبکہ عائدہ کا تو جیسے دل ہی خالی ہو گیا تھا۔ ایک کے بعد ایک چوٹ لگ رہی تھی۔ وہ کیسے اپنا دو قاع کرتی، کڑی صاحب نکاح کے بعد بے حد خوش اور مطمئن دکھائی دے رہے تھے عائدہ نے اپنے سارے آنسو پی لیے۔ اگر یہ قربانی کڑی صاحب کی محبت اور پردوش کا بدلہ تھی تو بہت چھوٹی قربانی تھی وہ دیر تک سر بھکائے کڑی صاحب کے سینے سے لگی بے آواز روئی رہی۔



اگلے روز عائدہ کے لاکھنا چاہنے کے باوجود اس کی روک تھام ہو گئی تھی۔ صمد حسن صاحب نے برات میں اپنے چند خاص جاننے والوں کو انوائٹ کیا تھا ایک زندہ دلاش کی طرح وہ کب باور سے تیار ہوئی اسے مطمئن نہیں تھی۔ وہ اگر کچھ جانتی تھی تو صرف اتنا کہ کڑی صاحب کی طبیعت پہلے سے بہتر ہو گئی تھی اسے یاد کیا چاہیے تھا۔ بیٹیاں ہمیشہ قربانیاں دیتی ہیں وہ بھی قربان ہو گئی تھی۔ صمد حسن کا گھر اس روز کسی برقی محل کی طرح جھمکا تا بے حد خوب صورت دکھائی دے رہا تھا تاہم سارا بیگم کے لیوں پر چپ لگی تھی خوشی کے اس موقع پر ان کی اگلی بیٹی جو وہاں موجود نہیں تھی۔ چند ضروری رسموں کے بعد عائدہ کو زاویار کے کمرے میں لپکایا گیا تھا جبکہ زاویار کو صمد حسن صاحب نے اپنے کمرے میں بلا لیا۔

”تھا یا آپ نے بلا لیا مجھے“

”ہوں تو بیٹھو۔“ سارا بیگم کی موجودگی میں انہوں نے بیڈ پر اس کے لیے جگہ ملانی تھی وہ بیٹھ گیا۔

”وہ کچھ بیٹا میں جانتا ہوں تم کو نہ کہو پسند نہیں کرتے وہ زبردستی تمہاری زندگی کا حصہ بنی ہے مگر اس میں اس کا کوئی قصور نہیں ہے تمہاری طرح اس نے بھی کڑی صاحب کے لیے اس شادی کی باہمی بھری تھی وہ بہت ٹوٹی ہوئی لڑکی ہے زاویار، اسے کوئی تکلیف مت پہنچانا، بس یوں کچھ لو کہ چند روز تک تمہارے پاس تمہارے کمرے میں میری ممانت ہے جیسے ہی مجھے اس کے لیے کوئی بہت اچھا لڑکا ملا میں تمہیں اس زبردستی کے بندھن سے آزاد کروں گا بس صرف چند روز تک تمہیں اس کا خیال رکھنا ہوگا پیڑ۔“

”اس لو کے باپ میں خیال رکھوں گا۔“

”شباباش۔“ بی بی اوڈ آف یو آئی من۔ ان کا کندھا تھمتھاتے ہوئے وہ خوش ہوئے تھے۔

زاویار انہیں شب بخیر کہہ کر وہاں سے نکل آیا اس کے قدم تھکے نہایت ست روئی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہے تھے جہاں اس وقت عائدہ تلوی بیٹن کے کدو میں موجود تھی۔



صیام بی بی شادین کا رشتہ طے ہو گیا تھا۔ بے حد خوش اور مطمئن تھا ان کو زاویار نے سارا بیگم سے کہا تھا کہ ہر روز

غزل

مجھے جو تم نے بہلایا بہت شکر یہ
 ہر گزری دل جاتی ہیں جیٹا کی ہاتھیں نہ بلاؤ بہت شکر یہ
 پہلے جیسی تم نے لیوں کو ہلسی جانا بہت شکر یہ
 میں جو روٹھا تھا رفتی زندگی سے ملایا بہت شکر یہ
 جب مشکل سے سینھا جینے کا اہنگ جانا بہت شکر یہ
 ہر زہر سے سینھا جینے کا اہنگ جانا بہت شکر یہ
 گلستا خان بہاول

کھلے دل سے مبارک بادوں اور کٹھنوں کو نہ دلی جانا تھا جہاں میری اپنی جگہاں سے بچ رہی تھی اور کٹھنوں نے صیام کو مطلع کر دیا۔ اس بار اس نے شہزاد کو بھی ساتھ چھپنے کی آفر کی تھی مگر اسے فرقی تھا کہ اسے لڑکیوں کے دوروں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی لہذا اس نے انکار کر دیا۔ یہی حال اس کی تو جہاں تک حویلی تھی۔ اپنے باپ پورا باوا ابدلہ کے قاتلوں تک پہنچ کر انہیں من کے انجام تک پہنچانا اب اس کی زندگی کا واحد مقصد تھا۔ اور کٹھنوں اس شام آفس سے سیدھی صیام کے گھر آئی تھی صیام بھی آفس میں تھا۔ عشرت اور گلستا کو اسے دیکھ کر بے حد خوش ہوئی اور کٹھنوں نے غٹ کے طرز پر گلستا کو پانچ ہزار روپے دیے تو وہ خرید ان کی کٹھنوں نظر آئے تھیں۔

”شہزادہ جی نہیں آئیں۔“ پیسے مٹھی میں دبوچ کر گلستا نے سروٹی سے پوچھا تھا جب سے بہانہ کرنا پڑا۔
 ”ہاں وہ آج کل آپ کو ٹھیک نہیں ہیں، بخدا ہے شہید۔“
 ”اوہ..... بہارنی طرف سے خبریت پوچھیے گا ہلیز وہ بہت اچھی ہیں۔“
 ”جی ضرور۔“

”میں چپتی ہوں اور کسی چیز کی ضرورت ہو تو ضرور بتا دیجیے گا۔“ دو اٹھ رہی تھی جب صیام کی والدہ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

”ابھی بیٹھ جاؤ پیرتا جی صیام کی فرمائش پر پائے پک رہے ہیں کھا کر جانا۔“
 ”نہیں آئی دیر ہو جائے گی۔“

”کوئی بات نہیں صیام چھوٹے گا۔“ انہوں نے بات ہی ختم کر دی تھی اور کٹھنوں کو مزید ان کا خلوص ٹھکانا اچھا نہیں لگا اسے مگر پریشانی تھی تو صرف شہزاد کو یہ کہہ دیا سوچے گی ۱۱ سے اچھا آپ شہزاد کا بھر مہلتا تھا مگر وہ کیا کرتی اس کے اختیار میں کچھ تھی نہیں تھا صیام گھر میں داخل ہوا تو وہ بہتر خواتین پر اس کی ماں اور بہنوں کے ساتھ بیٹھیں تھی۔ وہ ٹھیک گیا۔ کتنا خوب صورت معلول اور بھر پور شہزاد اور دیکھنے گیا تھی اس کی ماں کی نظر اس پر پڑی تھی۔

”آج صیام پیرتا جلدی سے ہاتھ منہ دھو کر آئی ہے مبارک ہے کہ اس کا ہاتھ پیرتا ہے۔“

"جی ٹھیک ہے" ڈائیک سائیز پر کھڑی کر کے اس نے بوت اور جرائیں تار میں درست داغ اتار کر دیاں جین پر رکھی اور اچھی طرح صابن سے ہاتھ دھونے کے بعد منہ پر ٹھنڈے پانی کے چھپکے مار کر تو لپے سے منہ خشک کرنا وہ درختوں کے مقابل پائیدار کے پیلو میں بیٹھا تھا۔ صیام کا نوالہ تو زہا ہاتھ وہیں رک گیا۔

"کیا ہوا بھائی۔" عشرت اپنے بیٹے کو کھانا کھلا رہی تھی مگر گفتگو کی نگاہیں اسی پر تھیں وہ سڑ بڑا گیا۔

"کچھ نہیں۔" پائے بہت مزے کے ہیں درختوں نے خوب میرے ہونٹوں کو کھانا کھایا۔

کھانے کے بعد چائے کا دور چلا اس دوران وہ صیام کی والدہ سے ادھر ادھر کی باتوں میں مصروف رہی۔ صیام کے دل کا حال اس وقت عجیب ہو رہا تھا۔ صیام کی والدہ اسے بتا رہی تھیں۔

"وقت ہمیشہ آف جیسا نہیں رہتا جی صیام کے دادا اپنے وقت میں بہت بڑے جاگیردار تھے صیام کے ابو کو وصاحت میں بہت سی زمینیں اور مال موٹسی ملے ایک زمانہ تھا کہ ان کے نام کا ڈاکا جتا تھا میں بچہ سائی تو پورے سو نو لہ زید چڑھایا گیا تھا مجھے جب صیام پیدا ہوا تو اللہ کے کرم سے اور بھی دین برسا صیام کے ہاں پورے لگاؤں کے حاکم تھان کی بات ہر کسی کے لیے ہاتھ پر کھیر ثابت ہوتی تھی میرے صیام کو تو پتا ہی نہیں تھا زندگی میں مشکلات نام کی بھی کوئی چیز ہوتی ہے میرے تھوٹے سونے کے ٹکے سے کھاتے تھے مگر پھر اچانک حالات کی آمدھی نے جیسے سب ہاتھ بڑھ کر رکھ دیا۔

صیام کے ابو پر فتنے کا ایک ہوا وہ بستر سے لگ کر رہ گئے ایسے میں ان کے ایک قریبی قابل اعتماد دوست نے زمینوں اور مال موٹسی کا کام سنبھال لیا اس کے بیٹے بھی باپ کے ساتھ لگ گئے پھر صیام آگئی چھوٹا تھا اسے ان معاملات کی کچھ بوجھ نہیں تھی سلاتے کے لوگ آ کر اس کے ابو سے کہتے تھے کہ زمینوں پر بیج کام نہیں ہو رہا مگر انہیں اپنے دوست پر اعتبار تھا ہر مہینے وہ گھرا کر گھر کے خرچ اور بچوں کے لیے ایک معقول رقم لے جاتے تھے اس کے ابو اس ہی پر خوش تھے انہیں پتا بھی نہیں چلا کہ کب اس شخص نے ساری زمین اتھیا کر اونے پونے کی اور کے ہاتھ بیچ ڈی مال موٹسی بھی ایک نہیں رہنے دیا ہمیں جب پتا چلا تو گھر میں صنف ماتم کچھ گئی اس کے ابو ہاتھ دھو کر وہ کیا کرتے رو رو کر رو گئے جب میں نے اپنے زید بیچ کر بچوں کی پرورش کی انہیں پر حیا لکھنا عشرت کی شاہکی کی اور کیا کرنی صورت تھی کوئی کاروبار تو کس کر سکتی تھی

تال؟" بے حد سادگن سے وہ اپنی بات اور دکھ اس کے سامنے بھول رہی تھیں۔

درختوں کو نے حد فستوں ہوا ابھی تو صیام کی غربت گھر کا لگنا نہیں اس کی پرورش جو ایسے ناز و نعم کے ساتھ ہوتی تھی خود عشرت اور گفتگو بھی پھانسیاں تھی تھیں سرخ و سفید چیزوں والی جن کے حسن کو کھانے کے لیے بازاری کریموں کی ضرورت نہیں تھی۔ عشا کا وقت ہو رہا تھا اب درختوں نے اجازت چاہی۔

"ٹھیک ہے آئی میں اب چلتی ہوں وقت کافی ہو گیا ہے۔"

"ہاں۔۔۔۔۔ مگر کتنی مت جانا صیام چھوڑ آئے گا۔"

"میں صیام جھکے ہوئے ہیں انہیں آرام کرنے دیں میں چلی جاؤں گی۔"

"زمانہ ٹھیک نہیں ہے ہر جوان بڑی اگر تیرے جیسے سوتلی بھی ہوتا اسے اور بھی زیادہ احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے بس صیام چھوڑ آئے گا۔"

"ٹھیک ہے" اس نے ہتھیار پھینک دیے تھے بھی اور بولی تھیں۔

"ایک اور بات بھی کہنی تھی ہر۔"

"جی کہیے۔"

"گفتگو کے سربازوں نے بڑی جلدی شاہکی کر رہے ہیں اگلے جمعے لار اور لہر کھایا ہے انہوں نے اگر صیام کو رو

عائشہ رحمن ہنی

آہم... آہم... سارے خواتین و حضرات دل تھا میں ابدولت کی شریف آوری ہونے کو ہے ارے ارے عاتقا
 قصہ کیوں؟ اب سمجھتی اوہ سوہری گزرتا آپ کو خواتین کہنے پر اتنا خاصاً یا بہنہ... لیکن تو ابدولت کو عائشہ رحمن
 کے نام سے جانا جاتا ہے۔ 26 اپریل 1998ء کو اس دنیا میں آئی ہوئی بروز جمعرات آہم آگے بھی تو سنے تاجی تو
 کافی روشنی ہوئی میرے شریف لانے سے لیکن جہاں میرے چھوٹے بھائی ناعث رحمن کے ”دیوی تمہارے جیسی
 چیزیں تو ساون میں بھی نہیں لگتیں“ تو جی جی بھائی پر سناٹی ”ہو ہوگی۔ اچھا جی مجھ سے بڑے بھیا ہو بس رحمن ہیں جو پنا
 لے کر چکے ہیں اور سرکاری چاب کر رہے ہیں یعنی پرنس آف ہزارہ وی سی سیکرٹری ہیں پھر ابدولت جو ایف اے
 کر چکی ہیں۔ شوق سے درس و تدریس کے فریضے سر انجام دے رہی ہوں پھر آئمہ رحمن مسکان جن کو سیکنڈ ائر کے
 رزلٹ کا انتظار ہے پھر حادثہ رحمن جو میزک کر چکے ہیں اور ہنسنا نے میں ان کا کون سا ٹی نہیں پھر خولہ رحمن آف اسٹائل
 تو ان کا وکرا ہی ہے۔ 8th کلاس میں ہیں پھر آئمہ جن کے جہ سے ہمارا گھر روشن ہے جو پر پاپ ہیں۔
 اسی آپ لوگ تھکے تو نہیں ناں؟ ابھی تو شروعات ہے میری مٹکی ہوئی تھی جو دو سال کے بعد ٹوٹ گئی تھی... آپ
 کو آسوس ہو رہا ہے نا؟ ابھی مجھے بھی ہوا تھا۔ میری ای مٹی ہیں عائشہ تمہارے پیدا ہونے کا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ بھیا
 کہتے ہیں آف ای۔ کیا چیز ہے ہر وقت بیٹی رہتی ہے۔ کوئی کام چھوڑتا ہے کوئی کیا... خوبیاں... ایسٹین ممانی کہتی
 ہیں تم صاف دل ہوا سوڈنٹ میری بھانہ تھی ہے ”اس آپ کو بھی کسی سے نفرت کیوں نہیں ہوتی آپ بہت اچھی
 ہیں“ مس سیرا کہتی ہیں ”عائشہ تم اچھی ہو اور خامیاں۔ بہت سب سے بڑی ٹائی بولتی بہت ہوں“ ہنستی بہت ہوں
 جس کی وجہ سے بدنام ہوں اور بعض اوقات غصے میں بد تمیزی بھی کر جاتی ہوں۔ ضدی بہت مٹی سب حالات نے سب
 سکھا دیا۔ پھر میں بلیک پنک ”گرین کلرز اچھے لگتے ہیں۔ لباس میں لانگ شرٹ پاجامہ اور فریک پنڈ ہے۔ جی ہیری
 میں بیاری سی اچھی اینڈ برسلٹ میب اب نہیں کرتی اپنے چہرے پر بائیں گال پر ڈیکل اچھا لگتا ہے۔ مس سیرا
 مس عروسہ مس ہرزہ مس فیزی اینڈ مس بیسٹ ہیں۔ دوستوں کی لبرست بہت طویل ہے بہر حال حیرانا آپ
 آف دی اسٹ ہے انڈر میں طیبہ سب سے اچھی ہے۔ بائی بائی اینڈ باقی اچھی ہیں سچ کرنے کا بہت شوق ہے۔
 ذرا بیچ بھرا جنون ہے راکٹرز میں بازی کتوں بازی باٹم ندیم ثمرہ نصیر احمد سیرا شریف عائشہ نور محمد پنڈ ہیں۔
 89.4 ایف ایم کے تیس ارجن ہننے موسٹ فوٹ ایڈ ٹرین العابدین عمران جی مانی اچھی فوٹ ہیں۔ سگرز میں
 عاطف اسلم اینڈ حدیقہ بیٹ ہیں۔ ایکٹرز میں اسٹے کار سلیمان خان اینڈ گووند اینڈ ایکٹریس میں مادھوری انوشکا
 شریا پنڈ ہیں۔ شاعری بھی کرتی ہوں بات بات پر آفس پینک پڑتے ہیں ٹینشن میں بھی کسی کو پور نہیں ہونے دیتی ہر
 لمحہ مسکراتی ہوں۔ پنڈ یہ ”خدا اور محبت“ اور ”بچپن کا ڈیمبر“ ہے بقول ام کلثوم گدھے پر بھی کبیر کی طرح
 آنکھیں بند کر کے اعتبار کر لیتی ہوں۔ آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ انارے ملک کو اپنے حفظ و امان میں رکھے
 میرے ماں باپ کا سایہ مجھ پر ہمیشہ تاحیات قائم ہو ائمہ رہے آمین کیسا اگاتوار ضرور بتائیے گا۔

”تم دن کی پھٹی ہل جانی تو سارے انتظامات ارا آسانی سے ہو جاتے۔“

”ٹھیک ہے بھیا سب صاحب چھٹی کر سکتے ہیں جب تک شادی نہیں ہو جاتی۔“

”شکر یہ بچے بہت نیک ہوگی وہ عورت جس کی تم نے بیٹی بنا دی جی سے شادی میں آوگی تو مجھے بہت خوشی ہوگی۔“

”جی ہرزہ ان شاعرہ“ اس کے لیکھ میں حادثہ نہیں ہوگا اور اسکی جی بھی ہے حد با اختراق ہم ول اور حساس سکبر نام کی

چیز نہیں تھی اس میں بھی تو صیام ہر مہر مہر تھا اس پر روزہ حسن اس کی کمزوری نہیں تھی۔ صیام ہا سے گھر تک چھوڑنے سا تھا یا تھا۔
 دونوں ہاتھ میں ایک دوسرے سے ملا تعلق باورخا موش رہے تھے۔
 درکھون نے گاڑی گھر کے باہر ہی روز پر رگالی وہ نہیں چاہتی تھی کہ بھر سے شہر زلما سے صیام کے ساتھ گھر کے باہر
 دیکھ کر کوئی سوال اٹھائے۔ صیام باہر نکلا اس نے ایک نظر پورے شہر کی طرف دیکھا پھر نظر پھیر لی۔
 "شکر یہ صیام! آج آپ نے میرے گھر والوں کو اتنی خوشی دی۔"
 "نہیں شکر یہ صیام کی ضرورت نہیں چائے نہیں گئے آپ۔"
 "نہیں شکر یہ"

"خدا حافظ۔" وہ خود بھی یہی چاہتی تھی صیام کے پھٹے پر خود گاڑی ڈراما پور کر کے گیٹ کے اندر پور ٹیکو میں لگائی
 شہر زلما گھر پر نہیں تھی اس نے گہری سانس لے کر بے سرفراخ خدا کا شکر ادا کیا۔



اس روز چھوڑا کی فضا بے حد سوگوار تھی۔ بھارتی فوج نے اللہ یار کشمیری کو ہی بے پردی سے شہید نہیں کیا تھا بلکہ اس روز
 کر یک ڈاؤن کے دوران کئی نوجوانوں اور عورتوں کے ساتھ ساتھ محصوم بچوں کی بلاکتیں بھی ہوئی تھیں۔ سڑکوں پر جا بجا
 خون ہی خون گھرا دکھائی دے رہا تھا۔ جیوا کی فضا میں اللہ اکبر کے ساتھ ساتھ۔
 "ہم کیا چاہتے ہیں آزادی، بھارتی کو واپس چلا۔" کے نعروں کی گونج تھی۔ قہ طسک پتھرئی آنکھوں میں آنسو جیسے
 جم کر رہ گئے تھے مگر تھکن طسکے چھ رہی تھی۔

ساری دنیا میں جہودیت کا راک لاپنے والی بھارتی حکومت کی زندگی پر بنک رہی تھی نظروں کے سامنے خون من
 لبت پت پڑن اپنے مشفق بزرگ باپ کی لاش دیکھ کر اس کی چیخیں نکل رہی تھیں گھر وہاں کوئی اس وقت اس کا درد
 مٹانے والا نہیں تھا یہ تکہ اس روز اس ہستی میں بھارتی فوج کی زندگی کی بحیثیت چڑھنے والا وہ واحد گھرانہ نہیں تھا اس روز
 اس ہستی میں بہت سے گھرانوں کو لٹا گیا تھا توڑ پھوڑ کی کئی کئی عزتوں کو پامال کیا گیا تھا یہوں اور وہوں کے دل اجازے
 گئے تھے۔ سہارا ہے تھے ہاتھ اٹھا اٹھا کر اللہ سے فریاد کر رہے تھے۔
 بظاہر میں جلتی نور پونہ بنا کی تو دنیا ہی اجڑ گئی تھی گمراہ پھر بھی اپنے شوہر کی شہادت پر مہرور تھیں۔ جلتی، اہل سرخ
 آنکھوں میں شہید کی بیوہ ہونے کا نظر تھا۔ اگلے دو دن جیوا میں کر یک ڈاؤن کے بعد بھارتی فوج کی ہکتر بند گاڑیوں
 نکالتے سے نکل گئی تھیں۔ اس سے اگلے ہی روز مجاہدین نے ان سے جیوا کی گھیبوں میں زندگی کا حساب لے لیا، کرش
 باپ کے پہاڑوں میں موجود مجاہدین کے ایک گروہ نے انڈین آرمی کے کمانوے پر حملہ کر کے درجنوں فوجیوں کو موت کی
 ابدی نیند ملا دیا تھا۔

اللہ یار کشمیری کو ان کے سیبوں کے باغات کے قریب بے صدا آنسوؤں اور پھونوں کے ساتھ دفن کر دیا گیا رمضان کا
 مقدس اور بابرکت مہینہ شروع ہو رہا تھا۔ جیوا کے بزرگ باپ بھارتی فوج کے بیٹہ کو اڑنے کے گیٹ پر اپنے پیادوں اور
 عزیزوں کی رہائی کا اقرار کرتے رہتے تھے۔ آرمی ہیڈ کوارٹر ماسن جیمیل کے کنارے پہنچا تھا۔ نکالتے کے لوگ ٹھنڈی
 سردی میں ہاتھوں میں ساٹھنے والے لہروں ہوا کے تھیمزوں میں صبح سے شام تک کیمپ کے باہر خطر سے بچتے تھے۔
 رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں بھارتی فوج کا کشمیریوں پر تشدد پور بھی بڑھ گیا، روزے سے نڈھال کشمیری
 اظہار کی کے وقت جیسے ہی روزہ کھولنے کے لیے اکتھے ہوتے بھارتی فوج کی گشت کرنی گاڑیاں اچانک دھوا بول دہشتیں
 اور پھر روزے کے حالات میں جن جنوں کشمیری نوجوانوں کو درپور کر کے اور ان کے عیالوں میں لے جائیں۔ کشمیر کے ہر فرد کو جو

ادب کے افق پر چمکتا ستارہ

حجاب ^{ماہنامہ} کراچی

کامیابی کی پہلی منزل خوب صورتی سے طے کرتے ہوئے
کم وقت میں اپنی پہچان اور اپنا مقام بنانے میں کامیاب ٹھہرا

نومبر 2015ء سے اپنے سفر کا آغاز کرنے والا ماہنامہ حجاب
نومبر 2016ء میں کامیابی کا پہلا سال مکمل کرتے ہوئے
آپ لوگوں کی دعاؤں سے ترقی کی راہ پر گامزن ہے
حجاب کی سالگرہ نمبر میں دیکھئے اپنی پسندیدہ مصنفین کی تحریریں
ساتھ ہی ملک کے نامور شعرا و ادیبوں سے ملاقات
اس کے علاوہ جو آپ چاہیں اپنی آراء ہمیں فوراً ارسال کریں

کہیں دیر نہ ہو جائے آج ہی اپنی کاپی پا کر سے بک کرالیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

آزادی کے لیے آواز اٹھایا پھر پاکستان کے ساتھ محبت و یکجہت کا اظہار کرتا وہ لوگ نہایت بے رحمانہ طریقے سے زد و کوب کرتے تھے۔ وہی کے معصوم بچوں نے غیر اظہار کا ثوب صورت تو ہر خوف اور ہشت میں بہم کر گزارا تھا۔ یہی وہ حالات تھے جن میں قاطعیت سے اللہ یا رہنے اپنے مجاہدین سے اسلحے کا استعمال سیکھا تھا۔ طیب احمد کے بعد اللہ یا کشمیری کی شہادت نے اس کے اندر قلم کے خلاف آواز اٹھانے کی بے گناہی پیدا کی تھی۔



پتھر کا بہت بڑا ٹکڑا اپنے ہاتھوں کو عیب یا سیت بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی جب زاویہ نے دروازے کا پینڈل چما کر کمرے کی دہلیز پر قدم رکھا۔ وہ چٹکی اور بے ساختہ سر اٹھا کر اس نے کمرے کے دروازے کی طرف نگاہ کی تھی جہاں زاویہ صمد حسن بنا اس کے چہ کھنڈے اور دیکھنے کا ڈولس لیے دروازہ ہلاک کر رہا تھا۔ عائشہ کی آنکھوں سے آنسو اور روئی سے بہنے لگے۔ دروازہ ہلاک کر کے وہ بیڈ پر میں اس کے مقابل آ بیٹھا تھا۔ عائشہ نے کرا سے دیکھے مٹی جو اس کی طرح خود بھی بے حساب بیٹ لگ رہا تھا۔

”تو آخر وہ جو کرم آئی تھی اس گھر میں..... ہے نہیں؟“ بے حد کاٹ مار لہجے میں جو پہنا جھنڈاں کے لبوں سے خارج ہوا یہی تھا وہ پہنا کر رہی۔

”بہت شوق ہے اس تمہیں مہارانی بننے کا میں کروں گا تمہارا شوٹ پورا میرے باپ کو بلیک میل کر کے اپنے دادا کے قتل و جیسے تم نے شہادت کٹ اختیار کیا ہے اس شہادت کٹ کو تمہارے لیے نذاب نہ بخدیا تو زاویہ صمد حسن نام نہیں میرا“ چہا چہا کر ایک ایک لفظ لگا کر اسے دہرا کر دیا اور وہ لب سے ہنسی رہی۔

”فطرت ہے مجھے تم جیسی مفاد پرست۔ مٹھی مہرتوں سے ہرگز یہ مت سمجھنا کہ تم نے اپنی منزل پائی ہے یہ شادی صرف ایک کھیل ہے کاغذوں کا کھیل حقیقت میں تم جیسی دو کوڑی کی لڑکی کو میری بیوی تو کیا میری کل وقتی ملازمہ ہونے کا حق بھی حاصل نہیں آج تم بیویاں میرے بیڈ روم میں میرے بیڈ پر سو کر فخر چکے پھیلا کر بیٹھتی ہو یہی کیا غلطی کی جگہ کر معاف کر رہا ہوں دوبارہ اسکی جسارت کی تو بند ہوں گا سر میں نادوں گا یاد رکھنا۔“ اس شخص کی فطرت کی کوئی انتہا نہیں تھی۔ عائشہ کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر گرتے رہے مٹی وہ پھر بولا تھا۔

”یوں ترسی ہوئی نگاہوں سے مت دیکھو مجھے آج کے لیے اتنی ہی کافی ہے لب و رخ ہو جاؤ یہاں سے۔“ کتنی حقارت تھی اس کے لفظوں میں وہ خاموشی سے آنسو بہتی آنکھ کھڑی ہوئی۔

”آئی بیوی بیگم صاحبہ دو کوڑی کی اوقات نہیں اور خواب دیکھو۔“ جوتے اتارتے ہوئے وہ مسلسل بڑبڑا رہا تھا عائشہ نے ہونے مسافر کی طرح چلتی اسی کے درینک کھیل کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔

(نن شاہدہ باقی آئندہ)





کیسے گل

میرزا محسن

وجود زخموں سے چور ہو کر سوال کرتا رہے گا تم سے
 غریب دل پر جفا کے نشتر چلا کے اتنے اداس کیوں ہو
 اداس خوابوں کی منتظر ہیں یہ تیری آنکھیں ہمیں خبر ہے
 یہ جانتے ہیں کہ آج آنسو بہا کے اتنے اداس کیوں ہو

آواز میں ڈرایا بے چارے کو شندے پینچا گئے۔
 ”وہ کم۔۔۔ یہ۔۔۔“ لہذا چوڑا سونڈ پونڈ پونڈ ہم
 سامنے بیٹھ ملازموں پر تم چلانے والا محسن اب بولی ہی
 نہیں پارہا تھا۔
 ”اب یہ۔۔۔ کیا لگا رہی ہے۔“ وہ مزید شعلہ دار
 ہوئی محسن کا سر مزید تھک گیا۔
 ”اپورتنٹ ہر چیکنٹ حاصل کیا ہے کسی کا سوگ
 نہیں مزار تی۔ شام ہونے میں اور پارٹی شروع ہونے
 میں چار گھنٹے باقی ہیں مجھے یہ ہینٹنگز سونے اور پردے
 صحیح چاہئیں مجھے۔“ عائشہ نے سولہ نظر میں اٹھا لیا۔
 ”کیس۔۔۔ میں۔۔۔ جیسا آپ کہتے۔“ زور زور سے
 تائیداً سر بلایا ایسی میں اس کی بھلائی گئی اب کے بناؤ پنڈ
 تار دے گلابی رنگت اور تازک سر اپا والی عائشہ نے مغرور
 بھوری آنکھوں کو سیاہ گلہ سز میں چھپایا اور ایک بار پھر لپ
 گلوں والے سرخ ہونٹ ساجھ سکر اپٹ میں ڈھل چکے
 تھے یعنی بلند وہ غصہ میں آئی اس سے تیس زیادہ جلد اس کا
 زور بولی اس کا توجہ جذبے کے بعد مزید نمایاں ہوئی اس

”یہ مصو بھی عجیب پاگل ہوتے ہیں کہ نہیں؟“ عائشہ
 نے باہمی دربار پر نکلے یہ تقسیم مصوروں کے کن پاروں کا جائزہ
 لیتے ہوئے کہا اور تائید طلب نظروں سے محسن کو دیکھا۔ محسن
 نے مجھو مسکراہٹ سہائی ورتاس کی شکل سے صاف ظاہر
 تھا کہ اسے اس زمانے سے اختلاف تھا لیکن زبان نالو سے
 چپکائے رکھی عزت آثر کے پہری نہیں ہولی۔
 عائشہ ایک فن پارے پر تکی جس پر سین زورہ دیوار کا
 نقش بنایا گیا تھا وہ لگا سا کسی بلور محسن کو دیکھا وہ بھی جوں ہاں
 جبراً مسکرا رہا۔
 ”ساکت سمندر پڑھنا سورج صحرائیں جتا گا بہ
 گھنٹوں کی بھر زار اور اب یہ سین زورہ دیوار کیا بھانس ہے
 یہ۔۔۔ ہمیشہ کی طرح اچانک ہی اس کے تاثرات بد نے
 تھے۔ اس نے جھٹکے سے سر گھما کر محسن کو دیکھا اور محسن کا
 رنگ فل پڑ گیا یعنی وہی دعا جو محسن سوچ رہا تھا اسے مصوری
 (ہینٹنگز) پسند نہیں آتی تھی۔
 ”میں نے ہینٹنگز کہا تھا۔ کیا پھر اٹھائے ہو تم؟“ وہ
 اسی کی نظر میں تھی وہ شکی سے محسن کو گھومتے سخت مگر چھپتی

کی صراحی دار گروں جس میں سفید پیرے جھینگاتے رہتے تھے اس کی مغرور شخصیت میں چار چاند لگتی تھی۔ کانوں کے بلبوتے اور گلے کے سفید موٹی دن سال سے اس کی ذات کا حصہ تھے۔

سزا کا شیخ کی گاالی سادھی کا پتو معمول کی طرح نظر سے اس کے سروں کے نشان چومتا سمجھتا چار ہاتھا۔ وہ بڑی شان سے چلتی گاڑی میں براجمان ہوتی جس کا ٹیٹ شفر بڑی عاجزی سے کھولے کھڑا تھا۔ اس کے پیچھے ہی گاڑی سڑک پر دوڑا تھی۔

شان بے نیازی سے اٹھے کندھے تکی گروں اور چشموں کے پیچھے چھٹی آنکھوں کا غرور سب کچھ دوپہر کی رانی کی طرح مٹا دینا پڑ گیا۔ دوپہر کی رانی جیسے ہی سائے ڈھنڈھنے لگیں ساری خوب موٹی سمیت ڈھیر ہو جاتی ہے۔ کئی آنکھیں خالی تھیں سیٹ سے قہقہے لگائے آنکھیں موندتیں ان آنکھوں میں بھاری پتھوں کے پیچھے بہت کچھ تھا۔

.....☆☆.....

”اماں میں نے کہہ دیا سو کہہ دیا۔ میں شادی کروں گی تو صرف شیخ صاحب سے اگر آپ مان گئیں تو نہیں ہونہ میں جہل بڑکیوں والا راستہ اپنانے میں ہر شیخ نہیں کروں گی۔“ بڑے ڈوں سے بحث چلتی آ رہی تھی۔ آج آفس سآتے ہی اماں کے سامنے تن گئی اس نے حتی فیصلہ کرنے کا عہد کر لیا تھا۔ وہ اپنے ہاس شیخ سے وعدہ کر کے نکلی تھی کہ کل نکاح ہو گا اور ہر صورت ہو گا۔

”آخر تجھے سمجھوں نہیں آتی میں اپنی بھولوں کی پائیس سالہ بچی اس ساٹھ سالہ بوڑھے کو کیسے تھماؤں تو چاہتا ہے میں نہیں سب تو آفس بھی نہیں جائے گی اور....“

”تو کیا آپ کا آخری فیصلہ ہے؟“ اس نے سینے پر ہاتھ باندھ کر دیوار کے ساتھ ٹیک لگا لی۔ چاول چنتی لانا نے اس کی خفا اور معصوم نظروں میں دیکھا۔

”ہاں.... یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔“ لانا نے تقریباً اہل سچے میں کہا۔ اماں کی نگاہیں آسانیوں پر چلی گئیں۔

جواس کی بسی چنی سے اسٹری فرار پاجاتی تھیں۔

”تو پھر ٹھیک ہے آپ اپنے بیٹے پر قائم رہیں میں بھی اپنا فیصلہ نہیں بدل سکتی۔“ سچے میں چٹکتی تھی۔ کندھے پر بوجھ اتارنا پتہ پتہ کے کرسی کی ٹپک پر ڈال دیا۔

”کیا مطلب؟“ اماں دانی نہیں بھی تھی۔

”مطلب بہت صاف ہے میں کھٹ میرج کر لوں گی۔ وہ اتفاقاً عام ہانکل بھی نہیں تھے جو اس نے عام سے انداز میں کہہ دیے تھے کلر سے پانی کا گلاس بھرنے بیٹھتی۔

”یہ کیا بکواس کر رہی ہے تو؟“ لاناں چاولوں والی ٹرے تحت پر رکھتے بے چینی لیے اس کی جانب آئی۔

”بکواس نہیں حقیقت بتا رہی ہوں۔ اس نے بے ہوشی سے کہا کہ پانی سے کھرا شیل کا گلاس گلابی ہونٹوں سے بڑی نزاکت کے ساتھ لگا لپلا لیا ہلکا کھڑکی رہا نہیں۔

”اگر آپ اس لیے فکر مند ہیں کہ وہ بیڑھا سے اور بیڑھے جلد مر جاتے ہیں تو میں آپ کو بتا دوں کہ مجھے کوئی پھلا نہیں وہ جلد مرے یا بد پر مجھے صرف دولت سے سروکار ہے اور کسی چیز سے نہیں کیونکہ میں جانتی ہوں کہ دولت عزت اور وقار کے سنگ پینا ہی اصل زندگی ہوتی ہے۔ آپ کو اس پر بھی اعتراض ہے کہ وہ اولاد نہیں چاہتا مگر مجھے اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا مجھے صرف اپنی زندگی کی فکر ہے اور وہ ہے گی۔ مجھے گھینے والوں والی زندگی نہیں چاہیے اور یہ آپ مجھ سے کھوا لیں کہ گھینے والی صرف اور صرف فریب اور ان کی اولاد کے ہی ہوتے ہیں۔“ ہاتھ میں پکڑا گلاس نہ مین پر شیخ تر کھڑی ہوئی۔

”ویسے بھی موت تو برحق ہے ہر کسی کو آتی ہے کیا بیڑھا کیا جہان اب اماں کی مثال لے لیں وہ بھی تو جہان ہی جہل سے پیچھے کیا چھوڑ کے گئے بنی قرض اور ایک عدد پوسیدہ گھر۔“ وہ بول رہی تھی اور اماں صم صم کھڑکی تھیں انہیں اپنی ہی تربیت حیران کر رہی تھی۔

”قرض کو گھر چاہیے تو اور ہم قرض نہیں پال سکتے تھے نتیجتاً جہان بیوہ اپنی دو سالہ بچی کے ہمراہ کرائے کے مکان میں پہنچ گئی۔ اسکول ٹیچر بن کر اسے پارا اپنی اور بیوہ ریل

اسلام علیکم۔ تمام اوارڈ ریڈرز اور آن لائن کے قارئین کیسی ہیں آپ سب؟ امید ہے سب ٹھیک ہوں گے۔ ویسے تو آپ لوگوں نے میرا نام پڑھا لیا ہے اب تھوڑا تفصیلی تعارف بھی ہو جائے۔ میرا نام سیدہ سعیدہ عظیم ہے ویسے سعیدہ بخاری بھی لکھتی ہوں۔ میرا کوئی تک نہ نہیں ہے۔ میری تمبر جیسے خوبصورت مینے میں 27 تاریخ اور جمعیت المبارک جیسے مبارک دن 4 بجے تکسٹ آؤدی، کوئی اور گھر میں خوشی کی خبر دوڑ گئی کیونکہ دوھیال میں بڑی اونے کا شرف حاصل ہے۔ ام شام اللہ سے پانچ مہینے ہیں دو بھائی ہیں۔ میں قرڈائیز کی اسٹوڈنٹ ہوں۔ ڈائمنسٹ پڑھنا میرا پسندیدہ مشغلہ ہے میرے اہم مشغلوں میں بیڈمنٹن، کھیلا ہے شاعری سے کافی حد تک لگاؤ ہے اور کبھی سنی ہوں اپنی دادی ماں پر بھی نظم لکھی تھی ناظر پڑھنا بھی لکھی تھی بچوں کو تک کرنا بھی شامل ہیں اور اب تو آن لائن کی مائسٹرن بننے کی کوشش بھی کر رہی ہوں ان شاء اللہ کامیاب بھی ہو جاؤں گی۔ ناظر کی میں بہت ہی شوقین ہوں پسندیدہ مائسٹرز میں سے فرحت اشتیاقی، نرود احمد نازیہ کنول نازی ہیں جو پلاز پڑھے ہیں وہ سب اچھے ہیں ان میں سے حاصل کیا حاصل ہے کال میں میرے خواہب لوٹاؤ۔ محض وہ جو فرض رکھتے تھے متاع جاں ہے تو بہت زبردست ناول ہے اور اس کے علاوہ بہت سے ناول ہیں۔ اور آن لائن کے تمام پلاز بہت اچھے مل رہے ہیں اور سب مائسٹرز بہت اچھا لکھ رہی ہیں دعا ہے کہ اللہ سب کو کامیاب کرے۔ اب بات ہو جائے پسند اور نا پسند کی تو جناب مجھے بخاری اچھی نہیں لگتی اور کبھی گوشت بہت پسند ہیں مائی کے ہاتھ کی بنی ہوئی۔ چاول پسند ہیں اور برسنی کھانسی اچھی لگتی ہے اور گوشت سب اچھے لگتے ہیں چھلکی بھی اچھی لگتی ہے اور خاص کر جب ہو پکاتے ہیں۔ کوکگ میں کر سکتی ہوں تقریباً تمام ہی۔ شیزو پکانا آتی ہیں ہر ڈریس باجھا لگتا ہے۔ اب بات ہو جائے خوبوں اور خامیوں کی تو میرے خیال میں مجھ میں کوئی خوبی نہیں ہے ہاں کسی کو پریشان نہیں دیکھ سکتی اور حساس بھی بہت ہوں اور خامیاں تو بہت ساری ہیں۔ دوستی کے معاملے میں بالکل زبرد ہوں دوستی آسانی سے نہیں کرتی ہاں ہمارا آٹھ کزنز کا مرد ہے جن سے بہت نفی ہے اور ایک کزن ہے محمود جو سعودیہ میں رہتا ہے اس سے اچھی خاصی نفی ہے۔ ایک خوشخبری ہے جو آپ لوگوں سے شیئر کرنا چاہوں گی وہ یہ کہ ہم سب عمرہ کی سعادت کے لیے جا رہے ہیں یہ میرے والدین کی طرف سے ہمارے لیے بڑا نکتہ ہے اور ان شاء اللہ دہائی ماہ کے پاس بھی جائیں گے جنہوں نے دو سال پہلے ہم سب کو چھوڑ کر مکہ کے ایک قبرستان میں بسیرا کر لیا ہے۔ یقیناً آپ لوگوں کو میرا تعارف پسند آیا ہوگا اور یقیناً پورے ہوئے ہوں گے۔ آپ سب سے ہیکو سٹ ہے کہ دعاؤں میں یاد رکھنا ہے ہم سب ما فیرت واپس آ جائیں۔ اب میں اجازت چاہتی ہوں اللہ حافظ۔

شاید اس کا گلہ بہت چھوٹا تھا یا پھر گروں کی اکثریت اور لسانی نے اس سے آواز کی بلندی چھین لی گئی۔ اماں کے سرخی بالوں سے چادر ڈھلک کر شانوں پر گر گئی۔ اسٹیل کے گلاس پر پانی کے قطرے ابھی بھی موجود تھے۔

”بندھم جوان مرد کو پلیٹ میں بچا کے نہ ہی میرا ہیٹ بھر سکتا ہے اور نہ ہی میں اپنا تن ڈھانپ سکتی ہوں۔“ وہ بھٹکارہ ہی تھی جبکہ ماں نظر میں نہیں اٹھا پارہی تھیں۔

”ماں کی آنکھوں کا پانی جامل میں ماں کی یاریں اور

کرتے کرتے زندگی گزار دی۔“ جب وہ حرکت کر لی تو سیاہ شریٹس بھوم جاتیں۔ اماں کی آنکھیں وہیں اسٹیل کے چھمچاتے گلاس پر رک گئیں جیسے ٹھنڈے پانی کے پینے نے دھندلا سا کر دیا تھا۔

”نہیں گزارنی مجھے آپ کے جیسی بوسیدہ زندگی نہیں رہنا مجھے ان ٹین کی چھتوں کے لیے جو بارش میں اڑھوں کی طرح بہتی ہیں اور گرمی میں سمندر کی طرح جلتی ہیں۔“ وہ پھری تو تھے بے ہل مائی تھی مگر پھر بھی اس کی آواز بلند تھی

مستقبل کے لیے "ہائے کیا ہوگا" منظر بس ساری زندگی جگان ہوتے گزاروں کیلئے گال لیے۔" (پھر سے کیلئے گال کا طعنہ) ننھے ننھے قفر سے اکتھے ہو کر مومنے مومنے بننے گئے وزن بوسا اور گرتے ڈھیلی پر گئی۔ ٹکیروں کے انوش چھوٹے مومنے زمین سے جاملے۔

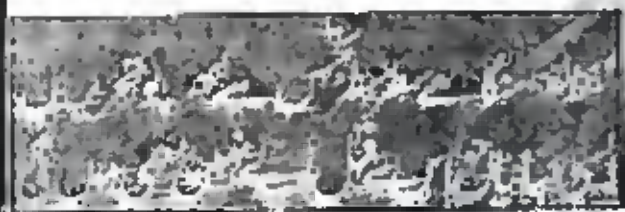
"امیر اگر مر بھی جائے تو اس کی بیوی جالی میں باغی نہیں سوچتی اور مستقبل کے لیے جگان نہیں ہوتی۔ میں بھی اسی بیوی باتھا ہوتی تو کم از کم چھٹے ستیلے گال پر گز نہیں رہوں گئے سکون زندگی گزاروں گی بے فکر اور پریشانی زندگی۔ باہمی مر کر بھی سہالا کھکا ہوتا ہے آپ کا فیصلہ جو کئی ہو سکتا صاحب کل نکاح کے لیے آ جائیں گے۔" وہ اپنی بات منمن کر چکی تھی اور اب بازو سینے پر ہاندہ کر غور سے لہاں کو دیکھنے لگی ان کی آنکھوں سے ہالکل ویسے ہی مومنے ٹکیروں پھوڑتے بہت سے تھے جیسے آئینل کے گلاس سے چھٹے تھے وہاں کے گال کیلئے ہو چھے تھے کیلئے گال.....؟

"کوئی فائدہ نہیں ان آنسوؤں کو بہانے کا اپنا فیصلہ کئی نہیں پڑوں گی۔" وہ بڑبڑاتی تھی لہاں ہنوز سر جھکائے کھڑی تھیں۔

"یہ کوئی ریز یا ٹیشن نہیں جو آپ مجھے کھسی مٹی پر بہلانے میں کامیاب ہو جائیں گی انہیں جتا مجھے کیلئے گالوں والی۔" لہاں نے چونک کر اپنے گالوں کو چھوا جو کیلئے ہو رہے تھے نور چھوا تو اس نے نہ بھی تھا اپنے گالوں کو جب کاڑی ایک جھکے سے اس کی بے شکوہ عمارت کے سامنے کی تھی۔ اب وہ ہر چیز کی مالکن تھی سولے کسی انسان کے نہ ماں نہ باپ نہ سہالی نہ بہن اور نہ شوہر ہاں تھا تو صرف ہمیشہ آرام و دولت عزت اور شہرت..... مگر گال تو اس کے اب بھی کیلئے تھے۔



غریب و شقی اب تی تختہ کجہاں کا ہوس



ساز جھوگیا

مذہبی لوگ سے انتہا تک
برہمنوں سے انتہا تک
پھر ہندو مت تک
پھر جھوگیا کے نام سے
پھر جھوگیا کے نام سے
پھر جھوگیا کے نام سے

اس کے علاوہ

غریب صورت اشعار تختہ غریبوں اور افسانہ نگاروں کی ہوتی
نوشہورے تھی اور ذوقی آگہی کے عنوان سے مستحق سلسلے

اور بہت کچھ آپ کی پند اور آرا کے مطابق

کسی بھی قسم کی شکایت کی صورت میں

021-35620771/2

0111-8261212

Downloaded From
Paksociety.com

تسپیر میں مسافر

مصباح علی سید

پتھر ہے مگر برف کے گالوں کی طرح ہے
 وہ شخص اندھیروں میں اجالوں کی طرح ہے
 الجھا ہوا ایسا کہ کبھی کھل نہ وہ پائے
 سلجھا ہوا ایسا کہ مثالوں کی طرح ہے

تیس نہیں کر کے شکر ہانت رہا تھا۔ "میں کرتی ہوں نہیں
 "لوں لوں شخصاً..... طوائی ہوں پیاسے....." ایک جھکے
 سے کاشفہ نے دروازہ کھولا۔ میوزک کا ریڈ ان کے کان
 کے پردے پھاڑ دینے کو کافی تھا۔
 "ابھلارے نیناں تھارے ہستی مستی رنگ
 اتارے....."

میل پریم کملی کیتنم ہمیم ہمیم ناچوں چہ
 چو بارے.....
 "میں نچھاتی ہوں تمہیں چوہدوں پر..... بے
 غیرتوں..... مال اتنی گرمی میں باہر کھڑی گیٹ پیٹ پیٹ
 بے حال ہوئی اور ان دنوں پر نہیں ہلاتے میل پریم کے
 رنگ چڑھے ہیں۔" ان کی غصے سے کھنٹی آواز پر تمام
 لڑکیاں کرنٹ کھا کر کھیں کھیں کسی کی آنکھیں پھٹ پڑیں
 کون ہونٹ دانتوں میں دبائے کھینٹی بنی کھڑی تھی۔
 بھورے گھٹھریا لے ہالوں کی الجھی پوئی دھلا صاف ستھرا
 چہرہ سفید سچ موتیوں کی لڑی میں جکڑے ہارنجی بھرے
 بھرے ہونٹ اور کانچ جیسی شگاف آنکھوں میں اترتی
 شرمندگی اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ جیکبسن کے ساتھ ہارانی سپید
 گلے یوں کیسے یک لخت نیچے کرے آخر پورے چندال کی
 جان نی درمیان میں بھوم رہی تھی۔ عام حالات ہوتے تو
 شاید اس قدر شرمندگی نہ ہوتی لیکن اس وقت ای کے پیچھے
 کھنٹی کھڑا تھا۔ اس کے ہونٹ سختی سے بند تھے مگر اس کی
 آنکھوں اور رخساروں پر تسخیرانہ مسکراہٹ ناچ رہی تھی۔
 ان کی ہونٹوں والی عزت افزائی پر تھی مگر کھنٹی کھڑا تھا۔

"شکر و ہزارے شکر و ہزارے.....
 مورا یا موسے طن تو ہے.....
 کھڑ کھڑا ہی دوہا کا ہی چان بھوے چند ہی ہی
 لوں لوں شخصارے اتنی لوں لوں شخصارے مورا پیا
 موسے طن تو ہے....." گرمی اور جس سے بے حال کاشفہ نے
 آہنی گیٹ توڑ دینے کی حد تک چپا۔ پھر کھنٹی کی یاد پانی پر
 پرس سے انٹرنل لاک کی چوٹی نکالی اور انہماکی پریشانی میں
 اندر قدم رکھا۔ چند لمحوں میں وہ تمام باتھتھات دماغ میں محوم
 گئے جنکے دن بخیرات کی ذہنت بنتے تھے۔
 "شادی کے عین قریب گھر میں ڈاکہ لگتی رہی سب
 لے گئے گھر میں پانی کے بہانے سے خواتین میں نہیں۔
 گھر والوں کو ہراساں کر کے ایک کمرے میں بند کیا اور
 تمام چیز کے ساتھ فرار دونوں وہاڑے شادی کے گھر میں
 ڈاکہ زنی مزاحمت پر ال خانہ پر قازنگ قلعے ماتم کدو میں
 بدل گئے اور جانے کیا کیا انہیں دہلا رہا تھا۔ غلبت میں وہاڑ
 سے گیٹ کھولا۔ دو دو پیار پر کھنٹی کھڑی من پرز لے لی تھی
 کیفیت پیدا کرتی نشے میں چور شعلی آواز تیز میوزک نے
 ان کا استقبال کیا۔ پھر تو مانو ان کا دماغ محوم گیا۔ ایک تو
 گرمی اور مہنگائی نے دماغ بھر کر نکھار کھا تھا اور پورے
 قیامت خیز میوزک۔

"آنے والا دروازہ پیٹ پیٹ دم توڑ دے ان بے
 غیرتوں کی بلا سے....." انہوں نے بڑھاتے ہوئے
 سارے شہر پر لاکھوں کے ہینڈ بیل پر پٹے اور تیز کی سے بند
 ہزاروں کی جانب بڑھیں جہاں سے ساؤنڈ کسم ہر چیز

دریچہ نے اسے کہا جانے والی نگاہوں سے گھبرا اور دھنپہ
دست کرتی ایک جانب ہو گئی۔

”کوہ تم.....“ کھلے اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔ ”بازار
ساتھ چلتے ہوئے تو لاہور کی تیاری یاد آگئی تھی اب کیا
یونیورسٹی والے واپس دیکھانے پر زین لوسی جاری کرنے
ہیں۔ یہ تیاری کرنی تھی گھر رہ کر.....“ انہیں اس کی پسند کی
شاہجگ اس کے بغیر کرنی پڑی تھی۔ اسے سنا چے دیکھ کر ان
کا غصہ حق بجانب تھا۔ ”شکر نہیں آئی دو دفعے رو گئے شادی
میں اور یہ محترمہ سچے ہاروں پر چڑھ کر شکر گزارے کا سوچا رہی
ہے یہ سوچ گئی بے حیائی کی۔“ درجی اس وقت برداشت کی
انتہا پر تھی حالانکہ وہ چپ کر کے سن لینے والی لڑکیوں میں
سے قطعاً نہیں تھی۔ اپنی صفائی میں جو بین پڑے منہ پر کبہ
دینے والی صاف گوئی لیکن اس وقت جانے کس لحاظ سے
اسے روکے رکھا۔ باریقی ہونٹ چلتی بھرنی آنکھوں سے
صرف ای کو دیکھ رہی تھی اس کی نگاہیں ہر آنکھوں سے
لگاؤ فرات آگے بڑھا یا۔

”کوہو آئی.....“ آپ خواتین ہی غصہ کر رہی ہیں
کر لینے دیں انہیں سوچ مستی شادی میں صرف وہ ہنستے
تورہ گئے ہیں پھر یہی میری پیاری بی بی بھالی مہارانی بنے
کے خواب دیکھ رہی ہیں بہت جلد نوکرنی میں بدل
جائیں گی۔“

”کیا مطلب ہے تمہارا.....“ نوکرنی بھی تیشہ وہ
بھی شچی کے منہ سے اس کے لیے قابل برداشت نہیں تھا۔
شکر ہے اس نے آستین چڑھاتے لہجہ بدلہ تھا کوئی چیز اٹھا
کر اسے ٹھونک نہیں دی۔ کانپنے کی گھر کی سے اس کی
آستین نیچے ہوتی گروہ بڑ بڑا رہی تھی۔

”بعد میں پوچھوں گی تمہیں تو میں.....“
”ہاں.....“ ہاں بالکل.....“ اس نے ٹلک شکاف
قبضہ لگایا۔ ”بعد میں تو بلدیہ پر اس نوکرنی کا راج
ہوگا۔ وہ پھنسی کرے گی تو سارا شہر کانوں کو بیکہ ناک و
باجمہ لگائے گا۔“

”شچی کے بچے.....“

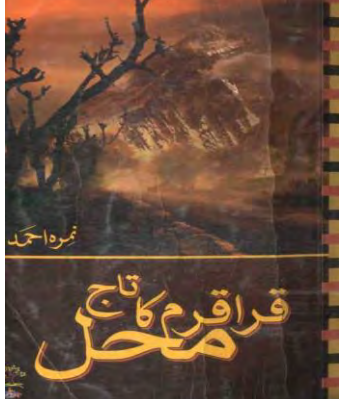
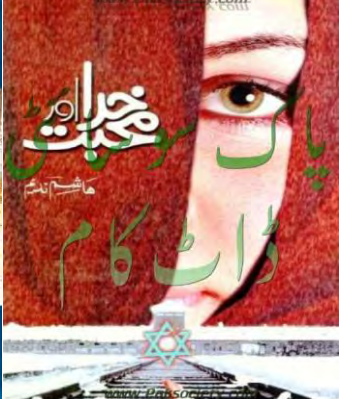
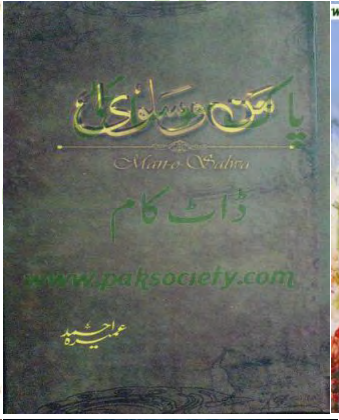
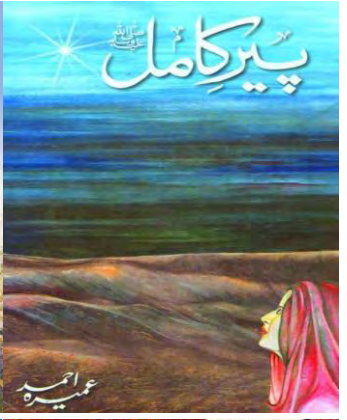
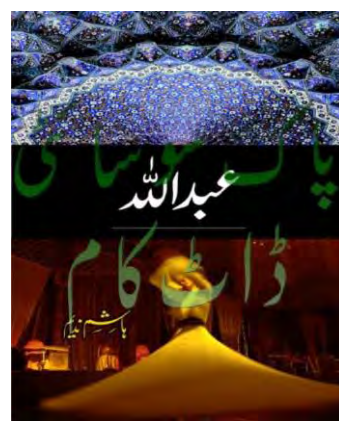
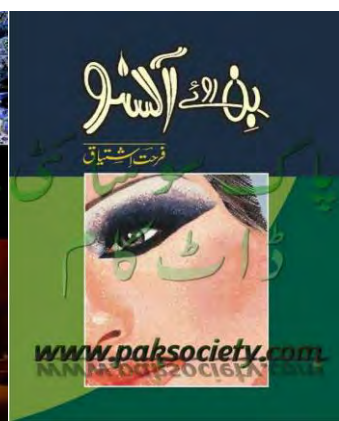
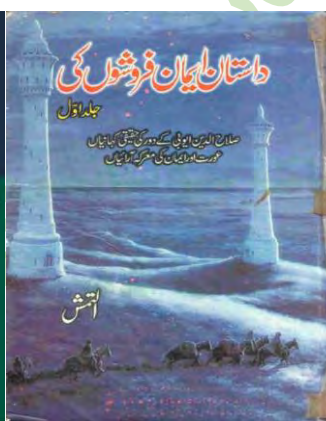
”اچھا..... اچھا اب بس کرو۔“ کھلے نے
نشست سنبھالنے ہوئے کہا۔ ”مجھے پانی پلاؤ۔ اس
قدر گرمی اور پر سے بھگائی اور پھر تمہاری بی بی دماغ
خراب کر دیا ہے میرا۔“

”مائی ڈیر آئی.....“ آپ بھی کچھ دیر میڈیک سن لیں
ریٹیکس ہو جائیں گی۔“ وہ لن کے قریب ہی بیٹھ گیا اور
باقاعدہ کندھے ہانے لگا۔ چھوٹی ملیج دونوں کے لیے پانی
لے آئی تھی شکر یہ کے ساتھ دونوں نے گلاس لیے۔ درجی
اور اس کی سہیلیاں موقع دیکھ کر کمرے سے باہر نکل گئیں۔
وہ بہت اطمینان سے بیٹھا تھا جیسے اپنے گھر جانے کا قطعاً
امداد نہ ہو۔ اس گھر میں ہمیشہ سے اس کا بہت دل لگتا تھا۔
خانہ بانٹ کھٹ سی درجی اور اس سے چھوٹی دونوں بیٹیوں
سے اس کی خوب ہنسی تھی۔ وہ چاروں ہی ہم حراج تھے اب
آج کل تو شادی کا خوب سامان تھا۔ تین بیٹیں تیار رہیں
اور پڑوس ستانی سہیلیوں کو بلا کر بھی ڈھولک دھک تین ہار
کبھی سروٹو سسٹم اور ایسے سر لگاتیں کہ تان سین کو لوگ
بھول جائیں اور وہاں اپنے گھر میں ہمیشہ کی خاموشی تھی۔

دو ہی بھائی تھے، بڑا صحیح اپنے نام کی طرح فصاحت
و بلاغت کا شیخ اپنے کام سے اس قدر دیانت داری مجال کہ
ایک دو دن چھٹی کر لے اور کوئی ڈھولک پارٹی اپنے گھر
بگ رکھ لے پر..... سنی انیہ کھل گھر پلہ خاتون ان کی دنیا
صرف ماسی کے پلڑے میں گھومتی تھی۔ یہاں کی جھاڑ
پونچھ وہاں کی صفائی اس کی دھولائی لگتا تھا وہ دنیا میں
صرف گھر کو سجانے سنوانے کے لیے آتیں ہیں یا شاید
صفائی پر ورنڈا اجاڑ لینے کا جنون تھا اور اپنے اس چھوٹے
سہوت سنی کے ساتھ ان کی صرف چند منٹ ہی ہنسی تھی۔
عائبا وہ گھر بھر کا سب سے کام چڑھنٹو سب ترین فرد تھا
بر طرف پھیلاؤ کا شہ نہاڑ پھیلا کر رکھنے والا فصیح اس کی
چیزیں سنبھالی سنبھال کر رکھتا اس کی بھری کتابیں استعمال
کی اشیاء ایک میں رکھتے ہوئے اکثر بچتا تھا۔

”گنن یا اب تم بڑے ہو گئے ہو کچھ بیچیدگی لاؤ حراج
میں اور نہ تمہاری بیٹی تو یار تمہاری چیزیں اٹھا لیا کر مارا

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-



کر سکی۔۔۔۔۔

"پہلی بات تو یہ ہے فصیح صاحب۔۔۔۔۔" وہ کھن گود میں دبائے ڈھٹائی کے تمامہ ریکارڈ توڑتے ہنسنے لگا۔ "میں ایسی شیطانی ہی لاؤں گا نہیں جسے ہمارے اماں کی طرح چیزیں سنبھال سنبھال کر لائیکس بنانے کا جنون ہو۔۔۔۔۔ اور دوسرا میں آپ کی مزید تنگ کر رہا ہوں۔"

"کیا مطلب؟" اسے اچھنچا ہوا۔

"مطلب یہ کہ مستقبل قریب میں جو آپ کی ہم سفر بننے والی ہیں انہیں مجھ سے زیادہ چیزیں بھیرنے کی عادت ہے۔۔۔۔۔ چلو شہلاش میری یہ شرٹ بھاڑ کر لہاری میں دنگ کرو۔۔۔۔۔ نہ زیادہ بڑبڑ نہ کرو۔" وہ اپنے ایک اور کام کا حکم صادر کر کے باہر نکل گیا اور فصیح نے حقیقتاً کھلے دل سے اس کے سچیدہ ہونے کی دعا کی۔ مسلمان علی جب سے ریٹائر ہوئے تھے چھبیس گھنٹوں میں سے سولہ گھنٹے اپنی اسٹڈی میں پائے جاتے دل لوب جاتا تو ہوا خودی کے لیے اپنے قریبی دوست کی طرف ہوتے یا پھر کھانا اور سونا اس طرح کی سچیدہ اور بارعب شہلی کافروں ہونے کے باوجود بھی میں نام کی سچیدگی نہیں تھی۔ وہ چند گھنٹوں میں اپنے گھر سے ویزا ہو جاتا تھا۔ مگر دوستوں کے ساتھ پارٹیز بھی تفریحی ٹرپ آج کل فصیح کی شاہی کی وجہ سے تھی آیتوینی مل گئی تھی۔ آئی کو شاپنگ پر لے جانے کے بہانے بہت سا وقت ان کے گھر گزار لیتا اور پھر گھر جا کر ساری داستان امیر حمزہ فصیح اور اماں کے گوش گزار کرتا۔



مسلمان علی اور احمد نسیاء نہ صرف فرسٹ کزنز تھے بلکہ پینک میں کوئیگ اور بہترین دوست بھی تھے۔ مسلمان علی کے دو بیٹے تھے فصیح علی اور سچی علی۔ فصیح علی کو ایم اے سوشیالوجی کے بعد میونسپلٹی میں سب ڈائریکٹری کی جاب مل گئی تھی۔ ایک قابل ترین ایمان دلہا فیسر تھی ایم بی اے کے بعد میڈیسن کی بی بی شکیلہ بی بی میں جاب کر رہا تھا احمد ضیاء کی تمنا بنیاں تھیں اور محمد یحییٰ۔ دونوں چھوٹی بہن تھیں کراچی یونیورسٹی میں گریجویٹیشن کی سب سے بڑی تھیں مگر

درجہ شریعتی میں آتا رہا۔ سارا ٹھکانہ ذہن رکھتی تھی۔ اسے سائنس پابزنس ایجوکیشن میں قطعاً دلچسپی نہیں تھی۔ فنون لطیفہ کا اس پر بھوت سوار تھا۔ کراچی سے ایف اے کرنے کے بعد اس نے لاہور اپنے نھیال جانے کی سبب اعتباراً ضد کی تھی۔ نیشنل کالج آف آرٹس میں پڑھنا اس کی بہت سی خواہشات میں سے ایک تھی۔ احمد ضیاء لڑکی کے ساتھ اور پڑھنے کے حق میں قطعاً نہیں تھے لیکن اس نے ضداوتی کی حمایت سے وہاں اپنے میٹرن لیا تھا۔ مانو نے ہی اہا سے کہا تھا۔

"احمد تم کس دنیا میں رہتے ہو بیٹا آج کل لڑکیاں بیرون ملک پڑھنے جا رہی ہیں اور تم اپنے ہی ملک میں پابندی لگائے بیٹھے ہو۔"

"اماں جی وہ لڑکیاں بھی سچیدہ مزاج ہوتی ہیں آپ جانتی تو ہیں درجہ کی عادت کو۔۔۔۔۔ ایک جگہ تک کر بیٹھے نہیں سکتی ہر کسی سے دوستی گانٹھ سکتی ہے پھر ہاش میں کسی لڑکیاں ملیں۔"

"یہ کیا بات کر رہی تم نے احمد نسیاء۔۔۔۔۔" مانو نے تعجب سے انہیں دیکھا۔ "اپنی مائی کے ہوتے وہ کیوں ہو شلوں میں رہنے لگی۔" اور پھر انہوں نے ابا کو قائل کر ہی لیا جس طرح ہر بابائی ملاؤنی لو اسی کی ضد پر بیٹھاری بن جاتی تھیں ان بار تو ضد بھی اپنے پاس بلائے تھی آخر انہیں منوا کر انہیں۔ یوں وہ بچا احمد لاہور چلی گئی۔ وہ کراچی یا تو چھٹیوں میں آئی یا کوئی خاص بنگالی صورت حال میں اور تب ہی مسلمان علی کی پہلی سے ملاقات لازمی ہوتی اور فصیح اس سے ہمیشہ ایک ہی شکوہ کرتا تھا۔

"تم نے اتنی دوراؤ میٹرن لے کر اچھا نہیں کیا۔۔۔۔۔ میں تو ان قاصلوں کو بچے کانتے ہی قسم ہو جاؤں گا۔"

"تمہیں کس نے کہا ہے کراچی ٹو لاہور روز کا ٹھیک لینے یا سیرینج کروانے کو میں نے بائے لیسٹر سفر کرنا ہے۔" اس کے تجاؤں حارقاتہ پر وہ اسے گہری لگا ہوں سے تکتا رو جاتا تھا۔ ان دنوں ٹیکسٹ کے مراسم نے اولادوں میں بے حد بے تکلفی پیدا کر دی تھی۔ وقت کی بے باک کام کر ڈوں نے یہ سب لفظی محبت میں بدل دی۔ سچیدہ تم محبت اپنے کام

غزلی اور شوقی ادب کی منتخب کہیں اور



شاعری اور شوقی ادب کی منتخب کہیں اور

شاعری اور شوقی ادب

غزلی اور شوقی ادب کی منتخب کہیں اور

شاعری اور شوقی ادب

غزلی اور شوقی ادب کی منتخب کہیں اور

غزلی اور شوقی ادب کی منتخب کہیں اور

غزلی اور شوقی ادب کی منتخب کہیں اور

021-35620771

100018201212

2016

سے کام پر کھنڈے والے فصیح علی کے دل میں کب شوخ چٹپٹوں کا مٹی ہی اور بچہ احمد براجمان ہوئی اسے شاید خود بھی نہیں پتا تھا اس کے لاہور ایڈیشن لینے پر دل کی بہت قریب رگ میں چٹنگی آن محسوس ہوئی تھی۔ ٹوٹنے پر دل کی جھڑکن بے لگام ہوتے ساتھ پھونڈنے لگیں۔ اس کا ماں باپ کے ساتھ خاص رواداری رشتہ نہیں تھا کہ کسی لحاظ کے تحت کوئی بات شیئر نہ کرتا اس نے مرطاطا اظہار دونوں سے لیا تھا۔

”دنیا میں والدین اور بہن بھائی ہی ہوتے ہیں جو ایک اکائی کی مانند ہوتے ہیں اور مجھے اپنے بیٹے پر فخر ہے اس نے ہمیں ایک اکائی کی صورت سمجھتے ہوئے اکتا دیا۔“ سلمان علی اس کے شانے پر ہاتھ رکھے مان بھرے نماز میں بولے اور وہ دھیمسا سا مسکرا کر رہ گیا۔ لان میں گلے پام کے اونچے درختوں پر پھلوں کے جوڑوں نے کئی گھونسلے بنا رکھے تھے۔ سبک رفتاری سے چھٹی مسکور ہوا سے ان کے گھونسلے فرحت آگئیں ہو جاتے ان کے سروں کی میٹھی لے دلوں کے موسم کی شادابی پر مجھوم کر لٹھائیں نماز بھرتی تھی۔

دلوں کے موسم بہت رابطے میں رہتے ہیں۔ نئی کام کا کوئی سسٹم اتنا برقی رفتار نہیں ہوتا جتنا ایک بچے دل سے جھڑکتی جاہت دوسرے کے دل کی دھک دھک نہ بن جائے۔ لڑکیاں ویسے ہی ان مصالحت سے ناقابل فہم حد تک آگے ہوتی ہیں۔ صبح نے اس سے نہ تو کوئی اظہار محبت کیا تھا نہ گہری نگاہوں کی ادھی تپش سے دیکھا تھا۔ بلکہ ہی معمول کا انداز تھا بات چیت میں وہی قاصد اور رکھ رکھاؤ لیکن پھر بھی ریح کی ہلکوں پر صبح تا دم کے ستارے ٹھنڈانے لگے اس کا نام سنتے ہی مسکراتے جگنو پانی باگھ میں بیرا کرتے محسوس ہوتے۔

سرد موسم کی اتنی شام ماحول میں سرمئی سا زہمیر رہی تھی۔ سمنان علی اور لہندہ اپنے دونوں بیٹوں کے ساتھ خاصے اہتمام کے ساتھ آئے تھے وہ اکثر ہی شام میں آجاتے تھے لیکن آج ان کی آمد میں کچھ غیر معمولی پن تھا۔ بہت سا فریٹ، مشائی اور پھول دھیر دھیر بھرا رہے۔

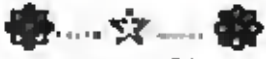
سے ان کا ہاتھ دبا یا۔" بھلے میری اپنی کوئی جی نہیں لیکن وہ میرے بیٹے کی پسند ہے اور بیٹے مجھے اپنی جان سے زیادہ پیارے ہیں اس کی پسند کو تو میں سینے سے لگا کر رکھوں گی۔"

"بالکل ایچہ بہن۔" کاظمہ کی آواز قدرے بھراٹی۔
"لیکن اتنا بڑا فیصلہ کرنے کے لیے ہمیں کچھ سوچنے کا موقع تو دو۔"

"آپ جتنا مرضی وقت لیں..... ہمیں کوئی جلدی نہیں۔" سلمان علی زئی سے بولے۔ "بس فیصلہ ہمارے حق میں ہونا چاہیے۔" اسی سوچ بھرا میں وہ مختصر مدد سب کو بھولی رہیں۔ سچ ہی بلا ہونے سے آئی تھی اور وہی جان کر سو رہی تھی جب آوازوں پر کسمپائی تو سیدھی ابھر ہی آئی اور اب باہی باری سب کو ہونٹوں کی طرح دیکھ رہی تھی۔ کاظمہ نے اسے فریقا کہ حیدر دست کر کے آئے لیکن یہ فوراً اٹھیں اور اپنے ساتھ لگا لیا۔

"ہمیں اس کی سادگی ہی تو پسند ہے۔" ابھی ابھی ہونٹ کا تھی درجہ کن اکھوں سے دیکھتے صحیح کے دل میں کہیں اندر تک بہتی جا رہی تھی۔ ایچہ نے اسے اپنے ساتھ نبھالیا تھا۔ تھی جسے زیادہ دیر چہد ہنے سے اپنے گنگ ہونے کا گمان گزرتا تھا ماں کے کان میں سر گونگی کرنے لگا۔

"بڑا سیدھا سمجھتی ہیں اپنے کیو بیٹے کو..... لڑکی دیکھو جن کر پسند کی ہے۔" کچھ کچھ اور کچھ کواندازہ ہو چلا تھا کچھ اس کے اندر بہت سی گھنٹیاں یک تخت بچنے لگیں وہ حریر سرخ ہوتی جا رہی تھی۔



ضیاء احمد نے سلمان علی کی خواہش کا دل سے احترام کیا تھا چند دن بعد وہ اپنی دونوں چھوٹی بیٹیوں اور بیوی کے ساتھ جا کر رضامندی دے آئے تھے۔ پام کے ہرختوں پر ایک نئے جوزے نے پھر سے نیا گھنسلہ بنالیا تھا۔ فضا میں اٹھنے والی غیر معمولی ہوا نوراً بھانپ لیتے اور سر بدل کر چلنے لگتی تھی۔ باقی جوزے بھی ان کے گرد منڈلانے

ڈرائنگ روم سے آتی ان سب کی ملی ملی آوازوں میں خوشی کا رس ٹپک رہا تھا۔ درجہ تب ہی پچھ سے بیدار ہوئی اور آوازوں پر سیدھی ابھر ہی آئی تھی۔ سیاہ بڑی بڑی آنکھوں میں نیند کے تیرتے گلانی ذرے گوری رنگت دیکھتے رخساروں کی لالی ہونٹ کا کوندہ ہاتے آنکھیں چھوٹی کیسے وہ سب کو حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ غالباً اس کے تانے پر یک لخت سب خاموش ہوئے اور چروں پر ذومعنی ٹسکراہٹ تھی اس کی ابھی بھولتی ہوئی سے نکلے ہاں اور نماز وہ حالت کو دیکھ کر کاظمہ نے اپنی غسل پر ماتم کیا تھا۔

"آئے ہئے۔ اس تھکے کو تو جگا دیتی اتنے خاص موقع پر یونہی سر جھانسنے پہاڑ اٹھ کر آئی۔" مدیحہ علی کو بھی ای کا کھنوا سنتے ہی ہوش آیا تھا۔ غالباً جب وہ لوگ یوں اٹھا تک اور خوب اہتمام سے آئے موجود افراد سب چونک گئے تھے۔ مدیحہ کا خیال تھا یقیناً انگل نے اپنے بیٹوں کی کتیا بات طے کر دی ہے شاید ہی بتائے آئے ہیں۔

"گدمی۔" نیند نے اسے شہکار دیا۔
"اگر صرف بتانے آتے تو مٹھائی کا ایک ڈبہ لے آتے زیادہ ہی خوش تھی تو تو کمال تے لیکن لڑکی مالوں کے گھر سے یا سامان کم از کم سارا لانا کھالے۔"

"ہو سکتا ہے بیٹوں کی پر موش ہوئی ہو۔" مدیحہ نے پھر سے مائے دی۔ "لھکنہ ٹھک بھی تو نہ کھجان کی۔"

"پر موش.....!" اس نے تعجب سے اسے گھرا۔
"کیا اپا نے سفارش کی تھی جو اتنی رشوت لے کر آگئے..... کوئی اور معاملہ ہے..... اس معاملے کی تہ تک پہنچنے کے لیے ہی وہ دونوں ڈرائنگ روم سے کھسکی تھک نہیں تھیں بلکہ ایچہ کے دائیں بائیں بیٹھ گئیں تاکہ اماں اشارے کٹانے سے اٹھائیں بھی نہ..... متحرک احمد علی اور کاظمہ بھی تھے اور اسی لیے اہم شخصیت کو جگانے کا خیال تک نہ آیا اور جب احمد ضیاء کے سامنے سلمان علی نے دست موائل پھیلا یا تو مالوں سب ششدر رہ گئے۔ کاظمہ تو جیسے سانس لینا بھول گئی تھی۔

"دیکھو کاظمہ بہن....." ایچہ نے مان بھرت ہاتھ

گلتے۔ شور مچاتے بلبلوں کے جھنڈ کو ضیاء احمد گھاس وٹھوسا دیکھتے ہوئے استعجاب سے مسکرائے تھے۔

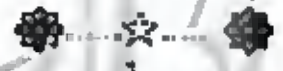
”انہیں کیا ہو گیا بہت شور مچا رہے ہیں۔“

”انگل جی بڑوں سے سنا ہے کچھ خفرت کی بوجھل دی سوگھ نیٹے ہیں۔ یقیناً فصیح صاحب کے پاس انکھار ہمدردی کے لیے آتا چاہ رہے ہوں گے۔ بہت پھر لیے میں آوارہ گردی کرتے اب پھری تھانے والے ہو۔“ فصیح کچھ دیر پہلے ہی آفس سے آیا تھا اور اس کے لینے آنے کے سبب ہی اسے دیکھتے ہوئے کہہ گیا۔ اس نے ہمیشہ کی طرح مسکرا کر بھائی کی بات کو برا مگر بھلا نہ ہاتھ جوڑتے ہوئے قدر سے اٹھا چکا تھا۔

”خدا کے واسطے سچی..... اگر تمہیں بڑھنگ کی بات کرنا نہیں آتی تو چپ رہا کرو۔“

”کیا ہو گیا بھئی۔“ کاشف کی ہمدردی پر اس کی گردن بھر سے تلخ تھی۔ ”ایک بھئی تو رشتی ہے آپ کے گھر کی۔“

”تو اور کیا دوسرے نے تو گوتے کا نرکھا رکھا ہے۔“ اس کی اور کچی بڑبڑاہٹ پر سب کا مسکراہٹ چھپانا ناگزیر تھا۔



سردیوں کی سنسان دولت کافروں ہر چیز پر طاری تھا۔ مزید بادلوں کی من گرج نے ہولناکی بڑھا رہی تھی۔ وہ آج خلاف معمول جلدی گھرا گیا تھا اپنے معمول کے کاموں کے بعد خاموشی سے بیٹھ پر ایسے لیتا تھا دونوں ہاتھوں کی انگلیں آپس میں پھنسائے سر کے نیچے رکھے مسلسل جھمت تک رہا تھا اس کے چہرے پر خاصی گہری مسکراہٹ تھی۔ سامنے والے بیڈ پر تکی کانوں میں ونڈ فری لگائے اسے پسندیدہ ہر ایک سننے میں مصروف تھا ان کا ایک پاؤں مسلسل بل رہا جیسے ہی گانے میں بریک آیا اس نے کروت بدلی۔ نگاہ کھینچ پر گئی۔ اس کے سنجیدہ چہرے پر مسکراہٹ کا باران تھا کئی کئی دن سے اسے ہونے لگا تھا اس کے مزاج میں خوشیوں کی تہذیبی تھی روز سے روز گھسیں کہہ رہا تھا۔

اس وقت خاموش رہنا ان کے لیے ناگزیر ہو گیا تھا۔ ”کیا ہو گیا میرے بڑھے حراج بھائی کو ہر وقت تو تمہے پیسٹ کا اشتہار دے رہے ہو کیا دانتوں کی صفائی بھی میڈیسیٹی کے اندر آگئی ہے۔“ کاشف نے ایک نگاہ اس کی جانب دیکھا پھر مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی۔ کاشف نے بھی مزید کریدنے کی کوشش نہیں کی۔ غالباً دونوں کیمینو میں شروع سے بے تکلفی تھی۔ ان دونوں کی بات چلنے کرنے کے بعد کاشف کے چکر میں پڑنے کے بجائے ڈائریکٹ نکاح کی رسم ادا کی گئی تھی اور شادی درجہ کابل ایس اسپاٹ ہونے کے بعد طے کی گئی تھی۔ نکاح کے بعد تعلق کو خاص منضوبی مل گئی اسی لیے وہ اب آرام سے مدیج کی بات کاشف سے شیئر کر لیتا تھا۔ اس وقت بھی کاشف کو خاموش رہا پھر بچھے ہونٹ واہوئے۔

”کاشف.....“

”اہل.....“

”تمہیں درجہ میسی گتی ہے۔“

”ایک دم جو کر.....“ بے تکتے جواب دینے والے کاشف سے وہ اس سے پوچھا کہ کیا تو حق رکھتا اس نے خلیفہ کی گھوری دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہاں سیریس پار۔“

”مجھ سے کیا پوچھ رہے ہو۔ تمہاری مشکوچ ہے تمہاؤں۔“ اس کے بھرے رخساروں پر مسکراہٹ پنک ر کھیں گئی۔ وہ جھمت پر غیر مرنی چیز ڈھونڈتے جھیلے لہجے میں بولا۔

”پار یہ احد لڑکی ہے جس نے مجھے اچھا خاصا ڈسٹرب کر رکھا ہے کاشف مجھے ایسے لگتا ہے ہمارے گھر میں صرف اسی کی ہی ہو۔ اور.....“ کاشف کے مزید کچھ کہنے سے پہلے وہ بات کاٹ کر بولا۔

”کیوں ڈیکوریشن میسی گتی ہے؟ قانون کے ساتھ لگانے کا انداز تو نہیں کہیں۔“ کاشف اس کی نظروں کے حوالے سے حراج میں حراجی جھمت دیکھ کر کھینچا اور وہ کندھے کے ہاتھ سے بید کرنا ان کی جانب قدر سے لا پڑا ہوتے زہت

کر جلا۔

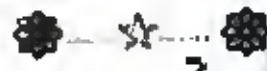
"یار پلیز" کبھی تو سیر نہیں ہو جایا کرنا کوئی بات تو سن لیا کر۔"

دیکھتے ہوئے ایسے مسکرائیں جیسے انہیں یقین تھا یہ ممنوع ابھی بدلا نہیں ہوگا۔

"کیوں گرمی میں شادیاں نہیں ہوتیں۔"

"نہیں..... گرمیوں میں چھنپیاں ہوتیں ہیں۔" واضح کیا بات پر حق بنا کسی کو دیکھتے کہہ بولا تھا۔ "بھول گئے کچھنپ میں تین۔ دوئی چھنپوں۔ ہوا کرنی تھیں اپلو شادیاں چھنپوں کا کام کرنا شادی بعد میں۔" ایقہ نے پہلا سے گھر کا پھر کینز سے چائے کی ٹرسے پڑی اور سب کے لیے چائے تیار کرنے لگیں۔ سفات کے بعد دہرا آپ فصیح کے آگے گھر کھا اور نرمی سے بولیں۔

"خدا کے لیے نصی بھائی جان۔" اس نے دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے اپنے سن فون کو کچھ دیر کے لیے اسٹاپ کیا۔ "میں یہ روز روز کے در بھنا سے ٹکاتا گیا ہوں صاف لفظوں میں آپ یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ وہ جلد از جلد ہمارے گھر آ جائے تو یار لہاں ہا سے کہو..... میں تمہارے کیا کر سکتا ہوں۔" اس نے دوسری جانب کمرے کی اور اپنا ٹریک پھر سے آن کر لیا۔ فصیح نے پھیکا سا مسکرا کر رخ بدل لیا اس کی آنکھوں میں وہ بھنائی نئے ویپ جل گئے تھے۔



موسم بہار کی آمد آہ تھی۔ سبز چوں پر پینی ڈونڈیوں والے پھول فضا کو مستل کرنے میں مشغول تھے رنگارنگ تھکیاں بھنورے سن پر منڈ لاتے انہیں خراج دیتے تھے۔ ڈھلتی دھوپ میں مست ہوا کا جھونکا سب کے لیے سرد بخش تھا یہاں تک کہ بالبلیں اپنے گھونسلوں سے نکل کر کئی شاخوں کو پیگ بنائے جھولنے لگتا جاتیں۔ سرنگا میں ماحول میں کئی سا زندے جاگ جاتے۔ ان بحر انگیز لہروں میں نرم رخ چائے جسم کو مطلوب تھی۔ ایقہ کینز کو چائے اور کچھ لوازمات تیار کرنے کا کہہ کر ان سب کے بیچ لان میں آ بیٹھی۔ سلمان فصیح آئے سامنے بید کی کرسیوں پر بیٹھے تھے ان کے برابر ہی کئی اپنا لیپ ٹاپ گھنٹوں پر رکھے تیز تیز انگلیاں اس کے کی بورڈ پر چاٹا پھرتا ہر نامسا مسروف بکھائی دے رہا تھا لیکن وہ کچھ اس طرح کا بندہ تھا کہ بیک وقت کئی کام کر لیتا تھا۔ اس وقت اسے آفس کا کام بنانا ہوتا۔ ہاپ بھائی کی گفتگو میں اپنی گھنٹوں کے مطابق وہ انداز ہی کر رہا تھا۔ سلمان بن علی ایقہ کے بیٹھے ہی انہیں دیکھتے ہوئے بندے تھے۔

"فصیح ابھی دو ماہ پہلے تو تمہارا نکاح ہوا ہے اب ایک لخت انہیں شادی کا کہہ دینا۔ کاشفہ بیچاری کیسے اتنی جلد ہی تیاری کرے گی۔ لڑکی والوں کی تیاری بہت زیادہ ہوتی ہے بنا۔"

"تو امی آپ ان سے کہہ دینا ہمیں کچھ نہیں چاہیے۔ سب کچھ تو سے ہمارے گھر میں۔" فصیح کے سادہ سے جواب پر کئی زبان گدگدانے لگی اس نے "Thank you" کہتے ہوئے لیپ ٹاپ پر ہاتھ مار کر بند کیا اور مسکرایا۔

"امی آپ انکل سے کہیں اس کے ہاتھ پر نکت لگا میں اور ہمارے گھر ارسال کر دیں کسی پیاری لکے گی اسٹیپ دینی اور بچہ میم۔" اس کی بات سنی نے نہیں سنی۔ ایقہ مسلسل فصیح کو سمجھانے میں لگی رہی۔

"بہن لا کھا لگا کر تے رہیں مگر لڑکی کے ماں باپ کبھی بیٹی کو مانی ہاتھ تو رخصت نہیں کرتے بیٹے۔ پھر تمہارے ہنگل کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں رہتی۔ بیٹا ان کا ہے میں دونوں تھوٹی والی کا کچھ بھی جانی ہیں اور وہ بھاس نے بچہ ز کے لیے لاہور چلے جانا ہے۔ ایسے میں کاشفہ بیچاری تو چہرا کر رہ جائے گی گھر دیکھنے کی یا تیاری کرے گی اور پھر مجھے بھی تو تیاری کے لیے وقت چاہئے۔ چند دنوں میں یہ سب کیسے ممکن ہے بنا؟" ایقہ نے رسوائیت سے کہتے ہوئے کہا۔

"اسکی بھی کیا جلدی ہے تمہارے بیٹے کو ابھی تو گرمی آ رہی ہے..... گرمی کے پھر کچھ نہیں کے ساتھ فصیح کو

گلو اپنی پلیٹ میں رکھا۔

"امی یہ تو خواتین کا ایشو ہے تیاری کیسے ہوگی.....؟"
ان نے کرسی کی پشت پر اپنی کمر بھالی۔ "میں اور بھی ہیں
تو آپ کو جتنی شاپنگ کرنی ہے ہم لے جائیں گے
آپ جہاں سے کتھا کی جب کتھا کی میں تیار ہوں۔
کلاسیکی کو بھی لے جاؤں گا۔"

"ہاں..... ہاں بالکل۔" انہوں نے بھی کے قریب
بسکٹوں کی پلیٹ کھسکائی۔ "تم تو نے جاؤ گے اور لوگ کیا
کہیں گے لڑکا سرال والوں کو خود ہی شاپنگ کروا رہا ہے
ویسے بھی تم جانتے ہو تمہارے یکدم نکاح پر پہلے ہی سنی
ہائیں رہی ہیں اب اور موقع مل جائے گا۔"

"کوہو..... ایک تو آپ لوگوں سے ڈرتی بہت ہیں۔"
"تو کیا نڈروں..... جینے دیتے ہیں؟"
"چلیں ایسا کرتے ہیں۔" اس نے ایک ہنس منہ
میں رکھتے ہوئے مشورہ دیا۔ "آپ کو میں شاپنگ کروادوں
پورا نئی کوئی۔" اس نے ایک نظر سنی کو دیکھا وہ پیٹ سے
بسکٹ اٹھا کر اس کی سماعت چیک کر رہا تھا۔

"اب تو ہر چیز ریڈی میڈل بنی ہے مستعدی کوئی
نہیں ہے۔ کیوں سنی....." اس نے حمایت طلب لگاؤ کی پر
اٹھائی وہ اس وقت چائے میں بسکٹ چمکونے میں مصروف
تھا۔ بسکٹ کا آئل نرم ہو کر اندر ہی ڈوب گیا اور اس وقت وہ
ڈوبے بگڑے کے۔ مسکو میٹن پر لگا تھا۔

"نترکتیں وہ کھو اس کی..... یہ کھائے گا تیاری۔" ہیدہ
کے استہزاء یہ کہنے پر سلمان علی نے اسے ٹیک کی ٹوٹ
سے مسکرا کر دیکھا۔ اب وہ دوسرے بسکٹ سے پہلے
بسکٹ کا حلوے نما لمبہ بھونڈ نکالتے میں کامیاب ہوا اور
منہ میں رکھتے ہوئے بھر پور طریقے سے چولا۔

"بالکل..... بالکل جناب میں دل و جان سے
حاضر ہوں..... آپ کہیں تو ابھی جا کر ضیاء انگل سے
کہتا ہوں بندہ ناچیز حاضر ہے چند دن کے نیے اپنی
فرزندگی میں قبول کر لیں۔"
"ہم تو پہلے ہی ہیدہ نے ایک چپت اس کے چھوڑے

شانے پر لگائی۔ "فرزندگی میں ماما کو لیا جاتا ہے۔"
"چلو..... پورے فرزند کہہ لو۔" اسے دوسرا بسکٹ
بھگوتے دیکھ کر سلمان علی مسکرائے۔
"تمہارا یہ بھی ڈوب جائے گا۔"

"ہاں ہمتو ڈوبے ہو وہاں کو کھلانے میں باہر ہیں۔"
"میں کیا بات کر رہا تھا آپ لوگ کہاں بسکٹ لے کر
آ گئے۔" اپنا موضوع خطا ہوا دیکھ کر صبح بڑبڑایا۔
"مائی ڈیئر برادر۔" اس پر وہ چائے کا کپ لہوں سے
لگاتے ہوئے لمحہ بھر کا چسکی لی پھر چولا۔ "مجھے کوئی
اعتراض نہیں ہے آئی کلاؤ کو شاپنگ کروانے میں لیکن
بھیا آپ اپنی ذمہ داری پر جتنی یہ نہ ہوا تاکہ ایک اسٹارٹ
گڈ لکنگ لڑکا دیکھ کر معافہ بگڑ جائے۔" اس نے کپ
پہننے میں رکھا اور اپنی کن پٹی کھانے لگا۔ "جانتے ہوں
اپنی اس حسینہ کو اپنی بل حجاز بدلتی ہے حسینہ ہو سکتی نام پر مگر
سی جائے۔" اس کی اس قدر نامعقول بات پر وہ صرف
سلمان علی نے ملاحتی اعزاز میں گھورا بلکہ ہیدہ نے بھی
انہی خامی سنا لیا۔

"میش اول نول سی کننا کبھی بھیجا بھی استعمال کر لیا
کر دیا پھر صرف یہ ترہیز ہوتا کھو بڑا سزا کے طور پر اٹھائے
پھرتے ہو۔" یقیناً وہ اپنی بات پر گزبوا گیا تھا اور اداغ
پس ہونے کا ثبوت دیا۔
"مائی ڈیئر موم..... شاید آپ کو بچھنے میں غلطی ہوئی
ہے میرا مطلب ہے ان کے گھر میں اور بھی حسین نسو نے
پائے جاتے ہیں اگر ہماری بھنی صاحبہ نے کہہ دیا وہ
اسی لیے ہوا پر نہیں لگیں گی..... بلکہ کوئی چاہدہ بھی وہ بھالی کی
صورت ساتھ ہوتی۔ پھر تو ہوئی ناں عین شادی پر گزیر۔"
ہیدہ نے اسے زور سے ہنسا دیا۔

"نمبر دار اگر اپنی نگاہوں کو ادھر ادھر بھٹکنے دیا۔ مجھے
بھی عزت سے چاروں گزرنے ہیں۔ میں ایک لکھی سے
ایک ہی بھولاؤں گی۔" بگھائی۔ "ان کی سمجھ پر وہ
کرنٹ کھا گیا۔"

"نمبر دار اگر اپنی نگاہوں کو ادھر ادھر بھٹکنے دیا۔ مجھے
بھی عزت سے چاروں گزرنے ہیں۔ میں ایک لکھی سے
ایک ہی بھولاؤں گی۔" بگھائی۔ "ان کی سمجھ پر وہ
کرنٹ کھا گیا۔"
"نمبر دار اگر اپنی نگاہوں کو ادھر ادھر بھٹکنے دیا۔ مجھے
بھی عزت سے چاروں گزرنے ہیں۔ میں ایک لکھی سے
ایک ہی بھولاؤں گی۔" بگھائی۔ "ان کی سمجھ پر وہ
کرنٹ کھا گیا۔"

کے۔" اس نے وی کی صورت دیکھی۔ انگلیوں سے ایک انگلی موزی لبر دوسری شہادت کی انگلی کو پھنی آنکھوں سے دیکھا۔ "لڑکی ایک ہی اتنا تھرا۔" اگر وہ اٹھ کھڑا نہ ہوتا تو قریب تھا میرے سے جو تے لگاتے۔

"ایک دم فنسول انسان ہو تم۔"
"ماؤنٹین سٹریٹ۔"

"گدھا۔" تینوں کے ملاستی جملوں نے اسے پتھر غلط بولیں دینے کا احساس دلا یا تھا اس نے اپنی تجالیت مٹانے کو آہستگی سے "سودی" کہا اور پھر وہاں سے جانے میں عافیت سمجھی، مہربان زیادہ بولنے کی پیاری میں خرید چکنا ٹھٹھ لگے۔



صبح کی مسلسل ایک ہی رت کی بیخ سے جا رہی تھی۔
"پلیز آپ انکل آئی سے بات تو کریں۔" لہجہ اور سلمان علی نے اسی سلسلے میں آخر کار احمد ضیاء سے بات کی۔ ان کے میں خیال کے مطابق انہوں نے کچھ مدد پیش مجبور یوں کا ذکر کیا لیکن سلمان علی زور دیتے رہے یا آخر احمد ضیاء کو وہی بات بتانا پڑی۔ اتنی بڑی خوشی کی خبر لیے چوڑے حلقے کے نالک اور ہلکے پیٹ والے لڑکی کی آنت میں کیسے ساکتی تھی۔ اتفاقاً وہ کل ہی چھینوں پر گھرا آئی ہوئی تھی۔ اسے ایگر حار کے سلسلے میں کچھ میننگز تیار کرنا تھیں کئی تاریخی مقامات کا وزٹ کر کے فیملی اکٹھا کرنا تھا۔ وہ سفر کی تھکاوٹ اتارنے کے لیے ابھی لیٹی ہی تھی کہ فون کا فون کھڑکا۔ ساری تفصیلات اس کے کانوں میں اتر گئیں۔ وہ کب تک رہ گئی۔ اس کے ایگزیزیز قریب تھے ایسے میں بولنا چاہتا تھا۔

"دماغ خراب تو نہیں ہو گیا تمہارے بھائی کا..."
"یہ تو میڈم آپ کی تھریف آوری کے بعد ہی ہوتا چلے گا... خیر فی الحال تو اپنا دانہ پانی سمیٹ لو... وہ اٹھا چاہتا ہے۔"
"گورنمنٹ میں خود بات کروں گی فیصلے سے۔"

ذہنی دوپہر میں ساری ہونٹیں گرم آٹھ ٹھیاں سمٹ گئی تھیں۔ ہوا کے چند جھوٹوں نے ہی موسم کی تپش لپیٹ کر ایک جانب رکھ دی۔ اس نے ہلکی کن اور سیدھی اس کے آفس آئی۔ آفس آوری ختم ہو چکے تھے لیکن وہ حسب عادت اپنے بہت سے کام سمیٹ کر آنے والے دن کے لیے اپنے وزٹ مینٹنز سب ایک فائل پر اپنا کر تنقیدی نگاہ پائی ماندہ کام پڑھیں کر پھر آفس سے لھٹا تھا۔ وہ ایک کم عمر لیکن عدد درجہ فرض شناس آفیسر تھا۔ ان وقت بھی اپنی تمام چیزیں سمیٹ کر ڈرائنگ روم میں لاکھ کیا پھر اپنے لیپ ٹاپ سے جلدی جلدی کوئی ای میل ٹائپ کرنے لگا۔ ان کے روم کا ڈور کھٹاک سے کھٹا۔ اس نے چونکا کر نگاہ اٹھائی۔ پہلے حیرانگی پھر مسکراہٹ رخساروں پر سج کر چہرے کا حسن بین گئی۔ صاف ستھرا اجلا دھلا پانچ چہرہ بڑی بڑی آنکھوں میں ہرٹی جیسا غصہ پورا ان غصے کو دو آتھہ کرتے سرخ ہونٹ۔ وہ عام سے حلقے عام سے لباس میں تھی۔ جیسے کھٹاک سے صاف ہار کھٹا تھا ویسے ہی ہاتھ ماد کر بند بھی کر دیا تھا۔

"تم...؟" وہ کہتی دکھیل کر اسے لانا تھا اور اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اس کے پورے امتحانات سے بیٹھنے پر وہ بھی رو رو بیٹھ گیا۔
"خیریت... کیسے آتا ہوا... لور لور سے کب آئیں؟" اس کے اتنے بھولے لانا جانے بننے پر اس کا غصہ مزید سوا ہو گیا۔ تنہے پہلاتے ہوئے بولی۔
"کیا ہے یہ سب؟" سپیڈرنگ پر غصے کی لالیاں دیکھ کر اس نے ہونٹ کھینچ کر اپنی ہنسی وہائی۔ بیٹھے بیٹھے اپنی ریوا لوگ چیر قدرے آگے ٹھکانی اور وہاں ہار دیکھیں پر بگاتے ہوئے بولا۔

"میرا آفس ہے ہاں۔"
"میں اس ڈربے کی بات نہیں کر رہی۔" اس نے ایک ناقدرانہ نگاہ پورے روم پڑائی۔ اس نے آبرو چڑھا کر جس طرح ناک سمیٹی تھی تیج کے مسکراتے ہونٹ تھیر لے کھنکھنے لگی۔



تھی اس نے اپنی ایکڑ زمین کے لیے بہت کچھ پلان کر رکھا تھا اور اب سب کچھ چوہٹ ہوتا دیکھ کر اس کی پریشانی دیرنی تھی۔

"نوہو یار یہ کون سا اتنا بڑا مسئلہ ہے جلدی جلدی کمپنٹ کر لو اور ایکڑ زمین تمہاری ڈیٹ سے تن چارون پے ختم ہو جائے گی تم باوجود ہی اسٹریٹ ہو رہی ہو۔" شادی کی ڈیٹ اس کے تمام شیڈول کو سامنے رکھ کر ترتیب دی تھی اور اس کی اسی آگئی پر وہ سنہ بھلا کر رہ گئی۔

"کیا کچھ غلط کہہ دیا میں نے۔" اس کے تک چڑھے انداز پر وہ مسکرا گیا۔ "یار تم میری خاطر اتنا بھی نہیں کر سکتیں کیا پتا ہو کہ جلدی سمیٹ لو۔" اس سے پہلے کہ وہ اس کے ہاتھ پکڑ کر سمجھا اس نے نہیں سے اپنے ہاتھ اٹھا کر جھونکی میں رکھ لیے۔

"ظاہر ہے سبکی کرواں گی تم تو بچنے والے نہیں ہو۔۔۔۔۔۔ اور یہ ہے تم سے شادی کرنے سے بڑا کوئی ناسک ہو گا زندگی میں۔" وہ دانت جھاتے ہوئے جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی وہ بھی۔ قاتل اول۔

"کیا نہیں محترمہ؟ آپ کا یہ کمزور نانا کامیاب شوق والی صورت والا بندہ اب حریما آپ کے ہاتھ نہیں رہ سکتا اس کے گھر اور زندگی کو آپ کی ضرورت ہے۔" اس نے اپنی معصوم صورت بنا کر وہ تمام القابات استعمال کیے جو وہ سبکی کے ساتھ مل کر اس کے لیے سینے کے طور پر استعمال کرتی تھی۔ بجائے شرمندہ ہونے کے وہ ہنسنے لگی اور تمام غصہ خلی ہنساگ کی طرح دھینچ گیا۔

"تم ہنستی ہوئی بہت اچھی لگتی ہو۔" اس نے مروں لو پر کرتے ہوئے اس کی جانب دیکھا وہ گہری لگا ہوں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ "زیادہ غصہ مت کیا کرو تمہیں سوٹ نہیں کرے گا۔" اس کے لفظوں سے زیادہ لگا ہوں میں اثر تھا وہ لہو بھر میں چھینکنے لگی۔

آفس آؤرز ختم ہوجانے کے سبب اسے اٹھنا تو تھا ہی وہ اسے اپنے ساتھ چلنے کی فکر کر رہا تھا۔ جاتے ہوئے بھی وہ جانا نہیں چاہتی تھی۔ "بہا کر گئی ہے دیکھ لیا تو بہت سی

"ڈر ہے۔۔۔۔۔۔" اتنی انسلٹ اس نے اس کے آفس کی وہ بچی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا اس نے بھی نہیں کی سطح پر اپنی نازک تھیلیاں جھانکی۔

"تم جانتے بھی ہو میرے ایگزیز شروع ہونے والے ہیں پھر بھی یہ خرافات چھین رہے ہو۔۔۔۔۔۔ مجھے نہیں کرنی ابھی شادی وادی۔۔۔۔۔۔ مجھے سکون سے بھیچ رہے ہیں۔" وہ اپنی منی موچھوں پر انگشت رکھے چھوٹی چھوٹی آنکھیں کیے مسلسل اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ وہ اس کے اس طرح دیکھنے پر اکتاہٹ سے قدرے آگے ہوئی اور اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ لہرایا۔

"اومسز۔ تم سن بھی رہے ہو یا نہیں؟" اس کے شجیدہ چہرے پر مسکراہٹ آن لگی اور اثبات میں سر ہل گیا۔

"سن بھی رہا ہوں۔۔۔۔۔۔ دیکھ بھی رہا ہوں۔" "کیا بکواس ہے۔" اس کے اس قدر کھوئے لہجے پر وہ غصہ جلائی اور پھیل پر رکھا کر شل بھیج دینا چاہا۔ "تم یہ کھاؤ گے مجھ سے۔۔۔۔۔۔"

"لوئے۔۔۔۔۔۔ لوئے رکھا اسے یار۔۔۔۔۔۔ لگ جائے گا۔" وہ ان کی پیش قدمی کو روکتے ہوئے اپنی کرسی سے اٹھا اور اس کے قریب آ کر پھیل پر چبھ گیا۔ اس کے ہاتھ سے پھیل ڈیٹ لے کر وہ اس جگہ پر رکھا۔ "اب تم کو کیا مسئلہ ہے؟"

"تاما تو ہے۔۔۔۔۔۔ میرے بھیچر۔" "تو یار دو سکون سے تم نے روکا ہے ویسے بھی تمہارے بھیچر اتنی ماہ میں شتم ہو جائیں گے اور بعد میں بھی آٹھ دن دن ہوں گے شادی کی تیاری کے لیے۔" اس کے اس قدر سکون بھرے لہجے پر اس کا جی چاہا اسے دھکا دے کر پھیل سے گرا دے۔ وہ ہنسنے لگا ہوا تھا۔

"آٹھ دن دن۔۔۔۔۔۔ اور وہ جو میری ایکڑ زمین ہے۔۔۔۔۔۔" ان کی شادی انہی دو دنوں کے اندر فکس کی گئی تھی اور ڈیٹ سے صرف چند دن پہلے اس کی ادک ایکڑ زمین تھی۔ جس کی مارکیٹ روزانہ پر ہوا انداز ہوتا

ہاتھ بن سکتی تھیں۔ وہ اس کی بات پر قدم سے حیران ہوا۔ اتنی بلندی کی کوئی اونگھ کی فکر ہو سکتی ہے پھر مضبوط لہجے میں کہا۔

”چلو میرے ساتھ دیکھنا ہوں کون کیا کہتا ہے“ وہ نکلنے سے اپنی چابیاں موبائل سن گلاسز اور دوسری چیزیں سمیٹتے ہوئے چلا اس کے لیے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا وہ مسکراتے ہوئے اس کی سنگت میں بیٹھ گئی۔

”تمہیں کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے تم صبح علی کی بیوی ہو..... سمجھیں۔“ اس نے سن گلاسز لگاتے ہوئے لہجہ بھروسے دیکھا اور گاڑی اسٹارٹ کر لی۔ اوجھٹ سگھکی اور آواز کانوں میں رس گھولنے لگی۔

”آئے جائے دل تیری جانب آتا جاؤ لگتا ہے واجب

عشق میں تیرے دل ہے مسافر.....

اس نے کن آئینوں سے اس کی جانب دیکھا وہ دنگر ہسکرین سے باہر بھاگتے منظر دیکھتے کسی سوچ میں ڈوبی تھی۔ کسی نے گلاسز اتار کر فریڈیش بورڈ پر رکھے اور متوجہ کیا۔

”کیا ہو گیا ہے پار..... جست رہیں.....“

”میرا دل بہت غمراہ رہا ہے صبح..... مجھے ذہن نہیں ہونے کی کوئی خوشی محسوس نہیں ہوتی.....“

”کیوں..... مجھ پر اعتبار نہیں ہے کیا..... یار دیکھنے میں سنجیدہ لگتا ہوں غمزدگی نہیں ڈونٹ ڈری۔“

”بھولا دھڑکنیں تیری خاطر ہے یہ واسطے تیرے حاضر!!

عشق میں تیرے دل ہے مسافر!!

خیندیں بھی نے گئے مجھے یوں وہ سے گئے بے ہنسیاں دل ہے مسافر.....!

ان کے احساسات کی ترجمانی سروں میں لپیٹ کر ان کے گرد بکھر رہی تھی۔ اس نے ادھر ادھر کی باتوں میں اس کا دھیان مٹا کر اس کا موڈ قدرے بہتر کیا پھر ایک بہترین ہوٹل میں ڈنر کروانے کے بعد وہ اسے گھر تک پہنچانے آیا تھا۔ وہ اسے گیت پر بھولا کر دیکھ کر نیا تھا۔ اور اس سے ایسا

کچھ پسند تھا..... اگر کسی نے انہیں اسٹوڈیو کیم لیا ہے تو وہ یہ بھی دیکھ لے چروں کی طرح چھوڑ کر نہیں جا رہا بلکہ پورے تحقیقی کے ساتھ گھر میں داخل ہوا تھا۔ کاشفہ ان دونوں کو اسٹوڈیو کیم کر قدم سے حیران ہوئیں خانہ بدوش کسی فریڈ کا ہاتھ کر گئی تھی اور آج صبح کے ساتھ حیران کن بات تو تھی۔ وہ یہ خود بھی گزیرا تھی۔ بھٹے کتنے ہی روشن خیال خاندان سے تعلق تھی لیکن مشرقی رسومات و اقدار فطرت میں کھلی تھیں۔ شادی سے پہلے میاں کے ساتھ پھرنا لوگوں کو دس باتیں ہانے کا موقع دے سکتا تھا۔ اس سے پہلے کہ کاشفہ کچھ پوچھتیں یا نہ کچھ بات گھڑتی۔ وہ بول پڑا۔

”کیسی طبیعت ہے انکل کی اب؟ سن آج آپ کی کیا

طرف آنے کا سوچ رہا تھا کہ راستے میں یہ محترمہ ملے گی۔“ پھر اس کی جانب خفیف سا رخ کر کے کہا۔

”بھئی کچن میں جائیں آپ کا خطر مدارات کریں مہمان آئے ہیں۔“ کاشفہ کے ذہن سے بھی یہ خیال جھٹک گیا اور اس کی تائید کی۔

”باب باب جاؤ اندر اور چائے کا انتظام کرو۔“ وہ اسے لاونچ کے صوفوں پر اٹھانے خیال احمد کی پیاری کی ساری تفصیل بتا رہی تھیں۔ کی رہا اسے ان کی شوگر اور بلڈ پر پٹر اپ ڈاؤن ہو رہا تھا۔

”اب اس وقت کہاں ہیں؟“

”وا کھا کر سو رہے ہیں۔“ وہ انہیں بہت دیر تسلیاں دیتا رہا پھر دوبارہ آنے کا کہہ کر اٹھا تھا۔



شادی کی تیاری کے لیے ایک مہینہ تھا۔ ایچہ اور کاشفہ دونوں کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ کئی دنوں انہیں بازار چلی جاتیں تو کئی کئی کے ساتھ۔ دونوں کے مشوروں سے بہترین تیاری ہوئی تھی۔ اس ایک مہینہ میں ہر جگہ کے پیرز بھی ہو گئے تھے۔ جیسے ہوئے جس طرح کے ہوئے گروہ دے کر آجکل تھی۔ اس کے پریکٹس ورک میں چند دن تھے اور اس کی تین روزہ پریکٹس ہو رہی تھی۔ وہ دن پہلے ہی ہونا تھی۔ آج کل وہ اپنا کام تیز تیز کر رہی تھی

کے باوجود بھی وہ ٹھیک طرح سے ناشتہ نہیں کر رہی تھی۔ اسے ڈائیزینٹیشن پر پہنچنے کی جلدی تھی۔ احمد ضیاء اسے نرمیل تک چھوڑنے گئے تھے وہاں صبح ان سے پہلے پہنچا ہوا تھا۔ وہ سرخ پھولوں کا بکے بکھرے ان کی جانب بڑھا۔ ”تم...“ اسے وہاں دیکھ کر درجہ کو خوش گوار حیرت ہوئی۔

”جی جناب میں... سوچا تمہیں سی آف ہی کر آؤں۔ جانے پھر کب اور کس پیکریشن میں ملاقات ہو۔“ بظہر اس نے خاصہ ذوقی لہجہ میں کہا تھا لیکن پھر بھی چہرہ اطراف اس گھنٹیوں کی آوازیں ابھرتیں محسوس ہوئیں۔ وہ اسے پھول پکڑانے کے بعد احمد ضیاء سے بغل گیر ہوا تھا۔ وہ سلاٹ بک کروانے کے بعد وینٹب لاونج کے صوفوں پر بیٹھے تھے۔ ان کی طبیعت اور دواؤں کا پوچھتے ہوئے ہار ہار اس کی نگاہ اس کی اطراف مضموناً گھوم پڑا کرتی جاتی۔ اس وقت وہ پہلے جیسی کھلنے والی شوخ چنچل درجہ سے قطعاً مختلف لگ رہی تھی۔ اس اس اب بھی بکھری سی لہجے ہونٹوں کو بے مدھی سے کاٹی سوچوں کے تاروں سے لپکتی تھی۔ بس کی روایتی کا اعلان ہوتے ہی تمام مسافر اندھنی دروازے کی طرف بڑھ گئے تھے۔

”اللہ حافظ۔“ وہ مضبوط قدم اٹھا تا قدرے آگے آیا۔
 ”اللہ حافظ۔“ جواہر اس کی لاپٹی ٹیکس پہنچا تھیں۔
 ”جس دن ایگزیکٹویشن ختم ہو پلیر ای دن آ جاتا۔“ اس نے فرمائش کیا۔

”کوشش کروں گی۔“ وہ ڈوگمائی۔
 ”میں شدت سے منتظر ہوں گا۔“ اسرار بڑھنے لگا۔
 ”میں پوری کشش کروں گی۔“ اس کے لب الفاظ کا ساتھ چھوڑنے لگے۔

وہ احمد ضیاء سے مل کر دونوں کو ہاتھ ہلاتی نرمیل کے اندرونی دروازے میں گم ہو گئی تھی۔ احمد ضیاء اور فصیح باتیں کرتے نرمیل سے باہر آ گئے تھے۔ وہ سینے پر ہاتھ باندھے اپنی گاڑی سے قہقہے لگائے بس کے جانے کا

مصروف تھی۔ اس کا بیجا ارادہ تھا کہ ایگزیکٹویشن سے ایک دو روز پہلے اپنی تمام پینٹنگز لے کر لاہور چلی جائے گی اور ماہوں والے دن انھیماں والوں نے تو آتا ہی ہے انہی کے ساتھ صبح صبح واپس آتی۔ وہ اپنی چائنگ میں غصاں دن رات کام مہل کرنے میں مصروف تھی۔ بلکہ سامیوڈک لگا کر ایک برش کان کے پیچھے دوسرا پچر میں بکترے ہاتھوں کی پہلی میں اور تیسرے ہار ایک برش سے اسٹوکس کی تصویر میں تصویرات کے رنگ بھیر رہی تھی۔ ایسے میں اگر صبح کا فون آ جاتا تو کیوں پر تخیلات کی دھنک محبت کی آمیزش سے پھیل جاتی۔ اس کا کمرہ خاصا بکھرا ہوا تھا۔ وہ ایگزیکٹویشن میں لے جانے والا اپنا سامان سمیت رہتی تھی تمام پینٹنگز پیک کر چکی تھی مگر اس کی اپنی پینٹنگ جوں کی توں پزی تھی۔ غالباً اسے پانچ چھ دن لاہور میں رہنا تھا۔ جیسے ہی اسے تیز میوڈک کا شہر سنائی دیا۔ اسے ہاتھوں کو جودے کی شکل میں دیتی لاونج میں کھل آئی۔ گھر میں درجہ ٹیکس کی فریڈ نائی ہوئی تھی۔ انہیں شادی کی خبر ہوئی تو میوڈک لگا کر لڈی کی تیاری شروع کر دی۔

شکر و ظہار نے موہا ہا موسے من آئیو۔
 اب ایسے نگر لگے میوڈک پر درجہ جیسی شوخ لڑکی بھلا جیسے پینٹنگ کر پاتی اس نے تیاری شام پر پھوڑی اور خود بھی شکر و ظہارے میں ٹیکس پیش ہوئی تھی۔ کلاخہ جی کے ساتھ مارکیٹ گئی تھیں۔ درجہ کی بارہا تھیں کرنے کے باوجود وہ ساتھ نہیں گئی اور جب گھر لوٹیں تو بکترہ سب کو ڈانس پر پیش کر رہی تھیں۔ کلاخہ کا غصہ پیرنی تھا جسے جی نے کنٹرول کیا تھا۔ غالباً وہ خود اس طرح کی روغتون کا رسیا تھا۔ جی کے جانے کے بعد اس نے سارا پھیلاوا بہنوں کے ساتھ مل کر سمیٹا۔ صبح اسے پہلی ڈائیو سے لاہور مانا تھا اور پھر ماہوں کی سبھی اونٹا تھا۔ جی چند دن بعد یہ گھر پر لایا ہو جائے گا۔ شاید اس بات کا اثر تھا یا کچھ اور وہ ساری رات ٹھیک طرح سونہ پائی تھی۔ صبح کی کرنیں مقربہ وقت پر چھوٹی تھیں۔ سنس کی لہجی سی لائی اس کی آنکھوں کے گرد بھی ڈھیر ڈھالے ہوئے تھے۔ کلاخہ کی بڑھتی

WWW.PAKSOCIETY.COM

چند لمحوں بعد بس دھول مٹی ازلی زن سے اس کے پاس سے ندری تھی۔ وہ بس کی اگلی سیٹوں پر بیٹھی گئی۔ وہ لوں کی نظروں ٹیک بار بھرئی تھیں اب کیک پائے تھے لیکن وہ لوں کو ہی ایک دو بے کی کچھ سمجھ نہیں آتی تھی۔ وہ ریت کے جند لگے میں اسے گاڑی سے جھک گئے اور اس سے بے خبر کھڑا کھتی رہی۔

یہاں تک کہ وہ گر دکا ہوا۔ جتنا غائب ہو گیا۔ اللہ شہاد نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا اور اسے چلنے کا کہا۔ ان کے سامنے اپنی اس عجیب و غریب کیفیت پر وہ اچھا خاصا کھسیا گیا تھا۔ فوراً بڑھ کر گاڑی کھولی اور انہیں ڈرلپ کرنے کے بعد گھر آ گیا تھا۔ پینسل کالج آف آرٹس لاہور کی ایکٹویشن بہت زیادہ تھی۔ نیو ٹیلنٹ کو ایسے ریڈرکس میں سر لیا گیا تھا۔ وہ اپنی اچھی حوصلہ افزائی پر بہت زیادہ خوش تھی۔ تین دن گھر آتے ہی صبح کوفون کر کے تمام ریڈرکس سنائی اور وہ اس کی پچکان ٹنگو سے خوب محظوظ ہوتے ہوئے فوراً وہی کی یاد دہانی کروا دیتا۔

آج اس کی ایئریشن عمل ہو چکی تھی۔ گھر آتے آتے خاصی دیر ہوئی۔ رات کو جلدی سوئی اور صبح بھی خاصی دیر سے اٹھی تھی۔ اٹھتے ہی اسے پہلا خیال صبح کا آیا۔ صرف اس خیال سے فون نہیں کیا وہ آج ہی وائیس کی بے حد ضد کرے گا بلکہ ناراض ہوگا کہ ابھی تک نکلے کیوں نہیں؟ ماموں نے تمام فیملی کے لیے کل شام کی شیش بک کروا رکھی تھیں وہ پہلا آٹا اکیلی کیوں نکل بڑی۔ تقریباً شام کا وقت تھا اس نے صبح کو کال ملائی تھی مگر سٹیل پر ایٹم اس قدر تھا اسے کرے سے نکل کر لان میں آنا بڑا ہوا کی بندش نے وہاں خوب ٹھنکن کر دی تھی۔ زرد آسان گرو اور منی سے خوب اپنا ہوا تھا۔ دھول کی تہہ سورج کی کرنوں پر حاوی ہوتی جا رہی تھی۔ آسمان کے کنارے بہت سرخ تانبے کی طرح دہک رہا تھا۔

زرد گولڈ آسان سرخیوں کے بالے میں۔ موبائل کی چمکتی اسکرین پر کنکیت سرچنگ سے نگاہ اٹھا کر اس نے پھر سے آسان کو پکارا۔ اس پر اس نے جواب دیا۔

”بھائی لگا ہے آندھی آنے والی ہے۔“ نانی لاس بھی لان میں بیٹھی تھیں۔ اس سے پہلے کہ وہ جواب دیتیں دوسری جانب رابطہ ہو گیا تھا۔

”کیسی آندھی مارا؟“ وہ حیرانگی سے پوچھا۔

”بھئی نہیں..... میں نانی سے کہہ رہی تھی..... اور تم سارا کیسے ہو..... کہاں تھے اور..... ہاں اسلام علیکم!“

”وعلیکم السلام۔“ اس نے جواب دیا۔ ”اللہ اللہ میں فرسٹ کلاس اور آج آئی نہیں نا۔“ اس کے متوقع شکوے پر وہ مستی رہی۔

”ہنس بھیری بے کسی پر۔ کوئی بات نہیں یاد کرو گی؟ کتنی چاہت سے آج بلا رہا تھا۔“

”اچھا اب بس بھی کرو۔“ اس نے سچی ایمان میں کہا۔

”یہ بتاؤ کہاں ہو تم..... پھر کیا کر رہے ہو؟“ اس نے عام سے سوال سے موضوع بدلا۔

”ڈراما.....“ ایک لفظی جواب۔

”کہاں جا رہے ہو؟“

”چرچ۔“

”واٹ..... چرچ کیوں.....؟“ اسے تعجب ہوا پھر ذہن پر زور دیتے یاد آ گیا۔ میونسپل کالریپریشن کے انڈر جنٹی بھی سرکاری ہلاک آئی تھیں خواہ اسکول ہسپتال سمیٹ چرچ ان سب کی دیکھ بھال اس ادارے کی ذمہ داری تھی اور صبح میونسپلٹی میں سب ڈائریکٹر تھا اور ایسی جگہوں پر اس کا آنا جانا رہتا تھا لیکن آج سندھے تھا اور آف والے دن چرچ.....!

”کیوں کیا مقلب ڈیئر.....“ ایئر چین میں اس کی آواز ابھری۔ ”اس کی جاہ۔“

”لیکن آج آف ہے۔“

”تو.....“ اس نے گھبر بے لگے گہرا سانس لیا۔ ”آف ہے تو کیا ہوا، یار چرچ کے مسائل کا اندازہ تو اس کی strength کو پوچھ کر ہی ہوگا اور وہ صرف سندھے کی شام کو معلوم ہو سکتی ہے۔“ اس کی گاڑی کے نائز بریک لگنے پر چرچ نے۔ ”پھر یہاں سے سبجہ ہاؤس گا وہاں سے

بھی فریض ٹوٹنے کی حکایات آ رہی ہیں اور جب تک پھر مارکیٹ جانوں گا ہماری اماں نے بھی شکایت کی ہے ابھی تک شہروانی سٹل کر نہیں آئی۔ اس نے انٹیکس میں چاہی تھا کہ گاڑی ملا سکے۔

”چلو صبح مسجد تو ٹھیک ہے بعد چھٹی والے دن بھی نماز پڑھنے جاتا ہی ہے مگر کیا تم ہر سائنٹ کا وزٹ خود کرنے جاتے ہو میرا مطلب ہے چرتی بھی۔“

”آف کورس درجہ ڈیڑھ۔“ ان نے چاہا ان پکٹ میں اڑتے ہوئے کہا۔ ”چرتی دوسرے مذہب ہی کی تھی مگر ہے تو عبادت گاہ۔ اسٹیٹ کی ذمہ داری ہے اس کی دیکھ بھال کرے یا نہ مانی ڈیڑھ میں اسٹیٹ کا اولیٰ سا ملازم ہوں اچھے اپنا فریض پورا کرتا ہی ہے۔“ سرخ اور پیلٹا سان پر تکی جا رہے تھے گڑ گڑ بہت پیدا ہوئی تھی۔ سرخی پیلٹا بہت پر چھلنے لگی گدلی ہوا کے تیز جھونکے سے درجہ کا دوپٹا اور ہل تھلک ست پھڑ پھڑانے لگے تھے اس نے فون سر اور کندھے میں دیکھ کر اڑتے ہالوں کو سمیٹا۔

”میں نے تو صرف ایک بات کی ہے تم تو قصہ ہی کر گئے۔“

”تو غلط کی ہے ہاں ڈیڑھ۔“ ان نے پارکنگ سے قدم چرتی کی جانب بڑھائے تھے ”حضرت عمر قدوسی کا دور خلافت بھولیں لیکن جو بلا امتیاز ہر مذہب کی عبادت گاہ کا وزٹ کرتے تھے اور شاہد کسی چرتی میں ہی تھے جب اس کی گھنٹہ دیوار کی باہر دوپٹے کا تھم دیا بلکہ بیت المال سے رقم بھی بخش کی تھی آئی تھنک عصر کی نماز کا وقت ہو گیا تھا تو آپ نے چرتی سے باہر آ کر صرف ان لیے نماز ادا کی تھی کہیں میرے چرتی میں نماز پڑھ لینے سے بعد میں آنے والے لوگ یہ روایات ہی نہ ڈالیں اور دوسرے مذاہب کی عبادت گاہوں میں جا کر نہ بڑھتی نماز ادا کریں انہیں تنگ کریں ہمارے مذہب میں تو ہر عبادت گاہ کا احترام ہے ہمارا دین گوارا سے نہیں بلکہ پہنچ اور صلہ جی سے پھیلا ہے۔“ درجہ اس کی مذہبی معلومات پر جہاں حیران ہوئی وہاں کچھ بوجھ بھی ہوئی تھی اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ

فریض عشا میں اس قدر مذہبی ذہن رکھتا ہے اس کی نظر آسان پر بدلتی لانی پر تھی جو ہر طرف تیزی سے پھیل رہی تھی اور بار بار ایک خوف ناک تازہ اس میں چسکتی دھڑا ڈال دیتی۔

”درجہ بچے احمد چلو آندھی آ رہی ہے۔“ مانی اپنا چشمہ صاف کرتے تیزی سے بامدے کی طرف بڑھیں۔ وہ بچے اپنے پھڑ پھڑاتے کپڑے سنبھالتی ان کے پیچھے تھی۔ ”اچھا صبح میں بعد میں بات کروں گی۔“ موسم کی کدوٹ کا خوف اس کے نبھ میں دھا یا تھا۔

”چلو ٹھیک ہے اپنا بہت خیال رکھنا یار..... اور پلینز اب جلدی آنے کی کوشش کرو۔“ وہ اسرار کرنے کے بعد چرتی کے گیٹ میں داخل ہوا خون پکٹ میں اڑا لیا تھا۔ سرخ چرتی کے سفید آہنی دروازے سے اندر بھاری تھی جس کے دونوں جانب سرسبز گراؤ تھے گراؤ تھ میں خاصا مجمع تھا وہ اس مجمعے کا حصہ بن گیا۔

گدلی چادہ پر بہت خوف ناک۔ ہاریک میزگی لکیر ابھری ان لکیر میں دھلا دینے والی آواز تھی۔ درجہ نے لاشعوری طور پر مڑ کر پیچھے آسمان کو دیکھا ہر طرف سرخی ہی سرخی تھی۔ زو آ و آ تندی مضبوط دھتوں کو کدو کدو کرنے پر آکسار ہی تھی۔ آسمان کی سرخی تپتے زروں کی صورت زمین پر برسنے لگی۔ زمین کا سینہ سرخ ہو گیا۔ خون کے پھینٹے سفید دیواروں کو گرنے لگے تھے کس لاکھڑے گلہاں دھوہر جا گرنے تو ہمیں انسانی جو تھڑے ہاتھوں پر جموں گئے۔ انسانی زندگی کے ساتھ اتنا بھیا تک مذاق مہذب قوموں کی بے جسی کا ثبوت تھا۔ تیسری دنیا کے اس مضموم ملک میں کوئی مسجد کیسا ہسپتال مدرسہ محفوظ نہیں چھوڑا تھا۔ وہ کیسے پھروں ہیں جو تھی اسلٹی آنکھوں میں آہ و بکا کے رسیا ہیں۔ ان آنکھوں میں درجہ کی آنکھیں بھی شامل ہوئیں۔

چرتی میں ہم باسٹ کی خبر درجہ سے کیا تھیں پھپھائی گئی تھی۔ غالباً صبح کی ڈیڑھ ابھی کفر نہیں تھی لیکن جیسے وہاں یہ خبر ناک خبر ہانوں کو تھیل انہوں نے تمام زریلے

کونوں میں دوز لگائی۔ کہیں کوئی ایمر جنسی سیٹ خالی نہیں تھی۔ ایمر لائٹ کی تمام لمپٹیں بج گئیں۔ وہ اسی کوشش میں تھے کسی طرح ایک دہائیوں کا انتقام ہو جائے کم از کم وہ یہ کہ وہ وہاں پہنچایا جائے مگر شاید یہ ممکن تھا ہی نہیں۔ انہوں نے اپنی گاڑی تیار کر لی اور کم صوم سے وہ کومانی اور تانی نے اپنے ساتھ لگا کر بٹھایا ہوا تھا۔ غازیوں کے شہر سے جناح کے شہر جانا کتنا دشوار تھا اس کا اندازہ کوئی دیکھ سے پوچھتا۔ وہ کسی بے جان وجود کی طرح ڈوٹن سن سن بھاری قدم کھینچتے صبح کے گھر کے لان میں داخل ہوئی تھی وہ گھر جہاں چند لمحوں بعد سے لکھن بن کر آتا تھا انہوں نے وہ جہاز کی حیثیت سے داخل ہوئی تھی۔ چوہہ گھنٹے کی مسافت اور گھر سے بے حال وہ دیکھ پر سلمان علی احمد ضیاء بھاگ کر قریب آئے۔ مگر وہ بے حس کی لاؤنج کی جانب بڑھ رہی تھی۔ بلائے سے لاؤنج میں چادریں چھین تھیں اور بیوروں خواتین ہر طرف۔ جہوم ہی جہوم لبر اس جہوم میں اجنبی بنی کھڑی دیر... سامنے سے دیکھ لیا کہ وہ تھی وہی اس کی سمت آئی تھیں۔ چھپے سے تھی بھی سامنے آکر آہوا بہت رونے سے سرخ سو گئی آئیں تو روم چہرہ وہ رو رہی تھی اور میں بولا۔

"تم آگئیں دیر... وہ جہوم میں پکارا تو چل گیا۔"
 "اتنی دور ایڈیشن سے لیا میں تو یہ فاصلہ ہے پتے کاٹتے تھم ہو جاؤں گا۔" ایک آواز ان کے کانوں میں لدا اور بھری۔

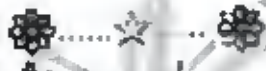
"ابہ صبح کہاں ہے؟" احمد ضیاء نے اسے اپنے سینے سے لگایا۔ "ابو میں پوچھ رہی ہوں صبح کہاں ہے؟" اس نے سینے سے سر ہٹایا احمد ضیاء کو اپنی آنکھوں سے چلن لگتی محسوس ہوئی۔

"میں کیا پوچھ رہی ہوں آپ سے جو لیتے ہیں نہیں؟" اس نے مڑ کر نہ حال سے سلمان علی کے وہوں بازو چھوئی سے پکڑ لیا۔

انگل پلیر صبح کہاں سے کہاں سے وہ خبر کے لیے مجھے بتائیں جو نیچے بازار آیا میری تھیں پھر باہر سے نظر

میرا میں آگئی ہوں پلیر جہاں کہاں ہے وہ؟ لوگ تھے جہوم تھا نہ ڈیڈ ہاؤس تھی اور نہ ہی وہ سالم موجود تھا اور ان کے سوالوں کا جواب کسی کے پاس نہیں تھا۔ عالم صبح کے سر پر شینڈ کرنے سے شدید چوٹ آئی تھی اور ناک سے بے تماشہ بلینڈنگ ہو رہی تھی اس کی کنڈیشن اسکی نہیں تھی کہ اسے رکھا جاسکے اور وہ دیکھ کے کپٹنے میں کئی گھنٹے لگنے تھے اور اس وقت وہ چلائے ہوئے ایک ایک کا سر بیان پکڑ رہی تھی۔

"میں آگئی ہوں صبح... پلیر مجھے بتاتے کیوں نہیں آخروہ کہاں ہے؟ ایسا کیسے ہو گیا انگل؟ آپ سب ایسا کیسے کر سکتے ہیں میرا کسی نے انتظار نہیں کیا؟ کیا میں اتنی پرانی ہو گئی تھی؟" وہ ہڈیانی کیفیت میں چلا رہی تھی۔ صبح کو پکار رہی تھی۔ "صبح تم نے میرا انتظار کیوں نہیں کیا۔ تاہم ہو گئے؟ میں آگئی ہوں پلیر آ جاؤ۔" اس نے پوری قوت سے سلمان علی کے سینے میں سر مارا اور ان کے سینے سے چھسکتی بے دم ہو کر قدموں میں جا کر گری۔ سب اسے پکڑنے کو لگے۔



زہنگی کا ترازو اپنے پلڑے میں خوشی و غم کو تو تار پتتا ہے۔ خوشیوں کا وزن بھگتے ستاؤ کش سونڈھا سہی مگر غم کا ایک کاغذ اتنا وزنی تھا کہ پلڑے کو زمین سے اٹھنے ہی نہ دے رہا تھا۔ مانتو کو گزرو سے چھ ماہ ہو گئے تھے۔ چینی گرمی میں خڈ منڈا جزئی شاخوں پر پتھپیوں نے گھونسلے بدل لیے تھے۔ پلیر کے جوڑوں کی اداں آوازیں فضاؤں میں معدوم ہو گئیں۔ خاموشی نے مستحق باہرے ڈال لیے تھے وہی گھر جسے وہ سجاوٹ سنوارتی نہ کھلتی تھیں اب بے تر تھیں کا شکار ہو کر اجڑو ویرانی میں بدل گیا تھا۔ پتھر پتھر جانے کے بعد بھی ان کی ہمتا کا زخم وہیسا ہی رہتا رہتا۔ صبح کو یاد کر کے زور زور سے رونے لگ جاتیں۔ ایڈ زہنگی سے اس قدر بے اعتبار ہو گئی تھیں جتنی کا گھر سے لکھنا دشوار ہو گیا تھا۔ بازار اسے فون کے خبریت سے کچھ نہیں تھا۔ اس کا دل کا درد جاری رہتا اور کچھ دیر کو ہی

سب ہمارے ساتھ پیدا ہوا ہے۔ آہستہ آہستہ سمٹ جائے گی وہ بھی۔"

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا بابا، ہم اسے اپنے گھر لے آئیں۔"

"مطلب.....؟" دونوں میں بیوی نے چمک کر اس کی جانب دیکھا۔

"مطلب یہ کہ وہ ہمارے ساتھ رہے ہمارے گھر میں، بھائی کے گھر میں۔"

"ایسا کیسے ممکن ہے؟" بیگم نے تمہکا ہوا سر صوفہ کی بینک پر پٹختے کے انداز میں گرایا۔ "اس کے ماں باپ کیوں بھیجیں گے اسے کس رشتے سے کس حوالے سے؟"

کرنت کھا کر سیدھا ہوا۔

"کیوں..... اس کا کوئی رشتہ نہیں ہے اس گھر سے، ہم سے نہ کوئی سے کسی وہ بھائی کی بہنوئی ہے یہ گھر بھائی کا ہے تو پھر اس کا کیوں نہیں؟ کس کی تھی تمنا؟ وہ اس گھر کا حصہ بن جائے..... پلیز امی۔" اس نے ایک بار پھر انہیں منانا

چاہا۔ "آپ ایک بار انکل آئیڈیل بات تو کریں ہم اسے پوری عزت و احترام کے ساتھ رکھیں گے۔"

"تمہارا دل ٹھیک ہے بیٹی؟" بہت دیر سے چپ بیٹھے سلمان علی اسے پتے ہوئے بولے۔

"وہ کیوں؟" نے یہاں اور تیار لوگوں کو کیا جواب دے گا کس کے ساتھ رخصت کی اپنی بیٹی کی تھکنے کی تمنا کے ساتھ.....؟ ایسی صورت حال میں تو لوگ رخصت ہوئی

بینیاں واپس لے جاتے ہیں، بہتر تم صرف نکاح کی وجہ سے کہہ رہے ہو؟" سلمان علی کو اس کی بات بے حد حقائق گن

تھی اپنی ٹیک کے شیشے صاف کرتے وہاں سے اٹھ گئے۔ بیگم نے تمہکا ہوا سر صوفہ کی بینک پر رکھ دیا۔

رہنما یوں کے دونوں جانب چمکتی ٹیکریں پہنے گی ہیں۔ وہ بھی چلیں چھپکتے ہوئے کہہ رہی ہیں۔

"بیٹی مجھے بہت دکھ ہوتا ہے جب معصومی بیٹی کے لیے لوگ منحوس کا لفظ استعمال کرتے ہیں، کل کا سارا

واقعہ ان کی نگاہوں میں گھوم گیا تھا۔ وہ بچہ اس میں میلا دک

اسے دیر ہو جائی اور ادھر پکراتی پکراتی آج بھی مٹی اپنے ہاتھ سے خاصائیت تھا اور وہ جلے پیر کی مٹی بنی تاؤ و سنج قدموں سے تاپ رہی تھیں۔ آخر انہوں نے چھنی پارکال ملانی جی جی بھل رہی رہی ہو گئی۔

"امی کیا ہو گیا ہے آپ کو میں آ گیا ہوں، گیت کھول رہا ہوں۔" ان کی جات میں جان آئی۔ وہ گاڑی پورچ میں کھڑی کر کے سیدھا ان کے پاس آیا۔

"اتنی ٹینشن مت لیا کریں۔ کیوں ہوتی ہیں اتنی پریشان۔" وہ ٹاکریپ ہاتھ نکیل پر رکھتے ان کے قریب بیٹھ گیا۔ وہ خالی خالی نگاہوں سے اسے دکھ رہی تھیں تو آواز بھرائی۔

"میں پریشان نہ ہوا کروں..... بیٹی..... میرا دل پھٹ گیا ہے اور تم کہتے ہو میں ریٹیس نہ ہوں۔"

"انیم سو رہی....." وہ انہیں اپنے ساتھ لگاتے ان کا شانہ سہلانے لگا۔ "میں تو اس لیے کہہ رہا تھا کہ آپ کی طبیعت خراب ہو جاتی ہے۔"

"اب دور کیا خراب ہوگی۔" انہوں نے انگلی کی پھرتے آگے کا کوند پایا۔

"انگلینڈ میں آج دریچہ کی طرف گیا تھا، اس لیے دیر ہو گئی۔"

"کیسی ہے وہ؟" بیگم کے لہجے میں حسرت ابھر کر ڈونڈا۔

"امی میں نے زندگی میں آج تک اس سے نہ یاد دیکھا رنگ کسی کا نہیں دیکھا، ہنسا ہنسی ہے مگر خاموش، کسی ایک آدھ بات کا جواب ہی دیتی ہے۔" اپنی جھنجکی کی آواز

بھی کو خود بریک نہ لگی تھی۔ سلمان علی صوفے کی بیک پر آٹھ گھیس موندے بیٹھے، دونوں ہاں بیٹے کی باتیں سن رہے تھے۔ کسی وقت میں ان کا چہرہ غمناکیت بھرا ہوا تھا مگر اب برسوں کے عمر زورہ ضعیف لگتے تھے۔ ان کی آواز میں بھی

بڑھاپا آتا تھا۔ بہت غمیرت ہونے لگتوں میں کہا۔

"بہنہ، چیزیں بگھڑ جائیں تو انہیں سمجھنے میں ہی بہت

وقت لگتا ہے، ہم تو پکراتے ہیں، خواب خواہش سوچتے اور

پاک سوسائٹی پر موجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایت اللہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابراراجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	ممتاز مفتی
نگہت عبد اللہ	سباس گل	عنیزہ سید	مستنصر حسین
رضیہ بٹ	زُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیم الحق
رفعت سراج	اُمِ ہریم	نایاب جیلانی	ایم اے راحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ،
حناء ڈائجسٹ، ردا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسوسی ڈائجسٹ،
سرگزشت ڈائجسٹ، نئے آفاق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی،

جاسوسی دنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

مخمل میں تھی تھیں باتوں کے دوران فصیح کا ذکر پھر اتو
 درجہ کیسے کی سکتی تھی۔ سانسوں خاتون کہہ رہی تھیں۔

”ہمت ہی بھاری پاؤں ہے اس بچی کا تو“ آپ کے
 گھر قدم رکھنے سے پہلے ہی صف ماتم بچاوی آجلی تو
 جانے کون کون سی جانی نے کرائی اپنے ساتھ۔“

”ہاں بہن.....“ براہ راست نے بھی تاکید کی۔ ”بہو تھیں
 ہیں کچھ مزید محسوس کی قسمت میں آتی ہیں سیاقی بھر دیتی
 ہیں۔“ ایسے کا دل اتنی شدت سے چاہا انکس سخت سست
 سنا میں لیکن اتنے لوگوں میں تماشہ ہانا مناسب نہ تھا۔ وہ
 اتنا ہی کہہ کر وہاں سے اٹھ گئیں۔

”اس میں بچی کا کیا تصور..... میرے بیٹے کی زندگی
 ہی اتنی تھی۔“ وہ سنے ہی لوگوں سے اس قسم کی باتیں سننی
 رہتی تھیں تاہم کراچی کا موبل اکثر بھڑوی حاصل کرنے
 کے لیے بات سمجھا پھر اگر محسوس پر ختم کرتی، مگر بار بار سے
 ڈانٹ لیا تھا مگر لوگوں کی ذہنیت بدلتی ان کے اصرار میں
 نہیں تھا۔ ایک خوبش حمل آور صرف چند زائد گویوں کا
 نقصان تو ہوا کرتا ہے کتنے لوگ اس سے متاثر ہو کر زندہ
 درگزر ہو جاتے ہیں۔ چند روز میں انہوں نے اتنے روپے
 پیچھے لیے تھے کہ ان کا دل ٹٹ کر رہ جاتا تو کھلا اور خود
 درجہ کے دل کی کیا حالت ہوگی وہ اکثر سوچتی تھیں۔ فصیح تو
 شہادت کا رتبہ پا کر سرخرو ہو گیا تھا نہ ختم ہونے والی سولی تو
 صرف درجہ کے حصے میں آتی ہے۔ وہ اب پہلے جیسی شوخ
 و چٹختی نہیں رہی تھی بالکل بدل گئی تھی۔ بگڑا چکی قسمت اور
 اللہ کے فضلے پر ماضی ہا راضا رہتی لیکن دیکھنے والوں کو بہت
 دور سے ہی اس کی گھٹکی رنگت ڈانٹتی لگتی ہیں دیکھ کر اس کے علم
 کا اندازہ ہو جاتا تھا۔ احمد ضیاء ہند پر بشر کے مریض پھے ہی
 تھا اور اب نذر کے وقت اور دکھ نے انہیں باقاعدہ دل کا
 مریض بن گئے تھے یا تھا۔ ان کی بھرپور کوشش تھی جلد از جلد
 درجہ کا کٹا رشتہ طے ہو جائے۔ اسی پہلے میں بہت سے
 ملنے والوں سے بات ہوئی کہ۔ کئی مہینے آتے آتے اس کی صحت
 صورت و گلش سر پیا دکھ کر دل کرتا تھا ابھی ڈوٹی لائین اور
 اسے تنھائے چاہیے لیکن جب ڈاکٹروں سے وہ دن پہلے

ام معاویہ

اسلام علیکم! ہمیں کہتے ہیں (جی ہمیں سے مراد میرا
 کوئی گروپ نہیں بلکہ ہم ہیں) اہل بیت صریحاً قہمی نام امام
 معاویہ ہے۔ آج کل سے رشتہ تو بہت پرانا ہے باقی شاذ یہ
 پرستی تھیں تو بھول ائی کہ مجھ ان سے یہ امت کی ہے۔
 ہم چار بیٹنیں تھیں بھائی ہیں وہ بھائی حائلہ قرآن ہیں
 احمد لغہ اور میری تعلیم میٹرک ہے اور عامر کا فضلہ کا کوڑس کیا
 ہے میری پیدائش تو جناب 7 جولائی 1996ء ہے
 شادی کو 4 سال ہو گئے ایک بیٹا معاویہ اور بیٹی وجیہہ
 صدیقہ ہے۔ کسٹرو اور آگس کریم بہت پسند ہیں اور کلرز
 ٹیلیٹ اور سفید میری خوبی یہ ہے کہ ہر ایک کے ساتھ
 جلد مل جل جاتی ہوں اور خامی جلد اعتبار کرنے بعد میں
 جو کہ کھاتی ہوں پھر حق آتی ہے۔ نوجوان نسل کو دیکھ کر
 دل دکھتا ہے کہ ہم اندھی تھید کرنے کے جہنم خریہ سے ہیں
 اللہ سب کو شریعت کا پابند بنائے آمین۔ قصہ زباید نہیں
 آتا آئے تو جلدی اتر جاتا ہے سب کو میرا سلام اللہ
 سب کو حفظ وہاں میں رکھے۔

کے حادثے کا ہوتا تو کون جواب دے اٹھ کر چلے
 جاتے۔ کاٹھہ اور احمد ضیاء کے لیے صرف درجہ کا دکھ نہیں
 تھا انکس اس سے سال بھر چھوٹی دو بیٹیوں کی بھی لگ کر کھانے
 لگی۔ کاٹھہ اکثر ہی کہہ دیتا۔

”ہم درجہ کے لیے ہی پریشان ہو رہے ہیں جانے
 چھوٹیوں کے لیے کون آئے گا یا نہیں.....“ احمد ضیاء ہر
 تنہا لیتے۔

وقت دائروں میں تھا اور دائرے ہمیشہ گول گھومتے
 ہیں۔ ان کے رکنے کے لیے کوئی کنارہ نہیں ہوتا۔ اس کے
 دو دکھ دائرہ بھی بڑھتے بڑھتے دو سال اپنے ہیوں میں رکید
 گیا تھا۔ ویجہ عثمان علی بھی کبھار درجہ سے ملنے جاتے
 تھے۔ اس نے ایک رات کالج میں جا پڑی تھی وہ کالج
 سے واپس آئی مسلمان علی اور ایڈ کو لائن میں دیکھ کر سیدھی
 انکس کے پاس آئی۔ سلام کر کے ایڈ کے پاس بیٹھ گئی۔

فانا ان کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ ویسے بھی جب جب وہ درجہ سے مل کر آتے تھے ان دن تک ڈسٹرب رت میں سر چکراتا ہلا کر چلا جاتا اب بھی ان کے ہلا کر پتا چلتا تھا۔ کالج نے درجہ سے کہا جب کالج سے آؤ تو ہم دونوں جا کر دیکھ آئیں گے لیکن اس نے حسب معمول بہانہ بنایا اور فون پر ہی خیریت پوچھ لی۔

رات کا وقت تھا ایچ کا خود بھی فون آ گیا۔ آج کل وہ درجہ کے رشتے کے لیے سرگرم تھیں۔ ان کا دل تھا اگر اس بچی کا رشتہ ہو جائے تو شاید میرے دل کو کچھ سکون مل جائے۔ آج کل ان کی چھوٹی بہن ثمنینہ اپنے بیٹے کے لیے لڑکی ڈھونڈ رہی تھیں۔ انہوں نے درجہ کا ذکر کیا۔ پہلے تو انہوں نے ”سوچتی ہوں“ کہا پھر اگلے دن فون کر کے انہیں اپنے ساتھ چلنے کا کہا تھا۔ ایچ تیار تھیں اور اسی جلسے میں کالج کو اپنے اور بہن کے آنے کا پہلے اطلاع دے دی تھی۔

ایچ ضیاء کے ذرا تک روم میں بہت خوشگوار ماحول میں سب بات چیت کر رہے تھے۔ جب ثمنینہ نے ایک ٹیب بات کر کے سب کو حیرانگی میں مبتلا کر دیا۔

”کالج، بہن ریشیاں تو آپ کی ماشاء اللہ تھیں ہی بہت اچھی اور خوب صورت ہیں اللہ تعالیٰ تمہیں کرسی لیکن مجھے اپنے بیٹے کے لیے دوسرے نمبر والی بیٹی بہت پسند آئی ہے۔“ فیچہ نے چونک کر بہن کو دیکھا..... وہ خاص کر درجہ کے لیے اسے لے کر آئی تھیں کالج نے پھیکا سا مسکرا کر سب کو دیکھا پھر سوچنے کا وقت مانگ لیا۔ ایچ کو بہن کی اس حرکت پر اچھا خاصا غصہ تھا اور وہیں میں شکر بھی ادا کیا کہ اس وقت درجہ وہاں موجود نہیں تھی۔ اس کے چہرے پر لہجہ بھر کا اس سارے بچی ان سے برداشت نہ تھا۔ انہوں نے وہاں تو جیسے جیسے خاموشی سے وقت گزارا لیکن گاڑی میں بیٹھتے ہی بہن کا تسہل ہاتھوں لیا۔

”ثمنینہ یہ کیا حرکت کی تم نے میں نے انہیں درجہ کے لیے کہا تھا اور تم نے یہ کیا کیا تمہارے بیٹے کو نہیں۔“

ایچ نے کہا ”جس بات خواہے وہی ہوگی۔ بہنوں میں زیادہ

کچھ دیر کی حال احوال جملوں کا چکر لگا رہا۔ ایچ کے حسرت بھرے الفاظ سے بچنے پر وہ کھسی گئی۔

”آئیے کیا دیکھ رہی ہیں؟“

”تمہیں دیکھ رہی ہوں اور ہمارے گھر کیوں نہیں آتے تم.....؟“ ان کے شکوے پر اس کی ہنسی مٹ گئی۔

”کیا آپ کو ابھی بھی نہیں پتا چلا کیوں نہیں آتی؟“ اس کی استغناء میر لگا۔ میں تاسف ابھر کر معدوم ہو گیا۔ ”ہونہہ..... آنے سے پہلے اس قدر جیسی تو چھوٹی اور کیا کمر رو گئی۔“ ایچ نے بے دردی سے اپنے ہونٹ کھینچ لیے اور اسے ساتھ لگایا۔

”مت ایسے کہا کرو۔“ ایچ نے اپنی طبیعت کے پیش نظر سلمان علی انہیں اٹھا کر باہر لے گئے تھے۔ ایچ کے آنسوؤں میں دہائی آ گئی۔ وہ دھیرے سے انگٹ ہوئی اور اپنی نرم پودوں پر ان کے آنسو چن لیے۔

”آپ جانتی ہیں ناں آپ کے آنسو مجھے تکلیف دیتے ہیں میرے آنسوؤں سے آپ کو درد ہوتا ہے تو کیا ضرورت ہے ایک دوسرے کو اپنے سامنے درد کی منزل سے گزارا جائے۔“ وہ دونوں سانس بہو جب بھی اکٹھی تھیں ماحول اس قدر سوگوار ہو جاتا کہ کالج سے ان کی باتیں برداشت کرنا محال ہو جاتا تھا۔ دل پھٹ پھٹ جاتا۔ وہ اب بھی اٹھ کر چن میں چلی آئی تھیں۔

”کاش درجہ..... انہوں نے اس کی دونوں ہتھیلیوں پر روم لیا۔“ کاش..... فصیح کے بجائے اللہ مجھے ہالیتا۔“

”لوہ..... وہ پھیکا سا مسکرائی۔“ میں کیوں نہیں کہیں کہ میں فصیح کی بات مان کر ایک ان پبلی آ جانی اور پھر دن میں اس کے ساتھ ہوتی پھر آپ سب کو میری منجھس قسمت پر وہ مانہ پڑتا۔“

”درجہ میری جان۔“ وہ بیٹوری ایک اور حسرت سے لپٹ کر بہت دیر تو سو بہانی رہی تھیں۔

ایچ نے کہا ”جس بات خواہے وہی ہوگی۔ بہنوں میں زیادہ

خوبصورت سمجھا رہے ہیں لیکن کیا سزاؤں اس کی بھاری
آنکھوں سے مجھے وحشت ہی ہوئی جانے اس کے قدم
کیسے ہوں؟ میرا تو ایک سی ایک بنا ہے۔
”تم پر بھی ایسی باتیں کر رہی ہوں؟“

”اس میں پڑھے لکھے یا ان پڑھ ہونے کی کیا بات
ہے باجی۔“ انہوں نے ناگواریت سے پہلو ہلانے لگی
لڑکیوں کے درمیان سسٹلنگ سے ملنے ہیں نہ کھینچی سے چار
دن پہلے تو سب اجڑ گیا تھا نا۔ ”شمینہ کا خوفت بھر انداز
ایقہ کا تن من سب کاٹ گیا۔“

”بہنو!...“ انہوں نے وغدا سکرین سے باہر
جھانکتے ہوئے کہا۔ ”کسی بھی ناممکن بات نہیں ہے دنیا
میں۔“ اچھے سمجھا لوگ موجود ہیں۔ ”بڑی بہن کی شکل
شمینہ کو کبھی وہ بدلانا یاد آتی تھی۔“

”آپ مجھ پر تو ایسے غصہ کرتی ہیں جیسے بہت غلط
کر آئی ہوں اگر آپ کو اتنی ہمدردی ہے اس سے تو پہچان تو
آپ کا ہی بنتا ہے سچی سے وہ دن سا بڑی بے سال ذریعہ
سال چھوٹی ہی ہوگی۔“ ایقہ اپنی جگہ ہانک سکتی رہ گئی
تھیں۔ مشکل انہوں کا زور یہ مسلمانوں کی جانب پھسلا۔
ان کے چہرے پر بھی ایک سایہ اتر کر رہا تھا۔

خوبصورت سارا ڈگری یافتہ ہو جائے مگر تعلیم یافتہ تب
تک نہیں کہلاتا جب انسان اپنے اندر کا شعور بیدار نہ
کرسے اور جب شعور بیدار ہو جائے تو پھر ڈگریوں کی
ضرورت نہیں رہتی اور مسلمان ایقہ تو بہت پہلے اس بات کا
شعور تھا مگر سچی سے بات کرنے کی ہمت پیدا نہیں ہوئی
تھی۔ آج شمینہ کے انداز نے ان کے اندر جیسے عریک
پھونک دی تھی۔ پھر وہ دن بعد سچی اپنے کمرے میں الہامی
کھولے بھائی اور اپنی پرانی چیزیں دیکھ رہا تھا۔ مسلمانوں
اور ایقہ اس کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ کچھ دیر اور ادھر کی
باتیں کرنے کے بعد جیسے ہی اس کے گرد کرنٹ چھوڑا اس
نے شہینہ آرائش بے چینی سے دیکھا۔

”یہ... یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ... ایسا کیسے
ہو سکتا ہے؟“

نازک مزاج لوگ ہیں ہم
چھڑے تو قرہتوں کی دعا بھی نہ کر سکے
اب کے تجھے سپرد خدا بھی نہ کر سکے
تقسیم ہو کے رہ گئے

خود کر جیوں میں ہم
ام و فاقا کا لفظ ادا بھی نہ کر سکے
نازک مزاج لوگ ہیں ہم
جیسا آئینہ.....!

ٹوٹے پکھالیے کہ صدا بھی نہ کر سکے
خوش بھی نہ کر سکے
تجھے اپنی چاہ میں ہم
اچھی طرح سے تجھ کو خفا بھی نہ کر سکے

زیبا حسن ندرم..... سرود دعا

”کیوں نہیں ہو سکتا؟ کیا تم بھی اسے متوجہ سمجھتے ہو؟“

”اگلی آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں؟“ اس نے دونوں کو
تجھی نگاہوں سے دیکھا۔ ”آپ جانتے ہیں میں اس کی
بے حد عزت کرتا ہوں۔ میں نے اسے ہمیشہ بہن کی طرح
اور صبح کے حوالے سے دیکھا ہے۔ میں ایسا کچھ نہیں
کر سکتا۔“ وہاں کھڑا ہوا ایقہ بھی براہ آگزی ہو گیا۔

”کیوں نہیں کر سکتے تم نہیں... تم جو کام گزارتے
تھے صبح صبح کرتے تھانہ جہاں دھوم مچھارتے تھے صبح بھرا
کرتا۔ تمہیں لگتا پڑھنا پلانا یہاں تک کہ اگلی پکار کر
چلنا تک صبح نے سکھایا۔ کسی شفیق باپ کی طرح تمہارا
خیال رکھتا... پھر کیوں گئی؟“ انہوں نے اس
کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اپنی جانب گھمانے کی کوشش کی مگر وہ
جما کھڑا رہا۔ ان کی آواز روتے روتے بیٹھنے لگی تھی۔ مسلمان
سچی انہیں ہاتھ سے چپ ہونے کا ہار ہا ہا اشارہ کر رہے تھے
مگر وہ بولے جا رہی تھیں۔ ”سچی میرے صبح نے تو اپنا کبھی
بھی کوئی کام کسی سے نہیں کروایا تھا صرف اور صرف اس کا
ایک کام ہی دیکھا رہ گیا کیا تم وہ بھی پھانسیں کر سکتے تم نے
تجھے کہا تھا ناں مبین شادی کے قریب گر گزرتی ہوئی تو آہوئی

تھے صبح صبح کرتے تھانہ جہاں دھوم مچھارتے تھے صبح بھرا

کرتا۔ تمہیں لگتا پڑھنا پلانا یہاں تک کہ اگلی پکار کر

چلنا تک صبح نے سکھایا۔ کسی شفیق باپ کی طرح تمہارا

خیال رکھتا... پھر کیوں گئی؟“ انہوں نے اس

کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اپنی جانب گھمانے کی کوشش کی مگر وہ

جما کھڑا رہا۔ ان کی آواز روتے روتے بیٹھنے لگی تھی۔ مسلمان

سچی انہیں ہاتھ سے چپ ہونے کا ہار ہا ہا اشارہ کر رہے تھے

مگر وہ بولے جا رہی تھیں۔ ”سچی میرے صبح نے تو اپنا کبھی

بھی کوئی کام کسی سے نہیں کروایا تھا صرف اور صرف اس کا

ایک کام ہی دیکھا رہ گیا کیا تم وہ بھی پھانسیں کر سکتے تم نے

تجھے کہا تھا ناں مبین شادی کے قریب گر گزرتی ہوئی تو آہوئی

تے گزریہ شچی ہوئی ہے اب کرو اس گزریہ کو ٹھیک تمہیں
اسلمپ شہور ریحہ کیلئے کا شوق تھا ناں لگ گئی ہے اس پر
خوسٹ کی اسلمپ دھواں کی چوستانی کو..... ہاں..... وہ
اس کو سمجھتے ہوئے اس کے کندھے سے لگ کر روئے
گئی تھیں۔ اس نے اپنا کانپتا سا ہاتھ ان کے بالوں پر رکھا
اور مشکل کہہ پایا۔

”پلیز ای..... مجھے اس امتحان میں مت ڈالیں مجھ
سے نہیں ہو پائے گا خدا کے لیے.....“ وہ انہیں دھکی دے
کر بہت تیزی سے باہر نکل گیا۔ ریحہ ہالہ بھری نگاہوں
سے ہونٹیں کھڑکی مدھکیں۔



احمد ضیاء اور کلاہ کے لیے ریحہ سے پہلے خیمہ کا رشتہ
اور شادی کرنا بہت بڑی آزمائش تھی..... وہ تمیز کو صاف
جواب دے دینا چاہتے تھے مگر ریحہ نے بہت سمجھا بھجا کر
انہیں قائل کر لیا تھا۔

”ابو آپ کب تک میری وجہ سے خیمہ خیمہ کے
رشتے رہیں گے کرتے رہیں گے ایک وقت ہوتا ہے
ابھی رشتوں کے آنے کا اورو گزریا تو آپ گزریا
کی تک تک سنتے رہ جائیں گے پلیز انکار مت کریں
تمیز آنٹی کو..... اور ویسے بھی اگر میری قسمت میں
شادی ہوتی تو صبح آج دنیا میں ہوتا۔“ وہ طبیعت سے
کہتے اپنے آلسو کنٹرول کیے بیٹھی تھی۔ احمد ضیاء نے اپنا
بوز چھٹا تھا اس کے شانے پر رکھا۔

”میری بیٹی میں بڑا اعتراف ہے۔“ اس نے اپنا ہاتھ ان
کے ہاتھ پر جمایا۔

”تو پھر اپنی بیٹی کو اس کی بہنوں کے سامنے ہم طرف تو
مت بننے دیں ناں۔“ تمیز کا بیٹا انگلیف میں ٹیکٹس
انجینئر اور اچھی پوسٹ پر تھا۔ وہاں جواب دینا صریحاً
حماقت تھی۔ احمد ضیاء اور کلاہ نے سلیمان علی ریحہ سے
مشورہ کر کے تمیز کو رضامندی دے دی تھی۔

احمد ضیاء کی طبیعت کچھ دنوں سے خاصی جڑنی جبارنی
تھی۔ ابلا ریحہ کی شادی سے متعلق تھے لیکن اندر سے

اندرونی قسم کی قسمت کچھ کے لگاتی اور پھر اس کی شادی کی
تمام تیاریاں لگا ہوں کے سامنے کسی فلم کی طرح چلنے لگتی
تھی۔ ان کی ہارٹ ہیٹ بڑھ جاتی..... دو روز باہر اٹھل رو کر
آئے۔ اچھی خاصی رقم ان کے اوپر خرچ ہوئی۔ کلاہ کو
شادی کی تیاریاں بھی کرنا تھیں۔ ریحہ کا سارا جہیز تیار دو
سال سے جوہں کاتوں رکھا تھا اور رشتے کی کوئی خاص امید
نظر نہیں آتی تھی۔ کلاہ کو سبلا خیال ہی آیا کیوں نہ وہی
سامان خیمہ کو دے دیا جائے جب ریحہ کا ہوگا تب تک تو
چیزیں آؤت آف۔ فیشن ہو جائیں گی۔ اسی سلسلے میں وہی
نے خیمہ سے پوچھا تھا۔ اسے کوئی اعتراض نہیں تھا لیکن
ریحہ تو سنتے ہی پھٹ پڑی۔

”کیوں..... کیوں دینا چاہتی ہیں آپ وہ سامان
اسے ای خیمہ میری چھوٹی بہن ہے میں ہر وہاں کی قسمت
کے لیے دعا کرتی ہوں کہ میری خوسٹ کا ساریہ بھی اس پر نہ
پڑے پھر آپ اس سامان کو جس کے نصیبوں میں صرف
بند ہونا لکھا ہے آپ سے کیوں مدد ہی ہیں۔“

”وریحہ جینا کیوں تم ایسا سوچنے لگی ہو کیوں تم خود کو
اپنے سے وابستہ ہر چیز کو خوسٹ کہتی ہو۔“

”ای میں نہیں جانتی لوگ مجھے دیکھ کر کہتے ہیں ترس
کھاتے ہیں مجھ پر میری قسمت کو کہتے ہیں۔“ اس کی
آواز رومدھ گئی تھی۔ نن دوسرا لون میں اتنے لوگوں سے وہ
اپنے لیے خوسٹ لفظ سن چکی تھی کباب تو اپنا چہرہ آئینے میں
دیکھتی تو چوستانی پر بد بخت کد نظر آنے لگا تھا۔

”ای وہ سامان خیمہ کو دینے سے بہتر ہے اسے آگ
لگا دیں اور خیمہ کو خالی ہاتھ ہی رخصت کر دیں۔“ وہ کہہ کر
تیزی سے مزنی تھی لاؤنج کے داخل دروازے پر گئی اور خیمہ
کھڑت تھے دو شادی کی تیاری کے سلسلے میں آئے تھے
اس کی باتیں سن کر خیمہ کو چکرا پڑا تھا انہوں نے فرق سے شچی
کی کہنی تھامی تھی۔ اس نے ٹپ بھر روک کر انہیں دیکھا پھر
سائڈ سے جگہ بنا کر بھاگتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئی۔

وہ لوگ بہت دیر ان کے لاؤنج میں بیٹھے کچھلے سے
شادی کے متعلق باتیں اور ہنسا کا پوچھتے رہے۔ باتوں سے

کافی حد تک، احوال کی سگوارت سنبھال گئی تھی مگر مٹی کی پار
بارنگا ہیں اس کے کمرے کے بند دروازے پر جا کر تیس اور
آنکھوں کے سامنے اس کا ستورہ نما لہو چہرہ چھوٹا رہا۔



شرجیل شمیمہ کا اکلوتا بیٹا تھا۔ شمیمہ ان کی شادی خوب
دل کھول کر دھوم دھام سے کرتا چاہتی تھیں۔ انہوں نے
طیج کو دو نکات کے مطابق گیارہ دن پہلے ہی زیور بٹھانے
کا کہا تھا۔ بیچ کی شادی کے سارے انتظامات ہو گئے تھے
کاشفہ احمد ضیاء جہاں بہت خوش نظر آتے وہاں آنے
والے نکات سے دل کھینچ میں ہمت سمٹ چکا تھا۔ سفید بلی
کی تین افراد پر مشتمل پہلی آنکھ صبح سے ان کے گھر تھی۔
بہوں کے حوالے سے ساری سجاوٹ بھی نے کروائی تھی۔
گھر کی فضا سوچے اور گیندے کے پھولوں سے جبکہ رہی
تھی۔ سفید کتھنوں سے منقش ہوئی روشنی بر چیز پر دستک
اچھرنے لگی۔ گولن کے کاہ اور زرد گلانی سوٹ میں بلبوں
گجروں میں بھی طے بہت خوب صورت دکھائی دیتی تھی۔ وہ
سب لڑکیوں کے لیے اکٹھے گھر سے ہٹا کر لایا تھا اور سب
نے ہی کپڑے رکھے تھے۔ اس نے خاص طور پر حیدر اور
کاشفہ کو بھی پہنوائے تھے۔ تاکرے انہیں نے آخر
پہن ہی لیے تھے۔

وہ باریک مٹھانوں کی بیچ اور فیروز کی ہلکی سیلورہ فراک
میں بیٹھی تھی۔ جس کے گھیر پر دھاگے سے بنکا سا کام تھا۔
میک اپ کے نام پر اس نے انتہائی ہلکی لپ اسٹیک اور
جیلوری میں صرف چھوٹی چھوٹی سی بالیاں پہن رکھی تھیں۔
وہ اپنے کمرے سے اینٹن کے تھال سجا کر باہر تخت پر رکھ
رہی تھی جب اسے اپنے عقب پر اس کی آواز سنائی دی۔
”سب لڑکیاں تیار ہو چکی ہیں تم سب ہوگی؟“

”کیا مطلب؟ تیار تو ہوں۔“ اس نے حیرت
سے اسے مڑتا پا دیکھا۔ ”فنکشن کے لیے ایسے تیار
ہوتے ہیں؟“

”میں ایسے ہی ہوتی ہوں۔“ وہ ایک تھالی میں موم
جیاں جلا رہی تھی۔ ”مٹھانوں کی بیچ لڑکیوں کو لیتا رہا۔“

مشی خان

السلام و علیکم۔ قارئین کیسے جیسا آپ امید ہے کہ
سب خیریت سے ہوں گے۔ میرا اصل نام مصباح
خان سوانی ہے۔ میرے نام کے معنی چراغ ہے۔ پیار
سے سب مشی خان کہتے ہیں۔ میں 23 اپریل کو پاکستان
میں پیدا ہوئی۔ میری خوبیاں یہ ہیں کہ مجھے پڑھنا
لکھنا شعر و شاعری کرنا اچھا لگتا ہے۔ کہانیاں پڑھنا
میرا شوق بندہ جنون ہے۔ جس رات کچھ پڑھ نہ لوں
پہن کی نیند نہیں آتی۔ ریسٹرز سب اچھی ہیں۔ بہت
نورین نازی اپنی امیرا شریف صاحبہ قریبی باسلی فیہم
نور احمد۔ لہوریت ناول جیل کنارہ کنکڑا۔ نس سائمن
تھی اناڑی پیا۔ میرے نورین شاعرہ صی شاہ پریون
شا کر احمد فراد علامہ اقبال ہیں۔ خوبوں خاصاں کی
بات کریں۔ خاصوں کی پونلی بھری پڑی سے اور خوبیاں
تو کوئی ہیں ہی نہیں۔ بقول گھر والوں کے لیکن مجھے لگتا
ہے کہ میں ہر کسی کے ساتھ جلدی قلم مل جاتی
ہوں۔ کسی کی پڑھائی پادکھ میں نہیں دیکھ سکتی اور کوشش
کرتی ہوں کہ کچھ کر سکوں۔ خاصاں یہ ہیں کہ بہت
تھدی ہوں بات بات پر لڑتی ہوں۔ قصہ میں رہتی
ہوں۔ مگر ایسا نہیں کہ مجھے ہر بات بری لگتی ہے اور قصہ
آتا ہے۔ جو معمول سے ہٹ کر کچھ بری بات ہو اور
مجھے قصہ آ جانا ہے ریڈیو سننا ایک وقت میں میری
زندگی تھا۔ ایک وقت کھانا نہ کھاؤ تو گزارا ہوتا مگر ریڈیو
نہ سنو تو ہضم نہیں ہوتا تھا۔ ظاہر تھا اس مہرے نورین آ رہی
ہے ہیں۔ وہ نہیں اتنی ہیں کہ کیا بتاؤ۔ اچھا اب اجازت
دیں زندگی رہی تو پھر ملیں گے۔ اللہ تعالیٰ جان

”میں سب کے لیے گھر لایا تھا تم نے کیوں
نہیں پہنے؟“
”مجھے پھولوں سے لڑتی ہے۔“

”اچھا.....!“ وہ استہزا انداز میں بولا۔ ”جہاں تک
مجھے یاد ہے تمہیں پھول بہت پند آتے تھے۔“

"شہلی وقت کے ساتھ پسند اور نفرت بدل جاتی ہے۔"
وہ کہہ کر جانے لگی جب اس نے آگے آ کر اس کا راستہ
روک لیا اور تخت پر رکھے تھا اس سے گبرے اٹھا کر اسے
تھمائے۔

"پہنوا نہیں تمہیں احساس ہے تمہارے اس طرح
اور اس دہن سے آئی شکل کو کتنی تکلیف ہوتی ہے۔"
"میں پوری کوشش کرتی ہوں خوش رہنے کی سچی نیتیں
میرے فتوش میری کوششوں کا ساتھ نہیں دیتے۔ وہ ایک
ہاتھ سے زبردستی گبرے کلائی میں دھکیں وہاں سے ہٹ
گی ہاتھوں کی جتنی سے کتنے پھولوں کی نازک چپاں ٹوٹ
کر بھرتی فرش پر آ رہی تھیں۔ وہ گم سم کھڑا ان پتوں کو
آنے جانے والوں کے پاؤں میں بدمی سے پامال ہوتا
دیکھتا رہا۔"

کی گھنیا بات کی قطعاً امید نہ تھی۔ اس کی سفید پوروں پر
رکھے اہن کارنگ اتنا زرد نہیں تھا جتنا اس وقت اس کی
رگوں میں نمود ہو کر چہرے پر چھلستے خون کا تھا۔ اس نے
اپنی بڑی بڑی آنکھوں میں کمال ضبط سے پانی روکے
رکھا۔ بھاری ہونے چیزوں پر بمشکل مستراہت پھیلائی
پوری نشو سے صاف کرتے "سوری" کہا اور زنی سے طبع
کے گال چھپتا کر اس کی شرمندگی دور کی اور غیر محسوس
طریقے سے وہاں سے غائب ہوئی گی۔ دونوں ہیں اس کے
تواقب میں دور تک گئی تھیں۔



تاریک کمرے کے دروازے کا پت ہٹا آہٹ
کے کھٹا تھا۔ کمرے میں کھنی کھنی سسکیوں کی جھیلی آواز
اسے غلامت کی ولول میں اتارنے لگی۔ دیوار کے
ساتھ لگے سوچ بورڈ سے اس نے لائٹ آن کی
تاریکی روشنی میں بدل گئی۔ وہ اپنے ہاتھوں میں چہرہ
چھپائے بیڈ پر اکڑوں بیٹھی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ قدم
اٹھاتا کمرے کے وسط تک آ گیا۔

"تم یہاں کیوں آ گئیں؟" گھمبیر آواز پر اس نے
ہاتھوں سے ستا چہرہ اٹھایا۔ شدت گریہ سے بے حد سرخ
بزنا سنہرا چہرہ اور گلابی آنکھیں تھی کولہنے دل میں بھالے
کی طرت ہیست ہولی محسوس ہوتی تھیں۔

"دریچہ ڈیڑھی کے کہہ دینے سے تا تو کوئی بد بخت
ہو جاتا ہے اور تالی بخت اور نہیں البتہ لوگوں کی ذہنی رخ کا
ہم ضرور چل جاتا ہے۔" اس کے کتا لہو ایک لہو کے لیے نہیں
رکے تھے بلکہ ٹوٹ ٹوٹ کر پھولی میں گر رہے تھے۔ وہ کچھ
دیر پہلے ہی گھمبیر کیٹا رہا پھر کرتی کھنکھن کر مقابلہ نہیں گیا۔

"سج آن ڈیولی تھا سلت صحابہ پر تھا وہ تل نہیں ہوا
شہید ہوا ہے شہید زندہ ہوتے ہیں دریچہ اور زندہ لوگوں کو
اپنے پیادوں کے آنسو بہت تکلیف دیتے ہیں پلیز
میرے بھئی کو تکلیف مت دو۔" اس نے گلانی متورم
آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھ دھیروں پانی رخساروں پر

ڈھونگی کی خوب تھاپ اور ٹنگسز کے بے گلے
کے بعد مایوں کی رسم ادا ہوئی تھی۔ سب خواتین
لڑکیاں ملیں گواہن لگا رہی تھیں۔ کاہنہ نے اسے بھی
اشارے سے بلایا۔
"آؤ بیٹھو بہن کے پاس اہن لگاؤ اسے۔" وہ اپنی
فراک بیٹھی اس کے پاس آئی تھی۔ اپنی پوروں پر کچھ اہن
اٹھایا۔ شہلی نے فوراً اپنے موبائل پر کیمرہ سینٹ کیا اور جب
عی اس نے ٹیمپہ خلد کو کہیں سے اپنا تک اسٹج پر چڑھتے
ہوئے کہتے سنا تھا۔

"برائے ناما بیٹا بیٹا کا صرف سہانگوں کے کرنے کا ہوتا
ہے۔ وہ تو آج کل جوان لڑکے لڑکیاں بھی شوخیوں میں لگا
لیتے ہیں لیکن جو کچھ تمہارے ساتھ ہوا۔ بھلے تمہارا کوئی قصور
نہیں نہیں بیٹا مجھے ہر شکونی سے بہت ڈر لگتا ہے۔ میرا ایک
بھی بیٹا ہے۔ لیچہ اس لیے غلامت سے گڑھی جا رہی تھیں
ان میں بہت نہیں تھی لگاؤ اٹھا کر کاہنہ کے حیرت زدہ
چہرے کی جانب دیکھ سکیں اور شہلی کا موبائل دلا ہاتھ نیچے
ہو گیا۔ تھیر اور خستے کے نے بلے تاثرات چہرے پر پھیل
گئے۔ تھیر اور خستے کے نے بلے تاثرات چہرے پر پھیل

گھمبیر نے اسے دیکھا۔ گھمبیر نے

”فحشی میں جان بوجھ کر تو نہیں مدتی، دنیا کو میری آنکھوں میں آسو جیسے لگنے لگے ہیں۔“
”تو کیا ضروری ہے دنیا کی تسکین کا سامان بنو آد.....“ وہ ایک سانس کھینچ کر کھسوچے بولا۔

”دریچہ تمہیں پتا ہے فصیح میرا بہت خیال رکھتا تھا اور مجھے اس کا اپنے لیے فکر مند ہونا بہت اچھا لگتا تھا جیسے میں نے بھی ظاہر نہیں کیا لیکن وہ ہمیشہ سے میرا آئیڈیل تھا۔ اس کی چیزیں اس کی عادت اس کی شخصیت بہت نعمت تھی میری اور ای کتنی ہیں انہوں نے فصیح کی بھی کوئی چیز کسی کو نہیں دی اس کے چھوٹے ہوئے کپڑے جو تھے یہاں تک کہ کتابیں بھی میرے استعمال میں ہوتی تھیں اور عام طور پر ایسا ہی ہوتا ہے بڑے بہن بھائیوں کی چیزیں چھوٹے ہی استعمال کرتے ہیں لیکن منہ ہا کر پڑیوں کا شکوہ کر کے گھر میں نے ہمیشہ اس کی چیزیں اعزاز کے طور پر استعمال میں اور لب سوچ رہا ہوں کہ میں کتنا کم ظرف اور برا بھالی لگلا۔ اس کی سب سے قیمتی چیز جس کے بنا وہ اپنا گمراہ کھلتا تھا اسے وگسٹب منگول قرار دے دے ہے ہیں اور میں خاموش تماشائی ہوں۔“ اس نے رک کر اس کے چہرے کے تاثرات جانچے..... وہ چونک کر اسے ہی دیکھ رہی تھی آسو جیسے آنکھوں میں ٹھہر گئے تھے۔

”میں جانتا ہوں یہ فیصلہ میرے اور تمہارے لیے آسان نہیں ہے ہم نے بھی ایسا نہیں چاہا لیکن اکثر اوقات ہمیں قدرت ایسا جگہ لاکھڑا کر دیتی ہے جہاں ناچا بچے ہوئے بھی ہمیں بہت سے فیصلے کرنے پڑتے ہیں اور مجھ نہ میں تمہاری آنکھ میں آنسو دیکھ سکتا ہوں اور نہ ہی اپنے ماں باپ..... انگلی آئی کے چہروں پر دکھ دیکھ کر ب کے سائے برداشت ہوتے ہیں۔ اس دور کی منزل سے سب کو نکلنے کے لیے مجھے تمہارا ساتھ چاہیے۔ کیا تم میرا ساتھ دو گی؟“ اس نے سولید نگاہ اس کی جانب اٹھائی اس کی ٹانگیں شدت سے جھنجھی ہوئی تھیں اور گردن کا رخ پھیر لیا۔ وہ تار سنانا آہ پھر کر کہہ گئے جب رہنا۔
”یہ جو قسمت ہوتی ہے میں یہ مسافر کی طرح ہوتی رہتی ہے۔“

کبھی نہیں کسی کے ساتھ تو کبھی نہیں کسی کے ساتھ پڑاؤ ڈال لیتی ہے اسے ایک جگہ بندہ کر قید ہونے کی عادت نہیں ہوتی اور مجھے لگتا ہے ہماری قسمت کا مسافر اسٹھے پڑاؤ ڈالنا چاہتا ہے۔“ اس کی سسکیاں پھکیوں میں پیل گئیں تھیں وہ اپنا سر گھٹنوں پر رکھے بری طرح رو رہی تھی اور تازک بدن ہوئے ہوئے کپکپا رہا تھا۔ اس نے مزید کچھ کہنا موقوف کیا اور کرنی سے اٹھتے ہوئے نہایت تعصیت سے کہہ بولا۔

”جتنا دانا چاہتی ہوں آج رولو پھر میں کبھی تمہاری آنکھوں میں آنسو نہ دیکھوں میرا تم سے وعدہ ہے تم تک کبھی کوئی تمارت آئے نہیں دلاں گا اور تم بستے ہو اس کا رخ موڑ دینے کی صلاحیت ہے میرے بازوؤں میں۔“ وہ اس کے سر کو زنی سے چھتیا کر جانے لگا اس نے گھٹنوں سے سر اٹھایا اور اسے دیکھا۔ آن فاصد میں ہی اس میں جاتے کہاں سے پرانا ٹی کوئٹہ کی طرح لگا تھا یا پھر اپنی بھر پور شعوری کوشش سے ساری اداسی اتار چھٹی لگا اور پورے دل سے پھٹ پھانز قبہ لگایا۔

”ارے تم تو روتے ہوئے ہالکل میں بتو زنی لگ رہی ہو صرف یہ لپ اسٹک کی کمی ہے قسم سے وہ لگا لگا اور ایک پچھلی پونی..... تمہارا ہامون جاؤ اور تمہارے سحر میں جکڑا جانے کے لیے پورے دل کی صد اتوں سے تیار ہے۔“
کوئٹہ بجاتے اس کے برجستا خاز پر پکوں سے ٹوٹتے ستاروں میں مسکان ابھرائی۔

”فحشی آج پتا چلا دل مسافر نہیں ہوگا قسمتیں مسافر ہوتی ہیں۔“
”پھر اٹھو.....“ اس نے مسکراہٹ دبا کر سنجیدی سے کہا۔ ”تمہارا مسطر غازم سفر کے لیے تیار ہے۔“



گھنٹے

نورین مسکان سرور

اپنے ہاتھوں کی لکیروں پر بگڑ جاتے ہیں
بہم تو پاگل ہیں ہواؤں سے بھی لڑ جاتے ہیں
تم بھند ہو کہ چلو ساتھ ہمارے لیکن
بہم مسافر ہیں بہت جلد چمکڑ جاتے ہیں

وہی جون میں بول رہی تھیں ذکھ تو انہیں بھی تھا مگر کوئی
تھی ہی امید کی رتق ان کے دل میں بسیرا کیے ہوئے
تھی جب کہ وہاں نکلنا امید تھی۔ وہ اس کی طرف دیکھنے
کا بھی روادار نہیں تھا پھر بھلا وہ کیسے اب اس رشتے کو
قبول کرتا۔ سوچوں کی آگ اب وہاں میں چنگاری کی مانند
ایک مخصوص بو کے ساتھ سٹہ رہی تھی۔

جون جون اس کی شادی کے دن نزدیک آ رہے
تھے وہ اتنا ہی نیم مردہ ہی ہوتی جارہی تھی رنگت میں
ہلدی گل کی تھی۔ اماں کے حوصلے اس پر چنداں اثر نہ
کر رہے تھے۔ ابا کا صحت مند سراپا اس کا غم خط نہیں
کر سکتا تھا۔ وہ خود کو تصور وار سمجھ رہی تھی حالانکہ وہ
تصور اور نہیں تھی یہ وہ خود بھی جانتی تھی۔

”بولو ہاں کیسا لگا لگا اچھا نہیں لگا تو میں واپس کر دو
کے دوسرا لے آتی ہوں۔“ بوزی ماں نے بیٹی کی خوشی
کو مقدم جانا وہ پھیکا سا مسکرا دی۔

”نہیں اماں۔ بہت اچھا ہے۔“ ان نے تہ
دل سے اصرار کیا مگر زبان میں روانی نہ آ سکی۔

اماں کا بس نہیں چل رہا تھا وہ ساری دنیا کا سامان
اکٹھا کر کے بیٹی کے ہمراہ کر دیتیں۔ اب بھی وہ اس
کے لیے کالین لے کر آئی تھیں اور اب محلے کی دو تین
عورتیں اس کالین کی شان میں رطب انسان تھیں جبکہ
وہ خاموش تھی۔ اسے کوئی خوشی نہیں تھی نا اپنی شادی
کے کچھ ارمان تھے۔ جب اندر کا موسم سرد پڑ جائے تو
ہر طرف برف باری کا منظر رہتا ہے اس کے اندر بھی
تمام جذبات نقطہ انجماد سے گزر گئے تھے اس نے اس
کے چہرے کے نقوش تک سرد سپات ہو چکے تھے۔
اماں ابا سمیت محلے کے لوگ بھی اس کے درد سے
واقف تھے۔ وہ جب بھی لوگوں کی ترمیم بھری نظریں خود
پر مرکوز دیکھتی تو اندر تک سے لبو لہان ہو جاتی۔ وہ اللہ
سے اس کی واپسی کی دعا نہیں کر رہی تھی۔

”مناش کیسا لگا کالین؟ دیکھو تو اس کا رنگ کتنا
خوب صورت ہے۔ ایک اور خاندان کے لوگ اس
کالین کو خریدنے کے لیے دکان دار سے بحث کر رہے
تھے مگر میں نے پیہر ہی پیہر دیکھ لیا تھا۔“

بھولی بھالی اماں اپنی باریکی کو سمجھ نہ سکیں وہ پھر سے اپنی سوچوں میں گم ہو گئی۔

”مزل بھی آجائے تو۔۔۔“ اماں کو یاد آیا اور زبان سے پورے الفاظ ادا ہونے سے پہلے ان کے آنسو لڑھکے گئے جن ہاتوں سے وہ پرہیز کرتا چاہتی تھیں وہی باتیں ہر بار موضوع بحث بن جاتیں جس طرح آگ ساگڑا کر دھوئیں سے بجائیں جاسکتا۔ اسی طرح وہ ان باتوں سے چھپ نہیں سکتی تھیں۔ ماں کے آنسوؤں پر اس کے دل کو چونت لگی اور وہ تڑپ کر ان کے نزدیک پہنچ آئی۔

”پاپ ہو جائیں بھائی! وہیں ضرور آ جائیں گے۔۔۔“ عین منت پہلے کے منٹے کے برعکس الفاظ تو روانی سے نکلے مگر دل میں یقین کی ذرہ برابر متل بھی موجود نہیں تھی۔

اسی دن صبح بھر بن پکا تھا نمیک تین دن بند اس کی شاخوں میں وہ اپنے اپنے گھر کو چھوڑ کر فیروں کے آنگن کو کھڑکی نے باریکی میں گھر چہرے پر بنوڑ دینی ہے۔ مروٹی کھانے اور نم کا بیسہ تھا۔ بند بات سے غارتی چہرے کو کسب منویمت کیہ رہے تھے اور وہ ان الفاظ پر خاموشی سے زخمی ہوتے ہوئے مگن بس اس آس پر بظاہر اپنی ماتیں بہری کر رہی تھی کہ اس کا بھائی جانے کب آجائے جانے کب اس کا انتظار خوشیوں میں بدل جائے۔

اسے مایوں، ٹھانڈا پا گیا! پیلا سوٹ میں ہاتھوں میں گھبراتے پہنے اس کی چھب ہی نرائی تھی مگر آنکھوں کو تو ابھی تک انتظار تھا۔ جونہی وہ اپنے ساتھ بھائی کے رویے کو دیکھتی جیسے ہی وہ ہل اس کی یادداشت میں آتے وہ ہنپٹتی ہو کر رہ جاتی۔ بھائی کا رویا سے ہر امید سے خالی کر رہا تھا وہ نہیں آئے گا وہ نہیں آئے گا۔ دل نے گھر پر یقین کے ساتھ کہا اور دو تین آنسو اس کی خوب صورت آنکھوں سے لڑھکے گئے۔

جب وہ چھوٹا تھا تو اسے ایک بہن کی بہت زیادہ خواہش تھی جب وہ اپنے دوستوں کو اپنی بہنوں کے باز اٹھاتے دیکھتا۔ ان سے لڑ جھگڑ کر پھر سے اسی طرح بر نفس و کینہ کو مٹا کے آپس میں جھتے ہوئے دیکھتا تو اس کا دل جا بجا کاش اس کی بھی بہن ہوتی۔ معصوم سادل ایک چھٹی سی خواہش کرتا اسی طرح وہ میٹرک کا امتحان پاس کر کے کالج کی دنیا میں قدم رکھنے والا تھا جب اللہ نے اس کی دعا کا ثمر دے دیا اسے ایک چھوٹی سی خوب صورت بہن عطا کر دی گئی مگر اب وہ اس سے بات کرنے کا بھی رو اور نہیں تھا۔

”بتول اس کے کہ وہ اس عمر میں آئی ہے جب اس پر بے عزتی کا لیل لگنے کا خدشہ تھا۔ کمزور دل میں انوکھی اور بے بنیاد بہگمانی نے ذرا جھبا تو وہ کسی بازور لڑائی کی طرح زبردستی مستحق قابض ہو گئی۔ وہ اس پر بے نی طرف ہر سنا اس کے ہاتھ سے کھانا لیکھا اسے زبردستی۔ وہ جب بھی کوئی ٹھنی ٹھنی سی خواہش لے کر اس کے پاس آئی وہ اسے بھنا دیتا اور وہ اس کی کتابوں سے مینتی تو اس سے اپنی کتابیں بھی نہیں کراسے ایسے پھینر جرتا کہ وہ درد سے تھلا جاتی۔ اماں ابا اسے ڈانٹتے مگر اسے کون سی اب ان کی پروا تھی وہ انہاں پر براہم ہوتا۔ وہ اس کے پاس مسکرائی ہوئی آئی جب اس نے سر پر دوپٹہ لے رکھا تھا ننھی چھ سالہ منائل کے سر پر دوپٹہ ہے پناہ سچ رہا تھا۔ ہاتھ میں گڑیا لے کر اسے دکھانے آئی اسے اس پر ٹوٹ کر بچار آیا مگر پھر اپنے دوستوں اور مٹھے داروں کی باتیں اسی مذاق یاد کرتے ہی اس پر گرجنے پر سنے لگا اور وہ معصوم بدک کر پیچھے ہٹی تھی۔ اس کی گڑیا اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی تھی اور دوپٹہ وہیں پر پھینک کر اماں کی آغوش میں چھپنے کے لیے دوڑی گئی۔ وہ جب بھی اپنے دوستوں کے مذاق یاد کرتا وہ بھول جاتا کاش کی بہن تو معصوم ہے۔

اسے یاد آتا تھا کہ وہ اس کی بھانڈوں کا ٹھکانہ ہے

میرا پیدائش نام ابو بکر ہے۔ میں میرے عائشہ کے گاؤں سعادت پور میں رہتی ہوں۔ 29 جولائی کو اپنے نھیالی گاؤں نروال میں پیدا ہوئی۔ اپنے ماں باپ کی پہلی اولاد ہوں۔ اپنے نھیالی کی لادولی بھی ہوں۔ اس لیے میرا بچپن لڑکپن اور جوانی نھیالی میں گزری۔ چار ماحول کی لادولی ہوں۔ میرے دو بھائی اور پانچ بہنیں ہیں۔ میرا مشغلہ پڑھنا سنت نئی کو کتب گزرا اور کپڑے سینا ہے۔ میرے امی ابو اور باقی بہن بھائیوں نے زیادہ وقت کراچی میں گزارا ہے۔ ہمیں پنجاب شفٹ ہوئے پندرہ سال ہو چکے ہیں۔ میری اور مجھ سے چھوٹی بہن کی شادی ہمارے پیالہ کے گھر ہوئی۔ ہماری شادی کو دس سال ہو گئے ہیں۔ میرے تین بچے ہیں۔ میری بیٹی ہارپہ میرا بیٹا محمد صیب الرحمن اور ماہر میری بیٹی میمونہ تول ہیں۔ میرے شوہر کا نام غلام صیب ہے۔ وہ آرمی میں ہیں۔ میرا اور میرے بچوں کا بہت خیال رکھتے ہیں۔ میرے تینوں بچے زیر تعلیم ہیں۔ میری اپنی حلیم ایف اے ہے۔ میں اپنے سسرال کی پہلی بہو ہوں۔ اس لیے مجھ پر بہت ذمہ داریاں ہیں۔ دوسری بہن رشتے میں دیورانی ہے۔ اس کے شوہر بھی آرمی میں ہیں۔ میرے میکے والے اور میرے نھیالی والے اپنے زیادہ تر کام میرے مشورے سے کرتے ہیں۔ ان لیے کہ میں ان سب کی بڑی ہوں۔ مجھے کہوں میں سب کہیں پسند ہیں۔ خواہ وہ بیٹی ہو یا دنیاوی۔

رائز میں مجھے سعد یہ ان کا شرف نمر احمد امیر احمد نواز القاز آسید رزاقی نایاب جیلانی نبیلہ عزیز بہت پسند ہیں۔ خوشبو میں مجھے گلاب کی خوشبو اور مٹی کی خوشبو بہت پسند ہے۔ کھانے میں بریانی، روست اور مشروبات میں سادہ پانی اور چائیں بہت پسند ہے۔ تاریخی مقامات میں قلعہ عظیم اور مینار پاکستان بہت پسند ہیں۔ لباس میں مجھے شلوار قمیص اور لمبا سا دوپٹہ بہت پسند ہیں۔ شاپنگ کرنے کا بہت شوق ہے۔ مہروں، ہماؤں اور بچے کمر بہت پسند ہے۔ بارش بہت پسند ہے۔ لیکن بارش کے بعد کا گند سینا یا لگاتے۔ میری دوستیں میری امی اور خانہ جیلہ ہیں۔ قصہ بہت آتا ہے۔ کرکٹ میں مجھے شاید آفریدی بہت پسند ہے۔ ایکمز میں ہتیقہ اوڈھو خانہ کش خانہ ہماؤں سمیت بہت پسند ہیں۔ میرے ابو میرے فوری دوستی ہیں۔ اللہ ان کو لمبی زندگی دے۔ مجھے چاکلیٹ اور آسٹن کریم بہت پسند ہے۔ فوری زبان اردو اور پنجابی ہے۔

آخر میں یہ کہنا چاہوں گی جو جہاں رہے خوش رہے۔ دوسروں کو دکھ نہ دے۔ کوئی غلطی ہوئی ہو تو معاف کر دیجئے گا۔ اگر آپ چل میں میرا تعارف شائع ہو جائے گا تو آپ چل میں اور بھی پسند یہ ہو جائے گا۔ آئندہ بھی اپنی رائے کا اظہار کرتی رہوں گی۔ شکریہ



مناہل کو دن بھر کراچی تک ایسا گیا۔ منہ عروسی ہونے سے مس آمان سے اتنی کوئی حور لگ رہی تھی مگر چہرے پر سردی چھائی ہوئی تھی۔ یہی چیز سب کو پریشان کر رہی تھی۔

”پھوپھو.....“ ان کے ننھے ننھے دونوں بچے اور بیٹی اس کے پاس آ کر بولے اور اس کا گونگھٹ اٹھا لیا تو وہ بے خبر سے منہ لپی اٹھل دیکھنے لگی یوں

قدرت کا حسین اور انمول عطیہ ہے اور پھر جب امان نے مناہل کے حق میں بولنا شروع کیا تو وہ یوں بغاوت کرنے لگی جیسے عقاب ان کی بہن نہیں بلکہ اس کا رقیب ہو۔ ہم نہاد عزت کی خاطر وہ اس معصوم دل کا خون کرتا رہا اور وہ بزرگوں کو بھی راتا رہا۔ اب اس کے ذہنی تھے اور ان کی بہن کی شادی تھی۔ وہ نہیں آتا تھا بہن کی آنکھیں رات نلتے تھتے پھر ہو چکی تھیں۔

بہن کی اصل کی پوری کردی۔ بہن کو جینے دے کر اسے
مالا مال کر دیا تھا، بھائیوں کا پیاز سے سر پر رکھا گیا ہاتھ
ہی تو سب سے بڑا شاندار جینے ہوتا ہے۔

کتنی دیر وہ دونوں روتے رہے اور ساتھ سب کو
بھی رلاتے رہے وہی لوگ جو کبھی اس لڑکے کو ڈاکا
بہن کے خلاف بھڑکاتے تھے۔ آج وہی لوگ اس
کے ساتھ آنسو بہا رہے تھے کتنی دیر بعد اس نے
بہن کا چہرہ دیکھا اور کئی ٹائپے بس دیکھتا ہی رہا۔ وہ
اس کی بہن تھی حسن کا شاہکار، مصومیت کا پیکر، محبت
کا سراپا اور وہی بہن جس کا وہ مان تھا جس کے آنچل
کا وہ محافظ تھا۔

خوشیاں محو رقصاں تھیں اور آنسو روانی سے بہ
رہے تھے۔ شادی نے تیز کر دیے گئے بہن بھائیوں
کے درمیان معاملوں کی نہ تو منجائش رہتی ہے اور نہ ہی
جسے تھبوں کی ضرورت نہیں مسکرا کر بات کرنے سے
عرضوں کی پھڑکی ہوئی بھیتیں ڈالیں آجاتی ہیں۔

مناہل بھائی کا گھر سونا کر گئی اور وہ اس کی گرد میں
اپنا خوشی اور بہائی نئے آنسو بہاتا رہا۔ برسوں کا دل کا
جو سکون غرق ہوا تھا، آج سب غم ختم ہو گئے تھے درد
نت گئے تھے سکون مل گیا تھا۔

”پاپا اب پھوپھو کب آئیں گی۔“ اس کے
دروں بچے ان سے پوچھ رہے تھے۔

”بچہ آپ کی پھوپھو کو لے آئیں گے۔“ اس نے
ردی آنکھوں سے مسکرا کر کہا اور ان کو گلے لگا لیا۔ اس
کے سامنے اس کی بیٹی تھی۔ مناہل کی کاپی بالکل وہی
سراپا، وہی مسکراہٹ، بس گڑیا کی کمی تھی۔ ایک مناہل پیا
کی سنگت میں اسے روتا پھونڈتی تو دوسری مناہل اسے
بسانے کے لیے اس کے پاس کھڑی تھی۔



جیسے وہ کوئی انوکھی آسمانی مخلوق ہوں اس کے ہونٹ
نم و اتھے۔ آنکھوں میں حیرت بھی دل کی دھڑکنوں پر
تو بونٹیں تھا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اٹھ کر
بھنگڑا ڈالے۔

”پاپا نہیں آئے؟“ اس نے ان دونوں کو اپنے
حصار میں لے کر پھینچ کر پوچھا۔ یہ منظر دروازے کے
پاس ابا کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑے محل نے بھی
دیکھا تھا اور اس کی بیوی طاہرہ نے بھی، ہر چشم نم ہوئی
تھی۔ شادی میں اب مزید خوشیوں کا اضافہ ہو گیا تھا۔

”آئے ہیں پھوپھو۔“ وہ دونوں تقریباً خوشی سے
چلے تھے ان کی پھوپھو اتنی اچھی ہے۔ بہن تو انہیں نماہر
روز کسی گلے کی طرح پڑھاتی تھیں مگر وہ خاوند کے
سامنے خاموش رہتیں اور بچوں کو تاج معلوم ہوا کہ ان
کی پھوپھو دنیا کی سب سے اچھی پھوپھو تھی۔ مناہل کو لگا
رہا، ہم پھوپھو رہنے لگی ہو اسے اب شادی نے سٹائی
دینے لگے انہیں بانہوں میں بچے زار و زار دوری تھی۔

طاہرہ بھابی بھی اس سے آکر گلے نہیں تو است
گلے لگائے تھی ہی دیر تک روتی رہیں۔ گھروں سے
نکل کر بھنگ جانے والے لاپوشی کسی درخت کی شاخ پر
اتفاق سے مل بیٹھے تھے اور اب خوشی سے پہچھا رہے
تھے یہی منظر اس چھوٹے گھر میں تھا۔



وہ جانے کو تیار کھڑی تھی تب ہی کوئی اسٹج تک آیا
وہ تو اس کی خوشبو سے ہی پہچان گئی تھی کہ وہ کون ہے۔
اسے امید تھی کہ اس کا بھائی اس سے سفاکیاں مانگے گا
اس سے اپنی غلطیوں کا اعتراف کرنے کا گروہاں ایسا
نہ تھا۔

”جینے ما میں نہیں رہیں، ہند جمانی دیتے ہیں۔
میں اپنی گڑیا کو جینے دے پنا آیا ہوں۔“ وہ کہتے ہی آگے
بڑھا اس کے ہلکے ہوئے سر پر ہاتھ رکھ اور پھر اسے
گلے لگا کر پھوٹ پھوٹ کر روتا پنا نہ معافاں مانگتے نہ
اپنی صفائیاں پیش کی۔ نہ کوئی ایسا کا اعتراف کیا اس

Downloaded From
Paksociety.com

ڈاکٹر سکرگشاہ
فاخرہ گل

اپنی پلکوں کے دریچوں میں چھپالے مجھ کو
 حسنِ تدبیر سے تقدیر بنا لے مجھ کو
 مجھ کو محسوس کرے گا نہ کوئی تیرے سوا
 عشق کی لالچ ہوں سانسوں میں بسالے مجھ کو

(گزشگہ قسط کا خلاصہ)

کال سینٹر جاتے ہوئے اجیہا ریش کو ایک شاپنگ سینٹر سے نکلنے دیکھ کر عجیب احساسات سے دوچار ہوتی ہے جبکہ ریش ڈرائیونگ کے دوران اسے دیکھنے سے کاسر رہتا ہے۔ آفس میں نوٹس پٹنے پر جہاں وہ منتظر ہوتی ہے وہیں گھر پر اچانک غزنی کی آمد اس کے لیے مزید مشکلات لادتی ہے۔ غزنی اچیر کی اصل حقیقت جاننے کی تک وہ میں ان کے گھر قیام کرتا ہے جیسے میں نہیں رہے کہ بر صورت مات واپس آنے کا کہہ کر صورت حال سمجھانے کی کوشش کرتی ہے۔ غزنی اپنے طبع ذرا سیدھی سچی کو باتوں میں الجھا کر اچیر کی کال سینٹر کی بہت سے متعلق تمام حقیقت جان جاتا ہے لیکن فی الحال یہ بات وہ کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔ گھر میں غزنی سے سامنا ہونے پر اچیر عجیب بے چینی میں غم مانی ہے دوسری طرف سکندر صاحب ہر معاملے سے الٹھائی کا اظہار کرتے لیکن ان کا نیند سو جاتے ہیں۔ ریش اپنی والدہ کے جنم دن کو خوب بھرپور طریقے سے منانے کا ارادہ کرتا ہے اور ایک سر پرانز پارٹی ارنج کرتا ہے جس پر وہ دونوں ہی بے انتہا خوش ہوتے ہیں اور ریش اچیر کے نوٹس تیار کرنے کی خاطر کتنا ہی گھر لگتا ہے وہ اس کی خاطر جاگ کر اپنی دوستی اور محبت کی بنیاد رکھتا ہے۔ غزنی کی خاموشی سکندر صاحب کو تشویش میں مبتلا کر دیتی ہے ایسے میں اپنی بیگم سے تمام حقیقت دریافت کرنا پاتے ہیں کہ اچیر کی مات پر غیر خاموشی کے عشق غزنی کو کیا بتا دیتا ہے۔

لیکن اپنی جہم ان کی تلخ باتوں کے جواب میں خاموشی اختیار کر سکتی ہیں یہ خاموشی ایک بڑے طوفان کا پیش خیر ثابت ہوتی ہے جب ہی سکندر صاحب منکھات بکتے اپنی زندگی کی بربادی پر نہیں اور ان تمام ٹھہراتے ہیں اچیر یہ تمام مظلوم دیکھ کر شدید کرب میں مبتلا ہو جاتی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

یہ آوازیں امی کے رونے کی تھیں، بعض اوقات بل جاتا ہے سناں کہ اندر کا تمام فرما اپنے آنسوؤں کے کنارے باہر پھینکا جائے اور تب سسکیوں اور آنسوؤں کے ذریعے رونے سے بھی نسل نہیں ہوتی تو بے اختیار وہی آنسوؤں کا سہارا لیتے ہیں امی بھی آواز سے رو رہی تھیں۔ سکندر صاحب کے سامنے جب سن کا ضبط جواب دے جاتا تھا تو ان کے لاکھ دکھنے پر بھی آنسو گالوں پر پھسل آتے اور دل کو حریر ہو چھل کر دیتے لیکن ان کی غیر موجودگی میں تنہائی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ خود سے خاموشی سے ہم کلام ہوتی اور ہا آواز رو کر دل ہلکا کرتی تھیں۔

کوئی شانہ میں جو رکھ رہے سر دیکھنے کو
 تیرا دنا تیرے آگے تو رو نہیں سکتے

اچیر کمرے سے نکل کر اپنے باؤں ان کے پیچھے آ بیٹھی اور آہستہ سے اپنے باؤں کے گرد گھمائل کر کے ان کے بال چوم لیے انہوں نے دیکھ تو اسے گلے سے لگا کر

نی تو ہیں ہاں جاؤ جی میرے والٹ سے نکل لو جتنے چاہیے۔" خنیں مسکراتے ہوئے اندر گئی تو اجیہ ان کی طرف دوبارہ توجہ ہوئی۔

"میں نے آپ کو پہلے بھی کہا تھا ماں کہ میری ننھوہ کے سارے پیسے آپ رکھا کریں جب جی چاہتا ہے اور جہاں جی چاہے آپ نہیں خرچ کر لیا کریں لیکن میرا خیال ہے آپ نے پھر سے میری بللاری میں رکھ دیے ہیں ہے ناں؟"

"تمہاری محنت کی کمائی کو میں دو روپے دو روپے میں ضائع نہیں کرنا چاہتی اجیہ ان چیسوں کو سنبھال کر رکھو تمہارے کا آؤ میں گے۔"

"گلو وہی ٹھیک ہے یا ڈیڑھ گلو منگواؤں۔" خنیں نے کمرے سے نکل کر پوچھا اس کے ہاتھ میں پیسے تھے اور وہ پڑوں میں جانے کے لیے دوپٹا ٹھیک کر رہی تھی۔

"میرا تو خیال ہے آدھا گلو یا زیادہ سے زیادہ گلو منگواؤ ہم تین ہی تو ہیں۔"

"تین کیوں، غزنی بھی جہاں آئی۔" خنیں بولی۔
"نہیں، غزنی تو صبح ہی چلا گیا شاید فجر کے وقت۔" امی نے بتایا تو وہ دونوں ہی حیران رہ گئیں جبکہ خنیں کو حیرت کے ساتھ وہ بھی ہوا تھا اور بات دہراتے ہوئے

آج صبحی مرتبہ لارم بھی اسی لیے لگا کر سوئی تھی کہ غزنی آیا ہوا تھا اور وہ اس کے لیے خاص طور پر نہ صرف ہاتھ تیار کرنا چاہتی تھی بلکہ اس کے ساتھ بیٹھ کر ناشتہ کرنا بھی چاہتی تھی لیکن امی کی بات پر اسے سخت ہلوی ہوئی۔

"لیکن اس طرح بغیر بتائے کیوں چلا گیا اور سب سے بڑھ کر نہ کچھ کھانا نہ پینا یہ بھلا کیا بات ہوئی۔"

"تمہارے بابا بتا رہے تھے کہ صبح فجر کے وقت وہ نماز کے لیے نکلے تو وہ بھی ان کے ساتھ ہی چلا گیا۔" خنیں نے مت سورا تھا اسی دوران کمرے سے اجیہ کے موبائل بجنے کی آواز آئی لیکن اسے کون فون کر سکتا ہے اور وہ بھی اس وقت پہلا خیال غزنی کا ہی آیا اور کمرے میں داخل ہونے تک

اس کے منہ کے ذرا بے غزنی کے پاس اور اس کے تصور سے فون بجنے کی آواز موبائل پر نظر آئی وہ اس کے پاس

میرے پاس جو کچھ ہے وہ آپ کے لیے ہے۔" امی نے کہا۔

"میری بیٹی مجھ سے نفرت کی سزا سہنا پڑتی ہے ماں تمہیں بھی مجھے معاف کر دو خدا راجھے معاف کر دو۔"

"اسے مایہ ایسا کیوں کہہ رہی ہیں آپ پلیز ریٹیکس رہیں جو کچھ ضرور ہے ہمارا نصیب ہے۔ آپ کیوں خود کو تصور وار نہیں رہتی ہیں؟ وہ ان کے بالوں اور کمر پر ہاتھ پھیر رہی تھی، انہیں جو صلا نہ تھی اور واقعی انہیں محسوس ہوا کہ وہ بالکی تو نہیں ہیں بلکہ ایسے ہی ہیں ان کے ساتھ۔

"جب تک تم چاہ کر رہی ہوگی ہمارے گھر میں سچی ٹینشن رہے گی۔" امی نے سکھائی۔

"آپ کیا چاہتی ہیں میں چاہتا ہوں پھوڑوں؟" ان کے آنسوؤں سے بھیجے چہرے کو اپنے ہاتھوں سے صاف کرتے ہوئے اجیہ نے پوچھا تو وہ کوئی جواب نہ دے سکی بلکہ خاموشی سے سر جھکا کر اپنے ہاتھوں کی لیکچروں کو دیکھنے لگیں اسی دوران خنیں دواش روم سے ہاتھ منہ دھو کر ان کے پاس چلی آئی۔

"خیر تو ہے ماں کیا ہوا ہے؟" امی کی آنکھیں پتہ رہی تھیں کہ بہت روئی ہیں۔

"نہیں کچھ خاص نہیں تم بہت ناشتہ چاہ کر لو۔" اجیہ نے موضوع بدلنے کی خاطر کہا۔

"اجیہ آج تم بھی گھر پر ہو کیوں نہ پڑھو اس کے ساتھ لو کی بجیا اور کسی تیار کی جائے۔" امی دوا پید کی وہی کیفیت سے بے خبر اس نے پروگرام بٹا دیا۔

"لیکن آلو تو ختم ہو گئے ہیں اور کسی کے لیے وہی بھی نہیں ہے۔" امی نے کہا۔

"کوئی بات نہیں، پیسے دیتے ہیں پڑھ رہا ہوں امی لگائے گا۔" خنیں نے فوراً بڑے جوش سے جھکی جاتے ہوئے کہا۔

"لیکن تمہارے بابا ذرا بھری کے لیے پیسے نہیں دے کر گئے آج اور تمہیں پتا تو ہے کہ اگر وہ بھری کے پیسے نہ دیں تو میرے پاس ایک روپے بھی نہیں ہوتا۔" امی نے دحیرے سے کہا۔

"امی۔" میرے پاس جو کچھ ہے وہ آپ کے لیے ہے۔" امی نے کہا۔

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں:-

ہائس کو الٹی پی ڈی ایف
ایڈ فرس لنکس
ایک کلک سے ڈاؤن لوڈ
ڈاؤن لوڈ اور آن لائن ریڈنگ ایک پیج پر
کتاب کی مختلف سائزوں میں اپلو ڈنگ
ناولز اور عمران سیریز کی مکمل ریجنج

Click on <http://paksociety.com> to Visit Us

<http://fb.com/paksociety>

<http://twitter.com/paksociety1>

<https://plus.google.com/112999726194960503629>

پاک سوسائٹی کو فیس بک پر جوائن کریں

پاک سوسائٹی کو ٹویٹر پر جوائن کریں

پاک سوسائٹی کو گوگل پلس پر جوائن کریں

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس

بک پر رابطہ کریں۔۔۔

ہمیں فیس بک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے امیج پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں:-

Dont miss a singal one of your Favourite Paksociety's Update !

- i. Open Paksociety Page.
- ii. Click Liked.
- iii. Select Get Notifications.
- iv. Select See First.

All Done

Like Message

Get Notifications
Add to Interest Lists...

Unlike

IN YOUR NEWS FEED

See First
See new posts at the top of News Feed

Default
See posts as usual

Unfollow

وقت اسے خوش گوار حیرت کا انتہائی احساس ہوا جب دوسری طرف سے آنے والی آواز اربش کی معلوم ہوئی وہ مسکراتے ہوئے وہیں جینز پر بیٹھ گئی۔

"اگر سے اربش تم..... میرا نمبر کہاں سے ملا؟" اسے یاد تھا کہ اس نے اپنا نمبر غلط لکھوایا تھا لیکن اس کے باوجود اربش کا اسے فون کرنا واقعی حیران کر گیا تھا۔

"بس دیکھو لاقم نے تو اس دن غلط نمبر بتایا تھا ماں لیکن میں نے آنٹی کی رپورٹس سے نوٹ کر لیا تھا کہ بھی کام آئے گا۔" وہ مسکرایا اور اچھے شرمندہ اونے کے بجائے منسنے لگی۔

"جی ہاں اب ہر ایسے نمبر سے کون تو میں نمبر نہیں دے سکتی ماں۔"

"لہذا ہر ایسا نمبر ایسے صحیح فون بھی تو نہیں کر سکتا۔" "اچھا اچھا اب ہر فون کیسے کیا لگتا ہے جو نمبر لے کر گئے تھے انہیں پڑھنے کا نام نہیں ملا۔" اچھے نے خوش گوار موڈ میں کہا انہیں میں کل رات اس کی مصروفیت جو تھی۔

"جناب ایسا ہانگل بھی نہیں ہے کیونکہ اربش دو دفعہ ہی نہیں کرتا جو پورا نہ کر سکے۔"

"تو پھر..... کیا صرف یہ بتانے کے لیے فون کیا ہے کہ تمہارے پاس میرا نمبر موجود ہے۔"

"ارے نہیں دراصل حسن نے آج آنٹی کی رپورٹس لینے جانا تھا اگر تم بھی ابھی تک نہیں لائی ہو تو کیا اسے کہہ دوں تاہم تھرتھرتے گائے کا خنڈا تو تم اتنی دور جاؤ گی پھر آؤ گی سارا وقت ضائع ہو جائے گا تمہارا اور اتنی محنت میں پھر بھلا یونیورسٹی کر کیسے پڑھو گی۔"

"واقعی کیا میرے لیے بھی کوئی رقم منہ ہو سکتا ہے میرے آ رام اور محنت کا سوچ سکتا ہے۔" اس نے خود سے ہی سوال کیا۔

"پچھلے دنوں کی ضرورت نہیں ہے آخر ہم دونوں کلاس فیلوز ہیں اتنا تو کر سکتے ہیں ماں ایک دوسرے کے لیے۔"

"لیکن ہم تو کلاس فیلو ہیں ہی نہیں۔" وہ ایک دم حیران ہوئی۔

"اچھا جیسی یونیورسٹی فیلوز تو ہیں کہہ ہی نہیں ہیں اور....."

اگر وہ بھی نہیں ہیں تو کیا ہم انسان بھی نہیں۔ آخر انسان کا فرض ہے کہ دوسرے انسان کی مدد کرے۔ اربش نے اپنی اس منبٹگی۔

"لوہو اچھا بابا لے آتا امی کی رپورٹس بہت بہت شکریے کے ساتھ۔"

"ہاں بس شکریہ کرنا مت بھولنا اور ماں میں رپورٹس تمہارے گھر پر ہی دینے آ جاؤں گا رانا ایڈ نہیں....."

"نہیں..... نہیں گھر پر آنے کی کوئی ضرورت نہیں میں وہیں یونیورسٹی میں ہی تم سے ملے ٹوں گی اور ابھی میں بڑی ہوں پھر بات ہوگی۔" گھر آنے کے نام پر اچھے نے فوراً رابطہ منقطع کر دیا تھا وہ حیران تھی کہ آخر یہ بندہ اتنا فاسٹ کیوں ہے اور اسے گھر آنے کی اتنی جلدی کیا ہے۔

"کس کا فون تھا اچھے۔" حنین کمرے میں آئی تو موڈ آف تھا۔

"فون تو جس کا بھی تھا لیکن تمہارا منہ کیوں اترا ہوا ہے۔" ابھی تو وہ اسے اچھی محنت چھوڑ کر فون سننے آئی تھی اور اب اس کے منہ پر بار بار بچہ دیکھ کر اچھے حیران ہوئی۔

"بس میں رات کو دوسرے سوئی تھی ماں تو نیند پوری نہیں ہوئی اس لیے ذرا لپٹنے کی ہوں۔" وہ بیڈ پر اپنی سائینڈ پر تکیے سے تکیا لگا کر بیٹھی تھی۔

"اور ناشتہ..... وہ پڑھے آ لوگی بھیا اور سی۔"

"پھر کسی دن..... قرنیٰ کن خاطر عمارت کے طور پر تیار کرتا تھا تاکہ بابا خوش ہوں اور تاپا ابو وغیرہ بھی لیکن اب کیا فائدہ پیسے ضائع کرنے کا..... سنو دروازہ بھی بند کر دو۔" حنین نے اچھے کو پوچھنے کا موقع نہیں دیا اور دروازہ بند کرنے کا کہہ کر گویا اسے جانے کا کہہ دیا اچھے نے کندھے اچھکائے اور کمرے سے باہر نکل گئی اس کے جاتے ہی حنین نے اپنی ڈائری نکالی اور دیکھنے لگی۔

"محبت کے نام۔"

میں تم سے سخت ناراض ہوں بتا ہے تم سے ملنے تمہیں دیکھنے اور تمہارے ساتھ ہونا وقت گزارنے کے لیے کتنی

میں تم سے سخت ناراض ہوں بتا ہے تم سے ملنے تمہیں دیکھنے اور تمہارے ساتھ ہونا وقت گزارنے کے لیے کتنی

میں تم سے سخت ناراض ہوں بتا ہے تم سے ملنے تمہیں دیکھنے اور تمہارے ساتھ ہونا وقت گزارنے کے لیے کتنی

میں تم سے سخت ناراض ہوں بتا ہے تم سے ملنے تمہیں دیکھنے اور تمہارے ساتھ ہونا وقت گزارنے کے لیے کتنی

میں تم سے سخت ناراض ہوں بتا ہے تم سے ملنے تمہیں دیکھنے اور تمہارے ساتھ ہونا وقت گزارنے کے لیے کتنی

دعا میں مانگی تھیں لیکن تم آتے اور آ کر بیٹے بھی گئے یوں
 اپنا تک بھی کوئی چھوڑ کر جانا سے کیا بھلا۔ میں تمہیں ایسے
 بتاؤں کہ اب میرے دل کو سکون نہیں ملے گا جاتے ہوئے
 تم از کم ایک نظر دیکھتے تو سہی مجھے اتنا موقع تو دیتے کہ
 میں جاتے وقت تمہیں جی بھر کر اپنی نظروں میں قید
 کر پاتی۔ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تم صرف مجھ دیکھنے اور
 مجھ سے ملنے کے لیے کسی نہ کسی بہانے ہمارے گھر آتے
 رہتے ہو لیکن سنو میرا دل چاہتا ہے کہ میں تمہارے منہ سے
 سنوں کہ میں تمہاری محبت ہوں اور تم بہت زیادہ دیر اب
 میرے بغیر نہیں رہ سکتے، تمہارے ان الفاظ کے سہارے
 میری محبت ہمیشہ تر تازہ اور توانہ مستحکم رہے گی اس لیے اپنے دل
 سے محبت کا اظہار کرنے کے بجائے لفظوں سے اسے
 یادگار بنا دو تمہاری اپنی محبت۔“

نیند اس وقت آئی نہیں تھی لہذا کھٹکے کھر کے مار کر
 کے ساتھ ہمیشہ کی طرح اپنی محبت کے نام کی گئی بات
 چیت والے صلے کو خوب صورت ترین بنانے لگی۔



محبت بعض اوقات انسان کو دبا دے پر لاکھڑا کرتی ہے
 ایسا دورا جس میں بعض اوقات جان سے پیارے رتے
 آمنے سامنے ہوتے ہیں تو ہمیں اصول، بہت و رمان ہر
 جگہ اپنی اہمیت منوانے چاہتی ہے کہ لوگ اس لئے کہ ہنس
 جائیں یا تمہارے غم سے ریزیں اور تہنیتیں کہیں کہیں
 میں بس اس کے ہونے سے یہ گھمبویو ہے اور اس کا فیشن
 میں اور تو ہے۔

ہم ہیں درد پیش نہ وہ دیکھنے والے مسائل
 نہ محبت سگی خیرات میں مل سکتی ہے
 یہ وہ غم ہے جو ہر سزا میں گاسکتے ہیں
 یہ وہ خوشی ہے جو ہر چھول میں ہٹ سکتی ہے
 یہ تو اک رہتا انوکھا ہے دلوں سے دل کا
 وہ سواری ہے ہم منزل پہ پہنچ سکتی ہے
 تم سے گل ہو جیسے کوئی کیا ہے محبت کا کیا
 حسب اوقات بدل کر سکتے ہیں حسب تو نہیں ہا کر لیا گیا

غزنی جب سے اجیہ کے گھر سے آیا تھا اہمبھائی الجھا ہوا
 تھا، جوان لڑکیوں کو تختیر کی نظر سے دیکھا کرتا تھا جو دن کی
 روشنی میں نوکری کے لیے گھر سے نکلتی ہیں اور اب خود اجیہ
 نوکری کر رہی ہے اور وہ بھی دن کی نہیں بلکہ رات کی اگر یہ
 سب اسے اجیہ کی غیر موجودگی میں یا اس سے دوری پر پتا
 پڑتا تو قیہ تہا چراغ پا ہو جاتا کہ غصے کا تو ویسے بھی تیز تھا اور یہ
 تو پھر ایک اصولی بات تھی کہ آج تک ان کے خاندان میں
 نہ ایسا ہوا تھا اور نہ ہی کسی لڑکی نے ایسا سوچا تھا جو کچھ اب
 آج کل اجیہ کر رہی تھی اور اسے بھی ذرا تہد چاچا کے منہ
 سے تہد ترقی من کر غصہ تو شدید آیا لیکن جب ہی جب
 تک کہ اس نے اجیہ کو نہ دیکھا تھا جیسے ہی اجیہ پر نظر پڑتی
 تو م تر غصہ اور اختلاف پتا نہیں کہاں جا چھپے تھے یاد تھا تو
 بس اتنا کہ اس کے سامنے اجیہ ہے جو اس کی جہلی اور شدید
 محبت کی واحد حاکم ہے جس کا غصہ بھی غزنی کے لیے سر
 آٹھوں پر تھا اور جس کے مستحق نہ تھا اور جس کی باتیں کرنا
 غزنی کے دل کے لیے اطمینان کا منظر و ذریعہ نہیں اور اس
 سے ملنے اور کسی طور سے ایک نظر دیکھ لینے کی چاہ میں وہ
 بہانے بہانے سے سکتے صاحب کے گھر کا پھر لگایا کرتا۔

لیکن باب۔“ اب اس کے سامنے دور اتے تھے کہ
 یا تو دونوں ندان بھر کے سامنے یہ بات اچھا تھا کہ اجیہ رات
 چھوٹے۔ باہر رہ کر نوکری کر لے اور یا پھر خاموشی سے
 نور نہیں کو باب چھوڑنے کا مشورہ دیتا اور اس نے دوسرا
 طریقہ پتا لگایا، وہ نہیں چاہتا تھا کہ اجیہ کا نام نہ ندان میں
 سب کے زبان زد عام ہو اور وہ بے چاری ہر ایک کو
 سنا لیاں دیتی رہے کہ وہ پوری رات صرف کرسی پر بیٹھے
 کہ بیوز پر کا کرتی ہے اور بس۔“

یوں بھی جس سے محبت ہو جائے اس کے تمام عیب
 سب فرمایاں اور کبھی غلطیاں ڈھانپ لی جاتی ہیں دنیا
 واقف سے پہنچی جاتی ہیں تاکہ دوسروں کے سامنے وہ
 مستبر رہتا اور کسی بھی طور عزت پر حرف نہ آئے۔ یہی وجہ تھی
 کہ غزنی نے اجیہ کی خاطر اپنی اظہار کے برعکس فیصلہ
 کیا کہ اس سے ملنے پر غم نہیں رہنے کا سوچا لیکن جب تو

"وہیے میں سوچ رہی ہوں، بلکہ تمہارے لہا کا بھی
یہی خیال ہے کہ تمہاری شادی کر دی جائے۔"
"شادی، یہ صحیح منہ ہمارا آپ کو میری شادی کا خیال
کیسے گیا؟" وہ حیران ہوا۔

"خیر سوچ تو ہم کافی عرصے سے رہے ہیں لیکن اب
وہ وقت آ گیا ہے کہ ہم تمہاری اور اجیہ کی شادی کر دیں
تمہارا کیا خیال ہے، تمہیں اجیہ پسند تو ہے نا؟" اب وہ
کیسے بتاتا کہ اجیہ کے لیے اس کے جذبات کو صرف
پسندیدگی کا نام دینا ٹھیک نہیں ہے بلکہ وہ اس سے بڑا کئی
محبت کرتا ہے اور یہ محبت ہی ہے جس کی وجہ سے اس کی
بے رنگی بھی سہہ لیتا ہے کہ چنانچہ نہیں تو کل وہ اس کی
ہوئی اس کے ساتھ ہوئی اور اب اس کے دکھے پھکے
روپے سے غزنی کے دل پر جو لڑائی ہے وہ سب اسے ہمد
میں نہ صرف بتائے گا بلکہ اسے جبراً نہ بھی لگا کرنے کا کہا
جائے گا۔

"آپ کو پسند ہے تو مجھے بھی پسند ہے۔ بھلا آپ کی
مرضی کتا گے میری کیا مجال ہے کہ کوئی مانے دوں۔"
"کتے سیدھے نہیں ہوتے نا ہوں تمہاری سب جانتی
ہوں کہ ہر دوسرے دن اجیہ کے گھر جانے کا مقصد کیا
ہے۔ آج ہی تمہارے بابا کو بھائی صاحب کی دکان پر بھیجتی
ہوں۔" وہ ہنس رہی تھی اور غزنی بھی اس ہنسی میں ان کا
ساتھ دے دیتا تھا اس کا بس چہرہ تو ابھی انہیں اپنے ساتھ
لے جاتا اور چٹ مٹکتی جٹ پھا کر کے اجیہ کو لہان کھندوب
میں اپنے سامنے بیٹھا دیکھتا لیکن خیر جو بھی تھا وہ لوں کے
سامنے اتنی جلد بازی نہیں دیکھتا چاہتا تھا کہ جانتا تھا جلد یا
بدیرا جیسا اب اتنی کی ہے۔



ایسا بہت کم دن تھا کہ انہیں می کے جگانے سے پہلے
ہی ہنٹھ جائے یا پھر وہ جاگے اور سامنے می کا محبت بھرا
سکراٹا ہوا چہرہ دیکھنے کو نہ ملے لیکن آج ایسا ہی ہوا تھا اس
نے اپنے سامنے جگہ ہمد ہنٹھ پر پہلے کتا لہان اسانڈ میبل پر
کھینچ لیا اور وہیں سے انداز ہو گیا کہ می اس کے کمرے کا

بہر حال اس کے لیے قابل قبول نہیں تھی لہذا اس سے کہیں
بھی انگ سے مل کر اسے سمجھانے یا منع کرنے کا ارادہ کیا
اور اس سے ملنے کے لیے پونہ ٹی یا کال سینٹر میں سے کسی
جگہ کا خطاب سے کراتھا۔

"غزنی بیٹا۔" وہ جب ستا یا تھا لیٹا ہوا تھا اب اس جگہ کے
ہوئے تھے اور اہل گھر پر اپنی روزانہ کی تسبیحات میں
مصروف تھیں اس لیے اتنے ہی اپنے کمرے میں لیٹ کر
تب سے اجیہ ہی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

"جب ستاے ہو وہی طرح لیتے ہوئے ہو، خیر تو
بے ناں کوئی بات ہوئی ہے کیا؟" اماں منظر تھیں اس کے
بیز پر ہی بیٹھ کر اس کے ہالوں میں پیار سے ہاتھ پھیرتے
ہوئے پوچھا۔

"کرے نہیں اماں بات کیا ہوئی ہے میں آیا تو اس
آ کر لیٹا اور نیندا گئی ابھی آپ کتا نے سے کچھ دیر پہلے
تلی جاگا ہوں۔" جھوٹ بولتے ہوئے اس نے اماں کے
ہاتھ چومے اور بیٹھ گیا۔

"وہ تو سب ٹھیک ہے لیکن اتنی صبح سویرے کتا نے کی
وجہ؟" اماں ان کے چہرے پر کچھ کھون رہی تھیں سو اسے
خواتین کا لقب لگانا پڑا۔

"وجہ کچھ بھی نہیں، اور اسل پچا تھے اپنے ساتھ سچا
لے جا کر گھر پر حوا پلا جتے تھے اور میں یہاں آ کر سو گیا۔"
"بڑے خراب بولم۔"

"اس میں کوئی شک تو ہے ہی نہیں۔" اماں بھی ہنس
دی تھیں۔

"اگر یہ کیسی ہے اور حشیں کا کیا حال ہے۔"
"دونوں بلکہ وہ چاروں ٹھیک تھا کہ ہیں اب کا اور آپ کا
پوچھ رہے تھے سب۔"

"میں بھی سب سے جانے کا سوچ رہی ہوں لیکن
ہمیشہ لہا دہلوتی کرنا پڑ جاتا ہے اب سوچ رہی ہوں اتنی
تا خیر ٹھیک نہیں ہے۔" اماں نے توجہ بھر کر کہ غزنی کو دیکھا
اور پھر سوچا کہ اتنی ہی بات کہنے کے لیے کتا نے اسے
میں ان سے بڑا کسمپوشی ہو رہا تھا۔

ایک چکر لگا چکی ہیں دوبارہ سونا چاہتا تھا لیکن حسن کی فون کال نے آخر جگایا دیا اسے اپنی والدہ کی رپورٹس لانا تھیں اور وہ چاہتا تھا کہ اگر اربش قریش سے دونوں چلیں جس پر اربش نے خود جانے سے حضرت کرتے ہوئے امیہ کی امی کی بھی رپورٹس لانے کی ذمہ داری اسے سونپ دینی خود وہ اجیب کی لائی کی کتابوں پر تھوڑا کام کرتا چاہتا تھا۔

”مہی آپ نے ابھی تک ہشت نہیں کیا۔“ وہ قریش ہو کر میز صیباں اترتے ہوئے نیچے آیا جب اس نے دیکھا کہ مہی ڈانٹنگ نینوں پر بیٹھی کسی ٹوٹا لہجہ میں مچو ہیں اور تمام ناشدہ ویسے کاویا رکھا ہے اس کے پکڑنے پر وہ چومیں۔

”تم نے بھی تو ابھی تک ہشت نہیں کیا ہاں اور کیا پہنے کبھی ایسا ہوا ہے کہ تم سے پہلے یا اسے لہشت کر لوں۔“ وہ مسکرائی۔

”بس رات کو سونے میں ذرا دیر ہوئی تو صبح جتنا کچھ مہی نہ آپ نے جگایا۔“ مہی نے اس کی بات کے جواب میں مسکراتے ہوئے ہاتھ میں پکڑا ٹوٹا ایم بند کیا جسے اربش نے پکڑ کر پھر کھول لیا۔

”نانا، مانی ماں وہ پیا میں اور آپ۔“ تصویریں دیکھتے ہوئے وہ مل بھر کے لیے رکنا پھر ہوا۔

”ویسے مہی ایک بات کہوں؟“

”ہاں ہاں بولو۔“

”نانا اور ہنی ماں تو اس دنیا میں نہیں رہے لیکن نہ ل سے تو وہ اوقات ممکن نہیں ہاں۔“

”امکن ہوتی تو خود سوچو کیا میں اب تک اس سے مل نہ چکی ہوتی۔“

”لیکن آپ کوشش تو کریں ہو سکتا ہے کہ آپ دونوں پھر مل سکیں اس پوری دنیا میں اب ایسا کوئی بھی تو رشتہ نہیں ہے ناں آپ کا نہ والدین نہ بھائی بس اکلوتی بہن ہیں اگر ہم چاہیں تو مجھے یقین ہے کہ وہ ضرور ہمیں نہیں نہ نہیں مل جائیں گے۔“ اربش بعض اوقات بن کی تہائی سے بہت پریشان ہو جاتا تھا پھر اکثر سوچتا کہ کاش وہ کس طرح ان کی تہائی دور کر سکتا۔

”بیٹا شاید تمہیں یاد ہوگا کہ میں نے بتایا تھا جس صحنے میں اس کی شادی ہوئی گی شادی کے فوراً بعد اس کے شوہر نے وہ گھر بدل لیا تھا وہ اپنے آبائی گھر چلا گیا تھا اور نئے گھر کا پتہ بتانے کی اس نے بھی اسے اجازت ہی نہیں دی جب تک ہمارے ہاں نہ رہے وہ کسی نہ کسی طور ان سے مل ہی گیا کرتے تھے لیکن پھر ایسا رو بٹھوٹا کہ اب یہ بھی پتا نہیں کہ وہ کہاں اور کس حال میں ہے۔“ انہوں نے ناشتے میں سب سے پہلے ہمیشہ کی طرح اربش کے لیے پانی ڈالا اور کہا اس کے سامنے کھدیا۔

”لیکن کیا تھا اگر وہ نانا ابو کو اپنے گھر کا ایڈریس بتا دیتیں تو بے شک کوئی ان کے گھر نہ جاتا لیکن سلی روتی۔“

”اس کا شوہر انتہائی سخت گیر آدمی سے بنا اور اس نے تمہاری خالہ سے قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر قسم ڈھوائی تھی کہ اگر تم کبھی اپنے سیکے نہیں بلا یا یا گھر کا پتہ ہی بتایا تو میں تمہیں اپنے لیے نامحرم تصور کروں گا۔ طلاق دے دوں گا۔“

”اوہ ہائی گاڈ کوئی اتنا بھی سخت دل ہو سکتا ہے کیا؟“ اربش پانی پیتے پیتے رکا۔

”تمہارے نانا ابو کے مرنے کا بھی معلوم نہیں اسے کیونکہ تب مجھے آس تھی کہ ہو سکتا ہے کسی ذریعے سے اسے پتا چل جائے اور کم از کم وہ ان سے آخری ملاقات کے لیے ہی چلی آئے لیکن ایسا نہیں ہوا وہ نہیں آئی اور تمہارے نانا ابو چلے گئے اور اب تو برسوں بیت گئے۔“ انہوں نے بھری سانس خارج کی۔

”ان کے بچے۔“ اربش نے ان کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا تو وہ ڈر سا مسکرائیں۔

”تب تک تو ایک ہی بیٹی تھی بڑی بڑی آنکھوں والی پیاری ہی میں نے تو دیکھی نہیں لیکن تمہارے نانا ابو جانتے تھے کہ اپنی ماں کی سبکی تھی وہ بھی چھوٹی ہی عمر میں بہت کچھ محسوس کرتی تھی۔“

”کاش میں بھی کوئی ایسی لڑکی نہ بن سکتا۔“ اربش نے آہیں مسکرائے دیکھ کر سوچا۔

”دینے آپ کا بھی دل تو چاہتا ہوگا ہاں کہتے ہیں۔ آپ کے ساتھ رہنے میں ہونی آپ کی سہیلی ہوتی۔“
 ”دل تو اب بھی چاہتا ہے لیکن نہ بھی پہلے کوشش کی اور نہ ہی آئندہ انہی کوشش کا ارادہ ہے۔“
 ”کیوں؟“ وہ حیران ہوا۔

”اس لیے کہ مجھ سے ملنے کے بعد اس کے تعلقات اپنے شوہر سے یعنی خود پر کشیدہ ہو جائیں گے اور یہ بات میں کسی صورت نہیں ہونے ہوں گی کہ میری وجہ سے اس کی بہتری زندگی ڈسٹرب ہو۔“

”دیکھ.....“ اربش نے ان کی سوچ کی تائید کی۔
 ”دراصل بات تو آپ کی بالکل ٹھیک ہے لیکن جب آپ کی تہائی کا سوچتا ہوں تو بہت لیل ہوتا ہے۔“
 ”تو یہ تو کوئی بڑی بات نہیں بلکہ میں خود آج کل اس تہائی کو ختم کرنے کا سوچ رہی ہوں۔“ وہ مسکرائی۔
 اربش نے بڑھ پر جھیر لگاتے ہوئے رکتے ہوئے کہا۔
 ”تہائی پونڈو رہتی ختم ہونے میں اب بہت کم وقت رہ گیا ہے سوچ رہی ہوں جس اب بندوق سے تمہارے لیے کوئی اچھی ہی لڑکی دیکھ کر تمہاری شاہی کر دوں۔“ ان کے اس چالاک مگر خوش گوار اظہار پر اربش نے چونک کر اٹھیں دیکھا۔

”کیا سنیاں ہے کوئی لڑکی ہے تمہاری نظر میں یہ میں خود کوئی لڑکی پسند کروں؟“ وہ اس کے چمکتے پیرے پر نظر آتے منفر وجہ بات سے مٹھوٹا ہو رہی تھیں اور ابھی چند لمحوں پہلے ماحول پر چھائی اداسی نے ایک دم بدروت لے کر اربش کی چادر اوڑھ لی تھی وہ مسکرایا۔

اور ان مسکراہٹ کے ساتھ ہی جو چہرہ سب سے پہلے اس کے ذہن میں آیا وہ اہیہ کا تھا جس کے ساتھ کو کہ اب تک اس کا بہت زیادہ وقت نہیں گزرا تھا لیکن شاید اہیہ ہی وہ لڑکی تھی جس کے ساتھ وہ اپنی زندگی کا بہت زیادہ وقت گزارنے کا خواہش مند تھا اور اس کی یہ مسکراہٹ ہی تھی کہ کبھی کے بچے بھید کے اس مسکراہٹ

اور پیار کے ساتھ پوچھا۔
 ”کون ہے وہ لڑکی تمہاری کوئی کا اس فیلو سے؟“
 ”ارے نہیں مئی کوئی بھی نہیں ہے ابھی تو ایسا کچھ سوچا بھی نہیں ہے بلکہ یوں سمجھیں کہ آپ نے تو آج بھی میں وہ سوال پوچھ رہا ہے جو بھی پر جواب ہی نہیں تھا۔“ وہ سنجیدہ ہونے کی کوشش میں تھا کیونکہ فی الحال اہیہ کے ہارے میں وہ کھل طور پر لاٹھ تھا نہیں جانتا تھا کہ وہ بھی اس میں کچھ رہتی ہے یا نہیں پورا نہیں پورا کچھ تو نہیں۔ اسی بنا پر ہی انہوں نے خاموشی اختیار کی تھی۔

”میں تو اب اپنے لیے بہتر حوصلہ ساز شروع کر رہی ہوں بلکہ ہاں کو بھی آتی ہوں کہ کسی اچھے گھرانے کی لڑکی کو نظر میں رکھیں۔“ اربش کے ذہن میں ایک بار پھر اہیہ کا سراپا گھوم گیا اسے یقین تھا کہ روئے زمین پر اس سے پیاری لڑکی شاید ہی کوئی اور ہو اور صرف وہی نہیں ہر محبت کرنے والے کو یہی گمان ہوتا ہے کہ اس کی محبت سے بڑھ کر دنیا میں کچھ نہیں ہے اور یہی تو محبت کی سچائی ہے۔



اہیہ جب بھی گھر پر ہوتی اس کی اولین مصروفیت کچن ہی ہوا کرتا وہ امی کے لیے خاص طور پر کھانا کھانا پسند کرتی اور انہیں کھانا دیکھ کر ان کے من سے تعریفی کلمات سننے ہوتے وہ انتہائی خوش ہوتی، اس کا بس چلنا تو وہ سکندر صاحب کے ناروا مسوک کی ایک ایک یادان کے ذہن سے گزرتی تھی اسی لیے بروقت ان سے یہاں وہاں کی باتیں کرتی رہتی تاکہ ان کا ذہن مصروف رہے اس وقت وہ اپنے مخصوص تخت پر سلائی مشین رکھے منین کی ٹیبلٹ ٹیک کر رہی تھیں کچھ دنوں سکندر صاحب کے سفید کپڑے دھوتے ہونے اس کی قمیص کے دامن پر بھی کچھ کا لیکوینڈ گر گیا تھا جس سے سبز رنگ کی قمیص کا دامن خراب ہو گیا امی نے اس کا آسان حل یہ نکالا کہ اتنا کپڑا کاٹ کر وہاں پہلے سے گھر میں موجود آدھی ہالٹ پیوزی لیس لگا دی گئی تھی اس سے قمیص دوبارہ پہلے کی طرح باہر بھی

پہننے کا سہانہ لکے کاٹا گیا۔

”مس اجیہ میں نوا ائٹ اسکول سے بات کر رہی
 اول آپ نے پنب کے لیے پلائی کیا تھا ہمارے پاس۔“
 اس کے ریلو کہنے کے بعد ایک خاتون نے بات شروع کی۔
 ”جی ہائٹل میں ہی اجیہ ہوں اور میں نے آپ کے
 اسکول میں چھٹا نم پہلا پٹی ہی وی بھی جمع کر لی تھی۔“
 ”دیس کریت مس اجیہ تو اب ایسا سے کہ ہماری
 پر نہیں آپ۔ سے ملا چاہتی ہیں آپ اسکول ٹائم میں آ کر
 ات سے ملیں۔“

”شیوروائے ڈاٹ۔“ اجیہ کے لیے یہ ایک خوش خبری
 تھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آج اتفاق سے وہ گھر پر تھی
 اور پوری رات گھر میں گزارنے کی وجہ سے فریش بھی تھی
 لہذا اس نے آج ہی کسی کون قسمت آ زمانے کا سوچا۔
 ”میں آج ہی آ کر ان سے ملتی ہوں۔“

”ٹھیک ہے لیکن خیال رہے کہ تم سنا جائے گا
 تا کہ باقی امیدواروں کے ساتھ آپ کا بھی کچھ اترو پو
 ہو جائے۔“

”جی... مئی آئی انڈر اسٹینڈ اینڈ چیفنگ پوسٹیج۔“
 خوشی سے اجیہ کا پیرہ چمک اٹھا تھا کہ جب تو اسے کرنی ہی
 تھی لیکن بائرننگ کے وقت میں باپ مل جاتی تو وہ خود کو کل
 سینٹر میں اسٹوڈنٹس ان کے منہ پر ہارتی لیکن ابھی وہ مجھ پر تھی
 کہ لود کوئی باپ کا آسرا نہ تھا اس لیے اگر جذبات میں
 آ کر وہ نو کرنی چھوڑ بھی دیتی تو ایک بار پھر چھوٹی چھوٹی
 ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے سکندر صاحب کے آگے
 ہاتھ پھیلاتا بڑے اور ان کی ہزار ہاتھیں اور سکڑوں صلواتیں
 سننے کے بعد بھی ہونڈ میں ہوتے تو پیسہ دیتے ہونڈ بھی ہاتھ
 ٹھک ہونے کا بہانہ تو بھی فضول خرچ ہونے کے خطبات
 سننا پڑتے ابوت جب سے اجیہ نے کال سینٹر میں نو کرنی
 شروع کی تھی روپوں چھوڑوں کے لیے بھی گھر میں بیج بیج
 سننے کو سننی۔

”کیا ہوا اجیہ کہاں سے فون تھا۔“ امی نے ستر میں
 سینٹ کر شاہ پر زواتے ہوئے رکت کر ان سے پوچھا تو
 وہ کھٹکتی ہوئی اس سے پاس آئی۔

اجیہ جگن کے کھلے دروازے سے ساتھ ساتھ آئیں بھی
 دیکھتی جا رہی تھی۔ جب وہ آئیں تو تھوڑی تھوڑی ہیجت
 کرتے دیکھتی تو ہل گرفت ہو جاتی تھی اس کے پاس کچھ
 نہ ہوتا تو اور بات ہوتی لیکن سکندر صاحب کی انہی خاص
 آہن تھی فولن کا لباس ہمیشہ بہترین ہوتا وہ پیر کو خوب
 سے خوب کھانا کھاتے لیکن گھر میں دینے کے لیے ان
 کے پاس صرف اور صرف دھٹ ٹینشن اور نفرت تھی جس
 کے باعث ہی وقت سے پہلے اور اپنی عمر سے زیادہ بوڑھی
 لگنے لگی تھیں ویسے بھی شادی کے بعد عورت کا حزان اور حنا
 پہننا اور خاص طور پر اس کے چہرے کی شکلگی اس کے شوہر
 کے مزاج سے منسک ہوتی ہے اور سکندر صاحب نے
 انہیں ترسایا ہی تھا جذبوں کے معاملے میں بھی اور
 ضرورتوں کے معاملے میں بھی۔

شروع سے یوں ہر چیز کے لیے ترستار کھ کر اجیہ کو اس
 ڈل کھائے زندگی سے جیسے نفرت ہی ہوئی تھی ایک دماغ ملنے
 والی زندگی اور اس میں بھی اتنی کھوشی چھوٹی چیزوں کے
 لیے ترستا۔ بھی اس کا دل نہ ہتا ایک ہی جست میں سب
 پوچھا حاصل کر لے وہ تمام عمر میں تم ہو با میں جو زندگی کا
 لطف کھائے جا رہی تھیں اپنے گھر سے میں بھی پینٹنگ پر
 موجود اس پرندے کی طرح وہ سب سے آگے نکل بنا
 چاہتی تھی یہ زندگی اور زندگی کا یہ روپ جو سکندر صاحب کا
 تعلق کردہ تھا اس کے لیے گھر سے بڑھ کر اور کچھ نہیں
 تھا عام طور پر لوگ بہت پریشانی دل کر گئی میں اپنے گھر
 جانے کو ترجیح دیتے جبکہ اجیہ کا دل چاہتا جب سکندر
 صاحب کی وجہ سے اکی صحت گھٹ کر رہی تو وہ ان گھر
 سے کہیں دور چل جائے بہت دور جہاں زندگی کی تمام
 سہولیات اور آسائشیں ہوں جو اس کی اب تک کی زندگی کی
 تھکن ختم کر دیں۔

”اجیہ تمہارا فون ہے۔“ اس نے خیالات میں مٹی جگن
 صاف کرنی اجیہ امی ہی آواز پر چوٹی بھی گھر کے باہر پر ان
 کے لیے کسی کا فون آیا تھا وہ فون تو ہے سے ہاتھ صاف
 کرتی باہر آئی اور پلاٹر پر کھانا فون اجیہ

"تھوٹا نٹ اسکول والوں نے انٹرویو کے لیے بلا یا ہے بہت ہائی اسٹیٹنڈرڈ کا اسکول ہے دعا کریں اگر اتنے عمر سے بعد انٹرویو کے لیے بلا یا ہے تو نوکری بھی مل جائے۔"

"آمین... آمین میں ہملا کیوں دغا نہ کروں میری بچی ساری دعا میں تمہارے ہی لیے ہیں۔"

"ہاں ہے ای ٹھوٹا بھی کال سینٹر سے زیادہ جان کی اور پھر بڑھانے میں تو خود مجھے بہت عزت آتا ہے۔ وہ بہت بڑے جوش نظر آ رہی تھی۔"

"تھوٹو کو تو ایک طرف رکھ لیکن یہ کیا کر سکی ہوگا کہ دن کی روشنی میں دیگر دنیاؤں کی طرح باؤں اور آجائو مات کی تار کی میں حر سے لاد سکوں سے پھر میرے نور مشین کے ساتھ نہیں۔"

"آئی ٹوی ایم، آئی ریل ٹویو۔" خوشی میں اسے اور تو کچھ نہ سوچا تو رانی سے پست ٹی این سکنا از میں بھی گرم جوش تھی اس کا سر جوتے ہوئے وہ اس کی ستر بہت کوا رہ کر لیتا چاہتی تھی جانتی تھی کہ اول سے خوش ہے اور ابھی کچھ دیر پہلے ماحول میں رہ چکا ہوا جو پہلے ہی اس ٹی کے اثر سے بڑھ چکا تھا۔

"جانا کب ہے؟" انہوں نے پوچھا۔
 "آج جاتا ہے ای بلکہ ابھی ابھی آج کا اسکول بند ہونے کے وقت سے پہلے پہلے ہی آئی تھی۔"
 "تمیں اور جاہب ٹی ٹی ہے کیا؟" اس کی خوشی سے بھر پور آواز پر حسین بھی کمرے سے اٹھ آئی تو اجیہ تیزی سے آگے بڑھا اس کے گلے لگ گئی۔

"ہلی تو تمیں ہے لیکن بس تم جسو کرل ہی گئی..."
 ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے سامنے بٹھاتے ہوئے بے ایہی نے ساری تفصیل بتائی تو حسین کا جوش بھی دیدنی تھا۔
 "کپڑے کون سے پہنوں۔" سب سے پہلی یہی گھر تھی جو حسین کو ملتی۔

"ان سے پہلے کہ لائٹ چل جائے ہماری مت کپڑے نکالو میں امتری کروں تم بس تک پھر ہاتھ منہ دھو لو۔" حسین نے ہمدنہا سے امتری کے لیے کہا۔

ایک کونے میں موٹی سی درمی بچائی، اسٹر کا چمک لگا یا اور بولی۔ "ابھی اس دوران الماری کھولنے کپڑوں کے انتخاب میں مصروف تھی۔"

"میرا تو خیال ہے وہ ریڈ اور بلیک فالے ہین لو، ہزارے پاس ہی کی ساری۔ پونگ بھی ہے اور پتا ہے ہاں نیچنگ وغیرہ میں تو پورا نیپ ٹاپ میں رہنا پڑتا ہے تم اپنی پہلی انٹری ہی ایسی مارو کہ وہ خوش خوش کرانگیں۔" حسین نے آگے بڑھ کر خود ہی اسے ریڈ کمر کی شرٹ اور بلیک ٹراؤزر پکڑ لیا اور پھر ان کے جواب کا انتظار کیے بغیر ہی ریڈ شرٹ نے کرپے ٹیٹھی اور اسٹری کر دی۔

"اچھا ایسا کرتی ہوں، بلیک کی جگہ میں ریڈ کے ساتھ وائٹ ٹراؤزر اور وائٹ ہی ڈوٹا کر سکتی ہوں اتنی گرمی میں ریڈ کے ساتھ بلیک مجھے تو کم از کم تجربا بہت کے علاوہ کچھ نہیں دے سکتا۔"

"پلو ٹیک ہے پھر وائٹ دو پنا میرا لے لینا اور میں تمہیں اپنی بڑی سلیم بھی دیتی ہوں تم جاؤ جب تک ہاتھ منہ دھوؤ۔" نہ ہان کے ساتھ ساتھ حسین کے ہاتھ بھی تیزی سے چل رہے تھے۔

"اور سب آگش میں ہات چیت کرنا ان سے میری کا اس فیو کی بون پر ہمتی ہے وہ ہوتا ہی تھی کہ نیچر بھی اگر انگش نہ رہیں تو انہیں جو نہ کہو یا پتا ہے قسم سے بہت بور ہوتی ان رات کو ایسے ہوتے ہوئے تمہاری یہ والی جاہب ہو جائے تو رات کو دو رنگ بیٹھ کر باتیں کیا کریں گے۔" حسین بڑی ایکسپینڈنس اور جی سی تو کب رہی تھی دن میں جاہب تائی مرضی باتیں کرتے رہو لیکن جو عزت رات کو بیٹھ کر سکون سے ٹپ ٹپ میں ہے وہ دن میں نہیں تھی ہی مرتبہ مختلف کاموں کے لیے دن کے وقت اٹھنا بھی پڑتا ہے جبکہ رات کو تو بس باتیں اور پھر سکون بیٹھ۔

"بس دعا کرنا جاہب ہو جائے۔" اجیہ کہتے ہوئے واٹس رو میں تھی اور اس کے لئے تک اس حسین نے وائٹ ٹراؤزر اور وائٹ ڈوٹے کے ساتھ کان کی سرخ قمیص امتری کے لیے پکڑ کر لائی تھی۔

میں سے بڑھتی ہیں اور یہ ٹھیک کی بات نہیں نکال
کوڑا بیٹنگ نہیں پر کھڑی تھی۔

اجیہ نے کپڑے تبدیل کر کے آئی شلڈر کنٹ ہالوں کو
سیٹنگ سے تھکا اور ڈریسنگ میں کے آئینے کے سامنے
آکھڑی ہوئی۔

"یہ چہرہ کی دکھان کس خوشی میں نکادی ہے جی۔" اتن
ساری ٹونسیاں چھوڑیاں اور ٹاپس دیکھ کر وہ حیران تھی۔

"تمہارے لیے میونٹنگ نکالی ہے اسٹوپڈ لن میں
سٹاپ تیار کرو۔"

"میں لن میں سے کچھ بھی نہیں پہنوا رہی تم خود
سوچو ایک ٹیچر کی ہانگ کے لیے اسٹروپو ہے کوئی بات
کاٹھنٹن نہیں ہے جہاں میں جا رہی ہوں میں نے ساف
تھرے اسٹری شدہ کپڑے پہن لیے تو ٹھیک ہے۔"

"جی لیے کہا ہے کہ لن میں سے کچھ نہ کچھ ضرور پہنو
ار سے ٹیچر تو مشہور ہوتی ہیں خوش لباس کے ساتھ ان تمام
چیزوں میں اور کچھ نہیں تو یہ چند دن تو چھن ہی شو۔" حسین
نے اسے سرخ چہرہ میں پہنانا چاہا۔

"پانگ مت بنو جی، یہ واٹس رکھو میں یہ ٹائمٹ
بریسلیف اور یہ اٹھنی پانگ لیتی ہوں باقی کچھ چیز کی
ضرورت نہیں اس کے آگے اب میری قابلیت کا امتحان
ہے مل گئی تو ٹھیک حد نکال سینئر تو ہے جی۔" اہیہ مسکرائی۔

"بیٹا جاتے ہوئے تمہارے تیسرا کمرہ پر جتی ہوئی باہر
مجھے امید ہے کہ اللہ کچھ بہتری کرے گا۔" انی نے کمرے
میں داخل ہو کر اس پر ہنسنے کو کہنے کے بعد کہا۔

کہنے کو یہ ایک معمولی سی پرائیویٹ اسکول ٹیچر کی
نوکری تھی لیکن اس وقت دن کے وقت کی جاہ کی
اشد ضرورت تھی اس لیے کسی بھی طور ان کے لیے یہ جاہ
معمول حیثیت نہیں رہتی تھی۔

"آپ کو امید ہے اور مجھے پکا یقین ہے کہ آپ کی
دعا میرے ساتھ رہے گی تو اللہ کی مدد بھی ناسل ہوگی۔" اتن
دوران ایک ہر فون بجائیں نے ایک دوسرے کو دیکھا
اور حسین فون سننے کے لیے کمرے سے نکل کر ایجنٹ کی

طرف بڑھی اور فون اٹھاتے ہی اس کا چہرہ کھل سا گیا۔
"میں ہانگ بات نہیں کروں گی تم سے بھلا کوئی ایسے

بات ہے کیا بغیر خدا حافظ کہے۔" دوسری طرف غزنی تھا
بس کے خلاف توقع فون نے ایک دم حسین کی دھڑکیں
منتشر کر دی تھیں۔ یوں اچانک بغیر کسی امید یا اطلاع
کے غزنی سے بات اوجھائے تو اس سے بڑھ کر خوشی کی
بات بھلا حسین کے لیے کیا ہو سکتی تھی مگر پھر بھی دانستہ
کوشش سے اپنے بچے کی خوشی کو کھل چھپاتے ہوئے
ماراٹلی کا اظہار کیا۔

"ہاں سوچی، میری ٹپلی ہے مجھے بھی گھرا کر بہت
ٹپل ہوا کہ تم ازم میں آتے ہوئے تم لوگوں سے مل کر تو آتا
پھر جانے دوبارہ کب ملنا ہو مجھے ایسے نہیں آنا چاہیے تھا اور
بلکہ میں تو اس واقعہ تمہارے ہاتھ کے پرانے بھانا پاتا تھا
ساتھ ہی جڑی کھڑ ہوئی چندی ہو۔" غزنی نے خوش گار موڈ
میں کہا تو حسین گویا ہوا ان میں اڑنے لگی۔

"جی ہے کھلی مرتبائی امی نے کہا تھا کہ اللہ کچھ کھٹائے
نٹائے لیکن ناشتے میں پرانے پکانا تو ہر لڑکی کو آنے ہی
چاہیے بس تب سے ہی سیکھ لیے تھے۔" دوسری آواز میں اس
نے بتایا تو غزنی کو اس لیے وہ بعد معمول ہی تھی۔

"تم کتنی اچھی ہو حسین اور یہ جو میری اماں ہیں ماں
تمہاری شادی تک ایسے ایسے شوروں میں گئی کہ تاک
ہو بڑگی ہر کام میں۔" اجیہ غزنی اور حسین تقریباً تینوں ہی
ہم عمر تھے اور حسین اور غزنی تو یوں بھی ایک دوسرے سے
بے تکلف تھے لیکن پھر بھی شادی کا کہہ کر اس نے آج تک
حسین کو نہیں بھیڑا تھا اور آج جو نئی مذاق میں کہہ دیا تو اسے
لگا جیسے کوئی دھڑکن یہاں وہاں ہوئی ہو، وجہ شاید یہ ہو کہ
اماں کی طرف سے بات کیے جانے کے بعد اس کے ذہن
میں اب اپنی شادی ہی تو تھی، اسی لیے حسین کو بھی شادی کا
ذکر کر کے بھیڑا۔

"تو اچھا ہی تو ہے کہ وہ مجھے شادی سے پہلے ہی مرید
کے دن تاکہ بعد میں میرے لیے کوئی بھی مسئلہ نہ ہو اور
یہی ہے مجھے جتنی خوب صورت شادی شروع زندگی انہوں نے

گزاری ہے، ہن غزنی خود میری بھی ولی خواہش ہے کہ شادی کے بعد کسی ہی زندگی نصیب ہو۔" تھوڑا جھنجھٹے اور تھوڑا شرمیلے ہوئے آخر اس نے بھی اپنے دل کی بات کہہ دی تھی یہ بات غزنی کے لیے بھی حیرت اور دلچسپی کا سبب بنی کہ وہ ابھی سے اپنی شادی شدہ زندگی کے خواب آنکھوں میں سمجھائے ہوئے ہے جبکہ وہ تو اسے اہالیہ کی لڑکی خیال کرتا تھا۔

"تم دیکھنا شادی کے بعد تم میری اماں سے بھی کہیں زیادہ خوش رہو گی اور اگر کسی نے تمہاری خوشیوں کو نظر لگانے کی کوشش کی تو میرے غصے کا تو تمہیں پتا ہی ہے ان کی تو نظر میں تو ماٹا روں گا۔"

"تم واقعی بہت بہت اچھے ہو میری سوچ سے بھی کہیں زیادہ کر۔" غزنی اس کی بات پر مسکرایا۔

"حیرت ہے میں تو سوچ رہی تھی کہ غزنی میری محبت سے شاید انجان ہے لیکن وہ تو نہ صرف یہ سب کچھ جانتا ہے بلکہ مجھ سے محبت بھی کرتا ہے اسی لیے تو گھر بنا کر حضرت کے لیے پھر فون بھی کیا اور جان بوجہ کر یقیناً میری ماں نے اپنے کسی خاہنہ شادی کا بھی ذکر نہیں دیا تاکہ شادیوں کے دنوں میں میری مرضی منہموم نہ رہے۔" حنین نے دل میں سوچا۔

"اچھا جیسا اب تک سو رہی ہے یا جاگ چکی ہے۔" غزنی یہ ہلکا گھر سے اٹھی جہاں سب بہت ہی سونے کا شور مچ رہا ہے اور نہ ہی کسی کو عداوت وہ بھی جاگنی ہوئی ہے بلکہ....." وہ اسے بتاتے بتاتے رک گئی تھی کہ وہ کسی اسکول میں چاب کے لیے اترو رہا ہے جا رہی ہے۔

"بلکہ؟" غزنی نے بے عملانہ طور پر چھوڑنے پر ہنریا تب تک وہ بات نہ چکی تھی۔

"بلکہ کام کاج میں مصروف ہے۔"

"اور اگر میں اچھے سے بات کرنا چاہوں تو کیا ایسا ممکن ہے کہ میں ابھی ان سے بات کر لوں یا پھر اس کے وہاں پر فون کر لوں اور بات ہو جائے۔"

"ابھی تو وہ شاید بات نہ کر پائے لیکن ہاں ایسا کرو تقریباً پندرہ عین صبح تک ان کے موبائل پر کال کر دو تو

آرام سے بات ہو جائے گی یا میں تمہاری طرف سے اسے کہہ دوں گی کہ تم سب سے مل کر جانے پر شرمندہ ہوا ہے مگر کبر و دوں کی اور اس سے بھی تمہاری طرف سے معذرت کروا لی۔" حنین نے کھلی آفر کی جسے غزنی نے نصف قبول کیا۔

"تم ایسا کرو اپنی امی سے معذرت کر لو اور اچھے سے میں خود بات کر لیتا ہوں پتا ہے ماں کیسا مزاج ہے ان کا پھر اعتراض نہ کرے کہ غزنی نے حنین سے بات کی اور مجھ سے نہیں آخر ایک ہی تو تمہاری بہن ہے اور اسے خوش رکھنا ہی تو اب میرا کام ہے۔" غزنی کی باتوں سے اس کے دل میں غزنی کے لیے مزید جگہ بنتی جا رہی تھی کہ وہ نہ صرف اسے اہلیہ کے نام سے بلکہ اس کی وجہ سے اور اس کی بہن ہونے کے نام سے اس کے لیے اچھے کی خوشی بھی کس قدر اہمیت رکھتی ہے اور جو اس کے لیے وہ اس کے ساتھ رویہ ہمیشہ ہی بہت رکھا پھینکا سارے دن بھی حنین کی طرح خوش دلی سے اس کے ساتھ بات کی اور نہ ہی کسی مذاق میں اس کا ساتھ دیا۔

لیکن اب حنین نے فیصلہ کیا کہ وہ اچھے سے خاص طور پر اصرار کرے گی کہ غزنی کی فون کال آنے پر نہ صرف یہ کہ اس کی کال اٹینڈ کرے بلکہ اس کی بات بھی عمل طور پر سنے کیونکہ حنین کے خیال میں وہ اس گھر کا اکلوتا اور اچھا ہنریا کی اکلوتی سالی ہے اور ان دنوں میں کسی طور پر یہ سہرا میری برقرار نہیں رہتی چاہیے۔



سکندر صاحب کی دکان کی اپنے علاقے میں بہت اچھی شہرت تھی ہنری کے ٹھیلے سے شروع کر کے انہوں نے اسے مکمل دکان کا درجہ دے دیا تھا پہلے ان کے والد صاحب صرف پھل اور ہنری ہی بیچا کرتے تھے ان کی وجہ سے گو کہ اب سکندر صاحب کی دکان کافی بڑی ہو چکی تھی اور ساتھ وہی دکان سے دیوار نکال دینے کی وجہ سے ان کے پاس ایشیا، خورد و نوش کی کافی تعداد تھی لیکن پھر ان کی ایک کونے میں انہوں نے ہنری پھل ضرور رکھا رکھے تھے۔ حنین سے والد صاحب کی بات نہ ہوتی۔ ان کی دکان ایک سو پانچ

صاحب واقعی انہیں دیکھ کر بہت خوش اور یلکا پھلکا محسوس کر سبے تھے جس کی ایک وجہ شاید یہ بھی تھی کہ پچھلے چند دنوں میں انہیں کی جاب کی وجہ سے جو سنسنیشن رہی تھی اور جس اصرار سے ان کا فکرا رہا ہے تھے اس کے بعد آج کل ان کا بہت دل چاہتا تھا کہ کوئی اپناٹے جس کے ساتھ بیٹھ کر دیر تک چوتھی اس باتیں کہیں ہی چلے جائیں یہاں نہیں تو اور بھلا کیا ہے کہ دنیا میں انسان ہی انسان کا دشمن ہے رقیب و حاسد ہے قاتل ہے لیکن انسان کا انسان کے بغیر گزارا بھی نہیں خوشی ہو یا غم انسان کی ضرورت پڑتی ہی ہے دکھ دینے والا بھی انسان اور ہے تو پھر انہی دکھوں کے مرادو کرنے کے لیے بھی کسی انسان کی ہی تو برائی سے اور انہوں پھر بھی اس بات پر کہ وفاداری کے لیے پھر بھی انسان کے اور گھونڈ سے کی ہی مشکل دیتا ہے۔

”اور سناؤ سب کام کیسا چل رہا ہے بچے اور بھائی سب کیسے ہیں۔ انہوں نے جوں کا گھونٹ لیا۔“

”بچیاں بھی ٹھیک ہیں اور ان کی ماں بھی کل غزنی آیا ہوا تھا رات بھر بہاری طرف ہی رہا۔“ سکندر صاحب نے جان بوجھ کر بتایا وہ سوچ رہے تھے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ غزنی کے یہاں آئے اور رات رکنے کے بارے میں وہ لوگ نا علم ہوں اور اسی لیے وہ ملی لگج واپس چلا گیا یا کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ کسی بات پر ہراس ہو کر گھر سے نکلا ہو خیر جو بھی تھا لیکن انہیں نے مطلع کرنا ضروری خیال کیا لیکن وہ پہلے سے باخبر تھے۔

”ہاں میں جانتا ہوں اور رات بھر اس کے بغیر عجیب بیچھینی سے وقت گزارا۔“ سکندر صاحب مسکرائے۔

”ویسے ایک بات کہوں سکندر اگر تم پرانہ مانو تو۔“

سکندر صاحب کو مسکراتا دیکھ کر وہ فوراً اپنے مطلب کی بات پڑا گئے۔

”اسکی کون سی بات ہے بھائی صاحب کہ آپ کو کہنے سے پہلے مجھ سے اجازت لیکن پڑ رہی ہے۔“

”دراصل بیٹیوں کے ہاں ہوتا اس لیے یہ بات

ویسے بھی اٹنی تھا سبزی یا فروٹ سے لے کر باقی تمام شہاہ تک ان کی ہر چیز کو اپنی کے لحاظ سے بہترین تصور کی جاتی جو سبزی مر جھا جلی باقی ہو جاتی یا پھر کوئی فروٹ اگر نرم پڑ جاتا تو وہ اسے گھر لے آیا کرتا تھے بلکہ اکثر اوقات بیٹھی جاسنے والی سبزی ہی ان کے گھر لے کر لیا کرتی۔ اس وقت بھی وہ ملازم کو سبزی اور فروٹ کی سازگی پر دھیان دیتے ہوئے باسی نظر آنے والی سبزی گھر لے جانے کے لیے الگ ٹارپر میں رکھ رہے تھے جب غزنی کے والد کو دکان کی ٹین میٹر حیاں چڑھنے کے بعد اندر آتے دیکھا۔ تھے تو وہ دونوں بھائی لیکن دونوں کے حراج میں زمین آسمان کا فرق تھا سکندر صاحب جتنے روکھے اور کھنور تھے تو وہ اسی قدر خوش مزاج تھے سکندر صاحب جس قدر کسی بات کو دل میں گروہاٹاتے وہ اسی قدر ہر بات کو نظر انداز کرنے والے تھے ویسے بھی وہ لوگ بہت جلد تھا ہو جاتے ہیں جو اپنے معاملات کو تعلقات پر فوقیت دینے زندگی میں پیش آنے والے چھوٹے چھوٹے معاملات پر زندگی سے بڑے بڑے تعلقات کو داؤ پر لگا دینے والے بے شک خود کو کتنا ہی اصولی پرست کہتے رہیں لیکن عقل مند انہیں کوئی بھی نہیں کہہ پائے گا اور یہی وجہ تھی کہ سکندر صاحب کا خاندان والوں سے ملتا جلتا لیکن وہ سب ہی تھا دنیا داری بھائی جانی تھی جبکہ اس کے برعکس غزنی کے گھر والوں کے ساتھ کبھی کی طویل بیٹھک رہتی۔

”آئیے آئیے بھائی جان... کیا حال ہے جیسے آنا ہوا؟“ بڑی خوش بولی سے وہ انہیں دکان کے اندر تک لائے اور چینیٹے کے لیے فوری طور پر کرسی پیش کی اور خود تریج سے ٹھنڈا جوں بھی نکال کر سامنے رکھا۔ تب تک ملازم سکندر صاحب کے لیے بھی دھری کر رہی لے آیا تھا۔

”کافی دن ہو گئے تھے تم سے سے ہوئے سوچا گھر تو تمہارا اور پڑتا ہے کھٹا نہیں جاتا۔“

”جی... جی کیوں نہیں، گھر بھی آپ کا دکان بھی آپ کی ہے جب تک جی سے آئیں مجھے بہت ہی خوشی ہوئی ہے آپ کو اپنے گھر یا دکان میں دیکھ کر۔“

"جی... جی آپ کیسے ہیں سن رہا ہوں۔"
سکندر صاحب مکمل توجہ اور شہیدگی سے اس کی جانب متوجہ ہوئے۔

"یہ تو تمہیں پتا ہی ہے ہاں کہ غزنی ہمارا اکلوتا بیٹا ہے اس لیے میری اور اس کی ماں کی خواہش ہے کہ جلد از جلد اس کی شادی کر کے ایک پیاری سی بہو بنیں گے۔ آپ میں اپنے گھر لے آئیں تاکہ ہمارے سونے گھر میں بھی رونقیں محسوس ہوں۔"

"بات تو آپ کی بجائے بالکل ٹھیک ہے ویسے بھی بھائی صاحب سارا دن گھر پر اکیلی ہی ہوتی ہیں انہما سے غزنی کی بڑھی آجائے گی تو ان کے لیے بھی وقت گزارنا ہے۔"

"تمہاری بھائی ڈائریکٹ تمہارے گھر آ کر ہی بات کرنے کو ترجیح دے رہی تھیں لیکن میں نے کہا کہ اس طرح مناسب نہیں لگتا بلکہ پہلے میں سکھانے والے معلوم کر لوں تو پھر گھر جا کر بھائی سے بھی بات کر لیں گے اور سارا طریقہ جو دینیاداری میں ہوتا ہے وہ بھی بتا لیا جائے گا۔"

"مطلب... آپ ذرا کھنکھ کر بغیر کسی ہنسی کے بات کریں بھئی صاحب۔" سکندر صاحب ہنسی سے کہنے لگے۔ لیکن پھر بھی ان کی طرف سے واضح صور پر بات کے آثار میں تھے۔

"ہم چاہتے ہیں کہ غزنی کو تم اپنی فرزندنی میں سے لو اور اپنی سب سے پیاری دادری اور لادانی بیٹی غزنی کے عقد میں لے کر ہمیں سونپ لانا۔ ان کے سب سے پیاری دادری اور لادانی کہنے پر سکندر صاحب کیذہن میں حیرت کا مشعر اچھڑا اور یہی ان کی خواہش بھی تھی کہ حیرت کو غزنی کے ساتھ دیا کر کھلے۔ سکھانے کی وجہ سے غزنی ان کا سب سے بڑھتی تھی نہ یہاں وہاں سے بچ پند چو کھانے کا مسئلہ تھا۔ نہ ہی ضرورتیں کا خوف رہا۔ انہما پر محبت ہی پر مشتمل تھی۔ لہذا ان کا سب سے بڑھتی تھی نہ یہاں وہاں سے بچ پند چو کھانے کا مسئلہ تھا۔

خواہش حیرت کے لیے کیا کرتے تھے۔ اچھے تو ان کے وہم دماغ میں بھی نہ تھی کہ کوئی اس کے بارے میں بھی خواہش کر سکتا ہے۔

"یہ میری بیٹی اور ہماری خوش قسمتی ہے کہ آپ نے غزنی جیسے پیارے بیٹے کے لیے ہمارا گھرانہ منتخب کیا اور بھلا ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے آپ ضرور بھائی کے ساتھ آئیے بلکہ جب جی چاہتا ہے نہ مجھے کوئی اعتراض ہے اور نہ کوئی خدشہ۔"

"تمہارا بھائی شکر ہے سکندر اور مجھے کامل یقین تھا کہ تم میرا مان بھی نہیں تو زور کے تم نے میرے یقین کی لاری رکھ لی میں تمہارا بہت شکر گزار ہوں۔" انہوں نے فرط جذبات سے اندھ کر انہیں گلے سے لگایا۔ وہ دونوں بنی بے حد خوش تھے اور چشم تصور میں اپنے اپنے گھرانوں کو کسی خوش دیکھ تو رہے تھے لیکن معمولی سے فرق کے ساتھ۔

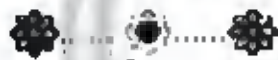


ارشد آج بہت خوش تھا جس کی دو دو جواہرات تھیں اور دونوں تہا اہیہ کے گرد گھوم رہی تھیں پہلی تو یہ کہ اس نے لائبریری کی کتابیں لے کر جو دینیاداری اچھے کام کرنے کی تھی وہ پوری کر لی تھی اور دوسری یہ کہ آج اس نے اہیہ سے بات کر کے یونیورسٹی کے ملاوڑی جان بھان کا آغاز کر دیا تھا۔ اس کوئی ہی لڑکی میں جانتے اسے کیا کشش محسوس ہوتی تھی کہ سب سے ان سے ملا تو دل چاہتا اس کے ہی بارے میں سوچتا رہتا ہے اس نے آج تک کسی کے منہ سے نہ کسی کسی بات کو فراموش کیا تھا ان کی کوئی بھی خواہش ان کے لیے حرف آخرا کا درجہ رکھتی تھی جس لادانی پیارے سانبھوں نے ارشد کو پالا تھا وہ اس کا مکمل ساتھ تو نہیں دے سکتا تھا لیکن پھر بھی اسے تئیں کوشش ضرور کرتا کہ انہیں خوش رکھے اور کبھی ان کی قسم بندوں نہ ہو۔ یہی وجہ تھی کہ آج ان کی یہ بات نے ان کی خواہش کے بعد سے وہ انہوں میں قما کر اس سے پہلے کہ ان کے ساتھ بیٹھنا پٹی پسند کی کسی لادانی کو لائبریری کر رہا اور وہ انکار نہ کر سکتا۔ اسے جاسے کہ وہ خود پہلے انہیں لائبریری کے بارے میں پوچھنے لگی تھی۔ اس سے پہلے یہ

کہ: "ارٹش نے ہانا تو حسن بھی سوچ میں پڑ گیا اور اسی دوران ارٹش خود ہی بولا۔

"اگر اجیہ کے ابو سے ملاقات کی جائے اور انہیں بتایا جائے کہ آپ کی اجیہ کی رپورٹس ہیں۔"

"زبردست بات تو ٹھیک ہے لیکن وہ یہ نہیں پوچھیں گے کہ تمہیں یہ رپورٹس کہاں سے ملیں اور کس نے بتایا کہ جن خاتون کی رپورٹس ہیں وہ میری ہی اجیہ ہے۔" حسن کا پوائنٹ بھی مضبوط تھا لیکن کئی نزادوں سے سونپنے کے بعد بھی اجیہ کو ہانے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا لہذا ارٹش نے فیصلہ کیا کہ وہ اجیہ کو رپورٹس دے دے گا تاکہ وہ خود پڑھ لے لی حال اسے سوٹیوری اور پلے گروپ کے لیے نئے فرنیچر خریدنے کا ناسک دیا گیا تھا اسی سلسلے میں وہ فرنیچر کے شور و ہنگامے کی طرف رہا نہ ہو گیا۔



نیو لائٹ اسکول اجیہ کے گھر سے نزدیک نہیں تھا وہ یہیں بدل کر وہاں تک پہنچی تھی لیکن ایک اطمینان دل کو یہ خبر تھی کہ اگر اسے یہاں جذب ملے تو آنے جانے کا کوئی مسئلہ نہیں ہوگا کیونکہ اسکول کی اپنی بس طلباء اور اس کے والدین کی ہولڈنگ کے لیے موجود تھی جس کی وجہ سے ہفتہ وار منتقلی آنے میں بھی سہولت رہتی۔ وہ چینی مرتبہ اس اسکول میں آئی مگر اب اسے یہاں سے گھبرانا پڑا کیونکہ اسے یہ خبر تھی کہ وہاں اسے اپنے والدین کے ساتھ رہنا پڑے گا۔ اسے یہ بھی پتہ چلا کہ اسے اپنے والدین سے ہٹ کر یہاں رہنے کے بعد ہی اس کے لیے اندر جانے کی جگہ ملانی پڑے گی اور گہنٹ کے اندر جاتے تو ایسا لگا جیسے اس کی آنکھیں کھلی ہوئی ہوں۔

سیٹیج ہونے کے اطراف میں خوب صورت پھولوں والے باغات تھے جو خوب صورت اور دلکش نظر آتے تھے۔ یہاں پر چھوٹے چھوٹے گھر اور سٹیڈیوں کے گھر کے اسے اجنبی لگا۔ اسے یہ بھی پتہ چلا کہ وہاں پر کتنے لوگ رہتے ہیں۔

ضروری تھا کہ وہ کم از کم اجیہ سے اس موضوع پر بات تو کرے اور وہ کیا سوچے گی کہ جسے بولے وہی بھلا جمعہ آٹھ دن بھی نہیں ہوئے اور شادی کے لیے پہ پوزل :۔۔۔ بھی دیا وہ اسی سوچ میں جھنجھوڑا رہا تھا۔

لیکن ایک بات تو طے تھی کہ شادی کے لیے اسے ابیر سے بہتر کوئی لڑکی نظر نہ آتی تھی۔ لہذا اس نے آج ہی شام یونہی شادی میں اجیہ سے ان متعلق بات کرنے کا سوچا ہی تھا کہ حسن کا فون آ گیا وہ لیب سے اجیہ کی آئی کی رپورٹس لے چکا تھا لیکن رپورٹ پڑھ کر اس نے ارٹش کو جو کچھ بتایا اس سے ارٹش کا دل بہت بوجھل سا ہو گیا تھا۔ سوچتا کہ اجیہ کو بتایا تو وہ مزید پریشان ہوگی اور اگر نہ بتایا تو ان کے علاج میں تاخیر ہوگی ایسے میں اسے کیا کرنا چاہیے خود کسی فیصلے پر نہ پہنچا تو حسن کو ایک بار پھر کال کرانی۔

"یار میں اجیہ کو پریشان نہیں کرتا چاہتا آج تک وہ یہاں ہی اس کی اسٹڈی کو بہت پر مشر ہے۔"

"اتنے خیال تو بڑھائی تو نے میرا میری اسٹڈی کا نہیں کیا ہوتا اجیہ کا کر رہا ہے۔" حسن نے جان بوجھ کر شوہنویا تو ارٹش جھینے لگا۔

"اجیہ بس اور تھوہ میں زمین آسمان کا فرق نہ بدھا۔"

"شاہاش اسی حضرت ہوتا ہے۔" اس نے اسے بتا دیا۔

اسی طرح پر اسے یہ دیکھا کہ کتنے گتے ہیں جنوں کے گتے۔

ان بات کو اچھا۔

"ویسے یار ٹیپ انسان اور جسم سے ہے۔"

ایک سنجیدہ موضوع پر مشورہ لگا تھا اور تمہارے خود کو یہ ثابت کرنے پر تھے جو ہے۔ "ارٹش نے اسے نئی سنجیدہ کرنا چاہا اور وہ بوجھتی گیا۔

"اگر اجیہ کو پریشان نہیں کرنا تو ظاہر ہے اس کی اس کو تو ڈائریکٹ یا ٹیکس بھی نہیں دیا جیتے میں میرا خیال ہے جان کے گھر میں میری وہ باقی چھٹی ہے۔"

یہ بنا سکتی ہے۔

"پانی پانی میری سرس ایک اس کی۔"

لیکن نہ جان نہ پہچان میں بہت آہستہ آہستہ ہونے لگا۔

ہیون کے پاس پہنچتی تھی کہ وہ کھڑا ہو گیا۔

”آپ کس اجیہ؟“

”جی..... مجھے پرنسپل سے ملنا ہے۔“ ہیون یقیناً اس کی آمد سے چونکیدار کے ذریعے آگاہ ہو چکا تھا اس لیے اسے اپنے ساتھ لے کر پرنسپل کے کانس کے سامنے پہنچا اسے چند لمحے انتظار کرنے کو کہا اور خود اطلاع دینے کی نیت سے اندر داخل ہوا اور پھر اسے بھی اندر جانے کی دعوت دے کر خود باہر نکل آیا۔

اجیہ انتہائی پر اعتماد انداز میں پرنسپل کے کمرے میں داخل ہوئی اور ان کے اشارہ کرنے پر سامنے رکھی گئی پر بیٹھ گئی میم نے اسے کمرے کے اندر آنے اور بیٹھنے تک بغور دیکھا اور اس کے انداز میں اعتماد دیکھ کر اطمینان سا محسوس کرنے لگی۔

”کس اجیہ آپ کی سی وی میں نے دیکھی ہے آپ صبح کے وقت جاگ کر جاتی ہیں جبکہ ابھی آپ شام کے اوقات میں پڑھ لکھی ہیں مائٹ؟“ انہوں نے تصدیق چاہی جس پر اجیہ نے گردن ہلا دی۔

”کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ آپ یہ جاگ کیوں کرتی جاتی ہیں؟“

”میم اگر میں کہوں کہ یہ جاگ میں صرف شوق کے لیے کر رہی ہوں تو یہ عمل صحیح نہیں ہوگا کیونکہ میں چنگ میں اسٹریٹنڈ ہوں لیکن اس کے باوجود یہ جاگ میں اپنی ضرورت کے تحت کر رہی ہوں۔“

”آپ کے والد..... آئی میں کیا وہ بھی کوئی جاگ کرتے ہیں؟“

”جی وہ بھی کام کرتے ہیں لیکن پھر بھی میں کچھ دن نکل اینٹوز کی وجہ سے جاگ کرتی جاتی ہوں۔“ اجیہ نے ہاتھ بھی چھپانے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

”اور کیا ایسا ممکن ہے کہ آپ سے کنٹریکٹ کر لیا جائے؟“

”سوری میم..... میں سمجھی نہیں۔“

”میرا مطلب ہے کہ میں اس طرح اس کی بیوی دوں۔“

نے پندرہ دن کے نوٹس پر جاگ چھوڑی اور ہمیں اس طرح سیشن کے درمیان میں آ کر ایک نئی ٹیچرز کو تعینات کرنا پڑ رہا ہے تو اگر ہم آپ سے ایک سال کا معاہدہ کریں تو کہ آپ امتحان تک اسکول میں ہر صورت موجود رہیں اور پڑھائی رہیں تو اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟“ انہوں نے پوری تفصیل سے اجیہ کو بات سمجھائی۔

”مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے اگر آپ چھ مہینے یا سال کا کنٹریکٹ کر لیں تو یہ اور بھی بہتر ہے کیونکہ اس طرح مجھے بھی جاگ نہ چھوڑنے کا یقین ہوگا۔“

”ویشن گریٹ۔“ وہ مسکرائیں انہیں اجیہ بہت زیادہ حقیقت پسند معلوم ہوئی۔

”میں سبجیکٹ انچارج کو بلاؤتی ہوں آپ ایسا کریں ان سے بک لے جائیں گھر پہ اسٹڈی کریں اور اگلے تین دن ساجنہ ٹیچر کے ساتھ ان کے پڑھانے اور سمجھانے کا طریقہ کار نوٹ کریں۔ دیکھیں کہ بچوں کے ساتھ ان کا رویہ کیسا ہے، تعلق کیسا ہے، پتھامید ہے کہ اگلے تین دن بعد جب آپ کا لیسن آہرز کیا جائے گا تو آپ اپنا بہترین ڈیور کر لیں گی۔“

”آئی بلو کہ ایسا ہی ہوگا لیکن میم ایک تھوڑی سی بیور چاہیے تھی اگر ممکن ہو تو۔“ وہ ایک بار پھر اس کی سی وی پر نظر دوڑا رہی تھیں جب اس نے پوچھا انہوں نے اسٹریٹنڈ یہ نظروں سے ہٹا دیا ہے اس کی طرف دیکھا۔

”دو دراصل میرا گھر یہاں سے کافی قاصے پر ہے تو اگر ان تین دنوں میں اس اسکول کی بس پر آ جاؤں.....“ انہوں نے ہاتھ جوڑتے ہوئے ہونٹ بچھنے۔

”دراصل ہمارے گھر کی سامنے والی سڑک سے ہی گزرتی ہے آپ کی بس۔“

”ہمم..... چلیں ٹھیک ہے آپ ایڈمنسٹریشن آفس سے رہتی لکھو لیجیے؟“ اینڈ بیسٹ آل ٹک۔

”تھیک سوچ میم۔ آئی ایم ریٹلی تھنک فلن۔“ وہ جا بجا خوش تھی کہ آج اتنے مشینی انداز میں اس سے بات

کرتی تھی اور وہ بہت زیادہ اسی کی کہانی کے خیالوں میں وہ

انتہائی گہری نظر سے مشاہدہ کرے گی اور اس سے بھی بہترین سبق دینے کی کوشش کرے گی۔



کبھی تم نے یہ سوچا ہے؟
 کہ بہنوں کی ادا میری بھی تو
 ماؤں جیسی ہوتی ہیں
 یہ خود بھونکی بھی رہتی ہیں
 یہ خود پیاسی بھی رہتی ہیں
 مگر پھر بھی سچا سچا دھوپ میں یہ پر ہیں
 چھاؤں جیسی ہوتی ہیں
 کبھی تم نے یہ سوچا ہے
 یہ ایسا کیوں کر کرتی ہیں
 یہ ماں کا دھوپ ہوتی ہیں
 یہ باؤں جیسی ہوتی ہیں

نہ اولاد اب جب اچھے کی جاہ تقریباً لاکھوں کے ہوئی تھی اور اب زندگی شاید دو مہم میں جانی تو اسے بھی بھرپور محنت کر کے اپنے خواہش کی تعبیر حاصل کرنا تھی کیڈا کنزنگ پہنا ہوا ٹائٹ کوٹ اس کی زندگی کی سب سے بڑی کشش تھی۔



غزنی کی بار بار آتی فون کا لڑنے اچھے کو اسکول میں بھی ڈسٹرب رکھا تھا لیکن ظاہر ہے کہ وہاں وہ اس سے بات کرنے کی یوزیشن میں نہیں تھی اس لیے فون کی بیل بھی بند کر رکھی تھی لیکن اب اسکول سے نکلی ہی تھی کہ پھر فون کی تقریر اہٹ نے غزنی کے فون کی اطلاع دی۔ آج اپنی ٹوٹری ہونے کی وجہ سے تو وہ ویسے ہی خوش تھی اور کچھ خشن نے اصرار کر کے بھیجا تھا کہ غزنی کا فون آنے پر اس سے بات ضرور کی جائے لہذا اس کی کال رہے سیو کی۔

"لگتا ہے بہت مصروف ہو کہ فون سننے کا بھی وقت نہیں ہے تمہارا سہ پاس۔" حسب توقع فون ریسیو کرتے ہی سپلا ٹھنڈا اچھے کے کانوں میں پڑا وہ اس وقت نئے لائٹ اسکول کی ٹین میں ہی بیٹھی تھی اور سخت دھوپ میں تلاش معاش کے لیے یہاں وہاں آئے جانے والوں کو کھڑکی سے دیکھ رہی تھی۔ بس میں اسکول کے ہی طلباء اور ٹیچرز موجود تھے جو آٹھس میں جان پہچان ہونے کے باعث باتوں میں مصروف تھے۔

"ہاں مصروف تو ظاہر ہے ہوں ہی اب فارغ تو اتنا کوئی بھی نہیں ہے کہ ہر وقت ٹین کسی کوفون کرتا رہے یا پھر کسی کا فون سنتا ہے۔" اس نے سوچا تو تھا کہ آج غزنی سے اچھے طریقے سے بات کرے گی لیکن پھر بھی نہ چاہتے ہوئے اس کی زبان سے غصہ پھسل ہی گیا۔

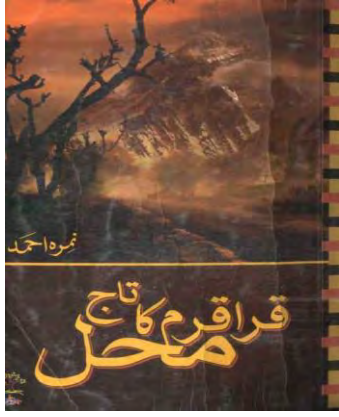
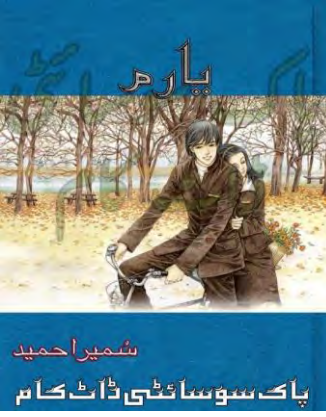
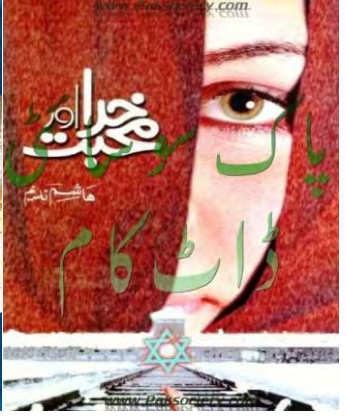
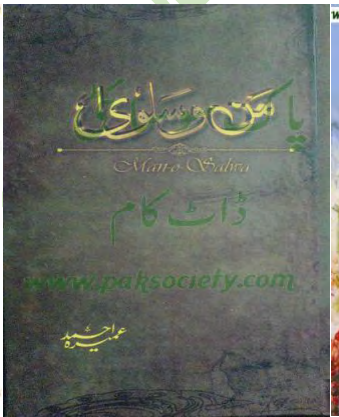
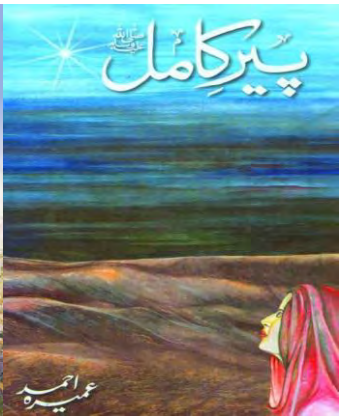
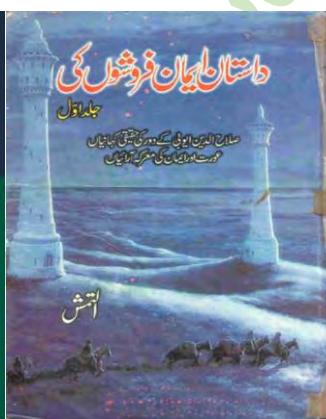
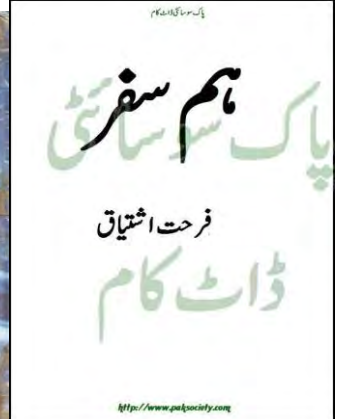
"ہر کوئی ہر کسی کے لیے فارغ نہیں ہوتا اچھے۔" لیکن ہاں کچھ لوگ ہوتے ہیں جن کے لیے بندہ اپنے سارے اہم کام چھوڑ سکتا ہے صرف اور صرف ان سے بات کرنے اور ان کی بات سننے کی خواہش میں ہوتا ہے ہاں ایسا؟" اور جواب میں اس کی آواز سننا چاہتا تھا لیکن

یہاں جاہ کامل جاہ صرف اچھے ہی کے لیے بہتر نہیں تھا بلکہ صبر میں سب نفوس کا سکون بھی اسی میں پوشیدہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب سے یہیہ گئی تھی خشن بھی اس کے لیے تہہ دل سے دعا گو تھی کہ وہ کسی خوش خبری کے ساتھ واپس آئے اور جب ان نے فون کر کے بتایا کہ اسے پرکل نے انٹرویو میں اوکے کر کے ٹرائل پیریڈ پر بلا دیا ہے تو پھر خشن کی خوشی کا تو کوئی ٹھکانہ ہی نہ تھا فوراً ہی کوچھٹا انہیوں نے بھی اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا کہ ان کی دعا سنی گئی۔ جس طرح اچھے آج تک خشن کا خیال رکھتی آئی تھی اور اپنی ہر ضرورت اس کی ضرورت پر قربان کر دیتی تھی اور اس کے ڈاکٹر بننے کی خواہش کو جب سکند صاحب نے سمجھا نہ لیا تو ایسے میں اچھے ہی جو اتار کے میڈیکل کے فیسٹ کے لیے کتابیں خرید لائی تھی کہ ان کو اچھی طرح پڑھو اور اگر واقعی تمہارے دل میں ڈاکٹر بننے کی چٹنی موجود ہے تو کر لیزو۔

خشن جب جب اسے دیکھتی اللہ کا شکر ادا کرتی کہ اتنی اچھی بہن کا ساتھ نصیب ہوا ہے اور ہر ایک سے کہتی کہ اگر اللہ بہن کا ساتھ دے تو وہ بہن اور صرف اچھے ہی نہیں رہے گی۔



پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-



نہیں ہے کہ میری اور تمہاری دوستی ہونا ہی ناممکن ہے۔ بچپن سے لے کر اب تک میں نے جب بھی تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا تم نے جھٹک دیا نظر انداز کیا اور میرے ساتھ روکھا چھکا انداز اپنائے رکھا۔ ایسے میں حسین نے ہمیشہ میری دلجوئی کی میرا ساتھ دیا بلکہ تمہارے سوچے کی بھی شاہد معافی کرنے کی کوشش میں لگی رہی لیکن مجھے آج تک تمہارا رویہ سمجھ نہیں آیا کہ میں نے ایسا کون سا کام کیا یا ایسی کون سی بات کر دی جو آج تک تمہارے دل میں ایسی روٹی ہے کہ تم مجھ سے بات کرنا پسند نہیں کرتیں۔ تمہارے گھر بھی چلا جاؤں تو انداز میں وہی بے گانگی اور وہی نظر انداز کرنا۔ "غزنی نے تو جیسے شکر کیا تھا کہ آج اچھے اس سے بہتر موڈ میں بات کر رہی ہے اسی لیے جس مقصد کے لیے فون کیا تھا اسے بھلا کر اپنے دل کے گھٹے گھوٹے کھول کر بیان کرنے لگا لیکن اچھے کے پاس اس کی کسی بھی بات کا کوئی جواب نہ تھا یا شاید وہ کسی بات کا جواب نہیں دینا چاہتی تھی اسی لیے بات ختم کرنے کے انداز میں بولی۔

"تم نے یہی سب کچھ پوچھنے کے لیے فون کیا تھا یا کوئی اور بھی کام تھا؟"

"میں نہیں پوچھی تھی تو فون کر سکتا ہوں ناں محض خیر خیر بت جانے کے لیے۔"

"میں انی ہا ہا اور حسین ہم سب خیریت سے ہیں اور تمہاری آیا ابو اور تالی امی کی خیریت نیک مطلوب ہے اور کچھ؟" جواب میں غزنی کا بلند قبچہہ اس کے کانوں سے گرایا۔

"اماں ویسے بھی تمہارے بارے میں اکثر پوچھتی رہتی ہیں اور میں جھوٹ موت ان سے کہہ بھی دیتا ہوں کہ اچھے بالکل ٹھیک ہے اور ہمیشہ آپ کا ہی پونہمستی رہتی ہے حالانکہ تم نے آج شاید کبھی واقعہ ہی ان کے بارے میں پوچھا ہے ازراہ مذاق ہی تھی۔"

"تالی لوں کو میرا خاص سلام دینا اب میں فون بند کر رہی ہوں۔" وہ اب مزید اس سے زیادہ دیر تک غزنی سے بات نہیں کر سکتی تھی لیکن وہ ایک مہلا۔

"کیا تمہارے دوستوں میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کے لیے تم اپنے سارے کام چھوڑ کر صرف اس کی بات سننے اور اس سے باتیں کرنے کو ترجیح دو؟" اچھے نے غزنی کی بات پر سنجیدگی سے ذہن یہاں وہاں دوڑایا لیکن اس کو اپنی زندگی میں ایسا کوئی شخص نظر نہیں آیا جس کی باتیں سننے کے لیے وہ تمام کام کاج چھوڑ سکتی ہو بلکہ اس کی تو کوئی ایسی دوست تھی جس پر شاید اس کے حالات نے کبھی اس طرح دہشتیاں کرنے کی مہلت ہی نہیں دی۔ یہی وجہ تھی کہ آج تک اس کی کوئی ایسی دوست نہیں تھی جس کی باتیں سننے کے لیے جسے ملنے کے لیے وہ دنیا کے تمام اہم کام چھوڑ دیتی۔

"میرے پاس کسی سے اس حد تک دوستی کرنے کا وقت نہیں رہتا کہ پھر اسے اپنے تمام معاملات پر ترجیح دینے لگوں۔" اچھے نے سچائی سے اعتراف کیا۔

"اور اگر میں نہیں کہ ہم دونوں دوستی کر لیتے ہیں نا اچھی اور تالی دونوں تو تم کیا کہو گی؟"

"کہتا کیا ہے البتہ تمہاری اس بات پر مجھے ہنسی ضرور آئے گی۔" وہ مسکرائی۔

"مطلب؟" وہ حیران ہوا لیکن خوش تھا کہ آج اچھے کم از کم اس سے یوں ٹال انداز میں بات تو کر رہی ہے اور اچھے بھی اس سے اسی لیے بات کر رہی تھی کہ آج وہ خوش تھی اور غزنی کی کسی بات پر منہ نہ کر وہ خوشی کے اس تاثر کو زائل نہیں کرتا چاہتی تھی۔

"مطلب یہ کہ دوستیاں وہاں دوستی ہیں جہاں مزاج ایک جیسا ہو شوق اور عادات ملنے جلتے ہوں جبکہ میرے اور تمہارے مزاج میں کچھ بھی ایک جیسا نہیں ہے سوائے اس کے کہ تم میرے تیا کے بیٹے ہو البتہ حسین اور تمہاری دوستی بہت اچھی بھی لگتی ہے اور موت بھی اس لیے کرنی ہے کہ تم دونوں کی شاید بچہ ایک ہے۔"

"حسین تو واقعی بہت اچھی ہے اس میں تو کوئی اور اسے ہوسنی نہیں سکتیں۔ صاف دل کی سہارے لیے جو بھی دل میں آئے فوراً ہاتھی لگتا ہے نہیں اس کا یہ مطلب تو ہرگز

”تم سے ایک بات پوچھوں“

اس نھکانے لگی تھی۔

”ہاں ہلو۔“ خدا حافظ کہتے کہتے وہ اچانک رک گئی۔
”تم آج کل جا ب کر رہی ہو؟“ غزنی نے اطلاع نہیں دی تھی بلکہ سوال کرنے کے دیکھا تھا کہ اب یہ کار عمل اس بات پر کیا ہونے والا ہے؟ لیکن اب یہ پہلے تو اس کا سوال بن کر صحت سے رہ گئی تھی لیکن پھر اس روز روز کے ڈر خوف اور پریشانی سے ایک ہی مرتبہ جان چھڑانے کا سوچا۔

”ہاں۔“ انتہائی مختصر سا جواب۔

نہ نہیں نہ تفصیل اور نہ ہی کسی بھی قسم کی وضاحت جس سے ظاہر ہو کہ شاید وہ گھبرا رہی ہے اس مختصر سی بات کے جواب سے غزنی اس کے کسی بھی رد عمل کو برز جاتی نہیں پایا تھا کہ اس نے اس سوال پر کیا محسوس کیا۔

”کہاں جا ب کر رہی ہو اور کب سے؟“

”دیکھو غزنی..... یہ عورتوں کی طرح توہ لینے والا کام نہ کروا کر تم یہ جانتے ہو کہ میں جا ب کرتی ہوں تو تم کو یہ بھی پتا ہوگا کہ میں کہاں جا ب کرتی ہوں اور کب سے کرتی ہوں۔“ آخر کار اس کا مطلب جواب دے گیا اور وہ ہمیشہ کی طرح اس کی باتوں سے چڑھتی تھی لیکن ایک بات کی اسے خوشی تھی کہ بلا آخر اگر پتا چل گیا تو کیا ہوگا وہی لکوار اس کے سر سے ہٹ گئی تھی۔ یہی وہ خوف اور غرور تھا جس نے اس کا تو نہیں لیکن اسی کا ضرور خون خشک کیا ہوا تھا۔ جس طرح انہوں نے غزنی کی رات تا دم پر اسے دبا دھبے کر فوراً سے منتشر کمر آنے کو کہا تھا تب اب یہ نے خود کو بڑا ہی بے بس محسوس کیا تھا اسے اپنی ماں پر بہت مددنا آتا تھا ان کی بچھوری دلا چاری یوران کی پٹی نے اب یہ کو کتنا رونا یا تھا یہ کوئی نہیں جانتا تھا اور ابھی ابھی نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ اب یہ معاملہ آریا پار ہوئی جائے تو بہتر ہے روز مرنے سے وہ ایک ہی مرتبہ مر جانا بہتر خیال کرتی تھی اور اسی بات جب حسین اور غزنی لٹو کھیل رہے تھے اور اب یہ پاس بیٹھی کتاب پڑھ رہی تھی تب ہی اپنے کمرے میں اللہ کے سامنے گڑ گڑا کر دعا مانگ رہی تھی کہ ان کے حالات پر کچھ نہم کیا جائے۔ شاہی سے بے گریب تک کی بیٹھی۔

”ہمارا من نہ ہو اجیہ..... لیکن ظاہر ہے یہ بات تم بھی اچھے طرح سے جانتی ہو مان کہ ہمارے خاندان میں لڑکیوں میں سے کسی نے بھی نوکری کی تو کیا نوکری کے بارے میں سوچا تک نہیں ہے۔ ایسے میں تم دن تو دور کی بات ہے رات کے وقت میں اگر گھر سے نکل کر نوکری کرنے جاؤ گی اور یہ بات خاندان میں پتا چلے گی تو کیا طوفان نہیں آئے گا۔“

”مجھے کسی بھی طوفان کی کوئی پروا نہیں ہے ایسے کئی طوفان میری ماں کے سر پر سے روز نروتے ہیں تب کسی خاندان والے نے پتا ہونے کے باوجود کچھ نہیں کیا اس کا کوئی سدباب کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ کسی نے ان کے سر پر ہاتھ نہیں رکھا خود کو تنہا محسوس نہ کرنے کا نہیں کہا اور لوگوں نے ان آنسوؤں کے چھپے چھپے وجہ جاننے کی بھی کوئی کوشش نہیں کرنی چاہیے سمجھیں تم؟“

”تم مجھ پر بے شک غصہ ہو تو لیکن پھر بھی ہاں جو وہ اس کے کہ تم جانتی ہو کہ میں نوکری کرنے والی لڑکیوں کے حق میں نہیں ہوں۔“ اس کے ہاں جو وہ میں تمہیں غلط نہیں کہہ رہا ہاں اس عمل ضرور غلط سمجھ رہا ہوں جو تم نے اپنی تمام پرہیزگار کے حل۔ لیے چند“ غزنی اپنی بات پر قائم تھا یوں بھی اس کے ذہن میں ایک مرتبہ جو بات چینہ جائے اسے وہ خود نہیں نکال پاتا تھا یہ پتہ پھر اجیہ تھی۔

”تم میرے کسی بھی عمل کو درست سمجھو یا غلط مجھے اس کی کوئی پروا نہیں..... لیکن ہاں اگر تمہاری ماں تمہارے سامنے ایک ایک گھنٹہ دنیا دانی سے بے خبر بے ہوش پڑی رہے کسی بات کا جواب نہ دے آئیں نہ کھولنے پانی کے چند قطرے تک اندر لے جانے کے لیے منہ نہ کھولے اور تمہارا باپ اس تمام کیفیت کو ڈرامہ بازی کا نام دے کر سامنے بیٹھائی وہی پر خیریں دیکھتا رہے یا سسر ازا کر باہر نکل جائے اور تمہارے پاس ڈاکٹر کو دینے کے لیے پانچ روپے بھی نہ ہوں۔ ماں کو رکشے میں لے جانے کے لیے بھی ساتھ کوئی انسان نہ ہو تب میں تم سے

پوچھوں غزنی کہ بتاؤ ماں کو یوں نیم مردہ حالت میں دیکھ کر بے بسی سے اس کے سر ہانے بیٹھ کر مدعا اور کسی فرشتے کی آمد کا انتظار کرنا بہت برا فعل ہے یا پوری پوری رات جاگ کر ڈوگری کرنا اور ان سے ملنے والے چیسوں سے ماں کے کھل علاج کی خواہش اور کوشش کرنا بہتر ہے۔" وہ بے حد جذباتی ہوئی تھی۔

اسے سمجھ نہیں آتا کہ کوئی بھی سکندر صاحب کو غلط کیوں نہیں کہتا..... کوئی انہیں سمجھاتا کیوں نہیں تھا کہ اپنی بیوی کی تمام عمر تو وہ ان پر کیے جانے والے ذہنی تشدد سے بردبار کر رہی چکے ہیں اب تو انہیں بخش دیں۔ مصالحت بھی کسی جرم میں مزا سٹائی ہے جو اس کی بھی کوئی معیا ہوئی ہے لیکن سکندر صاحب تو شادی سے نئے کر اب تک ہانے کسی جرم کی سزا دیتے ہی چلے جا رہے تھے جس کی زد میں نہ صرف امی بلکہ اجیبہ بھی آتی ہوئی تھی۔

"تم بھی اپنی طرف سے چھپے ہوئے واقعات میں سے نہیں ہو اور مجھ میں کیا سمجھ نہیں سکتیں لیکن یوں کوئی اپنی اولاد کو شوہر کے سامنے لڑھکا کرنے کی نہیں سوچتا۔" اور تب اجیبہ نے سوچا تھا کہ اس معاملے پر غزنی سے بات کر کے اس نے غلطی ہی کی ہے کیونکہ وہ کبھی بھی ان کی حمایت میں بات کرنے والا نہیں۔ اس بات کا اندازہ اسے غزنی کی ان ایک بات سے ہو گیا تھا لیکن دیکھ تو اس بات کا تھا کہ سکندر صاحب کے خاندان میں تمام لوگ جانتے تھے کہ ان کا رویا پتی بیوی کے ساتھ کیسا ہے لیکن اس کے باوجود کوئی انہیں کچھ کہتا ہی نہیں تھا۔ کوئی انہیں سمجھاتا ہی نہیں تھا کہ وہ بھی آخر کسی کی بیٹی ہیں اگر میکہ کی طرف سے ان کا کوئی آسرا نہیں تھا تو میکہ کی طرف سے کوئی بھی سکندر صاحب کی سرپریش کرنے یا سمجھانے والا نہیں تھا تو کیا انہیں ہر طرح کا سنوگہ روار کھنے کی بھی آزادی تھی؟ کیا شوہر کے رشتے داروں پر یہ لازم نہیں کہ دوسرے گھر سے بیہ کر لاتی کسی اور کی بیٹی کے سر پر بھی اسی طرح ہاتھ رکھیں اور ان کی اسی طرح خبر گیری کریں جیسے وہ اپنی بیٹیوں کی کرتے ہیں؟

امی نے تو شروع سے ہی ۱۹۹۱ء سے سکندر صاحب کا درشت رویہ چھپائے رکھا۔ یہ تک نہ بتایا کہ شادی کے بعد کتنے ہی دنوں تک تو وہ امی کے کمرے میں بھی نہیں آئے تھے ہم بکلام ہیں تو وہ رکی بات ہے وہ اس جگہ نہ بیٹھا کرتے جہاں امی چلتی ہوتی۔ ان دنوں بھانجیوں کی ایک ساتھ ہی شادی ہوئی تھی ایک ہی دن دن ہارات گئی اور ولیمہ بھی سا بچھا ہوا غزنی کا انھیال بھی امی گلی میں ہی تھا اس لیے ایک ہی جگہ ٹھامیائے لگا کر دونوں ہاراتوں کو وہیں بٹھایا گیا تھا لیکن کون جانتا تھا کہ ہاراتیں تو دونوں گھروں میں آئی ہیں لیکن خوشیاں شاید دونوں کے لیے نہیں آئیں تب سکندر صاحب کے والدین زندہ تھے اور سب ایک ہی گھر میں رہا کرتے تھے دونوں بھانجیوں کے کمرے بھی ساتھ ساتھ تھے۔ گھر کوئی اتنا بڑا تو تھا نہیں بلکہ تین کمروں کا گھر تھا جس میں سے دو کمرے ان دنوں بھانجیوں کو دے دیئے گئے تیسرا کمرہ ان کے والد کے استعمال میں تھا۔ زحمتی کے وقت خود امی کے بھی واہم و گمان میں نہ تھا کہ سکندر صاحب کی ان سے شادی صرف اور صرف ضد کی بنیاد پر ہے اور کچھ نہیں لیکن یہ حقیقت جاننے میں انہیں بالکل دیر ان لیے بھی نہیں لگی جب زحمتی کے چند مضمون بعد بھی وہ کسی دلاست کی پیمائش کا بہ نہ تھا کہ وہاں سے چل دیئے اور سب دیکھتے ہی رہ گئے۔ ان کے برعکس بھائی صاحب اور بھالی نے ایک ساتھ بیٹھ کر کھانا کھالی انہی مذاق کرتے رہے سارے رشتہ دار دیر تک بیٹھے نہیں ہارتے رہے اور پھر انہیں سونے کے لیے بھیج کر رات گئے خود بھی سب گھن میں چھٹی جا رہا ہوں پر لیٹ گئے۔ امی اس رات اپنی سانس کے ساتھ سوئیں گئیں۔

کسی بھی قسم کی غلطی نہ ہونے کے باوجود خود کو مجرم تصور کرتی ان کی سانس کا خیال تھا کہ بس ابھی تھوڑی دیر میں سکندر صاحب آبا میا گئے کہ جانتے ہیں گھر میں نئی نویلی دین ان کا انتظار کر رہی ہے۔ اسی امید میں کالی دیہ یہاں وہاں کی رشتے داروں کی ہاتھیں کرتی رہیں لیکن آخر ان دنوں سے سکندر صاحب کے بچاؤوں سے تنگی ہوئی

تھیں لہذا جب باتیں کرتے کرتے نیند کے چکولے پینے لگیں تو امی نے مناسب لفظوں میں انہیں آرام کرنے کا کہہ کر سونے کے لیے بھیج دیا۔ وہ جاتے ہوئے ایک بار پھر بہ گئی تھیں کہ جس چند لمحوں کی دیر ہے پھر سکندر رات ہی ہوگا۔ تم اپنا غریبی لباس پہنے رکھنا اور سات کے سہنے پر وہ اس بھاری جوز سے اور اپنے زیورات میں ساری رات بھی سوئی اور بھی جاگتی رہیں ڈراما پاس کھٹکا ہون تو لگ سکتا صاحب کمرے میں ہی موجود ہیں اور اس خیال کے آتے ہی اپنے آپ میں سمٹ ہی جاتیں جان بوجھ کر جاتے ہوئے بھی اس انظار میں آنکھیں بند کیے کھتیں کہ سکندر صاحب خود انہیں چکائیں گے لیکن یہ سب ان کی خام خیالی ثابت ہوئی کہ آنکھیں بند کیے رکھنے کے بعد پھر بعد بالکل کی جھرنی سے یہاں وہاں دھتتیں اور ان کے سامنے نہ سونے کی صورت میں آنکھیں بھینکتے ہیں اور پھر صبح میں اس وقت جب سب بیٹھے ناشتا کر رہے تھے وہ چھٹائے بغیر کسی شرمندگی اور خجالت کے سب کے درمیان بیٹھ کر ناشتا بھی کیا اور باتیں بھی لیکن اس سب معاملے میں وہ اسی کو کھنکھناتے انداز کر رہے تھے اور ان کے اس فعل پر انی خود اپنے ہی آپ سے شرمندہ ہوتی رہیں۔ سب گھر والوں کے درمیان اپنا آپ بھرہ سا لگتا رہا کہ باقی سب کا مزاج بہت دوستانہ تھا لیکن پھر بھی جس انسان سے تعلق جڑنے کے باعث وہ باقی تمام انسانوں کو جانتے تھے انہیں اُردو ہی پہرنی اور بے انتہائی برے تو ہائی کسی کا بھی رویہ فرحت بخش کیسے ہو سکتا ہے۔

اسی طرح ولیمہ بھی گزر اور اگلے تین چار روز تک بھی سکندر صاحب کا سنی و طہرہ رہا کہ جیسے ہی شام کے سائے ڈھلتے وہ بھی تیار کر اور بھی بغیر بتائے گھر سے غائب ہو جاتے اور صبح ناشتے کے وقت کسی بھی قسم کی وضاحت دیتے بغیر سب کے درمیان بیٹھ کر ناشتا بھی کرتے اور باتیں بھی۔ یہ سب ایک ہی ذہنی ذہن کے لیے اس قدر کرب کا باعث ہو گا جب وہ اپنے ہی سامنے اپنے ہی ساتھ چلی دوسری لڑکی کو دیکھے کہ اس کا شوہر کس طرح اس

کے چوتھے گھر رہا ہے وہاں خوشی خوشی دنگوں پر آ جا رہے ہیں اور کس طرح ساتھ بھائی جان کے کمرے سے ہر وقت بیسی اور قبیلوں کی آوازیں آتی رہیں سکندر صاحب نے تو کہیں پر بھی دنگوں پر بھی جانے سے انکار کر رکھا تھا۔ ایسے میں ان کے والدین کا ضبط جواب دے گیا اور ایک روز جب وہ سر شام ہمیں نکلنے لگے تو وہیں روک لیا۔ بھائی صاحب اس شام اپنی بیگم کو لے کے ان کے میکے گئے ہوئے تھے وہ وہیں پر ان کا رات بھر کئے کا امراہ تھا اور تب سکندر صاحب کے والدین کے کمرے میں آ کر خوب گرجے اور بے لطف کی سنا میں ان کی والدہ بھی اس معاملے میں تحمل طور پر ان کی حمایت میں بول رہی تھیں۔ سکندر صاحب کو ڈراما بھی کسی کے صبر کے نتیجے میں نکلنے والی آہ جب اپنا اثر دکھاتی ہے تو اس کی تکلیف برداشت کرنا مشکل ہوتا ہے سکندر صاحب جسے بھی سخت مزاج سنی لیکن وہ اپنے ہاں باپ کے سامنے ایک بھی لفظ منہ سے نکالنے کی ہمت نہیں رکھتے تھے ایک نظر انہوں نے کمرے کے کونے میں سر جھکائے بیٹھی امی کو دیکھا جن کے ہاتھوں پر اب تک مہندی لگی تھی اور کلاسیاں چوڑیوں سے فخری ہوئی تھیں لیکن پھر بھی وہ کسی طوا نہیں اپنی طرف متوجہ کرنے میں کامیاب نہ ہوئی تھیں۔

سکندر صاحب کو لگا تھا کہ وہ شادی کے بعد بھول جائیں گے اپنی لیکن کی خوب صورتی و رعنائی دل میں بنائے اس کے قرب میں سب کو بھلا دیں گے لیکن ایسا نہ ہو سکا وہ جب جب انہیں دیکھتے سارا قصہ ان کے ذہن میں پھر سے تازہ ہو جاتا لیکن آخر کب تک؟ نکاح کے دو یلوں سے اپنا آپ انہیں سوچ دینے والی اس چھوٹی موٹی سی لڑکی سے آخر کب تک کا فرار ممکن تھا اور پھر گھر میں باقی تمام افراد بے شک انہیں کچھ کہتے نہیں تھے ان سے کوئی سوال نہ کرتے کوئی سرزنش نہ کرتے لیکن پھر بھی بہر حال ان کا رویہ سبھی کے نزدیک ملاحظہ تھا اور سب کی مٹھو رائے بھی سبھی تھی کہ سکندر صاحب دوسروں کی غلطی کی سزا اس لڑکی کو دے کر سزا امر نالذ کر رہے ہیں۔ لہذا انہوں نے اپنے

میرے پاس ایک سر پرانزا ہے اور اگر اس سے بات کی تو وہ مجھ سے اٹھالے گی۔ ہاتھ ہی لسی کرتی ہے کہ میرے منہ سے بھی ہر بات نکل جاتی ہے۔ وہ ایک بار پھر تمہارا گھر چلا گیا اور وہاں اس وقت اجیہ کا بیٹنہ لگا ہوا ہے۔ دیکھنے کا کوئی موقع نہیں تھا۔

"کیسا سر پرانزا؟" وہ بھی چوکی۔

"ان شرط پر تعلق لگا اگر تمہاری اہلیاں حسین کو نہ بتاؤ۔"

"تم اپنے پاس ہی رکھو مجھے بھی بعد میں ہاتھ مل جائے گا۔" وہ چوکی۔

"اسے نہیں نہیں صرف حسین سے چھپانا ہے ورنہ اہلیاں اور ابا بہت جلد تمہارے گھر آ رہے ہیں۔" غزنی کی آواز سے ہی خوشی پھوٹی محسوس ہو رہی تھی۔

"یوں کن۔۔۔ رشتے کے لیے آ رہے ہیں؟ اس لیے حسین کو سر پرانزا کرنا ہے؟" اجیہ کو خوش گواری حیرت ہوئی۔ کچھ دیر پہلے وہ بہت خوش تھی پھر غزنی کی باتوں سے چوکی تھی لیکن اب ایک بار پھر وہ بہت خوش محسوس کر رہی تھی اور اس کے بچے کا ایک دم بدلنا اور خوش گواری دیکھنا غزنی کے لیے بذات خود ایک خوشی کی خبر تھی۔

"جی جی، بالکل رشتے کے لیے آ رہے ہیں کیونکہ اہلیاں کا خیال ہے کہ اس بہت ہو گیا بہانے بہانے سے گھر جانا اور دیکھنا اور بات کرنے کی خواہش کرنا اب نادری شادی ہو جانی چاہیے۔ تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے؟" اسے محسوس ہوا تھا کہ اجیہ اس بات پر خوش ہوئی ہے اور یہ احساس ایسا تھا کہ اس اب تو لگتا کہ جیسے اس کے زمین پر پاؤں ہی نہیں لگ رہے۔

"بھلا مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟" وہ مسکرائی۔

"اور یہی بات تو یہ ہے کہ میں نے آج تک کبھی ایسا سوچا تو نہیں تھا اور۔۔۔ کبھی حسین سے بھی اس معاملے پر کوئی بات نہ تھی لیکن پھر بھی میرے لیے یہ بات بہت خوشی کی بات ہے۔" اس لیے بھی ہے کہ حسین کی اور تمہاری ڈال ریڈی بہت ہوتی تو سننے والی اور جب اسے بتایا گیا کہ یہ رشتہ دار ہے تو اس سے کچھ کہہ کر تمہیں تو بہت اگے لے گیا۔" وہ لگتا کہ آواز کے

والدین کے آگے سر بھکا دیا اور پہلے جو یونہی رات بھر سڑکوں پر آوارہ گھومتے یا کسی چائے کے کھوکھے پر بیٹھ کر وقت گزارا کرتے اب سکون سے اپنے بستر پر سویا کرتے۔ اسی کے لیے یہ بھی بہت تھا کہ کم از کم اس طرح وہ ظاہری طور پر ہی خود کو معتمد سا خیال کرتیں۔ انہیں سب کی سولہ نظر سے نجات مل گئی تھی اب وہ خود ہی اپنے آپ سے بھی سوال کرتیں اور پھر خود کو تمام جملات دے کر مطمئن کرنے کی بھی کوشش کرتیں۔

میتھ میں اور کوئی اتنا قریبی رشتے دار تو تھا نہیں جو ان سے پوچھتا اور نڈھال کیا یا وہ اپنے سر لال میں خوش ہے کہ نہیں۔ ایک والد صاحب تھے جن کے سامنے ہمیشہ خوشیوں کا چولا پہنے رکھنا انہوں نے اپنی عادت بنا لی تھی ایک بہن تھی جس کی شادی ان کی شادی سے تقریباً امینہ پہلے جن حالات میں ہوئی ان کے باعث وہ ان کی شادی میں بھی شریک نہیں ہوئی تھی۔

"اجیہ۔۔۔ کہاں تم ہو گئیں؟ میری کسی بھی بات کا جواب نہیں نہیں دے رہی ہیں؟" غزنی کی بات پر اجیہ چوکی بس اپنے پورا دماغ پر رک کر پتھرا سنوڈنس کے اتر جانے کے انتظار میں تھی اس نے ہا ہر دیکھا ابھی اس کا سر نزدیک آنے میں کچھ وقت باقی تھا۔

"اس لیے کہ تمہاری کسی بھی بات کا جواب دینے کے لیے میرے پاس بالکل بھی وقت نہیں ہے۔ ہمارا ایسے میں نے تم سے کہا تھا کہ تمہیں اپنی بات سنانے کے لیے حسین سے رابطہ کرنا چاہیے وہی تمہارے مزاج کو سوت کرتی ہے اور تمہاری ہر بات کی بار میں ہل سا لگتی رہتی ہے مجھ سے یہ سب نہیں ہوتا۔"

"حسین سے تو خیر اب پہلے سے زیادہ رابطہ بنا کر سکتا کیونکہ مجھے پتا ہے تم بھی حسین کے ہی کہنے پاتا آتی رہی ہے۔ مجھ سے ہاتھ لگاتی رہی ہو۔"

"ٹھیک۔۔۔ اب تم تو ظاہر ہو نہیں سکتی۔" وہ نے کہا۔

"پانچ اب مزید وقت نہیں۔"

چہرے پر پتھر سے رنگ اور آنکھوں میں اترتے جھنوں میں
یہاں سے بھی محسوس کر سکتی ہوں۔

”تھک چکا ہے... مجھے لگتا تھا کہ تم ہمارے اس
نئے بننے والے رشتے کو دیکھ کر دوگی لیکن میرے پاس تو
آج وہ اسی لحاظ قائم ہو گئے ہیں جن سے میں تمہیں اپنی خوشی
کا احساس دلاؤں اور بس میں آج ہی گھر جا کر ماں کو کہتا
ہوں کہ سارے کام پھوڑیں اور فوراً بس میری شادی کی
تیاریوں کا سوچیں کیونکہ اجیہ جس نے کبھی مجھ سے
سیدھے منہ بات نہیں کی تھی اور میرا دل ڈرتا تھا کہ شاید
شادی کے معاملے میں کبھی کوئی گڑبڑ نہ کرے اس کو بھی
ہواری شادی پر کوئی اعتراض نہیں بلکہ خوشی ہے۔“ جو اب اجیہ
پہلی اور سب سے اختیار رہی تھی۔

غزنی کے لیے یہ صورت حال اور خاص طور پر اجیہ کا
مدد یہ اتنا غیر متوقع تھا کہ اس کا دل چاہ رہا تھا آئیں سے ہاہیز
بھاگ جائے اور کسی سچے چوراہے پر ٹھہرے ہو کر چھٹا چلا تا
پھرے کہ اجیہ کو مجھ سے شادی کرنے کوئی اعتراض نہیں
ہے بلکہ وہ بہت خوش ہے وہ مجھ سے باتیں کرتے وقت
گھبراہٹیں رہی ہے مسکراتی ہے اور بڑی خوشی کی بات تو یہ
ہے کہ اب وہ خوشی سے کچھ شرم بھی رہتی ہے اس کی بے
اختیار تھی سے غزنی نے سب کچھ کیا تھا۔

”اپنی سزا اب اگر تمہارا موڑا اتنا خوش کار ہو ہی گیا ہے
اور میری خوش قسمتی کہ تم نے میری بات پر ہریش ہونے یا
ڈانٹنے کے بجائے خوشی کا اظہار کیا ہے تو کیا میری ایک
بات نہ لگتی؟“

”ہاں بھئی کوشش ضرور کروں گی آخرا اب تم سے ایک
نیا رشتہ بننے جا رہا ہے تو صاف انکار تو نہیں کیا جا سکتا
تاں۔“ اس کے ذہن میں ہنسی کھٹکھٹاتی حسین کا چہرہ تھا اور
کل کو حسین کے ساتھ غزنی کی شادی ہو جاتی تو ظاہر ہے کہ
اسے اپنے رویے میں کچھ بہاؤ لگتا تھا ہی تو یہ وہ غزنی کے
ساتھ کبھی کبھی لگتی بات نہیں سمجھتا چاہتی تھی جس کو بنیاد
بنا کر وہ حسین کے لیے کسی بھی قسم کی کوئی مشکل مٹا کرے
اور ابھی تو وہ یہ سوچ کر رہا تھا کہ وہ بھی کبھی نہیں

کو پتا چلے گا کہ وہ غزنی کی ڈانٹ بننے والی ہے تو اس کا کی
ری ایکشن کیا ہوگا۔

”تم کال سینٹر میں جا ب پھوڑو۔“ اجیہ نے چند لمحوں
کے لیے ناقصی اختیار کی۔

”وہ کھوئی الحال تو یہ بات صرف مجھے معلوم ہے اور گو
کہ میرے علاوہ کسی کو پتا بھی نہیں چلے گا لیکن وہ کھو پھیز
ہمارے خاندان کے بھی آخر کوئی اصول ہیں۔ میں تم سے
درخواست کرتا ہوں کہ جہاں تم نے آج بڑی بات پر بیٹے
مسکراتے ہوئے میرا ساتھ دیا ہے یہ بات بھی مان جاؤ اور
اگر بالآخر تم جا ب کرتا ہی چاہتی ہو تو چلو کسی اسکول میں
کر لو لیکن اس طرح رات بھر کال سینٹر کی جا ب لاد پھر رات
کو جانا سچ آتا۔ ذرا عجیب سا لگتا ہے نا۔“ اس نے
لجاجت سے کہا یوں بھی اجیہ کو اسکول میں تقریباً جا ب ل
ہی لگی تھی کال سینٹر تو اب اس نے حساب چھٹا کرنے ہی
جانا تھا۔ شرمین کا اس کے کراؤ کا آئینہ دکھانا تھا اور بس جیسی
یا حسین غزنی کی گروں پر رکھ دیا اور بولی۔

”تھک سے میں بس ایک دو دن میں اپنا استعفیٰ نہیں
دے پاؤں گی تم بھی کیا پلا کر دے کیا اجیہ اتنی روڈ ہے نہیں
چھٹی لگتی ہے۔“ اور تب غزنی نے واقعی خود کو چٹکی کاٹ کر
اندازہ کیا کہ وہ جاگ رہا ہے یا کوئی خواب دیکھ رہا ہے
جہاں اجیہ اس سے اس قدر دوستانہ انداز میں باتیں کر رہی
ہے۔ اس نے کہا تو فوراً ہی جا ب چھوڑنے کو بھی تیار ہوئی
اور یہی نہیں بلکہ وہ اس سے شادی کرنے پر بھی راضی ہے۔
چاہے اس نے ایسی کون سی نیکی کی تھی جہاں سے کام آ رہی
تھی کیونکہ اجیہ کو پانچ عزت طور پر اپنانا اس کی زندگی کی سب
سے بڑی خواہش تھی اور خواہش بھی ایسی کہ جس کے پورا
ہونے نہ ہونے کے بارے میں اجیہ کے ٹھنکے رویے کے
باعث وہ ہمیشہ ہی بے یقینی کا شکار رہتا اور شاید یہ صرف اور
صرف اس کی وہ نہیں تھیں جنہوں نے ناممکن کو ممکن بنا کر
آج اس کے سامنے کیا تھا اور اس کا دل چاہ رہا تھا کہ خوشی
سے گھٹائے مسکرائے گیت گائے۔

ایسے ہی اس نے سب سے پہلے اپنی کوئی کڑی

انہیں ان کی ہونے والی بیوی سے کی جانے والی تمام بات چیت کے ذریعے اس کی مکمل رضا مندی سے آگاہ کرنا ضروری سمجھاتا کہ وہ بھی خوشی سے بھونج جائیں۔

محبت اور کی صورت

دلوں کی سرزمین پر گھر کے آبی لادور برکتی ہے

چمن کا ذرہ ذرہ بھونکتا ہے مسکراتا ہے

انزل کی بے نموشی میں سبز ہوا اٹھاتا ہے

محبت ان کو بھی آہ لادور شاداب کرتی ہے

جوں ہیں قبر کی صورت

محبت اور کی صورت۔

رکھ کر سب کا آج کے فیشن کا کرداروں کی۔ امی نے اسے کہا تو جیسے ابہ کابل چھن سے ٹوٹ گیا امی کے پیار پر پیارگی آیا اور یہ بھی خیال پھر سے ذہن میں اتر آیا کہ سکندر صاحب کے ناروا سلوک کی وجہ سے امی کے کتنے ہی ارمان ہوں گے جو کان کپڑوں کی طرح ایسے کے ویسے رہ گئے ورنہ شادی کے کپڑے اتنے سالوں تک رکھے رہیں اور انہیں پہننا تو کیا انہیں شاپروں میں سے کھول کر دیکھنے لاکھی جی نہ چاہئے دل نہانے یہ بات احساس رکھنے والوں کے لیے کتنے دکھ کی بات ہے۔

”ارے امی آپ بھی ماں.....! حنین ہنسی۔“

”اتنا اسٹینڈرڈ کا اسکول ہے وہاں یہ گونے کناری

والے کپڑے پہن کر جاتی اجیہ اچھی لکھی کیا؟“

”ہاں لیکن کم از کم پانچ چھ جوڑے توڑھنگ کے ہوں

ہیں کہ نندہ ان نیچرز میں بیٹھ کر کسی بھی طرح سے کم نہ

لگے۔ امی کا اب اجیہ کے کپڑوں کی قسم نے ستایا تھا۔“

”ہاں تو ڈھنگ کے ہوں تب ہی ایسا تو نہ لگے کہ

دلہن بہوات سے اٹھ کر اسکول میں اپنا پیرڈیٹ لیتے آتی ہے

اور تمام نوز و نوٹھ اس فرض شاس نیچر کی بریلنگ نیوز چلا

رہے ہوں۔“

”میرے پاس اتنے بہترین کپڑے تو ہیں جو میں

یو نیورٹی پہن کر جاتی ہوں ان میں کیا خرابی ہے اسکول بھی

وہیں پہن کر جاؤں گی اور امی کی شادی کے کپڑے بھی دیکھ

سوں گی ان میں سے بھی کچھ میں لے لوں گی۔ کچھ تم لے

لیتا کیوں امی؟“ اجیہ نے تجویز دی۔

”ہاں تو اور کیا وہ لگے رکھے رکھے خراب ہو جائیں گے

انہیں پہن لو استعمال میں لاؤ۔“

”ہاں بات تو امی آپ کی بھی ٹھیک ہے کیونکہ ہرے

گھر تو ابھی دور دور تک کسی کی بھی شادی کے کوئی امکانات

نہیں ہیں کہ بندہ شادی کے لیے سنبھال کر رکھ دے۔

ایسے میں بہتر ہے کہ ہم ان کپڑوں کو دیکھ لیں اور وہ

زیادہ کڑھائی والے نہ ہوں تو ہمیں آنے جانے کے لیے

استعمال کر لیں۔“ حنین نے سمجھ سے پریشانی چھانی ڈالتے

اجیہ چونکہ اسکول میں بریک کی ہونے والی گفتگو سے

امی اور حنین کو فون پر آگاہ کر چکی تھی اس لیے اس کے گھر

پہنچنے پر خوشی میں سہارک ہاد کے طور پر حنین اس کا پسندیدہ

ٹیسن کا حلہ تیار کر چکی تھی۔ اس کے گھر پہنچنے پر اس کے

والد سے پیسے لے کر پڑوس کے بیچے سے سو سے اور

چاٹ منگوا کر اس خوشی کو جو وہ وہاں سے سیکھ رہا تھا۔

”وہاں کی نیچرز تو بہت مالارن ہوں گی ماں

اجیہ... ٹل میک آپ کیا ہوا ہوگا اور ساتھ بیوری نہیں

والے جوتے وغیرہ بھی۔“ حنین کا جوش بھی دیکھنے کے

لاؤ تھا اجیہ ہنسی۔

”ذریعہ وغیرہ تو باں سب کی امی اچھی لیکن اتنا زیادہ

میک آپ تو میں نے کئی کانٹوں دیکھا لیکن ہاں نیچرز میں

ساری ہی بہت اچھی اور ان کو دیکھ کر ہی لگتا تھا کہ کسی

بہترین ادارے کی نیچرز ہیں۔“ اجیہ نے بھی حنین کے

انعام میں جواب دیتے ہوئے چاٹ کی آبی پلیٹ میں

سموسہ بھی رکھ دیا۔

”ذریعہ کی تم لگرت کر کہ اندر چینی میں میرے نیچرز اور

برسی کے کتنے ہی کپڑے رکھے ہیں جن کو میں نے ایک

دفعہ پہننا تو کیا شاپروں سے نکالا تک نہیں ہے۔ وہ ہیں

بھی سارے سنے ہوئے تم پہن کر دیکھ لیتا۔ کوئی کانت

پھاٹک کرنا ہوئی تو میں بات کہتا ہوں کہ میرے میں مشین

"تمہارا کیا خیال ہے گھر میں کن کی شادی ہوئی چاہیے؟" اچھے گہری مسکراہٹ کے ساتھ پیسے امی کو اور پھر حنین پر نظر کرنا ہنساتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں تو ان میں حرج ہی کیا ہے اس بہانے سمجھو وقت میلہ ہو جائے گا کچھ ہلہ فلہ ڈھول دھون کا ہی آئی اور سب سے بڑھ کر یہ گھر کا ماحول کچھ تہریل ہوگا۔"

"لیکن گھر میں ہم وہی تو لڑکیاں ہیں جن کی آغوش کھل شادی ہوئی ہے اور میں تو بھی ابھی کسی طوطی شادی کے لیے تیار نہیں ہوں اس لیے یہ سوچ تو رہے ہی دو۔ ویسے ہی رات میلہ کرنا ہے تو چینی کا ڈبہ لگا کر بھانستے ہیں۔ امی ڈبے کو ڈھول کے طور پر بجاتی ہیں میں گاتا گاتی ہوں تم لہریاں زلزلہ۔" اچھے نے غنا غنا میں ساما ہو کر گرام ترتیب دے لیا۔

"اور سے دلو ایسے کیسے تم نے نہیں کرنی شادی تو میری بہن مجھے تو نہ لڑکاؤ ناں یار۔ کم از کم میری تو کرو۔ میرے ہاں کھل سفید کرنے پر تلی ہونا" حنین نے بھی ترکیا پر ترکیا اسی انداز میں جواب دیا۔ امی ان دونوں کی باتوں پر بے اختیار ہنستی ہی چلی جا رہی تھیں۔

"بس تو پھر روں ہو گیا کہ مجھ سے شادی کا کوئی نہیں کہے گا کیونکہ حنین بچوں کے مل جیسی شادی ہونے کا ارتقا کر رہی ہے اور دلے راجا کے ارتقا میں اس قدر اتاوانی ہو رہی ہے کہ اگے ایک دو مہینے تک اس کی شادی نہ ہوئی تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں صدے کے مار سناست یعنی لہر پر نہ لٹا پڑ جائے۔"

"نہ بابا نہ ایسا کیوں کہہ رہی ہو میں کوئی نہیں جتنی لہر پر نہ لٹے دانی بلکہ میں تو چوٹی گھا گھا کہن کر ہاتھ میں اپنے ڈبھا کا سیرالے کر رہاں خود اس کے سر پر پہنچ جاؤں گی اور اسے موتے میں سے کان پکڑ کر اٹھاؤں گی اور کہوں گی "ابھی تک سو رہے ہو؟ تاہم دیکھا ہے شادی کا وقت ہو گیا ہے اٹھو اور اسی طرح نراؤ زر بنیوں پر ہی سہرا باندھو سلہرہ پھونکاؤ فوراً موز سائیکل پر چڑھ کر شادی ہاں پہنچو۔"

"خمشدنی ہو کر بیٹھی رہو بہن کیونکہ جس مولوی نے تمہارا تقاضا پڑھا ہے ناں وہ خود ابھی کسی مدرسے میں نوپا پہننا سیکھ رہا ہے جس نے تمہارے شادی میں کھانا پکاتا ہے وہ خود ابھی اپنی ماں سے رو کر کھانا مانگتا ہے۔ جس نے تمہاری شادی کا سوٹ بیٹا ہے وہ ابھی کاج کرنے اور بن لگا کر تریاں کرنے پر ہاتھ سیدھا کر رہا ہے اور جس نے تم سے شادی کرنی ہے ناں وہ ابھی اپنی اکلوتی سالی کو راضی کرنے میں لگا ہوا ہے۔"

"اکلوتی سالی..... یعنی اچھے تم؟" حنین حیرت سے اچھی۔ امی اور اچھے اس کے تاثرات پر ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنس رہی تھیں۔ وہ ایک بار پھر بولی۔

"اچھے تم ایسے ہی سمجھو کہ جیسے امی تو یہاں پر موجود ہیں ہی نہیں۔ یعنی ہوئی ہی نہیں ہیں یہاں تم بس مجھے یہ بتاؤ کاج کون تمہیں کون راضی کرنے میں لگا ہوا ہے۔"

"حنین کی بچی پہلے تو تم مجھے یہ بتاؤ ناں کہ تم نے صرف میری آخری بات کو ہی سچ کیوں سمجھا اور اس سے سچ سمجھا تو پھر باقی باتوں کو بھی سچ سمجھتے ہوئے اس یقین کے ساتھ سوچنا کسائے پانچ سے دس سال تک تمہاری شادی کا دور دورہ تک بھی کوئی نامہ نشان نظر نہیں آ رہا۔"

"تو میں کون سا شادی کرنے کے لیے بلکان ہو رہی ہوں ویسے بھی میں نے تو ڈاکٹر بننا ہے اور اگے پانچ سال کے بعد شادی ہو تو بہتر ہے کیونکہ تب تک میں ڈاکٹر بن جاؤں گی اور اگر دس سال بعد شادی ہو تو بہترین ہے کیونکہ تب تک میں کامیاب ڈاکٹر بن چکوں گی لیکن اس طرح کے دلہراش غنا کرنے پر اللہ کرے تم نے کبھی ایمر جنسی چھوٹا دلو اور تمہارے کپڑے استری ہوئے نہ ملیں تو....." وہ برتن اٹھائے ہوئے کھٹی سی ناک پھلاتے ہوئے اچھے کو باتیں سن رہی تھی۔

"یہ پانچ سے تم نے شادی کی بات کیسے چھیڑی وہی پہلے تو بھی اس موضوع پر اتنی بات نہیں ہوئی۔" حنین تمام برتن لے پا کر اب کچن میں دھونے لگی تھی۔ اچھے کو راضی کرنے کے لیے حنین نے برتن لے کر اچھے کے لیے ان کی

گوئی میں سر دھوا اور صوفے پر ہی لیٹ گئی۔

”ارے امی آپ کی بیٹیاں اب جوان ہو گئی ہیں ناں سمجھا کریں۔“ وہ ہنسی اور ساتھ ہی امی کی طرف سے نہجرت بھی کھائی۔

”نہیں تم بے وجہ اس طرح کی بات چھیڑنے والی نہیں ہو ضرور اس معاملے کا کوئی پس منظر ہے۔“ امی نے کہا اور ایسے ہی اس نے امی کو ساری صورت حال بتا کر تو تھی ہی لہذا کمرٹ بدل کر کہنی پر زور ڈالتے ہوئے گردن موڑ کر چکن کی طرف دیکھا جہاں حسین گھٹناتے ہوئے برتن دھونے میں لگی تھی سو فزنی کے فون کا آنا اور تمام بات چیت من و عنان کے گوش گزار کر دی اور ساتھ ہی یہ تاکید بھی کہ حسین کوئی احوال ہاں تمام معاملے کی ہوا بھی نہ لگے اور صرف اجیہ ہی نہیں امی بھی اس رشتے پر بہت خوش تھیں آج سے پہلے بھی وہ فزنی کو داماد کے روپ میں سوچ تو چکی تھیں لیکن وہ اسے اجیہ کے ہونے والے شوہر کے روپ میں دیکھتی تھیں کہ شاہی سے پہلے کی تمام تر

مخروبیوں کا ازالہ انہیں لگتا کہ اس گھر میں ممکن تھا جہاں اتنے محبت کرنے والے سانس سرسبگی موجود ہوں اور ٹھوڑا بہت شائبہ انہیں یہ بھی تھا کہ شاید فزنی اجیہ کے لیے پسندیدگی کے جذبات رکھتا ہے لیکن اب جبکہ ان کا یہ اندازہ غلط ثابت ہو گیا تھا اور فزنی بھول اجیہ کے حسین سے شادی کا خواہش مند ہے تو امی کے لیے یہ بھی خوشی کی بات تھی۔

”ویسے میرا ذہنی خیال تھا کہ پہلے تمہاری شادی ہو جاتی اور پھر چھوٹی سارا بھرا۔۔۔۔۔“

”میری شادی کے متعلق تو ابھی آپ سوچیں بھی مت امی میرے کرنے کے ابھی بہت سے کام ہیں۔“ اس نے ان کی بات کالی۔

”کوہ ویسے بھی حسین میں اور مجھ میں صرف مشکل سے ایک سال کا ہی تو فرق ہے ناں وہ بھی اگر بچپن میں اس کی صحت کے پرہیز نہ رہتے تو آج میرے ہی ساتھ بیٹھ کر شادی میں ہوتی۔ آپ گھر نہ کریں اور اگر پاپا آپ سے اس معاملے میں بات کرنا چاہیں تو اپنی بھرپور پسندیدگی

ماہنامہ حجاب کی جانب سے پہلی سال گرہ پر آپ نکھاری بہنوں اور قارئین کی شرکت کے لیے خصوصی سروے کا اہتمام کیا گیا ہے تاکہ ہمیں اندازہ ہو سکے کہ اس ایک سال میں ہم کس حد تک آپ کو مطمئن کر پائے ہیں۔ سروے کے سوالات مندرجہ ذیل ہیں:-

☆ مجموعی طور پر پہلے سال میں آپ نے حجاب کو کیسا پایا؟ کوئی کیا پیشگی کوئی تجویز یا تدبیر کوئی تعریف یا تنقید سب کھل کہیں۔

☆ اس سال کی بیسٹ رائٹرز نیز سب سے بہترین تحاریر؟

☆ آئندہ سال کے حجاب کو آپ کیسا دیکھنے کی خواہش مند ہیں؟

☆ مستقل سلسلوں میں آپ کا پسندیدہ سلسلہ کون سا ہے اگر کسی سلسلے میں ترمیم کی جائے تو کس میں اور

اضافہ کیا ہو؟

☆ ماہنامہ حجاب کا سال گزشتہ کا بہترین نقش کون سا تھا؟

☆ نوا موز رائٹرز میں آپ مستقل کسے حجاب میں دیکھنا پسند کریں گی؟

☆ ماہنامہ حجاب کے ڈاٹن، ولٹ اور انسٹاٹوں میں شائع ہونے والے چند نمبر ہی جیسے اور سطور جنہیں بے

ساختا آپ نے ڈائری کی زینت بنایا ہو؟

ان سوالات کے جوابات 20 اکتوبر تک ارسال کر دیں یا پھر ای میل کے لیے ایڈریس یہ ہیں۔

info@hijabmagazine.com.pk

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

ظاہر کریں کیونکہ ہم دیکھتے ہیں ہاں کہ دونوں میں اس قدر
دوستی ہے ایک دوسرے کے ساتھ وقت گزار کر کتنا خوش
ہوتے ہیں دونوں۔ اس کی تمام باتیں ٹھیک تھیں اسی
سکراتے ہوئے سر ہلائے جا رہی تھیں اور دل ہی دل میں
اجیر کے لیے بھی کسی اچھے شے کی دعا جا رہی تھی۔



مجھے محسوس ہوتا ہے

وہ بالکل میرے جیسا ہے

کہ جیسے جس پانی میں

یا سایہ برود میرے

وہی لہو ہی ہاتھیں

وہی آنکھوں سے نمس دینا

بھی چہرہ چھنا تو

بہتر ہی کی حد ہی کہو دینا

بھی آنکھوں کے دستے سے

کہیں دل میں تر جاؤ

بھی یہ چین رکھنا خود کو

مجھ کو بھی سزا دینا

بھی اک پلیٹ میں نمس دینا

میری دنیا سجا دینا

بھی تو عرف سا لہجہ

لگا بھی سر دکر لینا

بھی اٹلی کے سارے رنگ

میرے حاکم میں بھرو دینا

مجھا کٹریہ لگتا ہے

وہ بالکل میرے جیسا ہے

ارہش آج وقت سے پہلے ہی یونہی چلا آیا تھا ہاتھ
میں کتا ہیں پکڑے وہ گیٹ کے قریب ہی قائم طرف
لان میں ایسی جگہ بیٹھا تھا جہاں سے گیٹ کے اندر آتی
اچھا سے فوراً نظر آ جاتی۔ اور اتنا ہار تو ویسے بھی دشوار ہے وہ
کسی بھی چیز کا اور ان کا یا کسی من پسند انسان کا وقت مشکل
سے ہی گنتا ہے اور یہی حال آج ارہش کا تھا۔ ذرا سا بہت

کر بیٹھے اور جلد ہی آنے کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ وہ جس
چاہتا تھا کہ اس کے دوست اس کے آنے کے ہمارے میں
جان جائیں کیونکہ پھر دوستوں کے گروپ سے الگ
ہونے کے لیے سو طرح کے بہانے کرنے پڑتے۔ کیوں
جا رہے ہو کہاں جا رہے ہو کسی کے پاس جا رہے ہو اور
اگر تو جانا جائے کہ بارگاہوں لڑکی سے کام ہے اس کے پاس
جا رہا ہوں تو پھر بچوں جیسی خواہش کہ ہم بھی ساتھ چلیں
گے اور پھر منع کرنے کی صورت میں کسی بھی طور اس کے
آگے پیچھے اسے منڈلاتے رہتے کہ بندہ اپنا اصل کام
بھول جائے اور خود کو خود کو ہی مشکوک سمجھنے لگے۔

دوست تو ویسے سارے اچھے تھے اور چھیڑ چھاڑی
یونہی لائف کا چارہ مہی ہوتی ہے اور نہ اس کے بعد جب
پر کینیکل لائف کا آغاز ہوتا اور زندگی چھیڑ چھاڑ کرنے لگتی
ہے تب کچھ سمجھ نہیں آتا کہ اس چھیڑ چھاڑی کا جواب کیسے
دیا جائے اور پھر ان دوستوں کے گروپ میں چھو کے چھو
لڑکے ہی تھے۔ لڑکیوں نے تھوڑی بہت ماہور ہم بد جانے
کی کوشش کی بھی اور چند ایک دوستوں نے انہیں اپنے
گروپ میں شامل کرنا بھی چاہا تو ارہش نے ویٹو کر دیا
اسے لڑکیوں کی خواہش نہ جھوٹ بولنے اور لالچ کے طور پر یہ
دوستیاں بنانے سے بچے تھی۔ کوئی روپے پیسے کی لالچ میں
قریب آ جا ہوتی تو کوئی نوش کی خاطر اور یہ سب ارہش کے
نیے قابل قبول نہ تھا۔ اسی لیے وہ خود ہی اپنے سب کے
لیے کافی تھے ایسے میں اگر وہ اجیر سے مل رہا تھا تو نہیں
چاہتا تھا کہ فی الحال کسی کو اس طرح سے بٹا چلے ہاں اب نہ
اگر آج اجیر کی طرف سے اسے کوئی گرین سٹل مل جاتا تو وہ
بڑی خوشی سے نہ صرف ان چھ دوستوں کو جاتا بھی بلکہ انہیں
ٹریٹ بھی دیتا بس پہلے سے وہ کسی بھی چیز کا شور نہیں مچاتا
چاہتا تھا۔

ہاتھ میں موبائل لیے وہ بار بار اس کا نمبر دیکھتا چاہتا
کہ اسے فون کر کے اب تک نہ کھینچنے کی وجہ پوچھے اور
جلدی آنے کا کہے لیکن پھر خود کو سمجھاتا کہ اتنی جلد بازی
ٹھیک نہیں ہے اس انتظار میں بیٹھے بیٹھے استا رہا گھنٹہ

ہو گیا تھا۔ لڑکے لڑکیاں یونہی ہی گیت سے داخل ہوئے
 جا رہے تھے اور وہ ان سب کو اجیہ ہونے کی امید سے دیکھتا
 اور پھر گہری سانس لے کر رہ جاتا اور پھر آخر کار اس کی
 ہمت جواب دے گئی اس نے ہاتھ میں پکڑے موبائل فون
 پر اس کا نمبر ڈایا ہی تھا کہ نکل ہونے سے پہلے ہی اجیہ
 گیت کے اندر آتی دکھائی دی ایک دم وہ خوشی سے کھل ہی تو
 گیا تھا۔ فون بند کرنے کے بجائے اس نے نکل جانے
 دی اور اجیہ کے فون اٹھاتے ہی اسے بتایا کہ وہ یونہی ہی
 لان میں کونے پر بیٹھا اس کا انتظار کر رہا ہے اور وہ بھی وہیں
 چلی آئے۔ ساتھ ہی ایک ہاتھ سے اپنے ہال وغیرہ دھیک
 کیے گردن جھکا کر اپنے کپڑوں کے بہتر ہونے کی یقین
 دہانی کی اور ایل ڈی سڈ تو وہ تھا ہی مگر نے شروع سے اسے
 صاف ستھرے اور خوب صورت کپڑے پہنا پینا کر اپنا
 عالمی بنایا تھا کہ اب اگر ذرا سی بھی ٹھنک ہوئی تو اسے
 گھبراہٹ ہی ہونے لگی۔ شلواریں کم کم پہننے کی وجہ سے
 تھی کہ اس میں فوراً سے ٹھنکیں پڑ جاتیں اور چند ہی لمحوں
 میں وہ بالکل تبدیل کرتا۔

”بھئی مانا کہ تم بہت پریشانی لگ رہی ہو لیکن اب اتنا
 بھی کیا کہ ایک بندہ اتنا ہلکا کرنا ہی سوکھ جائے اور تم کتنے کا
 نام ہی نہ لو۔“ اجیہ اس کی بات پر ہنسنے لگی تھی اپنا پرس
 کندھے سے اتار کر اس کے سامنے ہی بیٹھ گئی۔
 ”تعریف کرو یا شکایت تم تو برائی پر کشتی ڈال کر
 دلوں کا ہی حرحر خراب کر رہے ہو۔“ اس بار وہ تہہ لگانے کی
 باری ہارنٹ کی تھی سوا ہستا وہ میں لیکن دل کھول کر ہنسا۔
 ”تمہیں پتا ہے کہ تمہاری پریشانی کتنی ہے؟“ اجیہ نے
 کھولتے ہیں میں نے اور وہی کہیں بتائے بغیر مجھے یقین
 نہیں آ رہا تھا۔

”پہلے یہ بتاؤ جو کتابیں لے کر گئے تھیں ان کا کیا پتا؟
 کام کر لائے ہوں میرا؟“ اجیہ کو یہ لگتی تھی کہ یہ کتابیں پہلے
 بھی لٹھی سے بہت سارے دن قواعد کے خلاف رکھ رکھی
 تھی اور آج بھی وہ کتابیں جمع نہ کروائی تو یقیناً اسے
 جرمانے کے لیے یہی پڑتے آج کل دینے لگی اس

سے پاس اتنے پیسے نہیں تھے کہ یہ اضافی خرچ بھی ان میں
 شامل کیا جاتا جو پیسے کچھ بچت کے طور پر رکھے ہوئے تھے
 وہ بھی کال سینٹر کے قوانین کے مطابق وہیں دینے پڑتے
 کیونکہ وہ چند دن پہلے بتانے کے بجائے فوری طور پر
 باجپ چھوڑنے والی تھی۔

ارنٹ نے دل ہی دل میں اسے یاد دی کہ اجیہ کو
 پڑھائی کی کس قدر لگ رہے کہ پریشانی کے نمبر معلوم
 کرنے میں بے تابی کے بجائے ان کتابوں اور ان سے
 منسلک کام کی لگ رہے۔

”جناب یہ دو تیرا تمہاری کتابیں ساری لائبریری تک
 مارک رکھ دیا ہے بلکہ لائنوں کے نمبر تک لکھ دیئے ہیں کہ
 محترمہ کو کون سی لائن سے کہاں تک پڑھنا ہے۔“ اس نے
 اپنی کتابیں ایک طرف کر کے ہاتھی اسے لوہا دیں۔

”ہم..... تو اب بتاؤ کہ پریشانی کے کیا نمبر معلوم
 ہوئے جو بتائے بغیر تمہیں نمبر نہیں آ رہا تھا۔“ وہ دلوں
 کپڑے جھاڑ کے اٹھ کھڑے ہوئے اور ارنٹ نے کشیشین کی
 طرف رخ کیا۔

”نمبر تو خیر وہی ہیں جو تمہیں پتا ہی ہیں کہ حسب
 معمول تم اپنی کلاس کی ہائی لسٹ نمبرز والی اسٹوڈنٹ ہو۔“
 ”تو پھر.....؟“ وہ اس کے جوش اور پھر عزم ہونے پر
 کچھ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

”ویسے ہی میں میرا دل چاہ رہا تھا کہ تمہیں دیکھوں
 تمہاری آواز سنوں اور تم سے ہا میں کروں کسی اسی لیے تم
 نے میرا فون کرنا ماسڈ تو نہیں کیا تھا؟“ بات کرتے کرتے
 اجیہ کی چھوڑ کر وہ اس سے فون کے متعلق پوچھنے لگا۔

”نہیں اس میں ماسڈ کرنے کی بات تھی؟ تم کوئی
 انجین تو ہو نہیں کہ مجھے تمہاری طرف سے کال پر حیرت
 ہوتی یا فضا؟“

”دراصل میں تم سے ایک بات کہنا چاہتا تھا۔“
 ”ہاں شہزادہ..... یوں ایسی کون سی بات ہے؟“ اجیہ نے
 اسے بخور دیکھا وہ شاید کسی کشش کا شکار تھا شاید یہ فیصلہ
 نہیں کر پا رہا تھا کہ کیا جوابات اس کے ذہن میں ہے وہ

تے کرنی چاہیے یا نہیں۔

”اپنی خوشی کی خبر میں نے تمہیں سنا ہی تمہیں تو چاہیے کہ مجھے ٹریٹ دیتیں کہ تمہارے نمبرز ایک مرتبہ پھر سب سے زیادہ آئے ہیں۔“

”پلو ٹھیک ہے! سے عداقا رڈز تم بھی کیا یاد کرو گے۔“
”کہ کس حسین بڑی سے پالا پڑا ہے! کریشن نے اس کی بات کاٹ کر جملہ عمل کیا تو دونوں چسنے لگے۔ اربش نے ویٹر کو بلا کر رڈز دیا تب اجیہ حساب نگار ہی تھی کہ اس کے والٹ میں موجود پیسوں سے بل پے ہو جائے اربش نے کچھ بھی لہا چنڈا آرا رڈز کرنے کی بجائے صرف وہ کلفڈز ٹیکس اور دیسٹرو چارج منگوائے تھے۔“

”مجھے معلوم ہوا ہے کہ اسکا رشب کے لیے جو لوگ اپلائی کرنے کے بلل ہیں ان میں تم بھی شامل ہو تم کتنی خوش قسمت ہو۔“ وہ جواب میں محض مسکرائی اور ہل بس گردن ہلا کر پرس میں سے موبائل نکالنے لگی تھی کہ ایک کونے میں رکھا کھلا ہوا والٹ دیکھ کر حیران رہ گئی۔ پہلے تو کچھ کچھ نہیں آیا کہ یہ پیسے کس نے اور کب نکالے پھر یاد آیا کہ حسین نے سموسے اور چائے منگوانے کے لیے اسی کے والٹ سے پیسے لیے تھے اور نتیجتاً اب اس کا خالی والٹ اس کا منہ چڑھا رہا تھا۔

اربش نے اسے کھانا شروع کرنے کا کہا اور خود اس کے انتظار میں بیٹھ گیا کہ وہ اپنا پرس چھوڑے تو وہ کھانے کے ساتھ ساتھ وہ بات شروع کرے جس کے لیے وہ حقیقت و دنگ سے بے ممکن تھا لیکن اجیہ کے لیے یہ صورت حال انتہائی شرمندگی کا باعث تھی کہ ٹریٹ بھی وہی دے دے ہی تھی اور صرف کولڈ ڈرنک اور دیسٹرو چارج کے لیے بھی اس کے پاس پیسے نہیں تھے۔

(ان شام اقدباقی آئندہ شمارے میں)



”دراصل میں تم سے مشورہ کرتا چاہ رہا تھا کہ اب اپنا کوئی بزنس اسٹارٹ کر لوں! پاپا تو میرے بچپن میں ہی انتقال کر گئے تھے اس کے بعد مگی نے ہی مجھے پالا پوسا یہاں تک پہنچایا۔ اب سوچتے ہوں کہ انہیں عمل آرام دے کر خود کام کردوں اور ان کی محنت کا پورا تو نہیں لیکن کچھ تو حق ادا کروں۔“ اجیہ کے بغور دیکھنے پر اس کی بات بدل گئی اور اب وہ اتار سے یوں مشورہ مانگ رہا تھا جیسے اس کے ساتھ بہت سی گہری دوستی ہو۔

”لیکن اربش..... یہ ہم سب کا لاسٹ سمسٹر چل رہا ہے تمہارے لیے دونوں طرف دھیان دینا بہت مشکل ہو جائے گا۔ ٹھیک طرح سے پرہیز نہیں تو ظاہر ہے نمبرز پر بہت فرق پڑ جائے گا۔“ اس نے غلصانہ مشورہ دیا۔ اس کے بعد تمام عمر بڑی ہے جتنی مرضی محنت بھی کرو اور ان کی خدمت بھی۔“

”ناٹ ایٹ آل اجیہ۔۔۔ آخر اور لوگ بھی تو کرتے ہیں ناں پڑھائی کے ساتھ چاب۔“
”اور لوگ مثلاً۔۔۔ وہ اس کی بات سمجھ نہیں پائی۔“

”بھئی مثلاً وہ لوگ جو دن میں پڑھائی کرتے ہیں اور پھر رات بھر جاگ کر چاب کرتے ہیں لیکن پھر مگی آئے روز ہم اخباروں میں پڑھتے ہیں کہ وہ ٹاپ بھی کر جاتے ہیں سوچو کتنی مشکل سے اور مجبور زندگی جیتے ہوں گے ناں وہ اور پھر یہ کیوں اور کیسے جیسے سوال میرے اور تمہارے جیسے لوگوں کے لیے ہوتے ہیں جو زندگی کی تمام تر سہولتوں آسائشوں کے ساتھ ہی رہ رہے ہوتے ہیں۔“

”ہونہ۔۔۔ زندگی کی آسائشیں اور راتوں کو جاگ کر نوکری کرنے اور دھکے کھانے والے مجبور اور بے بس لوگ۔“ وہ سچ ہوئی۔

”اچھا چھوڑو تم حساس نہ ہو پلیرز دوسروں کے دکھ میں خواہ کولو دگی ہونے کی تمہیں کوئی ضرورت نہیں سمجھیں۔“
اجیہ نے گہری سانس لے کر موڑ جلتے ہوئے مسکرائے کی دیکھی۔

Downloaded From
Paksociety.com

اس کہانی کا یہ ہوا انجام
آج میں ہشت بے کنار میں ہوں
کوئی رستہ بھائی دیتا نہیں
دھند کیسی ہے کس شمار میں ہوں

کرتے تھے اور عائشہ کی شادی کے سلسلے میں وہ بھی پاکستان آئے ہوئے تھے۔ شادی کے موقع پر سب ہی خوش تھے۔ گھر کا ماحول بہت رحیم تھا۔ ہر طرف تہنہ اور ہنس کا دور دورہ چل رہا تھا اور پھر فرقان بھائی کی موجودگی ان سب پر چار چاند لگا رہی تھی۔ فرقان بھائی جب اس گھر سے نوکری کی تلاش میں کویت گئے تو ان کے والدین کے حالات بہت خستہ تھے۔ فرقان بھائی نے پلمبری کا کورس کیا اور کویت کے لیے روانہ ہو گئے۔ انہوں نے وہاں بہت محنت کی اور اس ساری محنت کا ہی ثمر تھا کہ آج ان کا چھوٹا بھائی فرحان ایم بی اے اور اس سے چھوٹا لعل بی بی اے کر چکے تھے۔ اب نوکریوں کی تلاش میں تھے۔ اس کے ساتھ ہی عائشہ کا رشتہ آ گیا۔ جوائنٹ کے امتحان دے کر تھی کی پندرہ تھی لیکن امی جی کو تو ایک نئی بات کی رٹ لگی ہوئی تھی لڑکیاں جتنی جلدی اپنے گھر کی ہو جائیں اتنی ہی اچھا ہوتا ہے۔ عائشہ کے منگیتر جمال کی معقول آمدنی تھی۔ گھرانہ بھی پڑھا لکھا تو وہ پندرہ لاکھ اور ایک بھائی تھا جو ابھی بہت چھوٹا تھا ان

عائشہ کی شادی کی تیاریاں بہت زور و شور سے جاری تھیں۔ جینز کے جوتے ایک سے بڑھ کر ایک خوب صورت جوڑے تو دیکھنا ہی رہ جائے۔ شہر کا سب سے اچھا ہوٹل اور ٹاپ پالر اس تقریب کے لیے بک کر لیا گیا تھا۔ سونے کے چار بڑے اور دو چھوٹے سیٹوں کے ساتھ ساتھ ہیرے کا بھی ایک سیٹ شامل تھا۔ چار سونے کی چوڑیاں اور دو جڑاؤ کڑے بنائے گئے تھے۔ جینز کا فرنیچر ایک بہت مشہور اور انٹی ورج کے شوروم سے لیا گیا تھا۔ الیکٹرونکس سب اپورٹڈ تھے کہ ان معیاری اشیاء کا معیار ہی اپورٹڈ ہوتا تھا۔ عائشہ کی شادی میں کوئی کمی رہنی نہیں چاہیے، یہ عائشہ کے بڑے بھائی فرقان کے الفاظ تھے جو اس شادی کے تمام اخراجات کا ذمہ لے ہوئے تھے شادی کا روز تقسیم ہو چکے تھے۔

عائشہ کے گھر میں اس کے علاوہ اس کے ساتھ دو بڑے بھائی فرحان اور لعل بھائی، امی، ابو جی اور بھائی راشد اور ان کا بیٹا احمد رہتے جبکہ سب سے بڑے بھائی فرقان جو راشد بھائی کے شوہر تھے کویت میں جا رہے

کے والد کا بزنس تھا۔ جمال بھی ان ہی کے ساتھ ہاتھ بنا تا تھا۔ کسی کو بھی اس شادی پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔ اس طرح یہ شادی سارے خاندان اور عزیز واقارب کے لیے یادگار شادیوں میں سے ایک بن گئی کیونکہ اس میں جینز سے لے کر کھانے اور سجانے کے ہر طرح کے اہتمام انتہائی فراخ دلی سے کیے گئے تھے اور جیسے پانی کی طرح بہا یا گیا تھا۔

بایں کی تقریب سے پہلے قرآن خوانی اور محفل میلاد کی تقریب منعقد کی گئی تھی یہ امی جی کی خواہش تھی وہ چاہتی تھیں کہ زندگی کی کوئی بھی خوشی ہو پہلے قرآن خوانی اور میلاد تو ہو ہی چاہیے تاکہ اس کام میں برکت ہو اور جو کام اللہ کے نام سے شروع ہوتا ہے اس میں تو برکت ہوتی ہی ہے۔

بایں میں گیندے کے پھولوں سے سجے ستون پوری محفل کو خوشبوؤں سے معطر کر رہے تھے زور رنگ کے ساتھ کھیں نہیں پڑتے لگا کر اس کی خوب صورتی کو اور نکھارا گیا تھا پر تپتی تھیں اور جبہ گیندے کے پھولوں کی لڑیاں لگائی نہیں تھیں رسم کے لیے بنائے جانے والے سٹاچ پر ایک لکڑی کے بڑے جھولے کو گیندے اور سفید گلاب سے اس انداز میں ڈھک دیا گیا تھا کہ جھولہ دکھائی نہیں دے رہا تھا مگر اس کی خوب صورتی کی تقریبیں ہر عام و خاص کی زبان پر تھیں۔ مہندی والی رات رات جگے کے ساتھ ایک میوزیکل فنکشن کا اہتمام بھی کیا گیا تھا سارے عزیز واقارب اور خاندان میں اس شادی کی دھوم مچی ہوئی تھی اور ایسے میں امی جی اور ابو جی کی چھائی چوڑی نہ ہوتی تو کیا ہوتا ہر شخص اس شادی کی تقریب کی تعریفیں کر رہا تھا مہین بھائی فرقان بھائی کو ایسے پیسہ بہا تا۔ مہینس تو اشارہ انہوں نے کہنے کی کوشش بھی کی کہ یہ کچھ زیادہ نہیں ہو گیا مگر فرقان کا تو ایک ہی جواب تھا میری ایک ہی تو بہن ہے اس پر بھی اپنے ارمان نہ نکالوں کیا! وہ فرقان کے الفاظ سن کر چپ ہو گئی اور پھر کسی سے کچھ نہ کہا۔ خاندان کی جی بہت خوش تھیں کہ

راہین تو جل گئیں اسی لیے ہمارے ساتھ اچھی بیٹھتی نہیں۔ راہین ایک بہت کچھ دار پور سلنگی ہوئی لڑکی تھی وہ کسی کی بھی بات کا کوئی جواب نہ دیتی۔ فرقان اس بار پورے چار سال بعد آئے تھے اور آتے ہی شادی کی تیاریوں میں لگ گئے تھے۔ راہین چاہتی کہ فرقان اس کے ساتھ بھی کچھ وقت گزاریں لیکن سارا دن شادی کی شاؤنگ اور دیگر کاموں کے سلسلے میں وہ گھر سے باہر ہی ہوتے اور جب وہ گھر آتے تو ساری فیملی انہیں پھیر کر جینہ جاتی۔ وہاں کی باتیں سناتے رہتیں۔ وہ بھی ان سب کے ساتھ مجبوراً جینہ جاتی اور جب ایک دن وہ اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی تو سب نے نوٹ کیا اور اس بات کا خوب ہنسنے لگا کہ بھی وہ تو برامان گئیں اور سب سے زیادہ شور مارتے ہی چلا۔

”آپ پہلے ہمارے بھائی ہیں ان کے شو ہر تو بعد میں بنے ہیں تو کیا ہم آپ کے ساتھ کچھ وقت بھی نہیں گزار سکتے۔ میں تو ویسے بھی اس گھر میں چند دن کی مہمان ہوں پھر کہاں اس طرح سے بیٹھنے کو ملے گا۔“

حائفہ کے رونے اور چیخنے سے سب اسے منانے اور راہین کو برا سمجھنے لگے۔

”راہین میں تو تھوڑی سی بھی برداشت نہیں ہے۔“

فرقان بھی اس ساری جھوٹیشن سے پریشان ہو گئے اور کمرے میں آ کر مہین کو خوب ڈانٹا۔

”تم ایسے منہ بنا کر وہاں سے چلی آئیں وہ کھو تمہاری وجہ سے سب کا موڈ خراب ہو گیا حائفہ ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہے چند دن کی مہمان ہے وہ اس گھر میں پھر بیٹھ نہیں سب آئے۔“ راہین نے اپنی آنسوؤں سے بھری آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا اور بہت نرمی سے کہا۔

”فرقان..... آپ بھی تو چند دن کے لیے ہی آئے ہیں۔ شادی کے بعد آپ بھی چلے جائیں گے پھر مجھے کب موقع ملے گا آپ سے بات کرنے کا۔ سارا دن آپ گھر اور گھر والوں کے ساتھ مصروف ہوتے ہیں آج چارہ دن تو ہو گئے آپ آگے آئے اور بے لیکن ہم دونوں

پاک سوسائٹی پر موجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایت اللہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابراراجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	ممتاز مفتی
نگہت عبد اللہ	سباس گل	عنیزہ سید	مستنصر حسین
رضیہ بٹ	زُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیم الحق
رفعت سراج	اُمِ ہریم	نایاب جیلانی	ایم اے راحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ،
حناء ڈائجسٹ، ردا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسوسی ڈائجسٹ،
سرگزشت ڈائجسٹ، نئے آفاق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی،

جاسوسی دنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

ایک ساتھ مل کر ذرا دیر نہیں بیٹھے مجھے بھی تہائی میں آپ سے چند باتیں کرنی ہیں میں بھی تو کئی چیزوں سے آپ کا انتظار کر رہی تھی۔ کسی کو میرا احساس نہیں آپ کو بھی نہیں۔ فرقان اس کے پاس بیٹھے ہوئے بولا۔

”ہاں ہلو کیا کہتا ہے۔“

”کچھ نہیں۔“ وہ کچھ تو نے ہوئے دل کے ساتھ بولی۔ فرقان کو اس کا انداز سلا گیا۔

”کبھی کبھی ہو بات کرنی ہے اور کبھی کبھی ہو کچھ نہیں عجیب عورت ہوتی عورتوں کی بھی مجھے سمجھ نہیں آتی۔“ راجن کی آنکھوں میں تیرتی تھی دیکھ کر پھر خود ہی نرمی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر چبھ گیا۔

”بھئی میرا وقت چاہیے نا چونکہ دونوں کل حائفہ کی شادی کی شاپنگ ساتھ کرنے جائے گے صرف تم اور میں ہی باہر ہی کریں گے سب کے ساتھ رہنا ہے یاد تو سب کا خیال بھی رکھنا ہوگا نا اتنی محنت تم سب کے لیے ہی تو کر رہا ہوں۔ منہ دھو کر سب کے ساتھ آ کر بیٹھو اور ہاں وہ حائفہ روتے ہوئے اپنے کمرے میں چلی گئی ہے اسے بھی لے کر آؤ آئندہ خیال رکھنا میں نہیں چاہتا کہ شادی میں کوئی بد مزگی ہو۔“

”جی.....“ راجن اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے اٹھ گئی۔ حائفہ کو متا کر اس کے کمرے سے بھی لے آئی اور سب ایک بار پھر باتوں میں مصروف ہو گئے۔

راجن ایک بار پھر سب کے لیے چائے تیار کر کے لے آئی۔ رات ویر تک سب ہاتوں میں مشغول رہے۔ صبح راجن سارے گھر کا ناشتہ تیار کر کے جلدی تیار ہوئی کہ فرقان کے ساتھ باہر جانا اس کو بہت پر کشش لگ رہا تھا۔ وہ رات بھر اس بات کو سوچ سوچ کر خوش ہوتی رہی کہ ہم دونوں ایک ساتھ شاپنگ کریں گے اور کوئی ہمارے ارد گرد نہیں ہوگا چند لمبے فرقان کی ساری توجہ مجھ پر رہے گی۔ ہم ایک دوسرے سے چل کر باتیں کر سکیں گے کچھ مستقبل کی پلاننگ کریں گے کچھ رومنگ کرائیں گی۔

ساتھ کھڑے جا رہے گے۔ سب ناشتہ کر چکے تو وہ بھی برتن دھو کر تیار ہوئی فرقان بھی جانے کو تیار ہوئے ہی تھے کہ حائفہ کو یاد آ گیا کہ اس کی دو آرٹیکل جیلری سیٹ جو اس کے سوئس کے ساتھ میچنگ کے لینے تھے وہ رو گئے ہیں۔

”بھائی..... میں بھی چلوں گی میری بھی تھوڑی سی شاپنگ رہ گئی ہے۔“ فرقان نے اسے ٹالنے کی بہت کوشش کی۔

”ہم ذرا دیر سے آئیں گے۔ راجن کے میکے بھی جانا ہے تو تم کوکل نے جاؤں گا یا تم فرقان یا فیصل کے ساتھ چلی جاؤ۔“ امی جی بھی سمجھانے لگیں۔

”ہاں جی..... تم بعد میں چلی جاؤ نا ان دونوں کو جانے دو۔“ لیکن امی جی کو بعد دیکھ کر خاموش ہو گئیں۔

”فرقان بھائی کا تو انتظار دیکھو وہاں گئے ہوئے ہیں اور فیصل بھائی کو اپنے ایڈیشن کا فارم جمع کروانا تھا وہ وہاں گئے ہوئے ہیں اور راجن بات بھائی کے میکے جانے کی تو میرے وہاں جانے پر کوئی پابندی تھوڑی ہے بلکہ اسی بہانے سسرال جانے سے پہلے ان لوگوں سے بھی ملاقات ہو جائے گی۔“ امی جی بھی اگلی بیٹی کی ہاں میں ہاں ملانے لگیں تو فرقان کو مجبور ہونا پڑا اور راجن تو کل رات کی وجہ سے پہلے ہی منہ بند کر کے بیٹھی تھی کیا کہتی لیکن دل میں تکلیف ضرور ہوتی تھی۔

حائفہ کو پار جانا تھا اس لیے راجن کو اس کے ساتھ جانا تھا۔ سارا دن حائفہ اور راجن کی سردمز میں ہی نکل گیا جبکہ فرقان احمد کے ساتھ پورا دن کھینٹا رہا۔ راجن گھر آئی تو اتنی تھک چکی تھی کہ کہیں اور جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اگلے دن وہ گھر میں آئے ہوئے مہمانوں کی تو ازمنہ میں ہی رہی۔ فرقان سب کچھ ہاتھ رات اس کا ہاتھ پکڑ کر باہر داک کرنے چلا گیا۔

وہ کہتی رہی سب گھر والے کیا سوچیں گے اور مہمان بھی آئے ہوئے ہیں لیکن فرقان نے ایک نہ سنی جا

نہیں سوچے گا۔ یہی ہو تم میری تمہارا بھی پورا حق بننا
 ہے مجھ پر کہ میرے ساتھ نہیں آ جاؤ اور یہ تم سے کس
 نے کہا کہ تمہارا خیال نہیں کسی کو ہم سے چھٹے
 جناب..... دن رات بس آپ کا ہی خیال رہتا ہے۔“
 دو دنوں ایک دوسرے کے ساتھ کافی دیر بیٹھے ہائیں
 کرتے رہے بھی وہ راین کو چھیڑ دیتا تو راین کے
 چہرے پر حیا بکھر جاتی اور بھی وہ ہنستے ہنستے دوہری ہو جاتی
 رات دیر سے دو دنوں گھر لوٹنے سب مہمان گھر میں ہی
 موجود تھے۔

گھر لوگوں کی نظریں راین کو خود میں گزرتی محسوس
 ہو رہی تھیں اسے یوں لگا کوئی جرم کرنے آئی ہو۔ صبح
 فرقان تو سوتے رہے اسے سب کے لیے ناشتہ تیار کرنا
 تھا وہ چائے پکا کر جیسے ہی اپنے سانس سر کے کمرے کی
 طرف جا رہی تھی اس کے کانوں سے سانس کی آواز
 نکلتی۔

”اسکی بے شرم لڑکی میں نے زندگی میں نہیں دیکھی۔
 سارا گھر مہمانوں سے بھرا ہوا تھا اور وہ میاں کے ساتھ
 گل چہرے اڑانے لگی یہ بھی نہ سوچا کہ مہمان کیا
 سوچیں گے۔ بیٹا تو ہمارا بھولا بچا ہے تو یہی نے آنسو
 دکھائے ہوں گے۔ نہ جانے کیا کیا پٹیاں پڑھائی ہوں
 گی..... ہمارے خلاف ایسی تیز مرچ بہو اللہ کسی کو نہ
 دے۔“ دو ایک ہاتھ سے چائے کی ٹرے پکڑے ہوئے
 تھی اور دوسرے سے آنسو صاف کر کے دودھ سے پر
 دستک وی اندر ساتس کے علاوہ اس کی لٹڈ ساس کی ہنسی
 ان کی بیٹیاں اور دیگر مہمان خواتین بھی موجود تھیں جن
 سے یہ کلمات ادا کیے جا رہے تھے۔ راین ادب سے
 سلام کرتی چائے دے کر واپس آئی۔

اندر ہی اندر آنسو ہتی رہی اور کیا سے کچھ نہ کہا کہ یہ
 اس کا اپنا گھر تھا اور وہ کربھی کیا سکتی تھی۔ فرقان تو چند دن
 بعد چلے جاتے رہتا تو اسے ہی تھا یہاں۔ ہن اس کے
 بعد وہ اور زیادہ محتاط ہوئی۔

صبح مہندی کے پودے پہنچے کا چہرہ مہمان تھا فرقان

کر بیٹھ گئے۔
 ”آنسو کریم کھاؤ گی۔“

”جی ضرور۔“ راین کے چہرے پر خوشی کے رنگ
 ایسے آئے کہ فرقان بھی دیکھنا نہ گیا۔

”راین تمہارے چہرے پر آئنا ہوئی یہ ہنسی مجھے
 بہت عزیز ہے ان آنکھوں کی چمک کو بھی ہند نہ پڑنے
 دینا تم میری جان: تم سے بڑھ کر میرے دل کے قریب
 کون: جو۔ کل تمہاری آنکھوں میں آنسو دیکھ کر مجھے
 بہت دکھ ہوا۔“ فرقان نے شرارت سے ان کے ہاتھ
 تھام لیے اس کے لہجے میں شرارت بھری ہوئی تھی۔
 ”اب فرمائیے نیکم صاحب..... کیا فرمانا تھا تمہاری میں۔“
 فرقان کے اس طرح الفاظ تمہاری میں، بنا جا کر راز دارانہ
 انداز میں بولنے پر راین انھیں چراتے ہوئے شرمائی۔
 ”میں نے کیا فرمانا تھا کچھ نہیں بس تمہوڑا سا وقت
 چاہیے تھا آپ کا۔“ فرقان ایک بار پھر اس شوخ انداز
 میں راین سے مخاطب تھا جیسے کچھ بتلانے کی کوشش
 کر رہا ہو۔

”میری اتنی پیاری ہی خوب صورت سی بیگم کو صرف
 وقت چاہیے تھا۔“ صرف وقت پر زور دے کر کہا گیا
 تھا۔ فرقان کی آنکھوں میں شرارت کے سائے لہرا
 رہے تھے اور راین کا شرم سے سرخ پڑتا چہرہ فرقان کو
 زور سے ہنسی آئی آج خود وہ نہ جانے کتنے دنوں بعد
 ایسے گل کر رہا تھا۔

”آپ مجھے اس طرح لے آئے سب گھر والے کیا
 سوچ رہے ہوں گے؟“

”ہوں..... تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ چلو گھر واپس چلتے
 ہیں۔“ بہت سنجیدگی سے فرقان نے کہا۔

”ایک دم نہیں..... میرا یہ مطلب نہیں تھا۔“ راین
 نے فوراً چہرہ بدل۔ فرقان کے چہرے پر سہرا بہت اور
 آنکھوں میں شوخی دیکھ کر راین بھی ہنس دی۔

”راین..... میں دیکھ رہا تھا تم سارا دن گھر والوں
 کے لیے میری خوشی کی خاطر کام میں جتنی رہتی ہو کوئی کچھ

ایک بہت خوب صورت ڈائمنڈ لائٹ دیا تھا اور زندگی کے ہر روز پاتھوں کا ساتھ لہانے کا بند بھگی کیا تھا۔ معلوم نہیں کہ وہ ان دنوں چیزوں میں سے زیادہ کس بات پر خوش تھی لیکن چہرہ چاندنی طرح چمک رہا تھا۔ دلیرانہ انتہام بنناں کے گھر والوں نے فائیو اسٹار ہوٹل میں کیا تھا۔ تقریب کا آغاز دو گھنٹے اور لائٹوں کے ساتھ بہت لمبی سے آوا۔ سائٹ رہا فلک میوزک بج رہا تھا جو بول کو دل پر کشش بنا رہا تھا۔ حائفہ کے چہرے پر آئی تھی اس کے ان خوب صورت سفر کی جانب اشارہ کر رہی تھی جس کا آغاز وہ کر رہی تھی۔

شادی اپنے تمام لوازمات و رسومات کے ساتھ تمام ہوئی اور ایک ایک کر کے تمام مہمان رخصت ہو گئے تھے۔ اگلے پندرہ دن دہلیوں میں فرقان اور مائین کے ایسے ٹرے کے اسے پھاہی نہ چلا کہ وہ دن بھی آ گیا جب فرقان کی فلائٹ تھی فرقان پھر تکی سالوں کے لیے چلے گئے۔ مائین ایک بار پھر مہر کا دامن پکڑ کر بیٹھ گئی۔ حائفہ بہت خوش تھی اور سب اسے دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہے تھے ہر ضرورت کا خیال رکھا جا رہا تھا۔ جمال مزاج کا بھی بہت اچھا تھا شوخ و چمکنا ہر ایک کا دل موہ لینے والا دنوں گھومنے کی غرض سے سبز لینڈ بھی گئے اور ان کی زندگی کی سب سے حسین یادوں کا ایک حسین احساس تھا۔ شادی کے بعد چھ مہینے تو ایسے جیتے کھیلتے گزر گئے تھے۔

ایک دن اچانک حائفہ کے سر کو دل کا دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ سب کو بہت افسوس تھا جمال انہی اس صدمے سے نکل بھی نہ پایا تھا کہ معلوم ہوا کہ ان کے بزنس پارٹنر نے ان کے سارے بزنس پر قبضہ کر لیا ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ جمال کے والد کے دل کے دورے کی اسٹینڈیج یہی تھی۔ بزنس کے لیے لیا گیا قرض جان کو آ گیا۔ ہر شخص کو اپنی قرض تھی اور اوک اتفاقہ کر رہے تھے۔ مجبوراً جمال کو گندہ پچنا پڑ گیا تھا۔ اب ایک چھوٹے سے گھر میں آئے پر شہنشاہ تو دو گھنٹے گزر رہا تھا کہ

اور فیملی اپنے دوستوں کے ساتھ خوب دھوم مچا رہے تھے۔ حائفہ کی بھی بہت سی بیویاں تھیں۔ فرقان نے فرمایا کہ ایک لڑکی پسند آئی تھی اور پانی سب اس کے بارے میں معلومات جمع کرنے میں لگے تھے۔ چھیڑ چھاڑ، مستی اور جہال بچا ہوا تھا۔ رشتے داروں میں جن میں بوجھی خواتین بھی شامل تھیں ایک طرف اپنی کھلا سبائی ہوئی تھی۔ لختیہ اوپننگ تھیں آوازوں میں گونج رہے تھے۔ فضا گلاب کی خوشبو سے مہک رہی تھی۔ فرقان مائین کو دیکھے جا رہے تھے اور وہ اپنے چہرے پر اتنی مستراہٹ کو ظاہر بھی کرتی رہی۔ لیکن اور کریں کے کتنے میں بنے ان سون میں واقعی وہ بہت حسین لگ رہی تھی۔ فرقان کے ہونٹوں سے نکلے چند تعریفی کلمات ان کے اندر ایک نئی روح پھونک دی گئی۔

”آج تو میری بیگم بہت غضب کی لگ رہی ہیں کیا ارنوے ہیں؟“ اتنے عرصے بعد وہ ہر تقریب کے لیے بہت دل سے تیار ہو رہی تھی کہتے ہیں تاکہ سولہ سگھارہ روپ اتنی وقت آتا ہے جب بیا کی نظر بڑے شاہدہ ہو گئی اتنی لیے زیادہ چمک رہی تھی لیکن سب کی ہاتوں سے بچنے کے لیے اپنے بیا سے ڈرا اور تھی کہ حریفہ کو کچھ سننا نہیں چاہتی تھی۔ بار بار کا دن بھی آئی گیا۔ حائفہ اپنے سرخ عریں لباس میں طہریں کسی مسیحا پر ہی سے کم نہیں لگ رہی تھی جبکہ مائین بے بی چمک میں اپنے تمام حسن کے ساتھ دیکھنے والوں کو چھوٹا لگتی۔ آج ہر خاتون کی زبان پر ایک ہی بات تھی کہ مائین تم آج بہت ہی بھاری لگ رہی ہو یہ احساسات ہی ہوتے ہیں جو زندگی کے رنگوں کو خوشیوں سے بھر دیتے ہیں اور دل اگر ان بھٹیوں کے جذبے سے خالی ہلاکتی ہی تھی چیز اور وہ لیکن میں ان میں وہ کشش نہیں آسکتی۔ فرقان کے ہاتھوں سے پھٹائے گئے وہ بھر۔ مائین کو کسی ڈائمنڈ کے گھٹن سے کم نہیں لگ رہے تھے ان پہلووں میں فرقان کی محبت کی خوشبو جو ابھی ہوئی تھی۔

بناناں نے حائفہ کو منہ دکھائی کی رسم کے حقے میں

لے بیسوں کی ضرورت تھی جس کے لیے جمال نے نوکری تلاش کرنا شروع کر دی تھی۔ ہمیشہ ازخیرے انھوں نے والی حائفہ بہت سی مشکلات کا سامنا کر رہی تھی۔ میکے میں ہر جائزہ جائز خواہش پوری ہوتی تھی مگر اس اقدار سے وہ پریشان ہوئی۔ حائفہ جب میکے آئی تو سسرال کی شکایوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ راضین حیران ہوتی کہ یہ اپنی ماں کو اتنا پریشان کیوں کرتی ہے۔ وہ اسے سمجھاتی۔

"امی جی کو یہ سب باتیں بتا کر کیوں پریشان کرتی ہو۔ انہیں سلی دوزہ بوزمی ہو چکی ہیں یہ برداشت کرنا ان کے لیے آسان نہیں ہوگا۔" لیکن اس کی بات کو سننے والا کون تھا۔ وہ خاموشی سے سب سنتی رہتی۔ دھیرے دھیرے حائفہ کو جمال سے بہت ساری شکایات پیدا ہو گئیں۔ جب انسان کسی کو خوشی سوچنے کے ساتھ دیکھتا ہے تو اس میں بہت سی خامیاں نظر آنے لگتی ہیں لیکن جب کسی کو شبت سوچنے کے ساتھ دیکھا جائے تو وہی انسان بہترین ثابت ہوتا ہے۔ وراثت کسی کی شخصیت ہماری سوچ کا آئینہ ہوتا ہے جو ہم دیکھنا چاہتے ہیں وہی ہمیں دکھتا ہے۔

حائفہ کو سب سے بڑا لگہ نایسوں کا تھا۔ وہ ہر وقت سسرال کا اپنے میکے سے موازنہ کرتی رہتی۔ ہمارے گھر میں ایسا ہوتا تھا ہمارے گھر میں وہ ہوتا تھا۔ ایک دن اچانک حائفہ کے ذہن میں ایک خیال آیا اور اس نے گویا سب پر ہم پھوڑ دیا۔

"فرقان بھائی سے کہیں کہ جمال کو بھی باہر کوئی جاب لگوا دیں۔" راضین نے اسے سمجھانے کی بہت کوشش کی۔

"حائفہ..... تم کیوں ضد کر رہی ہو۔ جمال اچھی تعلیم یافتہ ہیں ان کو تو ہمیں بہت اچھی جاب مل جائے گی۔" حائفہ راضین پر تقریباً برس ہی پڑی۔

"بھائی..... آپ کو کیا معلوم میں کس عذاب سے نزار رہی ہوں کتنی جی بے چینی میں رہی ہوں۔" حائفہ نے کہا۔

میں نے مہینے میں صرف ایک گوشت پکنا ہے اور پٹریے اب سردیاں آ رہی ہیں لیکن پیسے ہی نہیں ہیں۔ کس کس چیز کے لیے سمجھنا کروں۔ گھر بھی چھوٹا سا ہے گاڑی بھی بچھ دی ہے۔ آپ تو مزے سے ساری آسائشوں میں زندگی گزار رہی ہیں۔ آپ کو کیا پتہ تکلیف کسے کہتے ہیں۔" راضین کو حائفہ کی بات سے تکلیف تو بہت ہوتی لیکن خود پر ضبط کرتے ہوئے کہا۔

"حائفہ..... میں صرف یہ کہنے کی کوشش کر رہی ہوں کہ مرد کے بغیر اکیلے رہنا آسان نہیں ہوتا سو طرح کی مشکلات ہوتی ہیں۔" حائفہ اپنی بات پر ڈٹی ہوئی تھی۔

"کیوں؟ میرے سارے سسرال والے لے تو ہوں گے میں کون سا اکیلی ہوں گی اور آپ کون سا اکیلی ہیں۔ ہم سب نہیں تھے آپ کے ساتھ آپ نہیں چاہتیں کہ آپ کی طرح میں بھی پراسائش زندگی گزاروں۔" راضین نے ناکام ہوتے ہوئے ایک بار پھر کوشش کرنی چاہی۔

"راضین حائفہ..... تم مجھے خطا سمجھ رہی ہو میرا مطلب یہ نہیں تھا میں تو صرف....." حائفہ بڑے روکھے انداز میں بولی۔

"بس بھالی مجھے پتہ ہے آپ کو جین ہو رہی ہے۔ میری سگی بہن ہوتیں تو بھی منع نہیں کرتیں۔ بھالی ہیں اسی لیے میری خوشیوں سے جل رہی ہیں۔" اور وہ یہ سب کہہ کر امی جی کے کمرے میں چلی گئی۔

راضین اس سے کچھ بھی نہ کہہ سکی یہ بھی نہیں کہ پائل محبت کرتی ہوں تم سے اسی لیے منع کر رہی ہوں۔ اس جہاں کے عذاب سے بڑا بھی کوئی عذاب ہوتا ہے۔ بھلا دنیا جہاں کی آسائشیں انسان کو مل جائیں لیکن وہ خوشی نہیں دے سکتیں جو جیون ساگی کی ایک مسکراہٹ میں چھپی ہوتی ہے۔ جو وقت اپنے ہم سفر کی قربت میں گزارتا ہے اس کا کوئی نعم الہدیل نہیں اس چاہت و محبت کی کوئی قیمت نہیں وہ نئے ناموں ہوتے ہیں۔

اور مہینے اور بہت جگہ پر حائفہ نے حائفہ کی خوشی کی

خوب صورتی آپ کی منتخب فرمائیں۔



خوب صورتی آپ کی منتخب فرمائیں۔

سفر ہو گئے

مغربی آپ سے کتاب
یہ دو کتاب کے مضمون بہترین منتخب ہوں
تفصیلاً، گفتگو، پلٹنے والی اور جوئی کی تقریریں کے پس اثر میں
معروف اور جدید اور نئے نئے فنون کی باطنی
ہر ماہ نامہ صورت تمام مضمون پر مشتمل کتاب، ہر ماہ

اس کے علاوہ

خوب صورت اشعار منتخب فنون اور انکساریات پر مبنی
خوشبوئے سخن اور ذوق آئینی کے عنوان سے مستقل سلسلے

اور بہت چھ آپ کی پسند اور آرا کے مطابق

کسی بھی قسم کی شکایت کی
صورت میں

021-35620771/2

0300-8251212

ناظر کی تعلقات استعمال کرتے ہوئے جمال کو جالیا اور
اسے جاب بھی دلا دی گئی جس سے ان کی آمدنی میں
خاطر خواہ اضافہ ہو گیا تھا۔ گھر میں آہستہ آہستہ ہر چیز وافر
مقدار میں آنے لگی اب وہ اس پھولے سے گھر کو چھوڑ کر
چار سو گز کے مکان میں کرائے پر شفٹ ہو چکے تھے
اور پھر سے زندگی آسانشوں کی جانب رواں دواں ہو گئی
تھی۔ حائفہ کے گھر ایک پیارلی بی بی نے جنم لیا اس
وقت حائفہ کو جمال کی بہت یاد آئی کہ وہ یہاں ہوتے تو
کتنا اچھا لگتا۔ اس وقت سب اس کے پاس تھے مگر وہ
فصل جول کے بہانہ قریب ہوا اس کے ساتھ نہیں
تھا۔ پھر دھیرے دھیرے سب اپنی اونٹ میں بڑی
ہو گئے۔ اب جمال کو گئے دو سال ہو رہے تھے اور حائفہ کو
اس کی بہت یاد آ رہی تھی۔ کمرے میں موجود ہسپتال کی
دی، فرنیچر، بہترین فرنیچر، کارپٹ، کرشن ڈیکوریشن
پتھر، اچھوتھ نیک اپ اور پرفیومز سے لیس ڈریسنگ
بیکل اور ڈیزائنر شوٹس سے بھری دھارا روپ اس کی خوشی کا
سبب نہیں بن رہی تھیں۔ خم ہوتی اس کی آنکھوں میں
بیتے دنوں کی یادیں تیر رہی تھیں۔ آج وہ اپنے کمرے
میں بیٹھی انہیں یاد کر رہی تھی جب اس کی چھوٹی منہ نے
اسے آ کر اطلاع دی کہ۔

”حائفہ بھائی۔۔۔ جمال بھائی کا فون آیا ہے۔“
وہ خوشی سے ایک دم اٹھ کھڑی ہوئی کہ جمال سے بات
کروں گی لیکن جب ٹیلی فون بیٹ کے پاس آئی تو
دیکھا کہ ہمیشہ کی طرح سارا گھر وہاں موجود تھا۔ وہ
بس جمال کی خیریت ہی معلوم کر سکی۔ جمال اپنی بی بی
کے پارے میں پوچھ رہے تھے اور وہ صرف خیریت ہی
تھا سکی یہ بھی نہ کہہ سکی کہ آپ کی بہت یاد آتی ہے۔ دل
کی بات یوں سب کے سامنے بیان کرنا اتنا مشکل
ہو گا وہ بھی اس شخص سے جو اس کا اپنا تھا جس پر اس کا
حق تھا۔ اسے اندازہ ہی نہ تھا اور پھر ایک کے بعد ایک
سب اس سے فون چھین کر بات کرتے رہے یہاں
تک کہ فون کٹ گیا۔

وہ اپنے کمرے میں آکر بہت روئی لیکن اس بات کی تسلی تھی کہ چھو ایک سال کی بات اور بے پھر تو جمال آئی جانتے گئے اور اسی طرح جب بھی فون آتا سب خیر کر بیٹھ جاتے وہ سوائے اندر ہی اندر کڑھنے کے کچھ نہ کر پاتی آج جمال نے سب گھر والوں کے لیے تحفے بھجوائے تھے اور اپنی بیٹی کے لیے بھی اور جانفے کے لیے بھی ایک بہت خوب صورت شال بھجوائی تھی اور ساتھ ایک پیارا سا سوئٹر بھی۔ جب پکنٹ نکلا تو جانفے اپنے نام آئے ہوئے خطا کو لے کر اپنے کمرے میں چلی آئی کہ جسے ہم دل سے چاہیں اس کے کہے ہوئے چند الفاظ کسی اہم عمل خزانے سے تم نہیں ہوتے اور دنیا کی ساری دولتیں ان چند لفظوں کے آگے کوئی معنی نہیں رہتی جب کہ اس کی دونوں منڈوں نے اس کے لیے آئے ہوئے سوئٹر اور شال ہتھیالے تھے۔

”بھائی..... مجھے تو یہ ہی پسند ہے۔“ ساس بھی خاموش تماشائی بنی رہیں۔

”اے چلو اس کی بیٹیوں کا بھی حق ہے لے لیا تو کیا ہوا۔ تم تو بعد میں اس کی بیوی بنی ہو وہ تو پہلے سے اس کی بہنیں ہیں۔“ اور وہ اس دور میں چلی گئی جب اس نے یہی الفاظ اپنی بھائی کے لیے کہے تھے۔ آج جانفے کے لیے اس خطا کی اہمیت بہت زیادہ تھی جو جمال نے اس کے لیے لکھا تھا۔ جانفے کو سوئٹر اور شال کے نہ ملنے کا دکھ نہیں تھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ جس کے لیے پہننا ہے وہ تو اتنی دور میٹھا ہے کہ اسے دیکھنے بھی نہیں سکتا تو پھر وہ کس کے لیے تیار ہو۔ اس کے پاس ایک سے ایک بہترین کپڑے جوتے پرفیومز اور آسنٹس کی سب چیزیں تھیں لیکن دلی سکون نہیں تھا وہ خوشی نہیں تھی جس کی تلاش میں اس نے خود کو جمال سے دور کر دیا تھا۔ اس کا دل اس تھا اس نے جمال سے واپس آنے کی بات کی تو جمال کے الفاظ اسے بہت کڑوے لگے ہاں کسی نے سچ ہی کہا ہے سچ کڑوا ہی تو ہوتا ہے شاید اس لیے جب جمال نے اسے

دو بیٹیوں کی شادی اور چھوٹے بھائی کی شادی اور ایک بیٹی

گھر کی بیویوں کا کہا تو اسے احساس ہوا کہ یہ اس نے کیا کر دیا۔ انسان کی ضرورتیں ہمیشہ اپنا منہ کھولے کھڑی ہوتی ہیں۔ ایک وقت آتا ہے جب ان آسانشوں کے بغیر زندگی گزارنا ہمارے لیے ممکن نہیں رہتا کیونکہ وہ آسانشیں ہماری ضرورت کب تک بن جاتی ہیں ہمیں معلوم ہی نہیں ہوتا۔ اب اسے احساس ہوا کہ ان سب آسانشوں کا کیا فائدہ جب دل ہی خوش نہیں۔ مائیں بھائی کس مشکل دور سے گزریں ہیں یہ صرف وہ ہی جانتی ہوں گی ہم تو سب اپنی اپنی ضرورتوں کو یاد رکھتے تھے۔

آج پانچ سال بعد فرقان بھائی اور جمال دونوں ہی واپس آ رہے تھے لیکن صرف ایک مہینے کے لیے اس کے بعد نہیں پھر پچھنی کی طرح اڑ جاتا تھا آج اس نے فیصلہ کر لیا تھا۔ جمال تو مجبور یوں کی بیٹیوں سے ہنرہ گئے ہیں لیکن فرقان بھائی اب ان مجبور یوں کی بیٹیوں کو توڑ سکتے تھے کیونکہ ان کی بہن یعنی خود جانفے کی شادی ہو چکی تھی۔ ان کے دونوں بھائی اپنے اپنے بیروں پر کھڑے تھے اور اچھی نوکریاں کر رہے تھے اور فرقان بھائی اب اتنے مستحکم ہو چکے ہیں کہ یہاں پر کوئی کاروبار کر سکتے ہیں۔ وہ امی بی اور ابو جی کو اس بات پر قائل کرنے کی کوشش میں لگ گئی۔

”اب کی بار بھائی کی زندگی کی بہار کو وہاں نہ جانے دین فرقان بھائی کو رت کہ میں۔“ ہمیشہ کی طرح اپنی ضد پراڑ جانے والی جانفے اس بات کے لیے بھی اڑ گئی اور وہ اس میں کامیاب بھی ہو گئی ایک بوجھ تھا جو اس کے سینے سے ہٹ گیا لیکن اب اس کی گرواب بھی جمال کے ہمیشہ کے لیے نوٹ آنے کی منتظر تھی۔



اسمانوں کی مالا

عذرا کنول

Downloaded From
Paksociety.com

جب ابر ٹوٹ کے برستا ہے
جب دل کے زخموں سے لہو رستا ہے
جب دل کی آگ آنکھ کو برساتی ہے
مجھے تم بہت یاد آتے ہو

وہ میں سونے جا رہی ہوں۔
”جی اچھا بھابی۔ تموڑی دیر میں لاتی ہوں۔“ اس
نے قدر سے بول کر مہنگی آواز میں جواب دیا۔

وہی ایک خواہش تھی ایک حسرت جو وقت کے ساتھ
مزید بڑھتی گئی۔ نجانے ان کی یہ خواہش پایہ تکمیل تک
بھی پہنچتی تھی یا نہیں بس وہ تو ہر روز امیدوں اور اشکوں کی
سیر جیوں پر پروان چڑھ رہی تھی۔ ہرگز تو ان اسے اپنی
منزل کے قریب نظر آ رہا تھا وہ زندگی کے رشتوں و محابے
میں ہر روز ایک نئی خواہش کے لاتعداد موتی پروتی رہتی اس
خواہش کے علاوہ تو اس نے کسی اور خواہش کو رزوا یا حسرت
کا موتی بھی نہ پرویا تھا۔ پر ان کی یہ حسرت اور خواہش
کے موتیوں سے بھی اسمانوں کی مالا نجانے کب تکمیل ہوئی
تھی یا تکمیل ہونے سے پہلے ہی ٹوٹ کر بکھر چکی تھی۔ اس
کا فیصلہ تو قدرت کے اختیار میں تھا۔

”ارے کہاں کھو گئی زور سے ماش کرو۔“ ان کے
ہاتھ ڈھبے پڑنے پر بھابی نے ٹوکا تو اس نے دوپارہ سے
پانچ بجے کو زور زور سے پلاٹا شراہ کھ کر دیا۔

”عاشو..... اسے بھیا کی شرٹ کے پٹن تو لگا دو نجانے
کیسے ٹوٹ گئے۔ ابھی لگا دینا مج تمہارے بھیانے پہننی
ہے۔“ جب وہ اس اور عرونی کو ہوم ورک کر رہی تھی تو
بھولی ساثرہ نے اس کے سر سے شرٹ دھکتے ہوئے حکمانہ
انداز میں کہا۔

”جی بھابی..... ابھی لگا دیتی ہوں۔“
”اور اس اور عرونی کے یونیفارم استری کر کے میرے
کمرے میں رکھ دیتا۔“ ساثرہ نے جاتے ہوئے پلٹ کر
کہا۔

شرٹ کا پٹن لگانے کے بعد وہ بچوں کے یونیفارم
استری کر کے بھابی کے کمرے میں رکھنے چلی گئی گھر کے
کام اس کے ذمہ کر کے باقی سب بری لڈو ہو گئے تھے۔
”ارے عاشو..... میرے سر میں تیل کی ماش کرو
بہت ڈکھ رہا ہے۔“ بھابی نے اسے دیکھتے ہی تیل کی شیشی
اس کے ہاتھ میں پکرائی اور اس نے ابھی تیل کا مساج
شروع ہی کیا تھا کہ افسوں بھابی کی آواز آئی۔

”عاشو..... گھر گھر سے کمرے میں سے پلاٹا شراہ کھ کر دیا۔“

"بھانجی..... آپ نے بھیا سے بات کی کیا؟" اس نے
 دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا۔
 "کس بارے میں؟" بھانجی نے بند آنکھوں کو مزید
 بند کرتے ہوئے کہا۔

"بھانجی میری ریگلا اسٹڈی کے بارے میں؟" اس
 نے بہت ہمت کر کے پوچھا۔
 "ہاں میں نے کہا تھا تمہارے بھیا سے کہ عائشہ کو
 شوق ہے ریگلا پڑھنے کا آپ اسے کالج میں ایڈمیشن دلا
 دیں۔"

"تو پھر کیا کہا بھیا نے؟" عائشہ نے اجنبائی پر جوش
 لہجے میں پوچھا۔

"وہ کہہ رہے تھے کہ بس لاسٹ ازلور گھر میں ہی
 تیاری کرے نیکسٹ ازلور سے داخلہ دلا دوں گا۔" انہوں نے
 دو سال سے مسلسل کہا جانے والی بات آج پھر دہرائی۔
 لیکن پہلے کی طرح آج بھی ہاؤس نہیں ہوتی تھی بلکہ
 ہر بار کی طرح آج بھی اس بات پر اسے امید کی ایک لہر
 کزن نظر آئی تھی اس نے اپنے حوصلوں کو پست نہیں
 ہونے دیا تھا۔ اس نے اپنی تمام آنکھوں کو تھیلی سے دھڑلایا اور
 کچن کا کام سمیٹنے لگی پر ساتھ ہی وہ آسن اور امید کے موتی
 پر لٹکتی بھرتی تھی۔

وہ دو بھائیوں کی اکلوتی بہن تھی اور ان بھائیوں اس سے
 بڑے تھے۔ جب وہ چھ سال کی تھی تو اس کے والد انتقال
 کر گئے اور جب وہ آٹھویں جماعت کی اسٹوڈنٹ تھی تو
 تب والدہ بھی وفات پا گئیں۔ ایسے میں تمام گھر کی ذمہ
 داریاں بہت چھوٹی عمر میں ہی اس پر آن پڑی لیکن اسے
 پڑھنے کا بہت شوق تھا وہ ایک ہونہار اسٹوڈنٹ تھی باعث
 بھوری اسے میٹرک کا امتحان گھر پر ہی تیاری کر کے گیسٹ روم
 پڑا لیکن ریگلا اسٹڈی کا خواب وہ ہر رات دیکھا کرتی تھی
 اور ہر دن وعدہ لیتی تھی بھائیوں سے کہ ان کی شادی کے
 بعد وہ ریگلا کالج میں پڑھے گی۔

لیکن بھائیوں کی شادی کے بعد تو اس کی ذمہ داریاں
 اور بھی بڑھتی گئیں ایسے میں وہ کیسے کالج میں ایڈمیشن کی

بات کرتی اس لیے کچھ دنوں کے لیے اس نے اپنی اس
 خواہش کو پس پشت ڈال دیا اور گھر میں ایک بار پھر سے
 مصروف ہو گئی۔ بہت دنوں بعد پھر سے اس کی خواہش
 چلنے لگی تو اس نے بھیا سے بات کرنی کی ٹھان لی۔ رات
 کے کھانے سے فارغ ہونے کے بعد وہ بھائی کے لیے
 چائے لے کر ان کے کمرے میں ہی چلی گئی۔

"بھیا مجھے آپ سے بات کرنی تھی؟" عائشہ نے جھپکتے
 ہوئے کہا۔

"ہاں یلو گزیا..... کیا بات ہے؟" بھائی نے اس کے
 جھکے سر کو غور دیکھتے ہوئے کہا۔

"بھیا آپ تو جانتے ہیں نا کہ مجھے ریگلا اسٹڈی کا کتنا
 شوق ہے اور آپ نے وعدہ بھی کیا تھا نا کہ مجھے کالج میں
 ایڈمیشن دلا دیں گے۔ بھیا آپ غور نہ کریں میں گھر کے
 سارے کام کر کے جیبا کروں گی آپ کو کبھی شکایت کا
 موقع نہیں دوں گی۔" اجنبائی منت آ میز لیجے میں کہہ کر وہ
 ات کے سپاٹ ہوئے چہرے کی طرف دیکھنے لگی۔

"ہاں ہاں عاشو..... مجھے پتا ہے کہ تمہیں بہت شوق
 ہے پڑھنے کا ہاں میں چاہتا ہوں کہ بس اس سال تم گھر میں
 ہی تیاری کر لو کیونکہ پورا سال تو میرے دوستوں کے ہاں
 دوستی چنتی رہیں گی ایسے میں تمہاری پڑھائی متاثر
 ہو جائے گی آگے جو تم مناسب سمجھو۔" انہوں نے اس کی
 دلی کیفیت جاننے کا ہی پناہیہ بنا دیا۔

"نہیں بھیا..... آپ جیسا کہیں گے میں ویسا ہی
 کروں گی۔" اس نے زبردستی کی مسکراہٹ کا سہارا لیتے
 ہوئے کہا۔

بچوں کے کامیاب ہونے کا یہ ہے تھا ایسے میں وہ انہیں زیادہ
 سے زیادہ نام دے رہی تھی۔ وہ رات کے نوؤں بجے تک
 کھینچے اور تھکی کو پڑھائی پھر بچوں کے یونیفارم ستری کرتی
 اس کے بعد کچن سمیت کر نماز پڑھتی پھر بجے تک سو جاتی
 اور صبح فجر کی اذان کے ساتھ ہی اٹھ جاتی نماز قرآن پڑھ کر
 سب کے لیے ناشتا تیار کرتی آٹھ بجے سب کو ناشتا
 کر دیتی پھر گھر کی صفائی سمجھتی کرتی دوپہر کا کھانا پکاتی

گنیم

اسلام علیکم صبری بیادنی بہنوں! میں ایک گنہگار ہستی کی مالک ہوں۔ آج آپ کی محفل میں شرکت کر رہی ہوں۔ اور خود کو اس عظیم محفل میں شریک کر کے خوش نصیب سمجھوں گی۔

میں نے سیکلٹ کے ایک گاؤں امام دایوں کے محرز خانان میں آنکھ کھولی۔ بھالی مجھ سے بڑے ہیں۔ اور ساتویں نمبر پر میں خوشیاں سمیٹے سب کے دامن میں توجہ سے بکھیرنے آگئی۔ ایک بھائی مجھ سے چھوٹا ہے۔ میں نے ہر طرف سے بھینس نکالی بھینس سیٹی۔ مگر انہوں نے اپنے پاؤں پر کھلاڑی مارنے کے مصداق خود اپنے نصیب پر سیاہی ل لی ہے۔

شادی شدہ ہوں۔ ماشا اللہ ایک بیادنی بیٹی اور چہرہ قاسم کی امی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ پسندیدہ سستی میری بیادنی لال جان ہے۔ جب مجھ پر کڑا وقت آیا تو میرے اپنے مجھ سے روٹھ گئے مگر میری ماں نے میرا ساتھ دیا۔ مجھے پیارو یا اپنی ممتا بھری شفقتوں سے نوازا۔ اللہ انہیں ہمیشہ میرے سر پر ایک سائے کی طرح قائم رکھے۔ (آمین)

میری خوبی یہ ہے کہ میں حاسد نہیں ہوں اور سب کے لیے قلعہ ہوں اور میری خامیاں تو بہت ہی ہیں۔ مگر سب سے پسندیدہ خانی ہے کہ مجھے کی بہت تیز ہوں۔ مگر کچھ برکا ہوتا ہے۔

پسندیدہ مگر سلگن ہے جیولری میں لاکٹ اور جوڑیاں پسند ہیں۔ ہنریوں میں تو مشر اور گارڈیشن پسند ہیں۔ پھلوں میں آم اور مالٹا بہت پسند ہیں۔ کھانے میں نخرے نہیں کرتی پلاڈ اور رس ملائی پسند ہے۔ شاد آفریدی فوڈس ہیں۔ شلوار کیمس فراگ اور بڑا سا دوپٹا چھانگتا ہے۔

اپنی زندگی کو اپنی ماں اور بیٹی کے لیے بدلنا چاہتی ہوں۔ نگلاب کا پھول بے حد پسند ہے۔ اور خوشبو میڈورا پسند ہے۔ پڑھنے کا شوق ہے مگر حالات کے پیش نظر ایسا نہیں کر سکتی۔ سسرال والوں سے کوئی شکایت نہیں۔ دوستوں کی خبر سب سنی نہیں ہے۔ صرف ایک دوست ہے فرزانہ جس کی اچھائیاں ان گنت اور برائی صرف ایک ہے کہ جب ہم جامعہ میں پڑھتے تھے تو وہ آٹھ آٹھ دن تک اپنے گھر سے واپس نہیں آتی تھی اور جب آتی تھی تو میرے لیے شیشی پر لٹھے بنا کر ملاتی تھی۔ ہیر و گوند اور ہیر و بن رہتی مگر جی پسند ہے۔ عطا اللہ فیح کے گانے اچھے لگتے ہیں۔ اپنی بیٹی کے مستقبل کے بارے میں غور مند ہوں اللہ اسے نیک اور صالح لڑکی بنائے۔ اور اسے میری جیسی زندگی نہ عطا کرے۔ اپنے شوہر کے ساتھ وقت گزارنا چاہتی ہوں وہ بہت جلد ہی لیبروڈ چلے گئے اور وہاں پر جیلز ان کا مقدر ٹھہری۔ انہوں نے ابھی تک اپنی بیٹی کا طرہ کو کبھی نہیں دیکھا۔ میں قارئین سے گزارش کروں گی کہ وہ میرے لیے دعا کریں کہ اللہ میرے شوہر کی رہن جلد ہو۔ اس کے بعد میں اپنی ماں کے ساتھ حج پر جانا چاہتی ہوں۔ سواری قارئین میں نے آپ کا کافی وقت لیا۔ مگر آپ سے باتیں کرنا اچھا لگ رہا ہے۔ اللہ حافظ

"بھالی..... آج بھیا سے ضرور بات کرنا آج صبراً لاسٹ پیج ہے۔" اس نے چولہے پر باٹنی چڑھاتے ہوئے بہت مان سے کہا۔
"ہاں ہاں کہہ دوں گی تم میرے لیے چائے پکا کر کرے میں لے آؤں۔" انہوں نے ہاتھ پر بل ڈالتے ہوئے کہا اور کچن سے نکل گئی۔

ایک دو گھنٹے جو فری ملتے اس میں وہ اپنی اسٹڈی کرتی اور جس دن کا اس نے ہر پہلے صبری سے انتظار کیا تھا وہ قریب ہی آ گیا تھا۔ اس کے بل اس کے ایگزیز مشروم ہو گئے تھے وہ بہت دن لگا کر تیار کر رہی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ یونیورسٹی میں ایڈمیشن کے لیے اچھے ہار کس لینا بہت ضروری ہے۔

شہری حروف

❁ مانتی کو کھو جتے رہنے سے بہتر ہے کہ مستقبل کی منصوبہ بندی کرو۔

❁ دوست ایک ایسا شخص ہے جو تم خود کو دیتے ہو۔

❁ تموں سے مت شہراؤ کیونکہ یہی تمہیں جینا سکھاتے ہیں۔

❁ بسروں کو اپنی کمزوری بتاؤ نہ بتاؤ۔

❁ زیادہ سوچنے سے بہتر ہے کہ عمل کرو۔

❁ زندگی میں اتنی بات کرو کہ تمہاری لنگہ پر بھی تمہاری سوتی کی پیروی کرے۔

❁ جہاں بھی جاؤ اپنی خوشیاں چھوڑنا ورنہ لوگ تمہیں ہمیشہ یاد رکھیں۔

❁ ہم خیال لوگ ہم سر ہو جائیں تو منزل آسان ہو جاتی ہیں۔

(جویریہ فیاض..... کراچی)

میرے پیچھے تم ہو گئے ہیں اور نونہور سنی میں ایڈمیشن کروا دیں۔ "بڑی بھائی (سائرہ) نے انتہائی مستحضرانہ انداز میں بتایا۔

"ارے بھئی وہ تو ایسا پچھلے چار سال سے کہہ رہی ہے وہ تو پاگل ہے آخر گھر میں بھی تو تیاری ہو رہی ہے مائیکو ریگولر پڑھ کر اس نے ہنسر تو نہیں لگ جاؤ۔" بڑے بھائی کے الفاظ تھے یا پچھلا ہوا سیسناس کا جسم تو جیسے آگ کی لپیٹ میں آ گیا تھا۔

اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ روئے یا زور زور سے ہنسا اس کے کہوں نے ہی اس کے ساتھ ساتھ لفظ کیا تھا اس کے انہوں نے ہی اس کی وہ اراٹوں کی بلا جسے اس نے نجانے کتنے عرصے سے امید آسن اور حسرت کے موتیوں سے پر دیا تھا اسے اتنی بندوبستی سے ہمراہ تھا کہ اس کے موتی دور دور تک بکھر گئے تھے۔



آج وہ بہت خوش تھی نجانے کیوں آج اسے اپنی اراٹوں کی بلا جسے اس نے بہت معروفیات کے لحاظ میں بھی امید پورا اس کے موتیوں سے پر دیا تھا۔ وہ منہل ہوئی نظر آ رہی تھی۔

"ارے عاشو سنو واپس آتے ہوئے دھڑن سے میرے کپڑے لپٹی آئے۔" بھائی انٹھان نے اسے جاتے دیکھ کر آواز لگائی۔

"جی! چھا بھائی! یہ پیر سے فارغ ہو کر اس نے دھڑن سے کپڑے اٹھائے اور گھر کی طرف چل چکی۔ گھر میں ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے اس کے قدم ایک دم سے رک گئے۔ بھائی انٹھان کے کمرے سے آوازیں آرہی تھیں یا آوازیں بھائی اور بھائیوں کی ہی تھیں اور موضوع گفتگو ہی کی ذات تھی۔ دل میں انجانوں ہی خوشی جاگی کہ شاید سب اس کے ایڈمیشن کو لے کر ہات کر رہے ہیں۔

"ابھی کیا ضرورت سے شادی کی دیکھ نہیں رہے ہو دونوں بھائیوں کے ساتھ مل کر کام کاج میں ہاتھ بٹارتی ہے۔ دو تین سال اور رہنے دو۔" بڑے بھائی کے کہنے پر باقی سب نے بھی ہاں میں ہاں ملائی۔

"اور میڈم کہہ کر گئی ہیں کہ بھائیوں کو اطلاع کرو تاکہ





روشنی کی لکیر

اقرا گلزار

تھم گئی رفتار ہستی وقت ساکن ہو گیا
 جب نگاہوں کو جھٹکا کر آپ شرمانے لگے
 مرحلے جتنے کڑے تھے حوصلہ بڑھتا ہے
 راستوں کے موڑ، منزل پر نکل آنے لگے

فضول خرچیاں؟" وہ جب لاڈ میں آتا تو انہیں ان کے
 بچے ماں کہتا۔
 "ہاں یہ تو ہے..... چلو ٹھیک ہے اللہ حافظ۔" انہوں
 نے بیٹے کی تائید کی۔
 "اللہ حافظ۔" عثمان نے کہا اور باہر نکل گیا۔

☆.....☆.....☆

یو یہ خاتون ہیں تو کتنی خوش مزاج اور دوسروں کی
 خوشی میں خوش رہنے والی خاتون تھیں۔ قصہ کرنے کے
 بجائے برداشت کرنے کو ترجیح دیتی تھیں لیکن آج کل ان
 کی برداشت جواب دینے لگی تھی۔ ہوا کچھ نہیں تھا کہ ان
 کے سامنے والے گھر میں مرینہ بیگم کی اکلوتی بیٹی سارہ کی
 شادی کی تاریخ طے ہو چکی تھی۔ عید الاضحیٰ کا چوتھا دن رخصتی
 کے لیے طے ہوا تھا۔ یہ یقیناً خوشی کی بات تھی اور شہ خانہ
 ان خوشی کا اظہار نفل والیوں میں ایک پرگانے بجا کر
 کر رہے تھے۔ ابھی کچھ دیر گزر گئی تھی کہ ایک بند
 ہوا تو انہوں نے بے ساختہ خدا کا شکر ادا کیا تھا لیکن یہ خوشی
 عارضی ثابت ہوئی اور چھ دنوں بعد جزیرہ کی مدد سے

"تو یہ ہے یا اللہ..... کچھ لمحات کا سکون تو عنایت
 کر....." انہوں نے خاتون جو تھوڑی دیر پہلے خدا کا شکر ادا کر رہی
 تھیں پھر سے مخاطب کیا۔
 "ارے امی..... کیوں خود کو نکامان کرتی ہیں؟
 آپ ہی تو کہتی ہیں کہ ہمیں دوسروں کی خوشی میں خوش
 رہنا چاہیے۔" عثمان کہنے صحن میں آتے ہوئے
 شرارت سے کہا۔
 "یقیناً..... لیکن یہ لوگ تو زبردستی ہمیں خوش کرنے پر
 تلے ہوئے ہیں۔" انہوں نے پیچھے مڑتے ہوئے کہا۔
 "اب تم کہاں جا رہے ہو؟" انہوں نے تک تک سے تیز
 گزرنے عثمان کو دیکھا۔
 "امی دوستوں کے ساتھ منڈی جا رہا ہوں۔ آتے
 ہوئے عید الاضحیٰ کے لیے خریداری بھی کرتا ہوا آؤں گا۔"
 عثمان نے جواب دیا۔

"اچھا ٹھیک ہے..... گاڑی چھان سے چلاؤ اور ہاں
 فضول خرچیاں نہ کرنا۔" وہ اصرار کرتا نہ بھولی تھیں۔
 "لہذا آج سے پہلے بھی کی ہیں آپ کے بیٹے نے

رہتے تھے۔ دوا مل دیا پھر کو جب تقریباً سب لوگ آرام کر رہے ہوں گے ڈیک اپنی پھری آواز کے ساتھ گلے والوں کو بجا کر نام کرنے میں مصروف تھا۔ نما نے اللہ کے کس نیک بندے کی دعا سے ایک گانا جو صبح سے کوئی پانچویں مرتبہ دہرایا تھا، عین درمیان میں اس نیک بندہ ہو گیا تھا۔ مریدہ بیگم کا بیٹا اس کی حرمت کرانے ڈے جے ساؤنڈز کی دکان پر لے گیا تھا یوں نی اللہ گلے والوں کو ڈیک سے چھٹکارا ملا تھا۔

حسن صاحب اور عثمان کو امام صاحب کے پاس بھی جانا تھا تاکہ قربانی کے دن کا بتا سکیں۔ یوں تو سب ہی جانتے تھے کہ ان کے ہاں قربانی عید کے تیسرے دن ہوتی ہے لیکن وہ دنوں ہر سال امام صاحب کو خطوط میں دعوت دینے جاتے تھے کہ دعا کر قربانی کے وقت تکبیر کہیں۔ مسجد میں چاند کا اعلان ہوا، حسن صاحب اٹھ کھڑے ہوئے۔

”چلو بھی عثمان..... اب تو نکلتے ہیں، اچھا بھی بیگم اللہ فلف۔“

”اللہ حافظ۔“ ابو یہ خاتون دوا ترہ بند کر کے پلٹی ہی تھیں کہ ڈیک کی تیز آواز پھر سے آئی شروع ہو گئی۔ لگتا ہے حرمت کرانی لگی تھی۔

”میرے دندے سے آج میری جگہ ہو گئی۔ کل ملائی تھی جو آج تنگ ہو گئی۔“

گاہ عین وہیں سے شروع ہوا جہاں سے دوپہر کو سلسلہ منقطع ہوا تھا۔ ابو یہ خاتون بے ساختہ استغفار پڑھتی اندر کی طرف بڑھ گئیں۔

☆.....☆.....☆

”ارے یہ شور کیسا ہے؟“ ابو یہ خاتون عشاء کی نماز پڑھ کر واپس محسن میں آ کر بیٹھی تھیں کہ اچانک شور سنائی دیا۔ ڈیک تقریباً ایک گھنٹہ قبل بند ہوا تھا۔ انہوں نے نماز بہت اطمینان سے لایا کی تھی لیکن اب یہ شور..... وہ چادر لے کر باہر نکلیں۔

شور سامنے والے گھر میں ہوا تھا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا اندر سے کسی کے چلانے کی آواز نہیں آ رہی تھی۔ انہوں نے

دوبارہ گلے والوں کے کانوں میں سر بکھیرنے کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔

”یا اللہ!..... انہوں نے ایک نگاہ آسمان پر ڈالی اور اللہ کی طرف بڑھ گئیں۔“

☆.....☆.....☆

”اسلام علیکم؟“ عثمان نے گھر میں داخل ہو کر سلام کیا اور صوفے پر گرنے کے ساتھ انداز میں بیٹھ گیا۔

”علیکم السلام! آگے پر خود دار۔“ حسن صاحب نے جواب دینے کے ساتھ اخبار ایک طرف رکھ کر بیٹے کے ٹھکے ٹھکے سے چہرے کو محبت سے دیکھا۔

”نہی ابو آپ کو پتا ہے کہ آج کل ہائی وے پر ٹریفک کتنا جام ہوتا ہے اور شہر میں بھی ایک سڑک پر ترقیاتی کام ہوا ہے جس کی وجہ سے مزید دشواری کا سامنا ہے بس اسی لیے دیر ہو گئی درنہ میں کب کا کچھ چکا ہوتا۔“ عثمان نے کال کا نمونہ کھولتے ہوئے جواب دیا۔

”کوئی بات نہیں..... اب جلدی سے منہ ہاتھ دھو کر دسترخوان پر آ جاؤ..... تمہاری نانی کھانا لگ رہی ہیں۔“ انہوں نے کچن میں جھانکتے ہوئے کہا۔

”اچھا ابو بس ابھی آؤ پھر سب بیٹہ کر خریداری دیکھتے ہیں۔“ عثمان شرت کے کف فونڈ کرتا محسن میں موجود ہوا تھی بیس کی طرف بڑھ گیا۔

ہٹا.....ہٹا.....ہٹا

ڈی اللہ کی انتہی صبر ختم تھی۔ امکان یہ تھا کہ آج چاند نظر آ جائے گا۔ ابو یہ خاتون نے عثمان اور حسن صاحب کے کپڑے تیار کر دیئے تھے۔ ان لوگوں کو آج رات منڈی جانا تھا قربانی کے لیے چالور خریدنے۔ عثمان اور حسن صاحب مشرب کی نماز ادا کر کے آئے تو محسن میں بیٹھ گئے آج موسم گزرے دنوں کی نسبت کافی بہتر تھا۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ ابھی چاند کا اعلان نہیں ہوا تھا۔ ابو یہ خاتون آج کافی بے سکون تھیں کیونکہ سامنے والوں کا ڈیک آج دوپہر ہی سے خاموش ہو گیا تھا اور نہ تو عام طور پر آدھی آدھی رات تک اس پر بجائے کون کون سے آسمان ٹکڑے جگمگاتے

مذہب اور شرف اب اس کا منتخب نام ہے



مذہب اور شرف اب اس کا منتخب نام ہے

شاعری

مذہب اور شرف اب اس کا منتخب نام ہے

سب کے علاوہ

خوب صورت اشعار منتخب قزلباش اور انتمہا سات پرستی
نوشہ پورے سخن اور ذوق آگہی کے عنوان سے مستقل سلسلے

اور بہت کچھ آپ کی پسند اور آرا کے مطابق

کسی بھی قسم کی شکایت کی صورت میں

021-37620771/2

8330-89261212

نے ہمت کر کے اندر قدم رکھا دیا۔ سخن سے گزر کر آگے آئیں تو پہلے کمرے میں بی مرینہ بیگم حیران و پریشان بیٹھی دکھائی دیں۔ ایک طرف سارہ بیٹھی ہے تھکا سارہ ری تھی اور کھڑکی کے سامنے والے صوفے پر بیٹھا اس کا بڑا بھائی منزل فون پر کسی کو گالیاں دے رہا تھا۔ سارہ نے ان کو دیکھ کر جلدی سے اپنا چہرہ صاف کیا اور منزل کی آواز بھی قدرے ملکی ہوئی۔

”کیا ہوا بہن؟“ وہ ڈرتے ڈرتے اندر داخل ہوئیں

اور پوچھا۔

”ارے کیا ہوا توں بی بیہ... لوگوں کی نظریں کھا گئیں

میرے گھر کی خوشیوں کو۔“ مرینہ بیگم پھٹ پڑی۔

”ارے گوئی ماریں ان لوگوں کو..... اور تم بھی چپ

ہو جاؤ سارہ۔ لڑکوں کا کوئی کال نہیں ہذا سے دنیا

میں..... اور ویسے بھی یہ اچھا ہی ہوا کہ ان لڑکوں نے ابھی

اپنی اوقات دیکھائی ورنہ پانی سر سے اونچا ہو جاتا تو.....“

مزل شہید غصے سے کہتا ہوا باہر نکل گیا۔ او بیہ خاتون کو

بات کچھ سمجھ سکتی تھی لیکن وہ چپ رہیں اور نہیں

مرینہ بیگم کو دیکھتی رہیں۔

”گھر سے ہوتا کیا ہے۔ یہ سارہ کے سسرال والوں

نے رشتہ ختم کر دیا ہے۔“ لڑیہ خاتون کی سوالیہ نگاہوں کے

جواب میں مرینہ بیگم ہنسی۔

”وہ کیوں؟“ لڑیہ خاتون نے دریافت کیا۔

”گھر سے معمولی سی بات تھی..... سارہ کی رخصتی کا جوڑا

آیا تھا اس کی سسرال سے..... وہ سارہ کو پسند نہیں آیا اس

نے ٹیل (منگیتر) کو کال کر کے بتایا تو اس نے کہا کہ اب

یہ چھین نہیں ہوگا۔ میں نے بھائی کی پسند سے خریدی ہے۔

اگر تبدیلی کر لیا تو ان کو برا لگے گا۔ ابھی تو گزارا کر لو۔

کپڑے تو بہت ہی رہیں گے۔“ بات ختم کرتے کرتے

مرینہ بیگم کے چہرے سے کڑواہٹ مٹنے لگے تھے۔

”گھر؟“ لڑیہ خاتون نے مرینہ بیگم کی خاموشی میں

ہوتے دمھی تو سوال کیا۔

”گھر کیا؟ سارہ نے اس کو کچھ نہیں کہا دیا ہے کہ میں

بھابی کی پسند کا سوٹ ہرگز نہیں پہنوں گی۔ فضول پسند ہے بھابی کی۔ ویسے بھی شادی میری ہے بھابی کی نہیں۔ اس پر نیل نے کہا کہ میری بھابی میری ماں جیسی ہیں۔ انہوں نے امی کی وفات کے بعد سارے گھر کو سنبھالا ہے تم کو بھی ان کی عزت کرنا ہوگی لہذا ان کے بارے میں عزت سے بات کرو۔" سارو یہ سن کر بگڑ گئی۔

"بھابی کی اتنی طرف داری کر رہے ہو تو شادی بھی ان سے کر لو۔ اس نے تڑخ کر کہا اور کھٹ سے فون بند کر دیا۔ اس بات کو چھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ نیل، برسات کا جہاز جو ہماری طرف سے بھیجا گیا تھا اور دوسرا سارا سامان گھر دے گیا اور کہہ گیا کہ اس کو سارو سے شادی نہیں کرنی۔" مرینہ جیکم پھر رونے لگیں۔

"چلیں اب حوصلہ کریں آپ لوگ....." مرینہ خاتون نے مرینہ جیکم کو دلا سا دیا اور ایک بے تاسف لگا سارو پر ڈالی جو اب شرمندگی سے سر جھکانے لگی تھی۔

"سارنی غلطی اس سارو کی ہے، کیا ضرورت تھی ان کو فائل بولنے کی؟" مرینہ جیکم نے غصے سے جیٹو چھوڑا۔

"بیٹا، تم انصواب جانو جا کر منہ ہاتھ دھو اور اپنا ضمیر درست کرو۔ اللہ سے دعا کرو وہ بہتری کا راستہ نکالے گا۔" مرینہ خاتون نے سارو کو دہرایا سنا دیا۔

"یا اللہ..... سب کیا کروں؟ یہی ارے لگی پورے خاندان میں؟ یہ سارو کو....." مرینہ جیکم پھر سارو کو دیکھ رہی تھیں جیسے کہ اوپر خاتون نے ان کو فوک دیا۔

"مجھے غلطی سارو کی نہیں..... جلد تمہاری ہوتی ہے۔"

"میری وہ کیوں؟" مرینہ جیکم جی بھر کر حیران ہوئیں۔

"نوہیل نیل سے فون پر بات میں تو نہیں کر رہی تھی ماں؟" ناک چڑھا کر کہا۔

"نیلین کیا تم نے بھی سارو کو سسرال والوں کا ادب کرنے کو کہا؟" مرینہ جیکم نے بات شروع کرنے کے لیے تمہید مانگی۔

"اوہ لایہ بھی کوئی بتانے والی بات ہے؟" مرینہ جیکم حیران ہوئیں۔

"بالکل نہیں..... یہ کوئی بتانے والی بات نہیں ہے بچے بڑوں کو دیکھ کر سیکھتے ہیں۔ برائے ماہیے گا لیکن سارو نے یہ سب آپ سے ہی سیکھا ہے آپ بھی تو علینہ بھابی کا اکثر مذاق اڑاتی رہتی ہیں۔" مرینہ خاتون نے ان کو ان کا اپنی جھٹائی کے ساتھ برتاؤ یاد دلایا۔

"وو..... وہ تو میں....." وہ چونک گئیں۔

"سارو نے بھی یہی کیا۔ کیونکہ ہمارے بچے ہم سے سیکھتے ہیں۔"

"ارے کہاں..... آج کل کے بچے تو ٹی وی انٹرنیٹ اور فیس بک وغیرہ سے سیکھتے ہیں۔ ہماری کہاں سنتے ہیں یہ لوگ۔" مرینہ جیکم نے اپنا دفاع کیا۔

"اس میں بھی آپ کی غلطی ہے۔" مرینہ خاتون نے پھر کہا۔

"اچھا جی، اب یہاں بھی میں غلط۔ میں بھی تو سنوں کہ کوں؟"

"بات ساری یہ ہے کہ آپ نے بچی کو بہت زیادہ پھوٹ دے رکھی ہے۔ میں یہ نہیں کہہ رہی کہ اس کو قید کر کے گھر میں بندھا لیں۔ میں تربیت کی بات کر رہی ہوں۔" انہوں نے مرینہ جیکم کے چہرے کے زلزلے بگڑتے دیکھتے جلدی سے کہا۔

"بیٹاؤ مجھے کہ میری تربیت میں کہاں کمی ہو گئی ہے۔" مرینہ جیکم نے تنگ کر کہا۔

"پو پو ہے آپ کو کہ پھول عید پر آپ کی جنٹلی آپ کے گھر آتی تھیں، انہوں نے گہرے تھک کے کپڑے پہنے ہوئے تھے، تاکہ گرمی کافی شدید تھی۔" مرینہ خاتون نے یاد دلانا چاہا تھا۔

"ہاں یاد ہے۔" مرینہ جیکم کچھ پاؤں کے نشہ دیں۔

"آپ ان کے کپڑے دیکھ کر اس رہی تھیں اور جب انہوں نے سارو کا وارڈ تو سارو بڑھتی ہوئی ان کو نظر انداز کر کے وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی کہ مجھے کسی ایسے شخص سے بات نہیں کرنی جس کو اتنا بھی نہیں پتا کہ گھر میں کتنی گہرے تھک گئے ہیں۔ دو وار میں

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں:-

ہائس کو الٹی پی ڈی ایف
ایڈ فرس لنکس
ایک کلک سے ڈاؤن لوڈ
ڈاؤن لوڈ اور آن لائن ریڈنگ ایک پیج پر
کتاب کی مختلف سائزوں میں اپلو ڈنگ
ناولز اور عمران سیریز کی مکمل ریجنج

Click on <http://paksociety.com> to Visit Us

<http://fb.com/paksociety>

<http://twitter.com/paksociety1>

<https://plus.google.com/112999726194960503629>

پاک سوسائٹی کو فیس بک پر جوائن کریں

پاک سوسائٹی کو ٹویٹر پر جوائن کریں

پاک سوسائٹی کو گوگل پلس پر جوائن کریں

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس

بک پر رابطہ کریں۔۔۔

ہمیں فیس بک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے امیج پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں:-

Dont miss a singal one of your Favourite Paksociety's Update !

- i. Open Paksociety Page.
- ii. Click Liked.
- iii. Select Get Notifications.
- iv. Select See First.

All Done

Like Message

Get Notifications
Add to Interest Lists...

Unlike

IN YOUR NEWS FEED

See First
See new posts at the top of News Feed

Default
See posts as usual

Unfollow

نے بھی، بخوبی ہی سمجھی تو ایسا تو ہو ہی نہیں سکتا کہ انہوں نے نہ سنی ہو کیونکہ سارا آپ کے پاس ہی بیٹھی ہوئی تھی لیکن اس وقت آپ سارا کو ڈانٹنے کے بجائے خود بھی ہنس پڑی تھیں۔ ”اوپر خاتون نے لہجے کو حتی المقدور نرم رکھا تاکہ ان کو برا نہ لگے۔“

”یہ اسی کا حسد ہے جو میری بچی کی خوشیاں اجڑ گئیں۔ اتنی سی غلطی کی اتنی بڑی سزا کوئی دیتا ہے۔“ وہ فوراً بدگمان ہوئیں۔

”یہ بات نہیں ہے وہ بھلا آپ سے کیوں حسد کرنے گئیں۔ ان کی تو ساری بچیوں کی شادیاں ہو چکی ہیں۔ خیر... ہر چیز میں اشک کی کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے۔ اس میں بھی ضرور کوئی بہتری رہی ہوگی میرے رب نے۔“

اوپر خاتون نے بات سنبھالنا چاہی۔
 ”کو بھلا اس میں کیا بہتری ہوگی؟ جوان بچی کی بات ختم ہوئی۔ خاندان بھر میں رسوائی الگ ہوگی۔ اب اس سارا کی شادی کہاں کروں گی میں؟ ہمارے خاندان میں اگر کسی لڑکی کی بات ختم ہو جائے تو پھر برادری سے اس لڑکی کا رشتہ نہیں آتا اگر کسی نے سوچا بھی تو سیماسب کو ایک کن جا رہا لگائے گی میری سارا کے بارے میں۔ انہوں نے نند کی بیٹی کا نام لیا جو تیل کے کزن کی بیوی تھی۔“

”بات سنو... ناراض مت ہونا لیکن سچ تو یہ ہے کہ...“ اوپر خاتون نے جب ان کو اتنا پریشان اور بدگمان دیکھا تو خاموش رہنا سنا سب نہ جانا۔

”ہم لوگ گلہ کرتے ہیں کہ ہمارے بچے بگڑ گئے ہیں اور یہ سب فی دی انٹرنیٹ اور فیس بک وغیرہ کا کیا دھرا ہے۔ یہ سچ نہیں ہے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ہماری تربیت میں کبھی کوئی بچی رہ گئی ہے جس کی وجہ سے ایسا ہو رہا ہے۔“ وہ سانس لینے کو لگی تھک رہی تھیں۔

”بچوں کا ذہن تو ایک دریا کا تھکا ہوا ہے۔ وہ اپنے آس پاس جو دیکھتا ہے وہ اس کے ذہن پر نقش ہو جاتا ہے اور پھر بچہ اپنی باقی زندگی میں ان یادداشتوں کو استعمال کر کے زندگی گزارتا ہے۔ اسی لیے پرانے زمانے کی باتیں اپنے

بچوں کو خود سے دور نہیں کیا کرتی تھیں لیکن آج کل کی مائیں... وہ اپنی مصروفیات میں سے بچوں کے لیے وقت ہی نہیں نکال پاتیں۔ نوکری، گھر، شو، ہر ذمہ داریاں خاندان ذاتی شوق ان سب کے درمیان بچوں کی اصل ضروریات نظر انداز ہو جاتی ہیں اور...“

”بہ نے اپنے بچوں کو کب بھوکا سلا یا؟ یا ان کی کون سی فرمائش یا ضرورت ہے جو ہم نے پوری نہیں کی؟“ مرینہ بیگم ان کی بات کاٹ کر فوراً پوچھیں۔

”ضرورت صرف یہ نہیں ہوتی کہ کھانا اور کپڑے مل جائیں۔ بڑھتی عمر کے بچوں کو ایک راز دار خم گسار اور عقلمند دوست کی سب سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے جس سے وہ اپنی غلطیوں کا کسی جھجک کے پانٹ سکیں۔ جس سے وہ ہر بات کر سکیں۔“

”تو ان کے اتنے دوست ہیں تو اسکی۔“ اوپر خاتون سانس لینے کو خاموش ہوئیں تو مرینہ بیگم بول اٹھیں۔
 ”یہی تو غلطی ہے۔ ان کے ذہنوں کو کسی لوز کے حوالے کرنے کے بجائے اگر ان خود ہی اپنے بچوں کی دوست بن جائے تو مستقبل میں پیش آنے والے کئی خطرات کو ہل سکتی ہے۔ اگر تم نے سارا کو اپنے ساتھ رکھا ہوتا اپنی نوکری کے ساتھ ساتھ اس پر بھی توجہ دی ہوتی اسکی ویڈیو انٹرنیٹ وغیرہ کے سہارے تہا نہ چھوڑا ہوتا تو آج شاید سب کچھ مختلف ہوتا۔ انہوں نے جیسے کسی غلطی کی نشاندہی کی تھی۔“

”سارا تم سے بھی بگڑا ہو سکتی تھی کہ تم نے اسے اس طرح وقت نہیں دیا جیسا اس کا حق تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کو گھر سے باہر نکلتی یا دوست ملاشنے پڑے جو اس پر توجہ دیں اور اس کی بات سنیں۔ وہ کتنا وقت فیس بک پر غماخ کرتی رہی۔ وہ تو اس کی قسمت اچھی تھی کہ اس کی ملاقات نیل سے ہوئی۔ وہ اچھا لڑکا ہے۔ لیکن سارا کی بیوقوفی کی وجہ سے وہ بھی اس کو چھوڑ گیا۔ (سارا کی جلی باریتلی سے بات فیس بک پر ہوئی تھی۔ یہ بات بعد میں پتہ چلی تھی کہ نیل اس کی پھوپھی کی بیٹی کا رشتے میں رہ رہ لگتا ہے کیونکہ

سیرا کی شادی کے وقت نیل غلے سے باہر تھا) ہمہ ہمیشہ اپنی غلطی دوسروں پر تھوپ دیتے ہیں اور یہ بتاؤ کہ تم نے آج سے پہلے بھی سارہ کو اس کی زبان درازی پر پکڑا؟ اور یہ خاتون کو یا آج صاف بات کرنے کے حق میں تھیں۔

”تم خود اپنے سسرال والوں کی عزت نہیں کرتیں ان میں عیب تلاش کرتی ہو اس لیے اس نے بھی یہی کیا۔ وہ تو شکر ہے کہ سارہ نے وہی وغیرہ کو صرف اپا پ شاپ فیشن ایجنے کی حد تک ہی لیتے سے ورنہ وہ جتنا بھی غلط سمجھتی ہوتی م تھا۔ جن ماں باپ کا دلیرہ نے وہی پر فہمیں دیکھنا ہوا اور ان کے فیورٹ ہیروز سلمان خان یا اسکل کہو وغیرہ ہوں گے تو ان کی لولادیں کیوں کر اتنی تیز اور فیس بک کا مناسب استعمال کریں گی؟ میں یہ نہیں کہتی کہ بی بی وہی نہ دیکھو میں یہ کہہ رہی ہوں کہ صرف بی بی وی دیکھنے کا شوق رکھنا مناسب بات نہیں ہے۔ باغیانی سلانی کڑھائی کھانا پکانا کتھیں پڑھنا اور بھی کتنے ہی قائد مند مشاغل ہیں ان کو بھی اپنا۔“ اب مریدہ بیگم بتاتی تھی ان کی ہر بات نور سے سن رہی تھیں۔

”نور پھر یہ کہ ہم بی بی کا فرض ادا کرنے جا رہے ہیں تو شروعات اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے کریں نہ کہ صبح شام بیہودہ باتوں سے کانوں کو نوازنا جاو اور سارہ کو بھی چاہیے کہ وہ اب ہوش کھٹن گئے۔ سارہ یاد خود بری نہیں بس کچھ بری باتیں اس نے اپنی ہیں۔ فرض تو اس کا بھی تھا کہ ماں باپ کی تربیت کی عزت رکھنے کی خاطر اور ہونے والے شوہر اور سسرال والوں کی خوشی کے لیے تمہارا برداشت کرتی نہ کہ وہاں بھائی نیر۔ اب توجو ہونا تھا ہو چکا لیکن اب بھی وقت ہے اللہ سے رجوع کرو اور بڑا کار ساز ہے ضرور بہتری کی راہ نکالے گا۔“ اور یہ خاتون مزید بھی بولنا چاہتی تھیں لیکن مریدہ بیگم کی آنکھوں میں شرمندگی کے آنسو دیکھ کر وہ خاموش ہو گئیں اور ان کو دل سے دینے لگ گئیں۔

”نور سارہ بی بی تم بھی اللہ سے دعا کرو کہ وہ بہتری کی راہ نکالے۔“ انہوں نے سارہ کو دعا کی کہ جو بھی کرے۔

داخل ہوئی تھی۔

”بی بی آتی۔“ سارہ نے اس مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔
”اپنا بیٹا اب چلتی ہوں۔ بہت دیر ہوئی ہے۔ ان شرمندہ پھر آؤں گی بہت جلد۔“ انہوں نے مسکرا کر سارہ کے سر پر ہاتھ رکھا اور اٹھ گئیں۔

انہوں نے سارہ کے لیے عثمان سے بات کرنے کا سوچا تھا۔ کوئی اپنی غلطی پر شرمندہ تھا تو اب اس کی مدد کرنا ان کا فرض تھا۔ ان کو یقین تھا کہ خدا ان کی ٹیک نہی کو بے شمار نہیں رہنے دے گا اور ان کا سعادت مند بیٹا ان کی بات نہیں مانے گا اور وہ ابھی یہی تھا۔

☆.....☆.....☆

عثمان اور سارہ کی شادی کو بیس دن اور عید کو گزرے مہینہ ہو چکا تھا۔ دو دنوں آج رات کے کھانے پر عثمان کے دوست کے گھر مدعو تھے۔ عورتوں صاحب اور بی بی خاتون بھی تھے لیکن انہوں نے عید اور پھر شادی کی سعادتوں اور اس کے بعد دعوتوں میں ہو جانے والی محسن کی وجہ سے معذرت کر لی تھی۔

”چھائی چلتے ہیں۔“ وہ دونوں ان سے اجازت لینے آئے تھے۔
”جاؤ بیٹا اللہ تم دونوں کو سدا خوش اور شاد دیا اور رکھے۔“ انہوں نے اجازت کے ساتھ ہی ڈھیروں دعا میں بھی دے ڈالی۔

”چشم سبز۔“ عثمان نے مسکرا کر سلیقے سے چادر اوڑھ کر کھڑی سارہ کا ہاتھ تھا اور دونوں ایک دوسرے کے سنگ زندگی کی شاہرہ پرتا گئے بڑھنے لگے۔ دونوں کی باتوں کی دعا میں ان کے سنگ تھیں۔ خوشیاں پارٹ کی طرف برس رہی تھیں۔ وہ دونوں اپنے رب کے شکر گزار تھے۔
”کو بے شک اللہ شکر کرنے والوں کو بڑا یاد دہا کرتا ہے۔“



خوشیوں کا موسم

شبانہ شکر

دو دنوں لذت و سرور رہتے تھے چترہواں کے شہر میں
تھے عمر اسیاں اپنے کالج کے کمزور تھے
عشق کی کمی مسافت اس لیے نہ ملے ہوئی
تنت تھی منزل ہمارے حوصلے کمزور تھے

”لج بھواؤں؟“ وہ پوچھا۔
”نہیں مجھے آج ایک دوست کی طرف جانا ہے تو
دیں لج بھی کریں گا۔۔۔۔۔ تم رہیں۔“
”چھین ٹھیک ہے۔“ وہ چلے گئے تو تازہ دھڑکتے
کاموں میں معروف ہوئیں۔ آج مشین لگوانی تھی تو واش
رہم سے کپڑے لگا کر مشین کے پاس ڈھیر کر دیے۔ برتن
سمیت کرسٹل میں رکھے اب جب تک باہر اس کی
نی صاف کر رہے تھے اور کپڑے تازہ کر رہے تھے۔

صیغہ لورا اور یہ نور کی جانے کے لیے تیار کھڑے تھے
ہاں کو الوداع کر کے مڑے تو تازہ پیچھے سے آئیہ العری
پڑھ کر پھوٹیں ڈائمنگ رجم میں داخل آئیں۔ مسعود
آفس جانے کے لیے ابھی تک نہیں اٹھے تھے تازہ نے
آفس جنگا اور تیار ہو کر ناشتہ کرنا آجینے جلدی جلدی
ناشتہ کر کے وہ بھی اٹھ گئے۔

”اچھا تازہ میں چلتا ہوں۔۔۔۔۔ وہ یہ ہوئی ہے۔“ اپنے فون
اور والٹ لیتے وہ باہر کی طرف بڑھے۔

پکانے سے فارغ ہو جاتی تھیں۔ سخی کے چار بچے تو افراد تھے ان کے گھر میں لیکن پسند سب کی الگ الگ تھی۔ سو وہ دو طرح کے کھانے ضرور پکاتی تھیں۔ جن سے یہ معاملہ خوش اسلوبی سے نٹ جاتا تھا۔ مسعود کی ایک مشہور و معروف مارکیٹ میں تین دکانیں تھیں جن میں سے ایک میں تو وہ خود ایک کٹرک الماسز کا کاروبار کر رہے تھے وہ دکانیں کرائے پر دی ہوئی تھیں۔ جن کا کرایہ خاصا چھٹا آتا تھا۔ ہارون اور عبید جوان کے کرائے وار تھے ان سے اتنے پرانے تعلقات ہو چکے تھے کہ وہ سب آپس میں کبھی فریڈز بن گئے تھے۔ ہارون گورنمنٹ باب کرتے اور یہ دکان لے رکھی تھی اسی طرح عبید نے اس دکان کے ساتھ ایک کمپیوٹر سینٹر کھول رکھا تھا ان تینوں کے بچے داؤد ناموں اور شنید آپس میں نہ صرف کھانا فیروز تھے بلکہ بہت گہرے دوست بھی تھے۔ آپس میں سب اتنے کلوز تھے کہ نیا آنے والا تو آپس ایک ہی خاندان سے سمجھتا تھا۔

98 98

"ایسی بڑی یہ انگلش ڈپارٹمنٹ کس طرف ہے؟" گھبرائی ہوئی نسوانی آواز پر داؤد کھٹک کر مزہ گریں اور لہو کھراست کے لباس میں وہ جڑا شہ ایک خوب صورت لڑکی تھی۔ بڑی خوب صورت سرخی آنکھوں والی اسے متوجہ دیکھ کر گھنٹی چلیں تیر تیر بچہ کائے لگی۔ داؤد کا دل تو ان بچوں میں ہی کس الجھ گیا تھا۔

"آپ ایلی ہیں؟" اس کا پوچھنے کا مطلب تھا کوئی دوست وغیرہ ساتھ نہیں ہے۔

"بھائی ساتھ آئے تھے اس طرف گئے ہیں پانچ منٹ کا کہہ کر ابھی تک نہیں آئے۔" اس نے ناخوشی سے دائیں طرف اشارہ کیا۔

"تو میں آپ کو لے تو چوں ڈیپارٹمنٹ رکھانے کے لیے لیکن آپ کے بھائی آئے اور یہاں آپ کو نہ پا کر پریشان ہو جائیں گے۔"

"یہیں میں نہیں کال کر کے بتا دوں گی۔ اب میں یہاں اور کتنی دیر کھڑی رہوں؟" اس نے پوچھا۔

میں کیا ہے سر آنسو برسی داؤد کا وہ۔
"نہیں آئیں۔" وہ اسے ساتھ لیے آگے بڑھا تو ایک دم سے شفیقا گیا۔

"یہ تو اس طرف کہاں جا رہا ہے؟"
"ان محترمہ کو انگلش ڈیپارٹمنٹ دکھانے جا رہا ہوں۔ نیو انٹری ہیں نا۔ اس نے بتا دیا۔"

"اوہ..... ویٹھیئر۔" اس نے شرارت سے آنکھیں گھما گئیں۔

"بس اتھن کی تو قی ہے۔" اس نے عاجزی سے سینے پر ہاتھ رکھا۔ شنید ہنستا ہوا ساتھ ہولیا۔

"ماسون کہاں ہے ابھی تک دکھائی نہیں دیا؟"
"ویڈیا کب ہے؟" داؤد نے جواب سہول کیا۔

"ہیں میں تو سمجھا آ چکا ہے۔ ٹھہر میں پوچھتا ہوں اس سے۔" شنید نے فون کان سے لگایا۔

"کہاں ہے؟" ہاں وہ میرے ساتھ ہی ہے اور بڑی نیکی کے موڈ میں ہے ایک بھولی بھلی ہی محترمہ ہیں جو خانہ

نیو انٹری ہیں ان کو انگلش ڈیپارٹمنٹ پہنچانے جا رہا ہے۔ اس کی آواز مزید دھیمی ہوئی۔ وہ تھوڑا ہٹ کر چل رہا تھا

جا کہ فون پر کی گئی بات لڑکی کے کان میں نہ پڑے۔ داؤد کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھرنی۔ نگلیوں سے ساتھ چلتی لڑکی کو دیکھا وہ سامنے دیکھتی ہوئی چل رہی تھی۔ یعنی متوجہ نہیں تھی۔

"ہاں..... ہاں آ جا تو بھی لا کے ہم ویٹ کرتے ہیں۔" شنید بھی تک بات کر رہا تھا پھر فون بند کر کے داؤد کی طرف مڑا۔

"کہہ رہا ہے میری بھئی بہن آئی ہوئی ہے انگلش ڈپارٹمنٹ ہی آتا ہے۔" وہ اس لڑکی کو ڈیپارٹمنٹ کے صحن سامنے پہنچا کر وہاں ہی کے لیے پٹے تو سامنے سے ماسون کو تقریباً اچھٹے ہوئے اپنی طرف آتے دیکھ کر رک گئے۔

"کیا ہوا؟ خیر مت تو جیسا ہے۔"

"جب۔" اس نے شنید کی بات ان سنی کر کے اس لڑکی کو پکارا۔ داؤد نے بار بار ہی اس کی آواز پر تکی ماسون کو

دیکھ کر اس کی آنکھوں اور پیرے سے ناراضگی ظاہر ہوئی اور وہ پیٹ کر اندر چلی گئی۔ ماموں نے دائیں ہاتھ کا رکنا کر بائیں ہاتھ پر دے کر۔
 "مجھ بتانا پسند کرو گے کہ ہوا کیا ہے؟ تم کیسے ان محترمہ کو جانتے ہو؟"

"بہن سے میری جب۔ اسی کو تو پہچانا تھا انگلش ڈیپارٹ میں صبح اسے لے کر آیا تو شایان نے بلا لیا بلڈ ٹیسٹ کے لیے۔ میں نے بھی ٹیسٹ دے دیا۔ میری مہلکو نادت کا تو پتا ہے؟ حبیہ کو وہاں ایک طرف کھڑا کر کے خود وہاں جا کر سب سے پہلو ہائے کرنے میں بھول ہی گیا کہ اسے بھی ساتھ لایا ہوں یہ تو تمہارے فون سے مجھے پتا آیا تو میں اسے ڈھونڈنا ہوا یہاں تک آ گیا اور اسے دیکھ کر بے غصے کا کیلی ہی یہاں تک پہنچ گئی۔"
 "خیر اکیلی تو نہیں ہم دونوں ساتھ تھے ہم انہی کو تو چھوڑنے کے لیے آئے تھے۔" داؤد کی بات پر ماموں کا منہ کھلکا کھارہ گیا۔

"تھ۔۔۔ تم۔۔۔ تمہیں کیسے پتا چلا کہ یہ میری بہن ہے؟"

"آج سے پہلے ہم کس کس کی بہن کو براہ دکھاتے رہے ہیں محترم خوش فہم صاحب انہوں نے مجھ سے نہ کیویسٹ کی کہ انہیں یہاں تک پہنچا دوں اور میں اور شنید دونوں انہیں ساتھ لے آئے۔"

"کوہ اچھا وہ جو تم کہہ رہے تھے کہ تنگی کے موڑ میں۔۔۔" بات سب اس کی عقل میں مانی۔

"چلو شکر ہے بات سمجھا گئی ورنہ تو نکال نکل جانی تھی۔" شنید کے منہ پر ہنس مچھلا۔

"زیادہ شوخی نہیں۔"

"مگر ہم نے تو صرف غلطی آپنی کو دیکھا ہے یہ وہی تمہاری بہن تو ہم نے نہیں دیکھی۔"

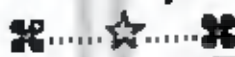
"یہ بچپن سے چھوڑ کے پاس ہی اب وہ سینڈ اسٹنٹ کر گئے تو اب اسے ساتھ لے آئے۔ چھو پو تو بالکل بھیجنا نہیں چاہتی تھیں پر اب نے کہا نہیں اب بس۔"

"چلو اب اس تنگی کے صلے میں چائے ہی پلا دو۔"
 "حالانکہ بلڈ ٹیسٹ میں دے کر آیا ہوں۔ تم دونوں کو چاہیے تھا کہ میری خاطر مزاج کرتے کھلی جوس وغیرہ پلاتے تھم سے دیکھ نہیں سکتی ہو رہی ہے۔" اس نے ملاحتی نگاہوں پر ڈال کر چہرے کا زاویہ بدلا۔

"بہن! اسے یہ بلڈ ٹیسٹ دیا ہے یا بلڈ ٹیسٹ۔ دیکھ نہیں کس چیز کی ہوئی؟" شنید اپنا چہرہ اس کے قریب آ کر اس کا معائنہ کر رہا تھا۔

"ایک سی بات ہے یا مزاج کر گیا تو بلڈ ٹیسٹ ہی نہیں گئے نا۔" وہ بھاری سے بولا تو پیچھے سے ایک دھبہ داؤد نے لگائی۔

"جب دے گا تو جوس چائے سب مل جائے گا۔ ابھی فی الحال تو ہم کو چائے پلا رہا ہے۔" اس نے ڈرامائی انداز میں دو بلا کے ساتھ چائے آڈر کی۔



شنید کے بڑے بھائی جنید کی شادی تھی۔ ہوٹل میں بات کی اور شہد کی گئی تھی۔ سب اکٹھے تھے۔ ہارون کی نیلی میں ان کی بیوی رہتے تھے عیالہ حبیہ مومن اور شمعون تھے مسعود کے ساتھ تازہ داؤد اور صبر تھے اور عبید اور ظیرو تو تھے ہی میزبان اور بچوں میں جنید جو دلہا بنا ہوا تھا پھر شنید اور پرینے تھے۔ وہ سب تو آپس میں کافی فریگ تھے سوائے حبیہ اور پرینے کے کیونکہ پرینے سے پہلے مری کالونٹ میں تھی اور اب مزید تعلیم کے لیے اپنی خالہ کے پاس لندن میں ہوتی تھی۔ بڑے مسائل سے بڑی سیدھی مومن کے دل میں اترتی تھی۔ وہ گھوم پھر کر اسی کے پاس آ جا رہا تھا۔ داؤد کے ہونٹوں پر شہر مسکراہٹ چھلی ہوئی تھی۔ ماموں بھارے کا انداز ہی نہیں تھا کہ بعد میں ان کا کیسا ریکارڈ لکھنے والا تھا۔

"زیلو۔۔۔" اپنے بالکل قریب نسوانی آواز سن کر وہ چونکا۔ دیکھا تو وہ حبیہ تھی۔ ریڈ اور اورنگ کٹرا سٹ کے کلاڈار سوٹ میں بیوی میچنگ جیولری اور میٹ اب میں اتنی دلکش اتنی خوب صورت کہ وہ بہت رو دکھاتا تھا۔ کسی ایسی

مسکرا رہی تھی ہلکی سی جھپٹکا میں۔

”میں آپ کو ٹھیکس کہنا چاہ رہی تھی اس دن کے لیے۔“

”کس دن...؟“ داؤد نے آنکھیں بستھیں۔

”اس دن کے لیے جب آپ نے مجھے انگلش ڈیپارٹمنٹ تک پہنچایا تھا۔“

”وہ.....“ داؤد کی آنکھیں پانی جگہ نہیں آتیں۔

”تو اتنے دن بعد بھی ٹھیکس کہنے کی کیا ضرورت تھی؟“ وہ شپٹائی۔

”مجھے آپ کبھی نظر ہی نہیں آئے۔“

”یہ تو بہت زیادتی کر دی آپ نے۔ جتنی میں پوچھتا

بتھا آپ کو نظر ہی نہیں آیا۔ چلیں اب آئندہ سے میں آپ کو کم از کم نیم نورسٹی میں تو روز نظر آؤں گا۔“ اس کی آنکھیں

شرارت سے جھک جگر کر رہی تھیں۔ وہ ہلکا سا حیران ہوئی۔

”وہ کیسے؟“

”بھئی بولی تو ایک ہی ہے نا ڈیپارٹمنٹ الگ۔“

”کیا وہ ہے۔ اب میں اپنی روٹین میں آئیہ چکر آپ کے ڈیپارٹمنٹ کا لگانا شامل کر لوں گا۔“

”جی.....!“ وہ اتنی خوش ہوئی کہ داؤد حیران ہو گیا۔

”ویسے بائی داؤد نے میں اس دن آ گیا تو نہیں تھا

شاید بھی تو تھا میرے ساتھ۔ تو ٹھیکس صرف میرے لیے کیوں؟“

”وہ تو خود ہی ساتھ چل پڑے تھے۔ کہا تو میں نے

صرف آپ سے تھا۔“ وہ اسے دیکھتے ہوئے بڑی مصمومیت سے مسکرائی۔ ہونٹوں کا خوب صورت خم

گالوں میں پڑتے ڈھیلے داؤد پر تو فسوں چھا گیا تھا گم سم سا اسے دیکھ رہا تھا۔ جب قریب ہی شاید کھٹکا۔ داؤد

چومک کر سنبھلا۔

”کیسی ہیں آپ اور اسٹڈیز کیسی چل رہی ہیں؟“

”میں ٹھیک ہوں الحمد للہ اور اسٹڈیز بھی اسے دن چل

رہی ہیں۔“ وہ بہت اچھا لہجہ سے غائب ہوئی۔

”پہلے میں ہم دونوں کا تو رفاقت ہے سے کہنا اور

میں شاید انصاری ہوں۔ ایم بی اے فائنل کا اسٹوڈنٹ اور
یہ داؤد کا بھی ہے میرا ہی کلاس فیلو۔ بڑا اچھا ٹیک اطوار ہے
بے اگھوتا ہے مگر اولاد خریدنے کے حوالے سے۔ ورنہ ایک
بہن موجود ہے۔ وہ رتی سا سنے پنک کپڑوں میں بی بی ایس
کی فائنل کی اسٹوڈنٹ ہے۔ ہتھ بھی پڑھ لکھ لے گی۔
آخر تو سسرال ہی جائے گی اور پھر داؤد کی بیوی اس
وہائے ریڈ کوئی بھی ہو وہ ایک پورے گھر پر راج کرے
گی۔“ شنیدنی زبان میرٹھ کی تھی کو تکتی پیچھے چھوڑے
لے گا اسپینڈ سے رواں بھی کہ وہ دنوں تو منہ کھولے اسے
صرف دیکھ رہے تھے۔

”کیا مطلب ہے تمہارا اس کو اس سے؟“ داؤد پوچھا

وہ زبان میں غرایا۔ اس ڈھیٹ پر خاک اثر ہونا تھا۔

”ویسے تو یہ اتنا پورا اور اتنی خوبیوں کا مجموعہ ہے کہ جو

اس کی بیوی بنے گی اپنی قسمت پہنا کرے گی.....“

”کون..... کس کی بیوی بنے گی؟“ سامون

اچانک پٹکا۔

”وہ..... میرا مطلب.....“ وہ ایک لمحے کو

گزر بڑایا۔ مگر وہ سرے ہی لہجہ اس کا شیطان چرچہ چل پڑا۔

”میرا کہنے کا یہ مطلب ہے کہ جو ہم تینوں کی بیویاں

نہیں گی اپنی اپنی قسمت پر ناز کریں گی۔ کیونکہ ہم تینوں

جس ہی اتنے ٹیلنٹ اور شاندار۔“ وہ بات بدل کر اپنا کار

چھو کر اپنے فخر سے اترا یا کہ جب کی ہلکی پھونٹ گئی۔

”السلام علیکم؟“ داؤد آج اکیلا ہی آیا تھا۔ صبیحہ نے

زکام اور بخار میں مبتلا ہونے کے سبب نہیں آئی تھی۔ وہ

گازنی سے باہر آیا تو سائیڈ سے جب کی آواز سن کر پھرتی

سے پلٹا وہ فولڈر سینے سے لگائے شوٹڈ پر ہنڈ بیگ

لٹکائے اتنے اطمینان سے کھڑی تھی کہ داؤد کو شک ہوا کہ

وہ اسی کے انتظار میں وہاں موجود ہے۔

”علیکم السلام! کیسی ہیں آپ اور یہاں کیوں

کھڑی ہیں؟“

چاہ رہا ہے ایک ظہریب مسکراہٹ نے داؤد کے ہونٹوں کا احاطہ کر لیا۔

”تو آپ فری ہیں؟“

”جی میں بھی پوچھنا چاہ رہی تھی۔“

”بالکل چلیں۔ پوچھنے کی تو کوئی بات ہی نہیں۔“ وہ سرشاری سے مسکراتا ہوا باہر آ رہا تھا کہ پیچھے سے شنید نے گردن دوڑا دی۔

”ہم سے چھپ چھپ کر یہ ڈرامہ بلکہ پوری فلم چل رہی ہے۔ فونوں پر باتیں کیے میں ملتا۔“

”شنید چھوڑا دیجئے کیا ہول ہول بکدہ ہے۔“

”ہاں یہاں اول فون اور وہاں پھول جنٹلمن ہے تھے۔ مسٹر مسکرا کر باہر چلی جا رہی تھی۔“ وہ مزید خوشخوار ہوا۔ داؤد صحیح پھنسا تھا۔

”سوری یار غلطی سے یوں دیا معاف کر دے اول فون تو میں بکدہ ہوں۔ تو تو فرما رہا ہے۔“

”شہادت..... تیرے اعتراف نے تجھے بچا لیا۔“ ہلا خرنید نے اس کی گردن چھوڑی۔ داؤد نے دائیں بائیں سر ہلا کر گردن کو ریلیکس کیا۔ دوڑوں ہاتھوں سے کار صحیح کیے اور اسے دیکھا جو کمر پر دووں ہاتھ رکھے بڑے جارحانہ موڈ میں تھا۔

”اب بتاؤ کب سے چل رہا ہے یہ سلسلہ؟“

”گگ..... کون سا سلسلہ؟“ وہ گڑ بولا۔

”پھر چکر۔“ وہ بڑے خوشخوار انداز میں آگے بڑھا۔ داؤد نے جلدی سے مداخلت انداز میں دونوں ہاتھ اٹھا لیے۔

”پلیز..... پلیز۔“

”یہ فون کے دوسری طرف حبہ ہارون تھی نا؟“ اس کے اتنے درست انداز سے پر داؤد کی آنکھیں پھٹ گئیں۔

”تمہیں کیسے پتا چلا؟“

”موصوف کے اطوار بتاتے ہیں کہ وہ تمہارے عشق

بھائی کے فون سے بات کر رہا ہے۔“ داؤد چھپ گیا۔

”فرسٹ کلاس کیا کام ہے آپ کو ہمارے فون میں کوئی مدد کر سکتی تو.....“

”کام تو ہو گیا اب جا رہی ہوں۔“

”چلیں آئیں..... چلتے ہیں۔“

”آپ کی بہن نہیں آئیں؟“ اس کے ساتھ چلتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔“ اس کے ذہن پارٹنٹ کے سامنے تلخ کرور کا۔ ”مامون آیا ہے؟“

”نہیں بھائی نہیں آئے آپ کسی کام سے پاپا کے ساتھ جانا تھا تو مجھے ڈراپ کر کے چلے گئے۔“

”نہو اچھا..... چلیں اب کلاس میں جائیں میں بھی چلتا ہوں۔ پھر میں گے۔“

”کب؟“ اتنی بے اختیار سی سے پوچھے گئے سوال پر داؤد بے ساختہ نکل گیا۔ بہت عورتوں سے اس نے حسیہ کو دیکھا۔

وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ داؤد کو ایک لمبا لگا تھا کھتے میں کبھی وہ جذبہ جس نے بڑے بڑے بہادروں کو نہ کے مل گرا دیا تھا۔ وہ اس چھوٹی سی لڑکی کو اپنی مضبوط گرفت میں

یوں لے چکا ہے کہ وہ بے بسی سے ہار ہار اس کے ماتھے میں آتی ہے وہ پارٹنگ میں کس کام سے گھڑی تھی یہ کبھی

سمجھ میں آ گیا اور جنید بھائی کی شادی والے دن اس کے پاس آ کر شکر یہ ادا کرنے کا مطلب بھی وہ بہت دل سے

شکر لیا تھا۔

”ایک بجے کیے میں چلتے ہیں۔“

”شیر.....“ وہ بھی کھل کر مسکرائی۔

داؤد کو تو پتھر ٹوٹ کرنے میں پروفیسر سے سوال جواب کے تبادلے میں یاد ہی نہ رہا کہ ایک بچے کا وعدہ

بھی کیا ہے کسی سے مننے کا وہ تو ایک بچے اجماع بھر سے اس کے سٹل پر کال آئی اس نے انینڈ کر لی۔

”ہیلو.....“

”ہیلو۔ میں حبہ بات کر رہی ہوں۔“

”نہو آپ یہ میرا نمبر آپ نے.....؟“

”بھائی کے فون سے بات کر رہی تھی۔“ وہ کچھ گئی کہ وہ پوچھ گیا۔

”بکواس نہیں کر کسی پر تہمت لگانا.....“

”کیا ہوا داؤد خیر تو ہے؟“

”بہت بری بات ہے اور مجھے پھین سے پتا ہے لیکن میں ہنگامہ نہ کر رہا ہوں۔ شنید بھائی کی شادی میں وہ جس طرح تمہارے آگے پیچھے ہو رہی تھی میں تو اسی وقت سمجھ گیا کہ ہنگامہ لگنی۔ اب نوبت فون پر بات کرنے اور کیٹے میں لٹنے مٹانے تک بھی آگئی ہے تو اب کیٹے اس کے ساتھ جایا کرو گے۔“

”ہلو کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔ وہ بہت مشکل سے بول پایا۔“

”اب کہاں ہیں وہ؟“ داؤد نے ہاسپٹل کا نام بتایا۔ ”جلدی چنواؤ میں بھی چلتے ہوں۔“ شنید اسے لیے گاڑی میں آ بیٹھا۔ ہوا کی رفتار سے تیز گاڑی چلتے ہوئے وہ منتوں میں ہاسپٹل جا پہنچے۔ ہارون اور عبید دونوں وہاں موجود تھے۔ پریشان اور گھبرائے ہوئے۔ داؤد کو گلے لگا کر تسلی دی۔

”تو یہ کرو یا نہیں تو بس آج.....“

”ہاں آج مامون جو نہیں آیا۔“ اس کے کمرے جواب نے داؤد کی طبیعت صاف کر دی۔

”میں بھی ساتھ چلوں؟“

”نہیں یا میں کہا محاذ پر جا رہا ہوں جو تک ساتھ لے کر جاؤں۔“ شنید کی منہ پھٹ عادت سے واقف داؤد اس کی تفریح پر بدک کر پیچھے ہوا۔ وہ کچھ دیر اسے گھورتا رہا کچھ سوچ کر سر ہلایا۔

”میں ابو کو دیکھنا چاہتا ہوں۔“ خوف و اندیشوں نے اس کی آواز کو کھپکھپایا تھا۔ عبید نے اس کی پیٹ پیٹھی۔

”پہنا بھی وہ امداد ہیں آپریشن ہو رہا ہے زخموں کی سرجری کی جا رہی ہے۔“ ساتھ ہی انہوں نے شنید کو اشارہ کیا۔ وہ اسے کندھوں سے تھام کر پیچھے رکھے صوفوں پر آ بیٹھا۔ مامون بھی اتنے میں آ پہنچا تھا۔ دونوں اسے تسلی دے رہے تھے۔

”چل جا کیا یاد کرے گا۔“ اس کے شاہانہ اجازت نامے کے ملتے ہی وہ وہاں سے رخصت ہوا۔ مبادا شنید ارادہ بدل کر ساتھ ہی چل پڑے۔

”ہم بھی دیکھا نہ ہے ہیں داؤد تم بھی کہو۔“ نکل ٹھیک ہو جائیں گے ان شاہانہ۔ ہارون نے مامون سے کہا کہ وہ راجہ کو مسعود کے ہاں چھوڑ دے تاکہ ناز پہ کونہ صرف اطلاع دی جاسکے بندہ حوصلے کے لیے بھی کسی کا ہونا ضروری تھا۔ ان کی کور صیبل کی بے چینی اور بے قراری کا اندازہ داؤد کے فون پر آئی ان کی کانوں سے ہوا ہاتھا۔ وہ کوئی فون نہ سیکرنا اور کوئی نہیں۔ ہر چند کہ ہارون اور عبید ہر صورت حالت کے لیے تیار تھے مگر پھر بھی جب ڈاکٹر نے آ کر بتایا کہ مسعود اتنی شدید چنوں سے جاگیر نہیں ہو پائے تو داؤد کو سنبھالنا ان کے لیے بہت مشکل ہو گیا تھا۔ وہ خیر سنتے ہی چلتا ہوا امداد بھاگا تھا۔ مامون اور شنید نے اسے تسلی مشلوں سے قابو کیا۔ کس طرح اسے کاؤچ پر بٹھایا۔ وہ مسلسل ابولہی، ابولہی کہہ کر رو رہا کہ ہاں ہوا ہاتھا۔

”داؤد کیسے ہو مینا؟“ وہ شنید کے ساتھ اس کے کپور سینئر میں موجود تھا۔ جب ہارون کی کال آئی تو کچھ حیران ہوا۔

”جی ٹھیک ہوں نکل۔“

”میں ڈاکٹر نکل اور حوصلے سے میری بہت سنتا۔“ وہ رے کے تو داؤد کا دل بھی جیسے دکنے لگا۔ ”مسعود کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔ وہ ہاسپٹل میں ہے تم بھی آ جاؤ۔“

”ابو کا ایکسیڈنٹ.....“ وہ کھڑا ہوا۔ ”کیسے ہوا اور اب کیسے ہیں زیادہ تو نہیں تو نہیں آئیں۔“

”بہت سیریس کنڈیشن ہے۔ تم جلدی سے آ جاؤ۔“ فون بند ہو گیا۔ داؤد کے بارگرم جیسے دم کے ہوتے تھے۔ ناگلوں سے جان نکلتی محسوس ہوئی تو اس نے تڑپ کر پکڑ لیا۔ شنید تیزی سے اس کے پاس آیا۔

”داؤد حوصلہ کرو۔ اہم پکڑو پارہ۔“ دونوں اسے جھٹکے دے رہے تھے کہ حواسوں میں لانے کی کوشش کر رہے تھے مگر

وہ بوئی خوش ہوا ہے ہوش ہو گیا تھا۔ ہارون اور عبیدہ ہاسٹل کے ڈیوڈ وغیرہ نمٹا رہے تھے۔ عبید نے فون کر کے جنید کو اطلاع کر دی تھی کہ وہ ماں کو لے کر مسجد کے گھر پہنچ جائے۔ پھر انہوں نے مسجد کے بھائیوں کو بھی فون کر دیئے تھے۔ اتنی دیر میں مامون ڈائری کو لے آیا تھا۔ جس نے ڈاؤڈ کو ریٹ منٹ دی تھی۔ جب میت لے کر وہ لوگ رات کے گیارہ بجے گھر پہنچے تو گھر محلے والوں اور رشتے داروں سے بھرا ہوا تھا۔ میت دیکھتے ہی کبرام بچ گیا۔ عورتوں کے ہرٹل میں سے کہیں سے نکل کر بری طرح روئی ۲۷ میں تازیانہ کر ڈاؤڈ سے لپٹ گیا۔

”یہ کیا کیا تمہارے ابو نے ڈاؤڈ یہ کیسا غم کر گئے ہمارے ساتھ وہ ہمیں چھوڑ کر چلے گئے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔“ ایک آدمی جس طرح رو رہی تھی وہی ڈاؤڈ کا کلیہ شوق کرنے کے لیے کافی تھا۔ اس پر مستزاد ان کو اوز خلیا گیا سفید دوپٹہ (ہمارے معاشرے کے فضول رسوم و رواج میں سے ایک رسم کہ یہ وہ ہو جانے والی عورت کی چوڑیاں توڑ کر اسے فوری طور پر سفید دوپٹہ اوزھا دیا جائے۔ حالانکہ جس عورت کے سر کا سنا بان ہر سکہ کا سا بھی زندگی بھر کا ہم سفر یوں بچے راستے میں چھوڑ کر چلا جائے تو سارے رنگ تو اس کے ساتھ ہی چلے جاتے ہیں۔ وہ تو خود ہی بد رنگ ہو جاتی ہے) ڈاؤڈ نے انہیں اپنے ساتھ لگا کر بھیج لیا۔ دوسری طرف سے زور سے روئی ہوئی حبلہ آ کر لپٹ گئی تھی۔ ڈاؤڈ جو ہاسٹل میں اپنے حواس کو بیٹھا تھا یوں ہلکتی ہوئی ماں لپٹ کر گئی کے لیے ایک دم ہاتھ منبوط ہو گیا کہ سارے سنا اپنے اٹھا تا لے لے تھے۔

”مجھے اب نہیں رونا مجھے خود کو سنبھالنا ہے۔ ابو کی جگہ اب مجھے ہی ان دونوں کا سہارا بننا ہے۔ یا اللہ مجھے امت دے یا اللہ مجھے حوصلہ دے.... مگر جب انہیں شوق سے کرکھن پہنایا گیا اور میت کا آخری ایوارڈ کے لیے ہوار سے سمیت رکھا گیا تو دستہ ہاتھوں پھٹا محسوس ہوا۔ نوسقطار کی صورت رخساروں پر بہ رہے تھے اور پھر وہ دل شکن مرحلہ آیا جب مسجد کو قبر میں اتارا جائے لگا تو ڈاؤڈ روئیں

تھنوں کے بل کر پڑا۔

”لو۔۔۔“ وہ تڑپ تڑپ کر رونے لگا۔ محمود چاچو اور انہیں پھاچو دائیں بائیں اسے اٹھانے آئے ان کے بھی آسو بہنے لگے تھے۔

”ڈاؤڈ حوصلہ کرنا بیٹا نکل پڑھو اس طرح تو تم انہیں تکلیف پہنچا رہے ہو۔ بہت نرم میرا بچہ تھو۔“ وہ نکل پڑھتا تھا تو گھبرا گیا مگر سسکتا بلکہ سب کو رولا گیا تھا۔

☆.....☆.....☆

دن گزرنے لگے۔ آہستہ آہستہ سارے رشتے دار واپس چلے گئے گھر میں سانا چھا گیا تھا۔ تازیانہ ہمت کر کے ڈاؤڈ کے پاس آئیں۔ وہ برآمدے کی کرسیوں پر سامنے گھلوں میں لگے پودوں پر نظر جمائے غم مگم بیٹھا تھا۔ وہ بھی ساتھ بیٹھ گئیں۔

”ڈاؤڈ بیٹا اب تم یونین شروع کر دو آخری سسٹر ہے تمہارا۔“ اس نے رونا گھما کر انہیں دیکھا اور یونین سر بلا دیا۔ ”لو اپنے ابو کی دکان بھی سنبھالو جا کر تھو دن سے بند۔“ ان کی اپنی آواز بھی بند ہوئی۔ اس نے ماں کا سر اپنے کندھے سے لگا لیا۔

”کل سے جاؤں گا امی آپ پریشان نہ ہوں۔“

”صبح ہر وقت روتی رہتی ہے۔ اسے سمجھاؤ اور یونین دینی جانے کے لیے بھی تیار کرو۔ میری تو نہیں سنتی۔“

”میں سمجھاتا ہوں امی میں جانتا ہوں اس کے پاس۔“ دو تازیانہ کو ساتھ لیے کچن میں چلا آیا۔ ”آپ چائے پکائیں میں اسے لے کر آتا ہوں۔“ وہ صندھ کے کمرے میں آیا تو دو سپاہ پڑھتی تھی اور آنسو گالوں پر رواں تھے۔

”اؤ بیوں۔ یہ تو کوئی طریقہ نہیں ہے قرآن پاک پڑھنے کا۔ یہ تو سخت ہے بوئی ہے۔ چلو منہ صاف کرو۔“

اس نے ہلکا پھلکا انداز اپنایا۔ صندھ کے آنسوؤں میں اور روئی آئی۔ ”تم فی الحال ایسا کرو سپاہ بند کر کے یہاں میرے پاس آ کر بیٹھو بعد میں آرام سے پڑھ لینا۔“ وہ جب چاہا اس کے کبے پر مل کر کے اس کے قریب آ کر

WWW.PAKSOCIETY.COM

”لوگوں کے جانے کا نام ہرگز نہیں کہہ سکتے تھے۔ وہ ہمارے ساتھ رہے۔“
 پھر ایسی اچانک جدائی لیکن پھر بھی ہمیں خود کو سنبھالنا
 ہے۔ اپنی امی کے لیے ہمیں خود کو مضبوط بنانا ہے۔ اور یاد
 ہمیشہ آتے رہیں گے۔ اب ہم انہیں اسی صورت خوش
 کر سکتے ہیں کہ وہ جو ہمیں بنانا چاہتے تھے وہ ہم بن کر
 دکھائیں۔ ہم حوصلہ کریں نور تارن روشن میں دلہن
 آئیں گے تو ہی امی بھی تامل ہو پائیں گی، ہر نہ سوچوان کی
 کیا کیفیت ہوگی۔ وہ اگر اپنا حوصلہ جمع کرتی بھی ہوں گی تو
 ہمیں دیکھ کر بھر سے بھر جاتی ہوں گی۔ اس لیے ابو کو یاد
 کرو لیکن جذبات کو اعتدال میں رکھ کر۔ میں امی سے
 جانے کا کہہ کر آیا ہوں۔ وہ تیار کر چکی ہوں گی چل کر
 ساتھ بیٹے ہیں اور معمول کی باتیں کرتے ہیں تاکہ زندگی
 کو تامل روشن میں لایا جاسکے۔ وہ اسے ساتھ لیے لاؤنگ
 میں آج جاں نازیہ چائے سمیت ان کی منتظر ہیں۔

☪.....☪.....☪

”داؤد ہارون بھائی اور عبید سے کرایہ تو لے آتے خود
 سے تو انہوں نے بھولا نہیں۔“
 ”خود سے کون بھولا ہے امی۔“ داؤد کے ہونٹوں پر
 افسردہ سی مسکراہٹ پھیلی تھی۔ وہ چھپے کی دونوں سے دکان
 جا رہا تھا اتنا مال تھا کتنے دن ملازموں پر بھروسہ کیا جاتا۔
 شام ہوو ہارون کے پاس پہنچا۔

”انگل میں ایچ کی اس لیے آیا ہوں.....“ وہ ہنسی سے
 ”رینٹ نہیں دیا آپ نے؟“

”رینٹ کون سا رہنڈ؟“ وہ بولیں چوٹے کی جیسے اس
 نے پتا نہیں کتنی غیر متوقع بات کر دی ہونان کے مدخل نے
 تو داؤد کو بھونچکا کر دیا تھا۔

”اس شاپ کا رینٹ انگل جو آپ ہر ماہ ابو کو دیتے
 تھے۔ وہ لینے آ رہی ہیں۔“

”تو تمہیں یہ علم ہی نہیں کہ مسعود بھائی نے یہ دکانیں
 کتنی دی ہیں۔ میں نے اور عبید بھائی نے یہ دونوں دکانیں
 ان سے خریدی ہیں۔“ داؤد ایک دم اٹھا۔

”یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں انکل۔ ایسا کب ہوا؟ ہمیں
 کیوں نہیں پتا؟“

”اب میں کیا کہہ سکتا ہوں کہ مسعود بھائی نے آپ
 لوگوں کو کیوں نہیں بتایا؟ ہوسکتا ہے پریشان نہ کرنا چاہتے
 ہوں۔ اصل میں کچھنے کچھ ماہ سے وہ بہت پریشان تھے۔
 لوگوں نے اصرار لے کر چھپے نہیں دیئے تھے۔ ان کا مال
 بھی پھنس گیا تھا اور وہ جو کچھ وہ دن میں بھگے بک کر دیا تھا
 اس کی اقساط بھی دینی تھیں کچھ اور مسائل بھی تھے تو وہ
 بہت پریشان تھے۔ انہوں نے یہ دکانیں بیچنے کا سوچا تو
 ہم دونوں سے مشورہ کیا کہ اگر ہم اعتراض ہیں تو خرید لیں
 ورنہ وہ کسی اور سے رابطہ کریں۔ میں نے اور عبید بھائی نے
 ان سے بات کی انہوں کا انتظام کیا اور یہ دکانیں خرید
 لیں۔“ انہوں نے تمام تفصیل سنا گاؤ کیا۔

”دونوں دکانیں بیچ دیں۔ ایسی بھی کیا ضرورت پڑتی
 تھی آخر؟“ داؤد کے کانوں میں سا میں سا میں ہور ہی تھی
 وہ کیسے مان لیتا جبکہ ابھی ڈھائی بیٹے خوشتر اس کی فیس
 دیتے ہوئے مسعود نے مسکرا کر بتایا تھا کہ وہ ہارون اور عبید
 سے کرایہ لے کر آئے ہیں ان کے پیسے ایک پارٹی کے
 پاس رکھے ہوئے ہیں۔ وہ جیسا انکل کے پاس آیا ان کے
 پاس بھی وہی کہانی تھی۔ وہ ماؤنٹ ہوتے زمانے کے ساتھ
 وہاں سے بھاگتا آیا تھا۔

☪.....☪.....☪

”ایسا کیسے ہوسکتا ہے چھوٹی چھوٹی بات پر مشورہ
 کرنے والے تمہارے اڑا تکی ہوگی دکانیں بھیر کسی سے
 مشورہ کیے کیسے بیچ سکتے ہیں۔ میں یہ مان ہی نہیں سکتی۔“
 ہاز پر تو بیچ بیچ چکرا گئی تھیں۔ داؤد ماں کو سب بتا کر ایک
 طرف سر پکڑے بیٹھا تھا۔ ”تم اپنے چاچو کو جاؤ انہیں
 ساری بات بتاؤ..... انہیں ساتھ لے جا کر ان دونوں سے
 بات کرنا۔“ نازیہ کے کہنے پر داؤد نے محمود چاچو کو فون
 کر کے ساری صورت حال سے آگاہ کیا۔ وہ خود آئے۔
 داؤد کے ساتھ وہ ہارون اور عبید سے ملے اور ان سے دکان
 کی خرید و فروخت سے متعلق تمام کاغذات دکھانے کا کہا۔

انہوں نے نہ صرف مطلوبہ کاغذات دھائے بلکہ گولہاں کو بھی پیش کیا جنہوں نے باقاعدہ گواہی دی کہ مسعود صاحب نے اپنی بیویوں کا نہیں باہروں اور بیویوں کو فروخت کر دی تھیں۔ اب اور کیا رو گیا تھا کہنے کو وہ چپ چاپ وہاں سے چلے آئے تھے۔ داؤد کا تو دل ہی نہیں مان رہا تھا کہ باہروں اور بیویوں کو بے ایمانی کر بھی سکتے ہیں۔ وہ جو مسعود کے مایکسڈنٹ کے بعد ہاسٹل میں اس کے ساتھ کھڑے تھے بلکہ تمام بھاگ دوڑ انہوں نے بھائیوں کی طرح ہی کی تھی۔ پر یہ صرف اس کی سوچ تھی دوسروں کی نہیں۔ محمود نے بہت پریشانی سے نازیہ سے پوچھا۔

”بھابی آپ کو کیا لگتا ہے مسعود بھائی کو کوئی ایسی ضرورت آن پڑی ہوگی کہ وہ انہیں بیچنے کی نوبت آئی ہو یا انہوں نے کتنا اور پیسہ انویسٹ کیا ہو؟“ نازیہ چونک عدت کی وجہ سے پردے میں تھیں تو محمود دروازے کے باہر کھڑے تھے اور وہ اندر کمرے سے جواب دینے کو دے رہی تھیں جو ان تک پہنچ رہا تھا۔

”نہیں..... انکس ہرگز ایسی کوئی ضرورت نہیں تھی ایک ایک دکان پچاس پچاس لاکھ کی ہے۔ انہیں ایک ساتھ اتنے پیسوں کی کیا ضرورت پیش آگئی تھی۔ وہ دونوں بے ایمان ہو گئے ہیں اور دونوں جھوٹ بول رہے ہیں۔“

”اب ہم یہ کیسے ثابت کر سکتے ہیں ان کے پاس حاصل کاغذات ہیں بلکہ گواہیاں بھی ہیں۔ اتنا بڑا اور منہبوا ثبوت کے ساتھ بولا گیا تو ہوت بھی سچ لگتا ہے۔ کیا ہاتا بھائی کو کوئی ایسی مجبوری درپیش ہوئی ہو کہ انہوں نے دکانیں سچ ہی دیں ہوں۔“

”وہ تو چھوٹی چھوٹی باتیں بھی گھرا کر بتاتے تھے۔ اتنی بڑی بات مجھے نہ تم لوگوں کو کسی کو بھی بتائے بغیر کیسے کر سکتے تھے۔ میں نہیں مان سکتی۔“ محمود بے بسی سے داؤد کو دیکھ کر کہنے لگے تھے۔

38 39

یہ بھی شہر تھا کہ ان کا آخری سہسز تھا۔ سو جیسے تیسے

ایگزیم دے کر ڈرائیج ہوا تو پورا دھیرا ان ایجنٹس کی دکان پر لگا یا کہ اب یہی آملن کا واحد ذریعہ رہ گیا تھا۔ مامون شنید اور داؤد نے ایک ساتھ چاب کے لیے اپلائی کیا تھا مگر چاب صرف مامون کو مل پائی تھی۔ شنید اپنے والد کے کمپیز سینئر کو نام دینے لگا۔ داؤد تو ایسے ہی اپنی دکان چلا رہا تھا۔ دکانوں کے موضوع پر تینوں کے درمیان بھی کوئی بات نہیں ہوتی تھی۔ وہ ایسے تھانے موضوع کو چھیڑتے ہی نہیں تھے دن گزر رہے تھے کہ اس دن نازیہ نے سکوت میں پتھر پھینکا۔

”داؤد تم سے ایک ضروری بات کرنی تھی۔“ اس نے شکر لگا ہوں سے انہیں دیکھا۔

”عمیلہ کا فون آیا تھا وہ شلایز کے لیے صبرہ کا رشتہ مانگ رہی ہے اور لاہور میں تم (نازیہ کا بھائی) بھی حازم کے لیے کہہ چکا ہے۔ میں تم سے مشورہ کرنا چاہتی ہوں کہ کون صبرہ کے لیے بہتر رہے گا؟“

”دونوں ہی بہت اچھے ہیں ای پھر بھی آپ جو زیادہ مناسب سمجھیں۔“

”دیکھو بیٹا بہترین طریقہ تو استخارہ ہے اور وہ میں ضرور کروں گی ویسے میں اس لیے شلایز کو پسند کروں گی کیونکہ حازم تو میرے بھائی کا بیٹا ہے اور میرے بھائی مجھ سے اپنا تعلق کسی بھی طرح نبھائیں گے ضرور لیکن تمہاری پھوپھی کا ہم سے شاید وہ تعلق نہ رہ پائے جو تمہارے ابو کی زندگی میں تھا انہیں تمہارے ابو کے حوائج سے اس رشتے کو مزید مضبوط بنانا ہے۔ انہیں خود سے جوڑے رکھنا ہے اور یہ نسبت اس سلسلے میں بہت اہم ثابت ہوگی۔“ داؤد نے بے اختیار حسین بھری نظروں سے ماں کو دیکھا جو اپنے مرتبے سے کچھ لڑاؤ پر جا کھڑی ہوئی تھیں۔

”ای..... اس سلسلے میں صبرہ کی رائے تو سب سے اہم ہے نا آپ دونوں پر پوزیشن کے سامنے رکھ کر اس کی رائے لیں۔“

”ہاں بالکل..... وہ میں ضرور لوں گی۔ پھر وہ جو بھی کہے گی وہ سنیں گی ہمیں بھی ہماروں کی۔“ نوری صبرہ نے سارا اختیار

سچی باتیں سچے لفظوں میں کہیں

حجاب کراچی

اولاد شہزادہ شاہ اولاد
سالگرہ نمبر ہونا

ہم نے یہ سب کچھ لکھا ہے کہ تم کو سب سے پہلے یہ بات پڑھنی چاہیے۔ یہ بات اگر تم کو پڑھنی چاہیے تو اسے پڑھنا چاہیے۔ یہ بات اگر تم کو پڑھنی چاہیے تو اسے پڑھنا چاہیے۔ یہ بات اگر تم کو پڑھنی چاہیے تو اسے پڑھنا چاہیے۔

ہم نے یہ سب کچھ لکھا ہے کہ تم کو سب سے پہلے یہ بات پڑھنی چاہیے۔ یہ بات اگر تم کو پڑھنی چاہیے تو اسے پڑھنا چاہیے۔ یہ بات اگر تم کو پڑھنی چاہیے تو اسے پڑھنا چاہیے۔ یہ بات اگر تم کو پڑھنی چاہیے تو اسے پڑھنا چاہیے۔

خوب صورت اشعار منتخب ناولوں
اور انٹرنیٹ پر دستیاب مستقل سلسلے

اور بہت سارے نئے نئے ناولوں اور کتابوں کے مطالعات

Info@hijab@gmail.com
info@amechah.com.pk
خسی بھی قسم کی شکایت کی
صورت میں
021-33620771/2
0300-8264242

"بچہ ہی دنوں میں رمضان شروع ہونے والے ہیں تو سب آجائے گی۔ اچھی فی شادی کے بعد پہلی بار رمضان آ رہے ہیں تو وہ آجائے گی کہ رہنے کے لیے"

"پتا نہیں مجھے تو کچھ علم نہیں۔" اس نے کندھے اچکا کر اپنی لامنی ظاہر کی ساتھیوں میں۔ "مواں آ گیا پھر دو دنوں چائے پینے اور اپنی باتوں میں ایسے مصروف ہونے کہ وہ تو وہاں ہوتے ہوتے بھی نہ ہونے کے برابر رہ گئی۔ پہلے ہی دو بڑی مشکل سے بات سے بات نکال رہی تھی۔ اب ان سے بھی گئی تو اٹھ کر باہر آ گئی۔ کتنا مشکل ہو گیا تھا اتنا دیکھنا اس سے مٹا اور اس سے بات کرے تو اور زیادہ مشکل! صرفہ کی شادی میں بھی کھویا کھویا کچھ صدمہ اور اس اتنے لوگوں میں جب کے لیے بہت مشکل تھا اس سے ملنا۔۔۔۔۔ بات کرتے پھر بھی وہ دو تین بار زبردستی اس کے سامنے جا کر اس سے مخاطب ہوتی تھی۔ وہ جواب میں اتنا کھپول اور بہانے سے اس کے سامنے سے ہٹ گیا تھا کہ وہ کتنی ہی دیر گفت کا شکار رہی تھی پر دل کے ہاتھوں لسی مجبور کہ۔۔۔۔۔ ابھی بھی وہ ڈرائی فرموں کے بہانے دو بارہ ڈرائنگ روم کی طرف آئی تو ہاتھوں کی تاواز پر باہر سے رک گئی۔

"امی نے تو کہہ دیا ہے کہ صرفہ کی عیسیٰ بھینجی ہے۔ نہ صرف صرفہ بلکہ شہزاد پھوپھو اور پھوپھو سب کے لیے سوت بھینجے ہیں۔ اب یہ کم از کم بھی کمروں تو چاہیے ہزار تک کا خرچہ ہے۔ وہ تو کہیں ای نے ڈال رہی ہیں جو صرفہ کی شادی میں کام آ سکیں۔ پر اس کے ہاتھ پیرے تو دینا ہیں نا۔ وہ ہزار روپے ہوتے ہیں گھر بھی چلانا ہوتا ہے۔ میں کیا کروں! جیسے یہ سب کچھ کروں۔ مجھے تو لگتا ہے میں باگل ہو جاؤں گا۔"

"رہیں بیار داؤ تو کیوں اتنی ٹینشن نے رہا ہے میں کس مرض کی دوا ہوں میرے پاس کم پیسے ہیں تو چاہیے چھوٹی سی ہزار لے لے لیں پریشان نہ ہو۔"

"کیوں لوں میں تجھ سے میں نے اس لیے بات نہیں کی تجھ سے نہیں تو صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ امی کو سمجھنا چاہیے کہ یہ سب صرف ہے۔ بلاوجہ کاغذوں خرچہ

جا کر بعد میں دسے آئیں گے۔ آج اگر نارغ ہو تو لے چو
مجھے بازار۔“

”دیکھتا ہوں امی۔“ وہ بچھے ہوئے انداز میں صوفے
پر بیٹھ گیا تھا۔ ہزیب نے بغور اس کے اترے ہوئے چہرے
کو دیکھا۔

”کیا بات ہے داؤد..... اتنے خاموش اور اس
کیوں ہو؟“

”کچھ نہیں امی ایسے ہی سست ہو رہا ہوں۔“
”ایسے تو نہیں..... یہاں تو میرے پاس ہلکے میں ہی
آجاتی ہوں۔“ وہ اس کے اٹھنے سے پہلے اس کے پاس
آئینہ نہیں۔“ تمہیں کیا لگتا ہے مجھے تمہاری مشکلات کا کوئی
ختم نہیں میں جان بوجھ کر تمہاری مشکلات بڑھاتی ہوں۔
تمہیں یاد پریشان کرتی ہوں۔“

”جیسی باتیں کر رہی ہیں امی۔“ وہ شرمندہ ہوا۔

”صحیح کہہ رہی ہوں بیٹا کیا کروں۔ صہبہ کی شادی
کے بعد کبھی غیب ہے کچھا ہتمام کر لیا جائے تو اور کچھ نہیں
ان کا سر فخر سے ہند ہو جائے گا۔ ہازرے معاشرے میں
لڑکیوں کے حوالے سے کچھ ایسے رسوم و رواج فروغ
پائے ہیں جو سوائے ان کے والدین کی مشکلات
بڑھانے کے کوئی اچھائی نہیں کر رہے یہ عیدری دینے کی
زم بھی انہی کا حصہ ہے۔ میں نہیں چاہتی میری صہبہ کو
کوئی بات سننے کو لے اور اسے اپنے ابو کی کمی محسوس ہو۔
اس کا یہ بھی مطلب نہیں کہ میں تمہیں پریشان کروں۔“
آخر میں ان کا انداز خود کھائی کا سا ہو گیا۔

”پلیز امی..... ڈونٹ ڈری۔“

”تو پھر تم کیوں اتنے مر جھائے ہوئے ہو؟“

”بس بچہ کی امی ایک بات پوچھوں پھونپو تو ہماری
لڑکی ہیں پتا اگر ہم یہ سب نہ کریں تو کیا وہ بھی صہبہ کو
بٹھنے دے گی۔“

”شاید..... ویسے میں ایسی نوبت آنے نہیں دیتا
چاہتی کہ انہوں کو بھی قاتلانہ کی کسوٹی پر کھنا پڑے۔ یہ
کبھی صہبہ سے صہبہ کا اپنے بہنوں میں یہ کبھی ہو جائے

حالانکہ ہمارے دین میں ان فضول رسومات کا کوئی ذکر ہی
نہیں نہ ان سے معاشرے میں ہند مقام ملتا ہے بس
دوسروں کی دیکھا دیکھی بلاوجہ کے اخراجات کے بوجھ
سے مرانے کے لیے اذیت کا سامان تیار کر دو۔ رسومات کی
فرائض کے لیے اپنی ضرورت سے زائد بوجھ اٹھا کر چلے
سولی چڑھ جائے۔ یہ رسومات ضرور پوری ہونی چاہئیں۔“
وہ پھٹ پڑا تھا۔ اس کے لہجے کی ساری مٹی جبہ کو اپنے اندر
اترتی محسوس ہوئی۔ اسے اس کی خاموشی کا سبب پتا چل گیا
تھا۔ وہ وہاں سے بوجھل دل کے ساتھ پھٹ گئی تھی۔



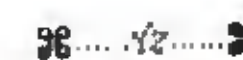
عید کے باں ایک ساتھ دو خوش خبریاں آئی تھیں۔
ایک تو جنیور کی بیٹی کی پیدائش اور دوسرے شنید کی جاب کا
مل جانا۔ انہوں نے اس خوشی کو سلیمینت کرنے کے
لیے چھوٹی سی تقریب منعقد کی تھی۔ سب ہی گئے تھے۔
ہارون کی بھی ساری شہلی تھی۔ واپس پر راجہ نے ہارون کو
مجا طلب کیا۔

”یہ جنیور کی بیٹی آپ کو ٹھیک لگ رہی تھی۔ میرا مطلب
بچہ بڑا؟“

”کیا مطلب؟“ وہ حیران ہوئے۔ ”ٹھیک ہی تھی۔“
”بہت زیادہ رو رہی تھی۔ ٹھوٹا بیچے اتنا تو
نہیں روتے؟“

”مجھے تو کوئی اندازہ نہیں ان بارے میں۔“ ہارون
نے اپنی اعلیٰ کا اعتراف کیا۔

”بولسکا ہے کوئی تکلیف ہو۔“ راجہ نے قیاس آرائی
کی۔ آج ان دونوں نے مومن کے لیے پرینے کے
رشتے کی خواہش کا ذکر بھی کیا تھا۔ عید نورانی نے
اس پر خوشی کا اظہار کیا تھا۔ یعنی رشتہ طے تھا بس رہی باتیں
ہونی تھی۔

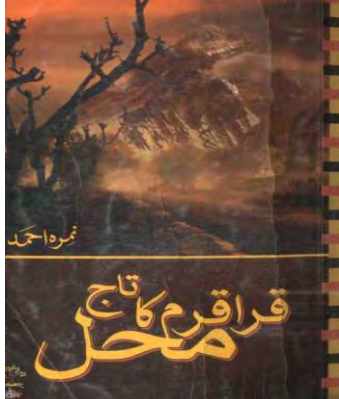
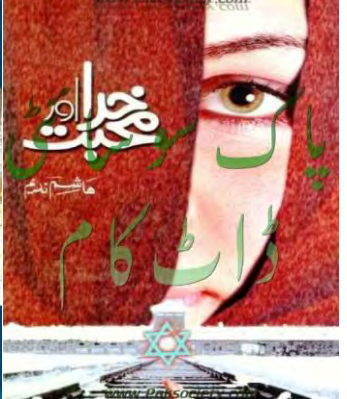
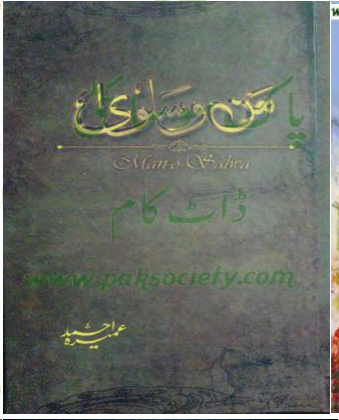
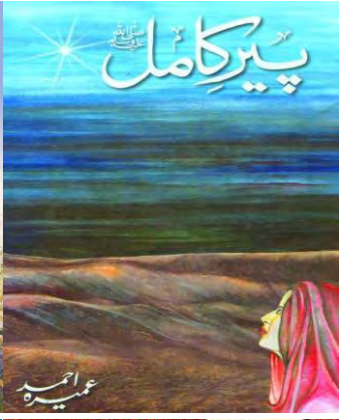
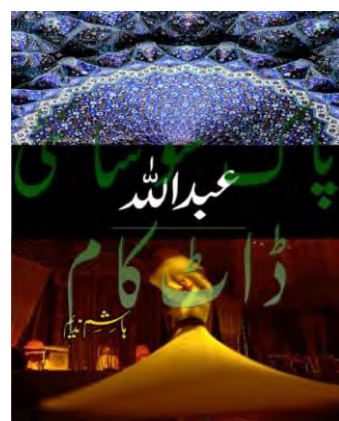
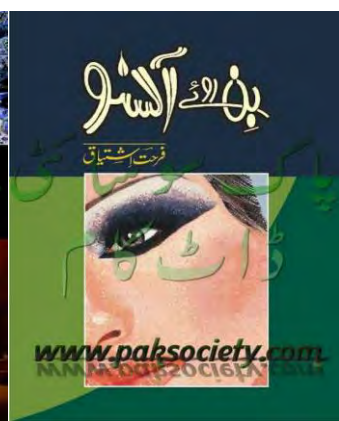
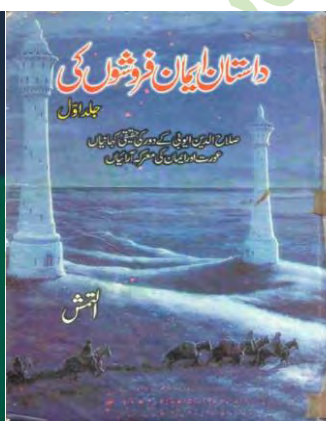
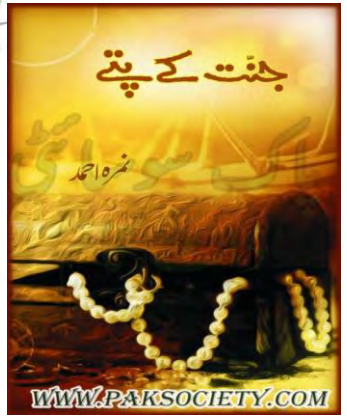


”داؤد جیوں کا انتظام ہوا؟“

”جی امی یہ بس۔“ اس نے رقم ان کے حوالے کی۔

”اب میں بے لگہر ہو کر شاپنگ کر لوں گی۔ تم اور میں۔“

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-



آگے کا اللہ مالک ہے۔ وہ پیسے رکھنے اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ اسی اثنا میں کال بیل کی آواز آئی تو وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

نازیہ کمرے سے باہر آئیں تو ہمسایہ شادیز اور سہد کو لاؤنج میں کھڑے دیکھ کر اپنی جگہ پر جمتی گئیں۔

"اے کیا ہوا بھائی ہمیں دیکھ کر بہت حیرت ہوئی ہے کیا؟" ہمسایہ آگے بڑھ کر ان سے پتہ لیں۔

"تم لوگ اتنے اچانک نااطلاخ تلفون....."

"بس دل چاہتا ہے کواٹھ کرتا ہے۔ کیوں کیا اجازت لے کر آنا چاہیے تھا؟" ہمسایہ مصنوعی ماز بھنگتی سے بولیں۔

"ابازت کیوں تمہارا اپنا گھر ہے جہ جہ آؤ۔" سب سے مل کر تسلی سے بیٹھے تو ہمسایہ نے صہد سے کہا۔

"جاؤ۔۔۔۔۔ بھائی اور آؤ کے گلشن لے کر آؤ۔"

"ہیں..... میں کیسے گلشن..... پاگل تو نہیں ہوئی ہو۔"

"عید کے گلشن اور کیسے گلشن..... رمضان شروع ہو گئے تو آیا نہیں جائے گا۔ اس لیے میں نے سوچا ہم

پیسے ہی دو آتے ہیں۔ پچھلے رمضان اور عید بھائی کی وجہ سے..... ان کی آواز بھینک گئی۔ نازیہ کا دل تو پہلے ہی ہلکی سی نہیں کا متھر رہا کرتا تھا ان کے تانے باندھنے کے۔ صہد جو

بیگ لے کر آ چکی تھی۔ نازیہ سے پتہ لئی۔ شادیز نے اٹھ کر ان دونوں کے سر چھتھائے اور انکس انگ کیا۔ کافی دیر

گئی تھی سب کو یوں ہوتے ہوئے۔ شادیز نے خود بیگ کھول کر سامان نکال کر بھیل پر رکھا اور اس میں سے ناؤد کے

کے لیے لائے گئے سوٹ جو تے اور پریو جرائنگ کر کے اس کے حوالے کیے۔

"گلشن یاد۔" وہ اٹھ کر اس کے گلے لگا۔ نازیہ کے لیے بھی کپڑے جو تے اور پرس و دیگر سامان تھا۔

"ہمسایہ تم نے تو مجھے شرمندہ ہی کر دیا۔ یہ سب تو میں لانے والی تھی تم سب کے لیے۔"

"ہرگز نہیں مائی! مومن زندہ بھی ہوتے ہیں تب بھی آپ کو یہ سب نہ کہنے دیتا۔ صہد نے جیبری لہجے میں

کہا۔ اس کی عید کی شاپنگ بھی تو میری ذمہ داری ہے۔ میں اسے ساتھ لے کر جاؤں گا اور جو کچھ اس کو پسند ہو گا وہ سب دلاؤں گا اور سر پر اتزیہ کہ ہم عید بھی یہاں آپ کے ساتھ کریں گے۔ محمود مومن بھی ہمیں آجا میں گے تو ہم سب مل کر عید کو اچھائے کریں گے۔ ان شام اللہ۔"

"بہت خوشی سے آؤ..... سہرا لکھوں ہر۔۔۔ مگر یہ سب بہت زیادتی ہے۔" نازیہ نے سامان کی طرف اشارہ کیا۔

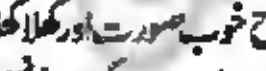
"کوئی زیادتی نہیں۔ یہ تو میرے بچھے کا حق ہے۔ چھوٹی ہی عمر میں اتنی بڑی ذمہ داری اٹھانے سے اس کا

حال تو دیکھیں کیا ہو گیا کتنا کمزور ہو گیا ہے۔ ایسے لگتا ہے جیسے کوئی پھول پورا کھلنے سے پہلے مر چکا ہے۔" انہوں نے ناؤد کو سراپے ساتھ لگا کر چوما۔ شادیز کھٹکھٹا کر ہنسنا۔

"دوئے ہوئے پھول..... ائی یہ لفظ تو لڑکیوں کے لیے استعمال ہوتا ہے آئی تھنک۔"

"لڑکیوں نے کیا اس لفظ پر قبضہ کر لیا ہے۔ میرا بچہ کسی پھول کی طرح خوب صورت اور کھلا کھلا ہے۔ بس آج کچھ ملایا ہوا ہے پر میں مزید کھلانے نہیں دوں گی۔"

انہوں نے صرف یہ نہیں کر کے رکھا تھا۔ تھائی میں ناؤد کو پانچ لاکھ کا چیک دیا کہ وہ دکان میں سامان ڈلوائے۔ اس نے احتجاج کرنے کی بہت کوشش کی مگر انہوں نے روک دیا۔ "یہ پھوپھو..... بچھو کی آپس کی بات ہے۔"

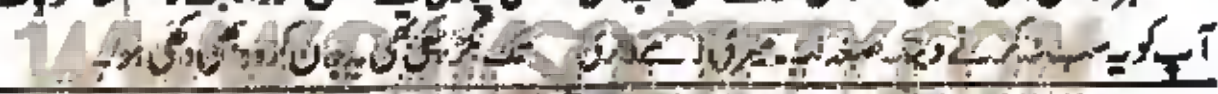


اس دن ناؤد مومن سے ملنے گیا تو وہ پریشان دکھائی دیا۔ شمعون کے ہایت میں پچھلے دنوں بہت تکلیف رہی تھی۔ نہ کھانے پر پتا چلا کہ ہیٹ کے اندر کئی من گئی سے جو

دن بدن بڑھتی جا رہی ہے اور وہ بھی کر رہی ہے۔ ڈاکٹر نے اس کے کچھ ٹیسٹ لیے تھے اور جب ٹیسٹ کی رپورٹ آئی تو ان کا پورا گھر ٹن کر رہ گیا تھا۔ اسے

praktisavviki (کنسر) تھا۔ ڈاکٹر نے انکس فونازا سے

metologasi سے ملنے کی ہدایت کی تھی۔ ناؤد کو شمعون کی بیماری کے متعلق تو ذرا بہت تو علم تھا مگر بات اس حد تک بڑھ چکی تھی یہ جان کر وہ بھی دنگی ہو گیا۔



اور غم کی شدت سے ہارون جب اور علیہ کی جو حالت تھی سو
 تھی پر راجو کا ہما حال تھا۔ کتنے دن سے ایک خوف اپنے
 شکبے میں لیے ہوئے تھا اور وہ سچ ہو کر سامنے آ گیا تھا۔
 بائے ان کا لالہ ان کا چھوٹا سا شمعون بنے اور لیٹر بھی حمل
 کرنا نصیب نہ ہوا۔ بس ایک مامون تھا جو پتا نہیں کیسے خود
 پر قابو پائے ہوئے سب سے بہتر کنڈیشن میں نظر آتا اور نہ
 وہ تو پور وقت بھائی کے ساتھ ہوتا تھا۔ اس کی ہر تکلیف اس
 نے دیکھی تھی۔ پھر بھی اس کا اتنا حوصلہ دکھانا قابل ہوا تھا۔
 داؤد اور شنید ہر لمحہ ہر آن اس کے ساتھ تھا سے تسلیم دیتے
 اس کا حوصلہ بڑھاتے مگر اندر سے وہ کتنا لا مشرب تھا اس
 کے انصاف اتنے منتشر تھے کہ شمعون کے انتقال کے
 آٹھویں دن اس کا بہت شدید ایکسٹینٹ ہوا۔ اتنا شدید
 کہ جان کے لالے بڑ گئے تھے۔ ہارون تو شمعون کا ہم
 بھول کر زندہ بیٹے کی سلامتی کی خیر مانگنے لگے۔ مامون کی
 ایک ٹانگ اور ایک بازو بہت مائل ہوئے تھے۔ انتہائی
 دکھ کے دنوں میں یہاں پریشانی آتی تھی کہ حقیقت میں
 شمعون کا دکھ چکا ہو گیا تھا۔ پھر وہ ٹھیک تو ہو گیا مگر اس کی
 ٹانگ میں فرق آ گیا تھا۔ وہ بہت خاموش ہو گیا تھا۔ داؤد
 اور شنید آتے اس سے گپ شب گپ کر اس کا مؤذہ لے لے کر
 بہت کوشش کرتے مگر اس کی چپ نہیں توڑتی تھی۔ اس
 وقت بھی خاموشی سے آنکھیں بند کیے لیٹا ہوا تھا کہ فون
 کی بیل بجی ہوئی تھی۔ اس نے بیدار ہو کر اٹھا۔ داؤد
 کا ہاتھ ہوتا تھا۔

"ہاں داؤد۔"

"یار مامون غضب ہو گیا شنید و کسی نے اغوا
 کر لیا ہے۔"

"کیا...؟" وہ چلا یا۔ "کیا کہہ رہا ہے تو؟"

"ہاں سچ کہہ رہا ہوں تو انگل سے پوچھ لے۔ وہ تو
 کل سے ہی غائب ہے۔ سب ہی تلاش کر رہے تھے کہ
 آج انگل حبیب کے پاس اغوا شدگان کا فون آیا ہے۔ وہ
 ایک نمبر روپے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔"

"ایف کروڑ؟" مامون کی تو آواز ہی گلے میں

oncologist نے کچھ اور ٹیسٹ کروائے۔ ان کی
 رپورٹس آنے کے بعد اس کا علاج تجویز کیا گیا کہ پہلے
 ریڈیو تھراپی ہوگی تاکہ گومز کا سائز چھوٹا کیا جاسکے۔ پھر
 آپریشن سے اسے ریموو کر کے فوری کیمو تھراپی شروع
 کر دی جائے گی۔ مودل کڑا کر کے یہ سخت ترین علاج
 شروع کر دیا گیا۔ یہ سب مراحل اتنے اذیت ناک تھے
 کہ شمعون کا تو جو حال ہو رہا تھا اس سے بھی ہما حال اس
 کی ٹیمپلی کا ہو رہا تھا۔ وہ سب سے چھوٹا سب کا لالہ
 شمعون جسے گمر میں کبھی کسی نے جھڑکا تک نہ تھا۔ آج
 اسے تکلیف وہ علاج سے گزر رہا تھا اور وہ سوائے اسے
 تکلیف میں دیکھ کر دعا کرنے کے کچھ اور نہیں کر سکتے
 تھے۔ علیہ اپنے ڈاکٹر ہسپتال کے ساتھ ہاسپٹل میں ہی
 اس کے پاس رگ گئی تھی مگر ظاہر ہے کب تک پہنچی کیمو
 تھراپی کے بعد وہ واپس چلی گئی تھی۔ فون پر اب تک مسلسل
 رابطے میں رہتی تھی۔ کیمو تھراپی کے 16 سیشنوں کے بعد
 انہوں کا زہر کٹنے والا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ ساتھ ہی بہت
 تیز بخار بھی ہو گیا تھا۔ علیہ نے مامون کو سب سمجھایا تھا
 کہ کیا کیا سائیز اور فنز E.Nuclein ہو سکتے ہیں۔ اس لیے
 اس نے پہلے ہی میڈیا اور جہ کو بہلا پھسلا کر گھر بھجو دیا
 تھا۔ داؤد اور شنید بھی آگئے تھے اپنی ساری رات ان کے
 ساتھ ہی رہے تھے۔ مامون نے آفس سے پھنکی رہی تھی
 اور شمعون کے پاس دو دن ہاسپٹل میں ہی رکا رہا تھا۔
 تیسرے دن اسے اپنی کیمو تھراپی کے لیے ریویز کر دیا گیا
 تھا۔ دوسری کیمو تھراپی کے بعد شمعون کے سارے بال اتر
 گئے تھے اور وہ خود بھی بہت کمزور ہو گیا تھا۔ تیسری
 کیمو تھراپی کے بعد اس کی طبیعت بہت خراب رہنے لگی تھی
 اور ڈاکٹر نے آٹھ کیمو تھراپی کی تھیں۔ چوتھی کیمو تھراپی کے
 لیے تو اس کی حالت ہی گھبراہٹ میں تھی۔ علیہ بھی آتی تھی
 اور شمعون کے ڈاکٹر سے مل کر تو اس کی اپنی حالت خراب
 ہوئی تھی۔ پھر وہی ہوا جس کے خوف سے علیہ کی حالت
 خیر ہوئی تھی۔ وہ چوتھی کیمو تھراپی کے سائیز آٹھ کلس
 برداشت نہ کرتے ہوئے جان کی بازی ہار گیا۔ صدمے

شادی کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ہر چند کہ سب نے ہی اس کو سمجھایا مگر وہ اپنی خند سے پیچھے ہٹنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ پریزے اپنی تعلیم مکمل کر کے پاکستان آ چکی تھی اور بارون، مامون اور حبیب کے فرائض سے فارغ ہو جانا چاہتے تھے مگر اس سے پہلے کہ وہ حبیب کے لیے کسی رشتے پر غور کرتے مامون نے یہ نیا شوشہ چھوڑ کر معاملے کو مزید گھمبیر کر دیا تھا۔

داؤد کو بہت اچھی جا بیل گئی تھی اور وہ بہت خوش تھا۔ اس نے ہازیرہ سے حبیب کے لیے بات کی اور کچھ کچھ معاملہ سمجھ چکی تھیں سو فوراً راضی ہو گئیں۔ انہوں نے شمیلا اور محمود کی بیوی مرثیہ کو بلایا اور انہیں لے کر بارون کے پاس گئیں تو وہاں جا کر بتا چکا کہ بارون کا پرانا وندہ دار ملازم ان کا نہ صرف پیش بلکہ مکان کی بڑی بڑی قیمتی چیزیں لے کر گئیں فرار ہو گیا تھا اور اتنے نقصان پر بارون کو ہارت ایک ہو گیا تھا۔ مامون اور راجا انہیں ہاتھ لے کر گئے ہوئے تھے اور گھر میں صرف حبیب ہی تھی۔ اس سے کیا بات کی جانی۔ سو وہ دوبارہ آنے کا کہہ کر چلی آئیں۔ بہر حال شمیلا اور مرثیہ کو جب بہت پسند آئی تھی۔

”اب کیسی طبیعت ہے آپ کی انکل؟“ داؤد نے بارون سے ہاتھ ملا یا اور پاس رکھے صوفے پر بیٹھ گیا۔ وہ بارون کی طبیعت پوچھنے کے لیے آیا تھا۔ وہاں عیبہ اور پریزے بھی موجود تھے۔ داؤد خوشدلی سے ان سے بھی ملا۔

بارون اور عیبہ نے اسے لو کر کئی مل جانے کی مبارکباد دی اور اس سے ملازمت سے متعلق تفصیلات پوچھنے لگے۔ اس دوران حبیب چائے لے آئی تھی۔ داؤد نے چند نظروں سے اسے دیکھا وہ بہت چمکی ہوئی کمزور اور نڈھال دکھائی دے رہی تھی۔ داؤد کے دل کو کچھ ہوا اسی لمحے مامون اندر آیا تھا۔ داؤد سے مل کر وہ اس کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔ داؤد نے نوٹ کیا وہ پریزے سے دانستہ نظریں

پھنس گئی۔
”مجھے جنید بھائی نے بتایا، میں ابھی جا رہی ہوں تو بھی دعا کر شنید خیریت سے گھر آجائے۔“
”اللہ رحم کرے۔“ مامون نے فون ڈھینے ہاتھوں سے اپنے برابر رکھا اور خود اپنے دوست کے لیے بخود دعا ہو گیا۔
اپنے رجم پروردگار سے اس کی زندگی کی بھیک مانگنے لگا۔

”ایک کروڑ روپے“ عیبہ کو تو شنیدے پیسے آنے لگے۔ جنید الگ پتھر لیا سا کھڑا تھا۔ بارون اتنے میں آن پہنچے تھے۔
”عیبہ تم سے کچھ کہتا ہے مجھے۔“
”ہاں کہو؟“

”وہ کھواب تو میرے پاس بھی اتنی رقم نہیں ہے کہ میں تمہاری مناسب حد کر سکوں پھر بھی جو ہیں دو لے آ رہوں۔“
”مجھے اچھی طرح سے معلوم ہے کہ تم خود کتنی پریشانی سے گزر رہے ہو۔“ عیبہ نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر تسلی دی۔

”کب یہی ہو سکتا ہے کہ تم اپنی دکان کو دو، میرے سامنے کواٹھی بلکہ دکان کی ضرورت ہے۔ سو فوراً خرید لے گا۔ ہائی رقم کا بھی ملن شاء اللہ کچھ نہ کچھ ہو ہی جائے گا۔ اپنے بچے کی زندگی سے زیادہ اہم تو کچھ بھی نہیں۔“

عیبہ نے دکھ سے جلتی سانس سینے سے خارج کی اور اثبات میں سر بلایا۔ دکان میں زیور ہے تو بلکہ خرابی لاکھ جمع ہوئے۔ ان میں بھی دس لاکھ بارون نے اور پانچ لاکھ داؤد نے دیئے تھے۔ صد شکر کہ انوائسٹنگان کو کچھ جمنا ہی گیا کہ وہ اسی لاکھ پر ہی مان گئے اور شنید بخیریت گھر آ گیا۔ پرایک بد لے ہوئے شنید کے روپ میں جو بننا پلانا بھول ہی گیا تھا۔

مامون نے ہاتھ کے تھکن کی وجہ سے پریزے سے کہا کہ وہ اپنے گھر آ جائے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

2016

2016

2016

”آؤ میرے کمرے میں چلتے ہیں۔“ اور ابھی دو دنوں ٹھیک سے بیٹھے بھی نہ پائے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

”کون..... آ جاؤ۔“ ماسون نے زور سے کہا۔

دروازہ کھلا اور پریزے اندر داخل ہوئی۔ غیر متوقع طور پر اسے دیکھ کر ماسون کا منہ کھٹے کا کھٹارہ گیا تھا۔

”کیوں بہت حیرت ہوئی ہے مجھے دیکھ کر... کیا مجھے نہیں آنا چاہیے تھا؟“ وہ چیختے ہوئے لہجے میں ماسون کے قریب آ کر اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔ ماسون نے بے ساختہ نظریں چرائیں۔

”نہیں مجھے کیوں حیرت ہوئی؟ آؤ بیٹھو۔“

”نہیں یہاں بیٹھے نہیں کچھ باتیں کرنے آئی ہوں۔“ وہ کھنٹھ ہوا سے گلے بڑھنے لگی۔

”میں چلتا ہوں پھر آؤں گا۔“ داؤد کو منہ سنب نہیں لگا کہ وہ ان کی ذاتی باتوں میں تیسرا فریق بن کر بیٹھا ہے تو وہ اٹھ گیا۔ ماسون نے اس کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے نکال دیا۔

”ایسا کچھ نہیں جو تم سے چھپا ہوا ہے۔“ بیٹھ جیب کر کے..... جی؟“ وہ پریزے کی طرف مڑا جو ابھی تک کھڑی تھی۔ واؤڈ نے ہاتھ سے کاؤچ کی طرف اشارہ کیا۔

”پلیز آپ بیٹھ جائیں پھر آرام سے بات کریں۔“

”نہیں آرام تو اب میری زندگی میں کبھی رہا ہی نہیں۔ آپ کے دوست نے یہ لفظ میری زندگی سے

خارج کر دیا ہے۔“ اس نے ہاتھ سے ماسون کی طرف اشارہ کیا۔ ”پہلے زبردستی میرے تانے کیچھے پکڑ پکڑ کر اپنی

طرف متوجہ کر کے اپنی محبت میں جکلا کیا اور پھر اتنے آرام سے نکال کر دیا۔“ جیسے کسی کوئی فرق ہی نہ پڑتا ہو۔ اس کی

آواز میں لرزش اتر آئی۔ ”کتنا آسان ہے مردوں کے لیے کسی لڑکی سے محبت کرنا پھر اسے پھوڑ دینا لیکن ہم

عورتوں کے لیے یہ موت ہے۔ ساری زندگی کا روک بن جاتی ہے یہ محبت اسی لیے تو کہا جاتا ہے کہ محبت مرد کی زندگی کا ایک حصہ ہوتی ہے اور عورت کی پوری زندگی۔“

جہاں پھولوں کو کھلتا تھا

جہاں پھولوں کو کھلتا تھا وہیں کھلتے تو اچھا تھا

تمہی کو ہم نے چاہا تھا تم ہی بننے تو اچھا تھا

کوئی آ کر ہمیں پوچھے تمہیں کیسے بھلایا ہے

تمہارے خط کو جتنوں سے شب فہم میں جلا یا ہے

تم ہی کو ہم نے چاہا تھا تم ہی بننے تو اچھا تھا

بڑاوں زخم ایسے ہیں اگر ملتے تو اچھا تھا

تمہیں جتنا بھلایا ہے تمہاری یاد آتی ہے

بہار تو جو آئی ہے خوشبو لاتی ہے

تمہارے لب میری خاطر بٹتے تو اچھا تھا

تم ہی کو ہم نے چاہا تھا تم ہی بننے تو اچھا تھا

ملا ہے لطف بھی ہم کو جن یادوں کے جھلمل میں

کئی ہے زندگی تمہارے بن کر آتی سی ہے

اگر آتے تو اچھا تھا اگر ملتے تو اچھا تھا

تم ہی کو ہم نے چاہا تھا تم ہی بننے تو اچھا تھا

جی کنول خان..... موی نیل

لرزش اس کی آواز سے اس کے وجود میں منتقل ہو گئی تھی۔ واؤڈ بخود تھا اور ماسون وہ بے ساختہ آگے بڑھ کر پریزے کے پاس کھڑا ہوا۔

”یہ محبت ہی تھی جس نے یہ انکار کر دیا ہے..... جب تک میں ٹھیک تھا اپنی پوری توجہ اور محبت تمہیں دیتا رہا

لیکن اب میں کھل گیا رہا نکلنا ہو گیا ہوں۔ ایک نکلنے کے ساتھ چلتے میں تم شرم محسوس نہیں کر دوں گی۔“

”نہیں..... کبھی نہیں۔“ وہ جی اٹھی۔

”دیکھو..... ایسوشل مت بنو۔“

”ہنوں کی جینس میں ہوں اموشل اور میں اموشل ہی رہنا چاہتی ہوں۔ مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا

اگر تمہاری ٹانگ میں کوئی فرق آیا بھی ہے تو۔۔۔ اگر دل میں فرق آتا تو میں بھی چل کر تمہارے پاس نہ آتی۔ دن میں جذبات میں فرق نہیں آتا چاہیے۔

جسمانی کمی بیشی کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔“ وہ ایک ایک

لفظ پر زور دے کر بولی۔ مامون سنی ہی دیر استہ دیکھتا رہا۔ پھر ہلکا سا مسکرایا۔ "تمہیں تو دیکھنا چاہیے تھا۔ بہت اچھا آرگومنٹ کرتی ہو۔"

"ہاں مگر اپنے لیے صرف دوسروں کے لیے ہونا مجھے نہیں آتا۔"

"دوسروں کو فی الحال تمہاری ضرورت نہیں ہے۔ وہ اپنے لیے خود بولی سکتے ہیں۔" مامون نے اسے چڑایا اور وہ جو بہت سنجیدہ مگزی بھی سچ چڑ گئی۔

"تو بولتے کیوں نہیں؟"

"داؤد کے سامنے ہی بولیوں دوں۔" وہ اتنی محسوسیت اور پچاری سے بولا کہ داؤد کو کوئی چھپانے کے لیے تیزی سے اٹھ کر باہر آتا پڑا۔ بس اتنی ہولی نظر پر یز سے پر پڑی تھی جس کا چہرہ مامون کی بات پر قدحاری انار کی طرح سرخ ہو گیا تھا۔ وہ اجازت لینے کے لیے پارکنگ کے پاس آیا جہاں حد بیٹھی اٹھیں دو امیں کھلا رہی تھی۔ اس نے حیرت سے داؤد کے مسکراتے چہرے کو دیکھا۔ وہ باہر اپنی گاڑی کے پاس آیا ہی تھا کہ جب مامون اور پر یز سے کو اپنی طرف آتا دیکھ کر دک گیا۔

"کیوں اتنی جلدی جا رہا ہے؟"

"بس چلوں امی نے گروہری کا سہان لینا ہے تو انہیں لے کر جاؤں گا۔ ان کا فون بھی آچکا ہے۔"

"اسم تو تم سے ٹریٹ لینے کے لیے آئے ہیں۔"

"چلو ان ہے۔ تم لوگ دن اور نام طے کر کے مجھے بتا دو۔"

"اوکے پھر میں تجھے فون پر بتا دوں گا۔"

"اوکے اللہ حافظ۔"

"باقی دلو سے مسز مامون یہ پر یز کے سرف ایک بار کہہ دینے سے تمہارا انکار اقرار میں بدل گیا تو اتہ کمزور سا انکار کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ جس کے لیے خود کا دل بھی راضی نہیں تھا۔" اس وقت داؤد اور مامون بیٹنی فرصت میں بیٹھے تھے۔ جب باقیوں باقیوں میں داؤد نے

مامون کو آڑ سے ہاتھوں لیا۔ مامون نے اختیار کھنکھلا کر ہنس دیا۔

"دل تو واقعی راضی نہیں تھا مگر میں پر یز کے کو یہ گلٹ نہیں دینا چاہتا تھا کہ اس کا شوہر لنگڑا کر چلتا ہے۔ میں نے سنی سے ہی انکار کیا تھا اور اس پر قائم بھی تھا پر اس کے ایک جیسے نے مجھے جیسے ہاتھ مار دیا۔"

"ایک جیسے نے کون سے جیسے نے؟" داؤد نے یاد کرنے کی کوشش کی۔

"یہ کہ محبت مرد کی زندگی کا صرف ایک حصہ ہوتی ہے اور عورت کی پوری زندگی بن جاتی ہے۔ ان ایک جیسے نے وہ بحر جاری کیا کہ میں مزید اپنی بات پر قائم ہی نہیں رہا۔ ایک تو اس کی محبت کی شدت جس نے مجھے بہت متاثر کیا۔ دوسرے میں اسے اتنا چاہتا ہوں کہ مرد کی عورت سے اتنی محبت کرتا ہے کہ اسے اپنی زندگی سمجھ لیتا ہے میں نے تو اتنا بھی اس کی محبت میں ہی کیا تھا اسے دکھ سے بچانے کے لیے لیکن جب وہ خود دل سے تارو ہے تو میں خود کو محروم کیوں رکھوں تو بس میں بھی مان گیا۔"

"بہت بہترین فیصلہ ہے تمہارا۔ ورنہ دوسری صورت میں تم بھی وہی رہتے اور وہ تھی۔" داؤد نے غلوں سے مامون کا ہاتھ دیا۔ مامون سرشاری سے مسکرایا۔ اتنے دکھوں کے بعد ملنے والی خوشی کی قدر کوئی اس سے پوچھتا۔

"مجھے تم سے کچھ اور بھی کہنا ہے۔" داؤد نے کچھ دیر بعد مامون کو مخاطب کیا تو اس کے لہجے میں ہلکے محسوس کر کے دوچکا۔

"ہاں کہنا کیا کہتا ہے؟"

"اُمی تمہارے گھر آتا چاہ رہی ہیں۔"

"ہیں یہ کہنا تھا تو نے؟" مامون بکا بکا رہ گیا۔

"بیس یا میرا مطلب ہے میرے لیے۔"

میرے اور حبیہ کے پر پوزل کے لیے دراصل وہ اس دن بھی اسی لیے آئی تھیں لیکن انگل باسپلا تڑو تھے تو واپس چلی گئیں۔ اس نے تھک کر بات کی تو مامون کھلکھلا کر ہنس دیا۔

”پارہ اوڈو تو نے تو لڑکیوں کو بھی مت کر دیا۔ حد ہوگی یا نہ میرے لیے اس سے بڑھ کر خوشی کی کیا بات ہوگی کہ میرا بہترین دوست میرا بہنوئی بنے۔ تو نتیجہ آئی کو پھر بات کریں گے۔“ وہ کوئی بے خوف تو نہیں تھا کہ ان دونوں کے ذہلے کچھ پیچھے جذبات کو جان نہ پاتا اور داؤد جیسا پیر لڑکا جس کو وقت نے آزمائش کی بھٹی میں تپا کر تراش کر حریہ چکا دیا تھا ماسون بہت خوش تھا۔

جنید بھائی کی پہلی بیٹی ایب نارل ہی تھی لوزاب ایک اور بیٹی پیدا ہوئی وہ ایب نارل تو نہیں مگر اس کا پیرہ ایک طرف سے ملے ہوئے پیرے کی طرح تھا آدھا ہونٹ ناک اور چیشائی۔ اسی سائیڈ کی آنکھ بھی تر بھی تھی۔ ڈاکٹر ز کے مطابق لکن آنکھ کی پرانی بھی بہت کم دوتی ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ چٹائی عمل ختم بھی ہو سکتی ہے۔ جنید دکھ سے سناکت ہو گیا تھا اور اس کی بیوی انشراح وہ تو روز و کریمہ صال ہو گئی تھی۔ وہ دو بیٹیاں اور دو آزمائشیں وہ کیسے پھری تارے گی ان آزمائشوں پر۔

”واللہ..... یہ کیا اور بڑے ہمارے ساتھ؟“ جنید نے بے بسی سے آسمان کی طرف دیکھا۔

”آپ کو ابھی بھی سمجھ نہیں آیا کہ ہمارے ساتھ یہ سب کیا اور کیوں جو رہا ہے؟“ شنید نے عیب سے لہجے میں پوچھا۔ عبید نے حیرت سے اسے دیکھا۔

”کیا کہنا چاہتے ہو کھل کر کہو؟“

”یہ ہے وہ بے مشکلات یہی نئی آزمائش کیوں ایک کے بعد ایک چلی تار رہی ہیں اور صرف ہم پر یا بارون انگل کی جھٹی پر..... داؤد کے ساتھ کیوں کچھ نہیں ہو رہا؟“

شنید کے لہجے میں ٹونے ہوئے کالج کی کرچیاں تھیں۔ عبید اور بارون نے چونک کر اسے دیکھا اور ماسون نے ہونٹ جھپکے۔

”بھی تہائی میں یا ایک دوسرے کے پاس پہنچ کر بھی آپ دونوں نے یہ نہیں سوچا کہ یہ پریشانیوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ کیسے شروع ہوا؟ ابتدا کہاں سے ہوئی۔ کسی تہیم کا مال مزیب کرتا تھا بھی آسان نہیں.....“

نظر

جب شام کے سائے منڈلاتے ہیں
 پنچھن گھروں کو اونستے ہیں
 تب یاد بہت تم آتے ہو
 جب ہارن کی بوندیں زمیں پر گرتی ہیں
 مٹی کی سوندھی خوشبو من کو پہلانی ہے
 تب یاد بہت تم آتے ہو
 جب ساحل کی ٹھنڈی دہکت پر
 قدموں کے نشاں ابھرتے ہیں
 تب یاد بہت تم آتے ہو

ایڈ۔ طاہرہ..... تحصیل جہاں صلح میا نوانی

تو بے بس تھا کچھ کر نہیں پایا تو سب چھوڑ دیا۔ پر اللہ نے نہیں چھوڑا۔ اس نے گرفت کر لی اور ابھی تو آغاز ہوا ہے۔ بیٹھیں سے تو یہ کر لیں اور حق دار کو اس کا حق لوٹا دیں ورنہ وقت گزر گیا تو نہیں ہر آج بھی ہند نہ ہو جائے اور ہم آزمائش کی جگہ میں پستے چلے جائیں۔ یہ ہمارے ساتھ جو کچھ بھی ہو رہا ہے اس کا دوسرا نام مکافات عمل ہے۔“

شنید کا نوہ لہجہ ماسون کی آنکھوں میں آنسو لے آیا

بارون اور عبید دم سادھے بیٹھے ہو گئے۔

”پاپو اور انگل سو رہی او سے مگر شنید بالکل صحیح کہہ رہا ہے ہم ابھی بھی تو یہ کر سکتے ہیں۔ ابھی بھی وقت ہمارے ساتھ نہیں ہے۔ ہم داؤد کو سب کچھ دتا سکتے ہیں۔ میں نے بہت بار پاپا سے یہ کہنا چاہا مگر اتنی پریشانیوں میں کہ نہ پڑا مگر شنید نے آج ہی بت کر لی اور وہ بات کہہ دی جو اندر نہیں ہمارے دلوں میں تھی مگر ہم اعتراف کرتے ہوئے ذرا بے تھے۔ بہر حال ابھی طوفان کی چاکتی ہے۔“ عبید اور بارون نے بے ساختہ ایک دوسرے کو دیکھا اور ایک ساتھ ٹھہر کر چلا گئے۔

داؤد اور حبیب کا رشتہ طے اور شادی بھی طے پائی تھی۔ وہ ہواؤں میں اتر رہا تھا جب شادی سے دو دن پہلے بارون

نے اسے بلایا۔

"یہ میں تمہیں دے رہا ہوں اور اس کے لیے اس سے اچھا موقع پھر نہیں ملے گا۔" انہوں نے ایک فائل اس کے آگے رکھی۔ وہ حیران ہو کر انہیں دیکھنے لگا۔

"یہ کیا ہے؟"

"یہ تمہاری امانت ہے۔ تمہاری دکان کے کاغذات جو میرے پاس غلط ہیں۔ انہیں اپنے جائز وارنٹ کے پاس ہونا چاہیے۔"

"مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔" وہ مزید ابھرا۔

"تو بس پھر سمجھنے کی کوشش کی نہ کرو اور نہیں اپنے پاس

رکھ لو۔ یہ میری طرف سے تمہاری سلامتی ہے۔ اس سے اچھی سلامتی میں تمہیں دے بھی نہیں سکتا تھا۔"

"مگر انکل میں یہ نہیں لے سکتا آپ نے تو یہ اب تو خریدی تھی نا تو اب مجھے کیوں دے رہے ہیں؟"

"اُس لیے کہ یہ جو عذاب بتلایا ایک سلسلہ ہے عذابوں کا جو تم پر کی گئی زیادتی کے سبب ہم پر نازل ہوتے چلے آ رہے ہیں وہ رک جائے۔ یہ کفارہ تو نہیں ہے کہ میں

تمہاری ہی چیز تمہیں لوٹا رہا ہوں مگر کفارہ کے لیے کی جانے والی ایک کوشش ضرور ہے۔ شاید کہ تم معاف کر دو تو اللہ تعالیٰ بھی تمہیں معاف کر دے۔" وہ بات کے اختتام پر رو پڑے۔

داؤد جو سکتے میں بیٹھان کی یہ باتیں سن رہا تھا گھبرا کر اٹھا اور ان کے ساتھ بیٹھ کر ان کے کندھے کے گرد ہازو پھیلا یا۔

"پلیز انکل مجھے شرمندہ نہ کریں اور میں کیا کروں گا وہ دوکانوں کا سبب جبکہ میں چاہ بھی کر رہا ہوں تو مجھے تو وہ ایک ہی سنبھالنی بہت مشکل لگ رہی ہے۔"

"میں چلاؤں گا نا اسے میں کرایہ وارہ بن کر اس میں بیٹھتا ہوں گا اور تمہیں کرایہ پہنچاتا رہوں گا۔" وہ سنبھال کر ایک عزم سے بولے۔

"مجھے بالکل اچھا نہیں لگتا انکل پلیز۔"

"یہ تمہاری ہی طرفی ہے لیکن اب تمہیں سیدھے

یہ تمہاری ہی طرفی ہے لیکن اب تمہیں سیدھے

یہ تمہاری ہی طرفی ہے لیکن اب تمہیں سیدھے

رہتے پر چلے پڑا ہوں تو میری ماہ کوٹنی نہ کرو یہ تمہاری چیز ہے تمہیں ملنی ہی پڑے گی۔" انہوں نے فائل اس کے ہاتھ میں تھمائی۔

"واہ میرے اللہ تیرے رنگ اس وقت جب پریشانی اور بے کسی کا یہ حال تھا کہ گھر کا خرچہ بھی ایک اضافی خرچ

لگنے لگا تھا جیسے پورا کرنے کے لیے اپنی ساری توانائیاں خرچی کرنی پڑتی تھیں۔ تب مرون و عبیدانگل نے ایسے کیا

جیسے وہ دکان میں تھیں ہی ان کی اور اب جب ہر طرف سے خوش حالی اور سکون ہو چکا ہے تو جیسے اپنی مرضی سے لیں

تھیں ویسے ہی اپنی مرضی سے دے بھی دیر۔" داؤد کو کبھی آ رہی تھی سب تو وہ میٹ ہو چکا تھا۔ دکان بہت اچھی چل

رہی تھی کیونکہ پہلے اس میں سے صرف نکالا جا رہا تھا۔ زائد کچھ بھی نہیں تھا۔ اب اس کی چاب اتنی اچھی تھی کہ اس کی

کلیدی بھی کچھ خرچی نہیں ہو پائی تھی اور دکان میں سامان وہ بڑھائے جا رہا تھا تو خوش حالی تو آتی ہی گئی۔ ویسے یہ

سیر پر راز تھا تو خوش گوار اور چمکا دینے والا مگر ابھی کچھ باقی تھا۔ اس کی بارات والے دن عبیدانگل نے ایک مہنگی

برانڈ کی گاڑی کی چابی اس کے حوالے کی تھی۔

"یہ میری طرف سے تمہارے لیے گفٹ۔" انگل ہمیں یہ بہت زیادہ ہے۔" اس نے احتجاج کیا۔ انہوں نے ہونٹوں پر ہلکی سی

"خاموشی بڑوں کو اٹھ کر کرنا بھی بدتمیزی میں شمار ہوتا ہے۔" سب اس پڑے تھے۔

داؤد کمرے میں آیا تو اس لیے تھا کہ جب سے آؤنگک پر چلنے کے لیے کچھ مردہ تو اتنی گہری سوچ میں گم تھی کہ

اسے اس کے آنے کی خبر ہی نہیں ہوئی۔ وہ چلنے سے کھٹکا رہا۔ وہ چونک کر متوجہ ہوئی۔

"آپ کب آئے؟"

"ابھی ابھی بیوی گہری سوچوں میں گم تھیں۔" "ہاں" "آؤ کی صورت سانس خارج کی۔" "کیا بات ہے جب تک کہ نہ کہہ دے کیا؟"

”نہیں..... نہیں لہی تو کوئی بات نہیں۔ گھر میں ایک امی ہی تو ہیں اور وہ اتنی اچھی ہیں کہ اگر کچھ کہیں گی تو میں سمجھوں گی ضرور میری ہی غلطی ہوگی۔ بہر حال لہی کوئی بات نہیں۔“

”چلو چھوڑو ساری سوچیں..... آؤ گھوم پھر آتے ہیں۔“

”آپ ستنے اچھے کیوں ہیں داؤد! آپ کو قصہ کیوں نہیں آتا آپ کو ہم سے نفرت کیوں نہیں محسوس ہوتی۔ میرے پیانے آپ کے ساتھ کئی زیادتی کی۔ آپ نے کوئی احتجاج کیوں نہیں کیا۔ کورٹ میں کیس کیوں نہیں کیا؟“ وہ پھٹ پڑی۔ داؤد اسے ایسے دیکھ رہا تھا جیسے یقین بنا رہا ہو کہ وہ جب ہے۔

”تمہارا ایسا ٹھیک ہے جب... تم ہوش میں تو ہو؟“

”ہاں میں کھل ہوش دھاس میں ہوں۔ آپ نے اتنا صبر کیوں کیا آپ کے صبر نے ہمیں لوٹ لیا۔ اس سے تو اچھا تھا آپ ہمیں کوئی لڑائی کرتے اپنے حق کے لیے تو ہماری سزا میں کچھ تو کی ہو جانی۔ آپ کے خیال میں ہم لوگ اپنے والدین کی زیادتی کا قصہ بن کر چپ تھے نہیں۔ ہمارے نمونے کا ان پر کچھ اثر نہیں ہونے والا تھا۔ بلانا آپ کو چاہیے تھا آپ احتجاج کرتے تو انہیں کیس کوئی بن بھی جیتی۔ آپ کے یوں ہاتھ پیر پھوڑو سینے سے تو وہ لگی اپنے آپ کو حق بجانب سمجھنے لگے۔ وہ کیا شعر ہے

کچھ نہ کہنے سے بھی چمکن جاتا ہے اعزاز بخش
ظلم سینے سے بھی ظالم کی مدد ہوتی ہے

تو آپ نے لاشعوری طور پر ہی سبھی نادانگی میں ہی مگر انہیں مضبوط کر دیا۔ پر کیا پایا..... پیانے جو کچھ مکایا وہ سب شمعوں پر لگا دیا اور وہ پھر بھی نہ بجی پایا۔ کیسے بچتا۔ تمام پیسے سے وہ کیسے رو بہ رحمت آگیا مگر جو اسے یاد کر کے رہتی رہتی ہیں وہ پیانے کو روک دیتیں تو یہ تو بہت کمزور آتی۔ عبید انکل سے تو سب کچھ ہی شنید بھائی کو انوا کرنے والوں نے نکلوانا۔ وہ تو آپ کو کچھ لڑنے کے

قابل بھی نہیں رہے۔ بس ساری زندگی کی شرمساری روٹی ان کے لیے بھی۔“

”حبہ پلیز... جانے وہ ان باتوں کو اب تو وقت نے بھی گرد ڈال دی ہے۔ تم کیوں دہرا رہی ہو؟“

”ان دنوں مجھے ایسا لگتا تھا کہ آپ مجھ سے بھی نفرت کرنے لگے ہیں نہ فون نہ سامنا ہونے پر کوئی بات جب تک میں زبردستی آپ کو مخاطب نہیں کرتی مگر آپ تو میری طرف دیکھتے تک نہیں تھے۔“

”تم سے نفرت.....“ وہ ہکا بکا رہ گیا۔ ”تم ایسا سوچ بھی کیسے سکتی ہو؟ اللہ ان دنوں میں اتنا پریشان تھا کہ دو اور دو چار کرنے میں کسی چیز کا ہوش نہیں تھا اور جب میں خود لہی داؤد اذول پوزیشن میں تھا تو تمہیں کیسے کوئی آس دن سا پاں دیکھا میں جان بوجھ کر نہیں تھا نہ نڈول بہت کرتا تھا۔ اس نے شرارت سے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔“

”اب تمہیں یہ شکایت نہیں ہوگی۔“

”کون سی شکایت؟“ اس نے حیرت سے داؤد کو دیکھا۔

”بہن نہ دیکھنے والی۔ ایسا پکا پر مٹ لیا ہے کہ اب تمہنوں کے حساب سے دیکھا رہوں گا تو کوئی اعتراض نہیں کر سکتا۔“ جب بری طرح جھینپ گئی اور داؤد کھٹکھٹا کر بس دیا کہ بلا خرفوشیوں کا موسم آ گیا تھا۔



ہومیو پاتی کا راز طبعی

آہستہ آہستہ رحم کے جسم اور پینڈے دیواروں تک پہنچ جاتے ہیں اور مائوف کرویتے ہیں۔

کینسر کی یہ نشوونما صرف رحم تک محدود نہیں ہوتی بلکہ دوسرے اعضاء مثلاً ممبرز کی تانی سے ہوتے ہوئے خسیہ الزقم (Ovaries) میں جا پہنچتی ہے اور سب کے سب کو مائوف کر دیتی ہے بعض اوقات اس کی وجہ سے ان تالیوں میں ناسور بھی پیدا ہو جاتے ہیں جس سے مریضہ کی حالت نہایت بدتر ہو جاتی ہے اس قسم کی تکلیفات اس وقت تک بوجھتی رہتی ہے جب تک کہ ٹھیک ادویات سے ان تکلیفات کو روک نہ لیا جائے۔

بھنے والا کینسر

بعض اوقات کینسر کی نمودوں میں سیلان خون ہوتا ہے۔ زخم کے پہنے کی صورت میں زخم سے نہایت سخت متعفن سبز یا نیلگوں یا زرد یا سیاہی مائل رطوبت خارج ہوتی ہے اور بے حد بد بو ہوتی ہے۔ گوشت گل گل کر سیاہ مزے ہوئے ٹکڑوں کی صورت میں خارج ہوتا ہے۔ معمولی سی رگڑ سے زخم سے خون خارج ہو جاتا ہے جو بعض اوقات بہت زیادہ مقدار میں برآمد ہوتا ہے۔ سونچوں کی سی جھین جیسا درد ہوتا ہے آخر میں اس قدر شدید درد متواتر آنے لگتا ہے کہ مریضہ سخت بے چین ہو جاتی ہے نیند نہیں آتی۔ بھوک ختم ہو جاتی ہے کھانا ہضم نہیں ہوتا تے بار بار آتی سے شدت کی حالت میں مٹانہ اور مقعد تک اثرات پہنچ جاتے ہیں۔ چہرہ زرد یا سیاہ ہو جاتا ہے خون میں زہریلے اثرات پہنچ جانے کی وجہ سے بخار کی شکایت بھی ہو جاتی ہے۔

کینسر کی تولید بہت آہستہ آہستہ بھی ہو سکتی ہے محنت ہے اس میں سالوں لگ جائیں اور کچھ مدت تک یہ بالکل ایک کٹھی کی صورت بنی رہے بس میں افزائش عیال نہ ہو۔ یہ اندر رہی اندر نشوونما پاتی رہتی ہے یہ بات

رحم کا کینسر

بعض اوقات رحم کی عضلانی ساخت و رگیوں میں ورم ہو جاتا ہے اور اتنی ورم جار کی گنج تہا ہیر اختیار نہ کرنے کے نتیجے میں رحم میں ایک خاص قسم کا سخت ورم پیدا ہو جاتا ہے جس میں ختی کے باوجود شدت کا درد اور جھن ہوتی ہے۔

اس قسم کے ورم کے قریب و جوار کی رگیں بھی فاسد مواد سے بھر جاتی ہیں جس کی وجہ سے ورم کی مجموعی شکل ٹیکڑے کی شکل کے مشابہہ ہو جاتی ہے اس لیے اس ورم کو سرطان (ٹیکڑے) کے نام سے مہسوم کرتے ہیں۔

کینسر کی کئی اقسام ہیں جو اپنی خاص نمودوں کے لحاظ سے عام قسم کی عضلانی پیاریوں سے بالکل مختلف ہے۔ کینسر کی نمودوں کو بہت میں حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

(۱) سخت کاٹھ کینسر

(۲) نرم کاٹھ کینسر

(۳) چلی کاٹھ کینسر

یہ ایک غیر طبعی پیدائش ہے جو کہ Epithelium کی تقسیم و رتسیم سے وجود میں آتی ہے یہ ایک قسم کا Epithelial Neoplasm ہوتا ہے۔ رحم کی (body) میں سرطان بہت کم دیکھنے میں آتا ہے عام طور پر (Cervix) سرطان کی زد میں آتا ہے۔

یہ مرض اکثر رحم کی گردن (Cervix) سے شروع ہوتا ہے پھر اس کے اثرات رحم کے اندر پہنچتی ہیں۔

رحم کے جسم یا رحم میں بذات خود اس کی ابتدائی نمو دیکھی گئی ہے۔ کینسر بذات خود درم یا ورمی تکلیف کا نتیجہ نہیں ہوتا بلکہ اس کا اثر طبیعت میں موجود ہوتا ہے اور جب اس طبعی اثر کو بیرونی اثرات سے تحریک ملتی ہے تو کینسر کی نمود ہوتی ہے اور جب یہ تخی والا کینسر اوچیز ممری عورت کو سن یا اس کے زمانہ میں یا اس کے بعد حمل آور ہوتا ہے تو اس کی نشوونما آہستہ ہوتی ہے لیکن نوجوان عورتوں میں یکا یک شروع ہو جاتا ہے اور اس کی تکلیف اور علامات سخت ترین ہوتی ہیں۔

رحم کے اندر کینسر کے گومز یا نمودیں جب بغیر کسی زخم کے ہوتی ہیں تو مریضہ کو کسی قسم کا احساس یا تکلیف نہیں ہوتی اس لیے اس کی موجودگی کا علم اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک کہ یہ کافی حد تک بڑھ نہ جائے۔ ماؤف جگر میں درم ورم میں تخی اور گرد نہ ہونا سن یا اس کے زمانہ میں اس تخی کا نمودار ہونا یہ کینسر کے آثار کی علامت ہے۔

جن عورتوں کو ابھی حیض بند نہیں ہوئے ان کے اندر کینسر کی نشوونما اور تولید بہت تیزی کے ساتھ ہوتی ہے اور اس وقت تک اس کا پتہ نہیں چتا جب تک کہ کینسر کافی حد تک بڑھ نہ جائے اور گرد و نواحی کے حصوں کو ماؤف نہ کر دے۔ یہ ضروری ہے کہ مریضہ کی عام طبیعت اور علامات سے کینسر کی موجودگی کو سمجھا جائے۔

(جاری ہے)



قابل ذکر ہے کہ رحم کے کینسر میں تولید اور نشوونما کبھی نہیں رکتی بلکہ رحم کا کینسر بڑھتا ہی رہتا ہے۔

اس قسم کا ورم زیادہ تر رحم کے منہ سے شروع اور نیچے کی طرف بڑھ کر اندام نہانی میں اور اوپر کی طرف بڑھ کر رحم کے اندرونی حصہ کو اپنی پیٹ میں لے لیتا ہے اور ایک عرصہ تک اسی حالت پر قائم رہ کر پھر سے گلنے مڑنے کا عمل جاری کر دیتا ہے۔ مستحسن رطوبت جاری ہو جاتی ہے جو زخم کی قرب و جوار میں سرعت کے ساتھ فساد پیدا کرتی ہے اس قسم کی شکایت اکثر تیس سال کی عمر ہو جانے کے بعد ان عورتوں کو لاحق ہوتی ہے جن کے بچے زیادہ پیدا ہوتے ہیں۔

اگر کینسر بہتان میں یا جسم کے کھلے حصہ میں ہو تو اس کی تشخص فوراً ہو جاتی ہے اور علاج بھی آسان ہو جاتا ہے لیکن کینسر آفات تھائل زمانہ کے اندر ہوں تو ان کی پہچان بہت مشکل ہوتی ہے اور نتیجہ عموماً موت ہوتا ہے۔

رحم کے کینسر میں سب سے زیادہ اور تمام نمود والا (Scirrhous) کینسر ہے۔

زخم والا کینسر

(Ulcerated Cancer)

یہ سب سے عام قسم ہے اور بہت تیزی سے ترقی یافتہ ہونے والا کینسر ہے اس کا خراج بہت مشکل ہے جب تک کہ پہلے مرحلوں میں ہی اس کی تشخص نہ ہو جائے اور اس کا باقاعدہ علاج جب تک نہ ہو اس وقت تک یہ کینسر درست نہیں ہوتا۔

رحم کا سخت اور بے زخم والا کینسر

(Non Ulcerated Cancer)

یہ رحم کا سخت قسم کا کینسر ہے یہ رحم کے منہ کے قریب رحم کی گردن سے شروع ہوتا ہے بعض اوقات

بے خیال مہینہ روزانہ

شاد رسول ہاشمی... صادق آباد
ہم ہیں علمت میں کہ ابھرا نہیں خورشید اب کے
کوئی کرتا ہی نہیں رات کی ترویہ اب کے
کون سنتا تھا حدیثِ عم دل یوں تو مگر
ہم نے پھینری ہے تیرے نام کی تمہید اب کے
فوزیہ سلطانہ... تونسہ شریف

وقت پر کافی ہے اک قطرہ بھی آپ خشک ہنگام کا
جلن گیا جب کھیت برسا چند تو پھر س کام کا
ارم کمال... قیصل آباد

یہاں ہر طرف ہے عجب سہل سب ہی خود پسند سب ہی خود نما
دل بے سکون کو نہ مل سکا کوئی چارہ گر بڑی دیر تک
مجھے زندگی ہے عزیز تر اتن واسطے میرے ہمسر
مجھے قطرہ قطرہ پلا زہر جو کرے اثر بڑی دیر تک
کرن شبیر... کراچی

ہر باد یہ سوچ کر دل بھر آیا
اتنی عمر میں کیا کھویا کیا پلایا
پارس شاہ... چکوال

احساس کے میٹانے میں کہاں اب گرو نظر کی قدیلیں
آلام کی شدت کیا کہنے کچھ یاد رہی کچھ بھول گئے
اب اپنی حقیقت بھی کس نے بے ربط کہانی لکتی ہے
دنیا کی حقیقت کیا کہنے کچھ یاد رہی کچھ بھول گئے
عائشہ پروین... کراچی

نوبہر ہو دمبر ہو یا صبح میں سمندر ہو
میرے دل میں ہمیشہ سے غزاں کی راج دھانی ہے
جمجمہ... کراچی

جگ جگ ہی سرد ہوا اور ڈرا سا درد دل
انہاز اچھا ہے اسے دمبر تیرے آنے کا
ایس کو پرتوں... تھاند لیا نوالہ قیصل آباد
میں لٹکا تھا گھر سے سکون کی تلاش میں
دیکھا تو جنگوں میں تھے منے گئے ہوئے
نجمہ خان... ماٹھہ

جب مکان کے تھے تو دن بھی پکے تھے

سہاس گل... رحیم یار خان
ہم بھی دیکھیں کہ کب پکارو گے؟
ہم بھی آواز اب نہیں دیں گے
حمیرا قریشی... حیدرآباد سندھ

درد جب سینے میں کروشیں بدلتا ہے
قلم میرا بدکتا ہے درد تحریر کرتا ہے
حمیرا حسین... منڈی بہاؤالدین
شب فراق مجھے آج یوں ڈالتی ہے
تیرے ہنیر میری ہلکی رات ہو چسپے
اتن کی یاد کی یہ بھی تو اک کرامت ہے
ہزار میل پہ ہو کر بھی ساتھ ہو چسپے
تمنا بلوچ... ڈی آئی خان

مجھ کو پتا ہی نہ چلا تمنا
کہ کب وہ میری تمنا بن گیا
کبری بہتاب... یوسال سکھا
تاہر کون کرتا ہے چاہت میرے حضور
لٹتے ہیں کب جہاں میں زینما حراج لوگ
عجبم نول... حافظ آباد

دل تجھ سے آشنا ہے شناسا تو نہیں ہے
یہ میری زندگی ہے یار افسانہ تو نہیں ہے
تو میرے دہن کی بھولی ہنری کہانی ہو چسپے
پھر بھی میرا ہنسی اتنا پرانا تو نہیں ہے
سامع ملک پروین... خانپور ہزارہ
موت عشق کی وہ عظیم خیر مہمانی
جیسے اجڑا ہوا دریا نکھرا ہوا پانی
تیری آنکھوں کی سرخی کا بیان
تیری شب بھر کی آوازی کی کہانی

جب مکان پہنچے ہوئے تو دل کہے ہو گئے

مشائی مسکان..... قمر مشائی

دنیا نے تیری یاد سے بیگانہ کر دیا

تجھ سے بھی دُور ہے ہیں غم روزگار کے

عزیزوں آباد..... حافظ آباد

اک دل کا درد تھا کہ رہا زندگی کے ساتھ

اک دل کا چین تھا کہ صدا ڈھونڈتے رہے

دانی کورستانی..... ہری پور

جب بھی مشکل پڑی تو میں نے صبر کیا راتوں

شاید اسی کے ویسے سے میرے رب نے مجھ پر کرم کیا

ایضاً ارشد..... ملتان

فکر تو تیری آج بھی کرتے ہیں

بس ذکر کرنے کا حق اب نہیں رہا

عاش کھمالے..... رحیم پور خان

خطائیں دیکھتے ہیں ہے عطا نہیں کرتا

کچھ میں یہ نہیں آتا وہ اتنا میرا ہی کیوں ہے

مدینہ کول ہروی..... چشتیاں

اور کیا ثبوت وہاں میں تجھے اپنی محبت کا کون

ٹو کیا ہے میری زندگی میں ذرا میری شاعری میں دیکھ

کوثر خالد بڑاوالہ..... لیصل آباد

حقیر سمجھ کر جن کو بھلا دیا تو نے

یہاں چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی

نورین انجم کے کراچی

دلوں میں خدا کا اہم لازم ہے اقبال

سجدوں میں پڑے رہنے سے جنت نہیں ملتی

صائمہ ذوالفقار..... چکمبر

اک محبوب بے پروا اک محبت بے پناہ

دوڑوں کافی ہیں سکون برہا کرنے کے لیے

سج مسکان..... بہام پور

چشم میں سمندر اتر آیا ہے

کوئی خوشی کی جوت چگاؤں کیسے

بجر نے تیرے بار ڈالا مسکان

میں تم ہیں عید مناؤں کیسے

پرین انٹل شاہین..... بہاولنگر

موسموں کا تشہق جانی رہا زندگی تھک گئی

سرد راتیں بن چکیں ہوں جھپٹا جھپٹا زندگی تھک گئی

آنکھوں میں اُسے دھستوں میں گھرے جسم و جان دیکھ کر

رات چاند اور ستاروں نے بھی کہہ دیا زندگی تھک گئی

ایم فاطمہ سیال..... محمود پور

شب تنہائی میں وہ اک خواب سہا تھا

دیکھنے کو تجھے نیند کا بہانہ تھا

ستاروں نے جو پوچھا موندی پلکوں کا سبب ایم

دل چیخ اٹھا ابھی اس نے خواب میں آنا تھا

ملک غزال عالم..... گلورکوت

محبت تاز ہے یہ تاز کب ہر دل سے اٹھتا ہے

یہ وہ سنگ سراں ہے جو بڑی مشکل سے اٹھتا ہے

لیکن میں عشق کی شعلہ کوئی مشکل سے اٹھتا ہے

بلن راجی ہے تھکھوں میں دھواں سا دل سے اٹھتا ہے

جویریہ وی..... ڈوگلا پنگ

پہلوں کی حد کو توڑ کر دامن پر آگرا

اک آنسو میرے صبر کی توہین کر گیا

قرۃ العین حسن..... ڈیرہ غازی خان

شع پر چلا مقدمہ پروانے کے خون کا

شع سے پوچھا کیا تصور اس محصوم کا

شع بولی یہ میرے آگے پیچھے گھوم رہا تھا

بھری محفل میں مجھے چوم رہا تھا



sinzdill@anachal.com.pl



دش مقابلہ

طلعت آفتاب

چکن طیم

کی ادنی چکن یعنی اور باقی مصالحے ڈال کر اتا بھونس کر کے
تختی خشک ہو جائے اور آکل نظر آنے لگے۔ چکن پلینڈ
کے ہوئے گیہوں میں ڈالیں اور اچھی طرح گھس کر کے
پکا لیں۔ کہ طیم گاڑھی ہو جائے تب ایک پیالے میں طیم
نکال کر اس پر ہر ادھیاء، ہری مرچ اور فرنی کی ہونی پیاز
ڈال کر کھائیں۔

صاف غسل..... سیکھو وال

پشمے کی ہریانی

اجزاء:-

- | | |
|-------------|---------------------|
| ایک سیر | چاہل |
| ایک سیر | گوشت |
| ایک پاؤ | سھی |
| ڈیڑھ پاؤ | دی |
| ایک پاؤ | پیاز |
| ایسٹ | اورک |
| دو جوئے | لبسن |
| آدھا چمچ | کالی مرچ (پسی ہوئی) |
| آدھا چمچ | زیرہ |
| چار عدد | لوتک |
| نصف چمچ | زعفران |
| تین عدد | منو بادام |
| نصف چمچ نمک | ناریل |
| حسب ذائقہ | نمک |
| آدھا چمچ | سرخ مرچ |

ترکیب:-

بغیر ہڈی کے گوشت کے ٹکونے پسندے بنوائیں۔
ان کو جو کر چھری کی ٹوک سے چھید لیں۔ آدھی دی میں
نمک اور ک ہر لبسن چھیں کر ملا لیں اور پسندوں پر لگا دیں۔
ایک گھنٹہ تک رکھا رہنے دیں۔ ٹیکٹا میں گرم کر کے پیاز
سرخ کر لیں۔ ناریل اور بادام کا مفرکات کر ڈال دیں۔
اچھی طرح بھوننے کے بعد گوشت اور دی بھی ڈال دیں۔
پشمے کی ہریانی کے ساتھ چکن کے پشمے کی ہریانی کے ساتھ

اجزاء:-

گیہوں
چنے کی دال
چکن

دی

پسی ہوئی مرچ

سیا جری پسی ہوئی

گر مصلو (پہا ہوا)

بلدی

نمک

پودان تل

عجریات

پیاز

ہر ادھیاء، ہری مرچ

ترکیب:-

گیہوں اور چنے کی دال کو جو کرات بھر کے لیے بھگو
دیں۔ گیہوں اور دال میں ایک چٹنی نمک اور ۲ کھانے
کے چمچ آکل ڈال کر گھنے کے لیے چمھا دیں جب گاڑھا
ہو جائے تو پلینڈ کر لیں (آر ضیم میں کھڑے دانے اچھے
لگتے ہوں تو گیہوں اور چنے کی دال الگ الگ گھنے کے
لیے چمھا دیں)۔ دال پلینڈ کر لیں اور گیہوں جب گھنے
پر دو تواس میں آدھا چائے کا چمچ بیکنگ پاؤڈر ڈال دیں
گیہوں گل کر مل جائے گا پھر چکن کا قورمہ ڈال کر گھونٹ
لیں چکن کو جو کر ایک گلاس پانی میں گلا لیں۔ اب چکن کی
تختی اگر پنی ہو تو وہ الگ کر کے چکن کے پشمے کی ہریانی
نکال کر پیاز، سیا جری، کالی مرچ، اور فرنی کے ساتھ

دیں۔ جب وہ پانی بالکل خشک ہو جائے تو تین پوک پانی
 ڈال کر ہلکی آگ پر نصف گھنٹہ تک پسندے رکھیں۔ جب
 پانی خشک ہو جائے اور پسندے گل جائیں تو پتیلی اتار لیں
 چاہیں صاف کر کے ایک گھنٹہ تک بھٹوئے رکھیں۔ دوسری
 پتیلی میں کھن گرم کر کے بہت سیہ مرچ ایک پیچ سیاہ زبرد
 لوتک اور ثابت گرم مسالا ڈال کر کرکڑا میں اور ڈیڑھ سیر
 پانی ڈال دیں۔ جب پانی اٹنے لگے تو چاول ڈال دیں۔
 چاول گٹنے پر ابر لیں۔ تب دوسری پتیلی میں نصف چاول
 ڈالیں اور ان کے اوپر ایک تہہ چاولوں کی اور ایک تہہ
 پسندے کی بچھائی میں پھر پانی چاول بھی اوپر ڈال دیں اور
 تین منٹ تک پتیلی دم پر رکھنے کے بعد اتار لیں گرم گرم
 بریانی پیش کریں۔

طاعت نظامی... سراپا
 بیف حکیم

اجزاء:-
 گوشت تیار کرنے کے مصالحے
 گوشت
 گہوں
 ڈیڑھ کلو
 آدھا کلو (ڈیڑھ گھنٹے کیلئے
 بھگو دیں)
 چنے کی دال
 ایک پیالی (دال کو بلیٹھنے
 میں نہیں لیں)
 اورک لہسن پیسٹ
 لال مرچ پاؤڈر
 ہلدی
 دھنیا پاؤڈر
 پیاز
 نمک
 گرم مصالحہ پسا ہوا
 بیٹھا سوڈا
 کھی
 حکیم میں ساتھ رکھنے کے لیے
 ہرا ہنبا
 دو گھنٹی ہارک کٹا ہوا

۶ عدد ہارک کٹی ہوئی
 ہارک کٹی ہوئی
 چھوٹے
 ایک کھانے کا پیچ بھون کر
 چیں لیں
 ایک کھانے کا پیچ
 ۳ پیالی ہارک کٹی ہوئی
 ۳ پیالی
 ترکیب:-

سب سے پہلے ایک دھکی میں گوشت کھل اور
 مصالحے ڈال کر ہلکی آگ پر چڑھا دیں گہوں والگ دھکی
 میں بہت سا پانی ڈال کر ایلے رکھ دیں۔ تھوڑی تھوڑی
 دیر بعد پیچ چلاتے رہیں۔ جب گہوں میں لیس آتا
 شروع ہو جائے تو بیٹھا سوڈا ڈال دیں اس سے گہوں
 اندر تک گل جائیں گے۔

جب گہوں اچھی طرح گل جائیں تو گوشت میں ملا
 دیں ہلکی آگ میں کھتے دیں جب دونوں چیزیں یک جان
 ہو جائیں تو پتلی ہونے والی میں دو پیالی پانی ڈال کر گوشت
 میں ملا دیں۔ اچھی طرح سے ہلا کر تھے پر دم پر رکھ دیں۔
 حکیم کے اوپر تھوڑا ہر مصالحہ اورک گرم مصالحہ بھی ڈال دیں
 حکیم جتنی دیر پکے گا اتنا ہی حرے دار ہوگا فرنی ٹین میں
 پیاز فرنی کر لیں جب پیاز برکون ہو جائے تو نکال کر اچھا
 پر پھیلا دیں جب حکیم کھانے کے لیے نکالنا ہو تو سارے
 مصالحے ملی ہوئی پیاز اور بہت تیز گرم تیل کے ساتھ
 رکھیں۔

حنا مہر... کوٹ اور
 اس ملائیں
 اجزاء:-
 ایک کلو
 ایک کپ
 ایک چائے کا پیچ
 روہ
 خشک روہ
 خشک پاؤڈر

پاک سوسائٹی پر موجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایت اللہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابراراجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	ممتاز مفتی
نگہت عبد اللہ	سباس گل	عنیزہ سید	مستنصر حسین
رضیہ بٹ	زُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیم الحق
رفعت سراج	اُمِ ہریم	نایاب جیلانی	ایم اے راحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ،
حناء ڈائجسٹ، ردا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسوسی ڈائجسٹ،
سرگزشت ڈائجسٹ، نئے آفاق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی،

جاسوسی دنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

شعفا کر لیں جب یہ شعفا ہو جائے تو لیموں کا رس ڈال کر
مرجان میں رکھ لیں۔ لیموں سے چٹنی محفوظ ہو جاتی ہے۔
جو یہ یہ ضیاء۔ طیر تراچی
قیر گھول

اندہ
چینی
سرخ
لاہنگی
بادام پستے
ترکیب:-

اجزاء:

حسب ضرورت

آدھا کلو
آدھا پاؤ (کھینچی ہوئی)
2 کھانے کے چمچ
2 کھانے کے چمچ
ایک کھانے کا چمچ
ایک کھانے کا چمچ
2 کھانے کے چمچ
2 عدد (باریک کی ہوئی)
4 عدد

گائے کا قیر
دہی
پسا ہوا کچا پھنجا
دہی کی ہڈائی
پس: دہی، مال مرچ
پسا: جالسن، اورک
پکٹ والا سموری مصالحہ
ہری مرچیں
لیموں

ایک گدڑی چھپ کیا ہوا
حسب ذائقہ
آدھی پیالی
سجانے کے لئے

ہرا خضیا
تمک
تیل
ہرا خضیا، لیموں کی قاش

ترکیب:-

قے میں 2 کھانے کے چمچ تیل اور باقی اجزاء ملا کر
آدھے گھنٹے کے لیے رکھ دیں۔ چٹنی میں تیل گرم کریں۔
اس میں قیر ڈال کر خوب بھونیں اور ڈش میں نکال لیں۔
مزیدار قیر ہرے، مٹھے اور لیموں سے بنا کر پیچھا کریں۔
صدر دشا ہیں..... پیرو ہاں
اندے کی بریانی

اجزاء:
چاول
تمک (الچا اور مرچوں
سے کٹے ہوئے)

آدھا کلو
آدھا کلو
ایک کھانے کا چمچ
ایک کھانے کا چمچ
2 عدد (باریک کی ہوئی)

چاہت کر مصالحہ
پسا: جالسن اورک

دودھ میں چٹنی لالہنگی اور بادام پستے ڈال کر ابل لیں۔
شک 1000 میں 100 گرام پاؤڈر ڈال کر اور مٹی ملا کر گوندھ کر رکھ
لیں۔ (اگر مٹی جھاڑو ہے تو زیادہ بہتر ہے) ہاتھ پکنے کر
کے چھوٹی چھوٹی تکیہ بنائیں۔ دودھ میں جوش آ جائے تو
درمیان آٹھ کر کے ساری ٹھیکیاں ڈال دیں۔ چمچ چلاتے
رہیں تھوڑی دیر بعد جب یہ پھول جائیں اور دودھ گاڑھا
ہو جائے تو اتار لیں اور شعفا کر کے پیش کریں اور مجھے
دعاؤں میں یاد رکھیں۔

طیب غلام نبی
کیری کی منہ چٹنی
بھاگو وال فیصلہ یاد

اجزاء:-

کیری
چھیل کر اگل ہر ایک کات لیں
ڈیڑھ پیالی
چھ عدد
کھانے کا ڈیڑھ چمچ
بسی باریک کٹی ہوئی

حسب ذائقہ
آدھی پیالی
چائے کا ایک چمچ

ڈل عدد
دو عدد

نالی مرچ ثابت
لیموں

ترکیب:-
ایک اسٹیل کی تیلی میں سولے لیموں کے باقی تمام
مساجات ایک ساتھ ڈال کر لکڑی کے چمچ کے ساتھ ہلکی
آٹھ کر لیں۔ چٹنی یا کھانے کا شیرا بن جائے تو اتار لیں۔

ایک عدد دو کھانے کچھ	ایک عدد دو عدد آدھا کپ ایک چائے کچھ حسب ذائقہ	ایک عدد دس عدد ایک چائے کچھ ایک چائے کچھ چار عدد ایک عدد تین عدد ایک عدد	ایک عدد دس عدد ایک چائے کچھ ایک چائے کچھ چار عدد ایک عدد تین عدد ایک عدد	ایک عدد دس عدد ایک چائے کچھ ایک چائے کچھ چار عدد ایک عدد تین عدد ایک عدد	ایک عدد دس عدد ایک چائے کچھ ایک چائے کچھ چار عدد ایک عدد تین عدد ایک عدد	ایک عدد دس عدد ایک چائے کچھ ایک چائے کچھ چار عدد ایک عدد تین عدد ایک عدد	ایک عدد دس عدد ایک چائے کچھ ایک چائے کچھ چار عدد ایک عدد تین عدد ایک عدد	ایک عدد دس عدد ایک چائے کچھ ایک چائے کچھ چار عدد ایک عدد تین عدد ایک عدد	ایک عدد دس عدد ایک چائے کچھ ایک چائے کچھ چار عدد ایک عدد تین عدد ایک عدد	ایک عدد دس عدد ایک چائے کچھ ایک چائے کچھ چار عدد ایک عدد تین عدد ایک عدد
-------------------------	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---

ترکیب:-
ثابت لال مرچ، ثابت دھنیا، ثابت زیرہ، سیاہ مرچ
پاکوڑا دار چینی، چھوٹی ٹلا چینی اور بڑی ٹلا چینی دو بیوں کر بھین
تیں۔ قیمہ تیس براؤن کی ہوئی پیاز، لہسن، بزرگ چھیٹ،
تیس دانہ اہر دھنیا، ہری مرچیں، نمک، پیاز، پھوٹا پیسٹ
اور بیوں کر پیسا ہوا مصالحہ ڈال کر گھس کر کٹا جا گھنڈ
میرینٹ ہونے کے لیے چھوڑ دیں۔ اب آمیزے کے
چھوٹے چھوٹے کباب بنا کر تھوڑے گرم تیل میں فراٹی
کریں۔ عزت دار کے قیمہ کے کباب تیار ہیں۔ ہری
پاشنی، پیاز اور روٹی کے ساتھ سرو کریں۔

زہرت جین تیار۔
اپاری فورہ

ترکیب:-
دہلی میں تیل گرم کر کے بہت گرم مصالحہ ایک منٹ
تک بھوتیں۔ پھر پیاز سنہری کر لیں۔ ان میں لہسن،
بزرگ، ٹماٹر، لال مرچ، ہلدی، دھنیا، زیرہ، پیسا ہوا گرم
مصالحہ اور نمک ڈال کر بھوتیں۔ پھر زریں کا دودھ اور پانی
شامل کچے کے آمیزہ کاڑھے ہوتے تک پکا لیں۔ ایک
طلحہ دہلی میں آدھے چاہلے تیار مصالحہ نمک، ہرا
دھنیا، پودینہ اور ہری مرچوں کی تہہ ڈال کر پورے سے باقی
چاول ڈال دیں۔ ان پر مٹی ڈال کر دم پر رکھ دیں۔
تعمیر علی..... لاہور

کچھ قیمے کے کباب

جزاؤں:- آدھا کلو حسب ذائقہ ایک چوتھائی چائے کچھ آدھا کپ	جزاؤں:- گائے کا گوشت نمک ہلدی تیل لال مرچ (ثابت) روٹی	جزاؤں:- آدھا کلو آدھا کپ (حل کر براؤن کر لیں) ایک کھانے کچھ چار کھانے کچھ	جزاؤں:- تیمہ پیاز لہسن اور کچھیٹ تیس (بیوں میں)
---	---	--	---

حسب ذائقہ	تھک	آدھا کپ	جواز (تلی ہوئی)
آدھا کھانے کا کچھ	کھن	ایک چائے کا کچھ	لال مرچ
پختی کے لیے		آدھا چائے کا کچھ	زیرہ
ایک عدد	ثابت جواز	آدھا چائے کا کچھ	کلوئی
ایک عدد	ثابت لہسن	ایک کھانے کا کچھ	ادھک لہسن کا پیسٹ
ایک ٹکڑا	ادھک	دو کھانے کے کچھ	مڑ
ایک ٹکڑا	دارچینی	آدھا کپ	دھی
ایک چائے کا کچھ	ثابت دھنیا	دو کھانے کے کچھ	لیموں کا رس
حسب ذائقہ	تھک		ترکیب:-

پختی کے لیے ایک دھنیا میں تین چھانی پانی، اڈرکٹ، ثابت جواز، ثابت لہسن، ادھک، دارچینی، ثابت دھنیا اور تھک ڈال کر بال لیں۔ پانچ سے دس منٹ کے بعد گوشت الگ کر کے پختی چھان لیں۔ اب ایک دھنیا میں تیل گرم کر کے اس میں پیاز، بٹن براؤن کریں اور ٹکان کر نشو پر پھیلا دیں۔ پھر تیل میں گوشت ڈال دیں۔ اس کے بعد ہی پور پیاز کو ملا کر پلیٹڈ میں پھیر لیں۔ جب گوشت کا پانی خشک ہو جائے تو اس میں ہی ڈال دیں۔ پھر لال مرچ، ادھک لہسن، سفید زیرہ، ثابت دھنیا، ثابت کالی مرچ اور ہری مرچ کو پھین کر شہن کر دیں۔ پھر تھک ڈال کر پکا سا بھون لیں اور پختی ڈال کر ہلکی آگ پر دم پر رکھیں۔ جب تیل اوپر آجائے تو کھن ڈال کر دس منٹ دم پر رکھیں۔ مزے دار دھی کشمیری گوشت گرم گرم ہان کے ساتھ سرو کریں۔

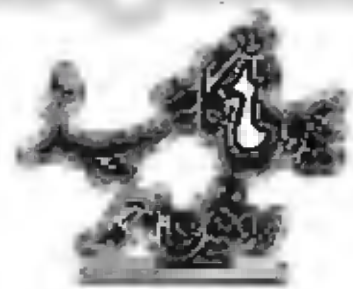
ادم صابروں..... تھک گھگ
ڈیڑھ گھنٹہ

ایک برتن میں کائے کا گوشت ڈال کر تین کپ پانی، تھک اور ہلدی کے ساتھ کھانا بالیں کہ گوشت گل جائے اور ایک کپ پختی رو جائے۔ ایک برتن میں آدھا کپ تیل گرم کریں۔ اس میں ثابت لال مرچ اور روئی ڈال کر ایک منٹ تک خرابی کریں پھر اس میں ابلا ہوا گوشت، تلی پیاز، لہسن، لال مرچ، زیرہ، کلوئی، ادھک لہسن کا پیسٹ اور مڑ ڈال کر آدھ گھنٹہ پھیریں۔ اس کے بعد پختی، دھی اور لیموں کا رس ڈال کر دس منٹ تک ڈھک کر پکا لیں۔ اس کے بعد ڈھکن ہٹا کر دھنیا بھونیں کہ تیل اوپر آجائے۔ گرم ہان کے ساتھ پیش کریں۔

شکلیہ فیاض..... فیصل آباد
کشمیری دھی گوشت

ایک گلو	بھراؤ
ایک چھانی	گوشت اڈرکٹ
بارہ تلی ہوئی	تین
ایسے چالی	پیاز تین عدد
۸ عدد روٹی ہوئی	دھی
ایک کھانے کا کچھ	لال مرچ ثابت
ایک چائے کا کچھ	ادھک لہسن کچلا ہوا
ایک کھانے کا کچھ	سفید زیرہ
ایک چائے کا کچھ	ثابت دھنیا
	ثابت کالی مرچ

صحت کے لیے بہتر مانا جاتا ہے زچہ اور بچہ دونوں کو نیکی کا جمل تجویز کیا جاتا ہے۔ اگر آپ کا جمل سازی کے طریقہ سے واقف نہیں ہیں تو یہ منصوبہ ترک کر دیں بازار سے معیار بنی کا جمل خرید کر اسے استعمال کریں۔



واعث اسٹین لڑکیوں کا خواب
بچوں سے تیار کردہ فیشن اسٹریپ:

آئی میک اپ

اسٹیلوئی اسٹین جلد کو تازہ اور جواں سال رکھنے کے لیے اہم اور بنیادی ضرورت ہے۔ اگر جلد کی مناسب طریقے سے دیکھ بھال نہ کی جائے تو جلد سطح پر موجود مردہ خلیات مساموں کو بند کرتے ہیں جس کی وجہ سے چہرے پر بلیک اور وائٹ ہیڈز بنتے لگتے ہیں اگر انہیں وقت سے نہ نکالا جائے تو یہ چہرے کو دانے دار، چمٹا اور بے رونق بنا دیتے ہیں۔ ایسے میں ضروری ہے کہ اسٹیلوئی اسٹین یا جلد کی رگڑانی کو اپنی روزمرہ اسٹین کے ساتھ ضروری حصہ بنائیں تاکہ مستقبل میں جلد سے متعلق کسی بھی قسم کے مسائل کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

کا جمل، ہر زمانے میں مقبول رہا ہے۔ طرصد راز سے خواتین، کا جمل کا استعمال کرتی رہتی ہیں۔ قدیم تہذیب میں بھی اس کے استعمال کا ذکر موجود ہے۔ 70 قدروانی کی قسموں میں بالی ووڈ کی ہیروئنیں کا جمل کے ساتھ دلچسپی لگتی ہیں۔ کا جمل، آنکھوں کو خوب صورتی میں اضافہ کا کام کرتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کسی کے دل میں بننے کے لیے آنکھوں کا خوب صورت ہونا بہت ضروری ہے۔ کا جمل، آنکھوں کی خوب صورتی میں اضافہ اور ان کو پرکشش بنانے میں اہم رول ادا کرتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کا جمل آنکھوں کو رعنائی بخشتا ہے اور اسے جاذب نظر بھی بناتا ہے۔ آئی میک اپ میں کا جمل کو اکثر انداز میں لیا جاسکتا ہے۔ کا جمل کی ہارک لکیر نہ صرف خوب صورت آنکھوں کو نمایاں کرتی ہے بلکہ یہ آپ کے چہرے کو چمک اور رونق بھی بخشتی ہے کا جمل کا استعمال مختلف امراض کے علاج میں بھی لیا جاتا ہے۔ کا جمل لگانے سے آنکھیں نرم تازہ رہیں گی بلکہ چہرہ بھی خوشنما دکھائی دے گی لگے گا۔ کا جمل لگانے سے آنکھوں کو ٹھنڈے پانی سے دھولیں تاکہ پتوں اور آنکھوں کے اطراف کو صاف ہو جائے۔ آنکھوں کے اطراف جلد خشک ہے تو آپ موچھراژنگ لوشن لگائیں یا اس لوشن کا آنکھوں کے اطراف لگا مساج کریں۔ اس کے خلاف آپ کی جلد روٹتی ہے تو آپ اس شکایت کو دور کرنے کے لیے پاؤڈر بھی استعمال کر سکتی ہیں۔ بازار میں کا جمل کے مختلف برانڈ دستیاب ہیں مگر معیاری کا جس ہی خریدیں یا پھر گھر میں کا جمل بنائیں۔ غیر معیاری اور سستا کا جمل بعض قسمی استعمال نہ کریں اس سے آئی اسٹیلوئی کا خدشہ رہتا ہے۔ صحت پر مبنی اور صحیح طور پر اسٹین لگانے کا جمل جانتی ہیں۔ بہتر رہے گا کہ بڑی اور صحت مند جمل کا جمل بنوائیں۔

گماڑا سٹریپ:

صحت مند اور چمکدار جلد کی سب اہم ضرورت اسٹین اور کیمڈینٹ لائیکوین ہے جو جلد کو نرم و ملائم اور چمکدار رکھنے میں بہت اہم کردار ادا کرتا ہے اور عمر بڑھنے کے عمل کو سست کر دیتا ہے۔ یہ سب ٹماٹر میں وافر مقدار میں پایا جاتا ہے۔ ٹماٹر کا استعمال انسانی صحت کے لیے بے حد مفید تصور کیا جاتا ہے۔ یہ جلد کے لیے سن اسکرین کا کام کرتا ہے اور اسے سورج کی مضر شعاعوں سے بچاتا ہے۔

فیس مساج ٹائمن:

ایک نیچے پتے کا تانا، ایک عدد لیٹول کارس اور چار باداموں کا چورائے کر دو دھس دھس کر کے چہرے اور گردن پر ہلکے ہاتھوں سے مساج کریں اور دس منٹ بعد دھولیں۔

سفید، نرم اور فیکر جلد ہر مرد اور عورت کا خواب ہوتا ہے۔ سفید جلد کے لیے لوک ٹنٹ کے اور طریقوں کا انتخاب کرتے ہیں مگر بعض اوقات ان کی کوشش بے سود جاتی ہے کیونکہ بڑا۔ اس مسئلے کو حل کرنے میں اور لوشن کوئی خاص اثر نہیں دکھائیں اور اکثر اوقات ان کے استعمال سے ہماری جلد مزید خشک ہوتی ہے اور تباہ ہو جاتی ہے۔

آپ جسم کے دیگر کھلے حصوں کو محفوظ دیتی ہیں۔ گردن کو بھی
خصوصاً ان میں شامل رکھیں۔
اپنی گردن کو تھروں سے محفوظ بنائیے:

ہم میں سے اکثر خواتین اپنے چہرے کی جلد کے لیے
بے حد حساس ہوتی ہیں۔ چہرے کی جلد کی تروتازگی کے
لیے وہ اپنے چہرے پر بے حد توجہ دیتی ہیں لیکن بد قسمتی
سے وہ چہرے کے ساتھ اہم حصے یعنی گردن کو نظر انداز
کر دیتی ہیں۔

بہنس کی وجہ سے عموماً ان کی گردن بد نما اور شکن دار نظر
آنے لگتی ہے اور وہ اپنی عمر سے کئی گنا بڑی دکھائی دیتی ہیں
لیکن اگر آپ ہمارا تیار کردہ یہ ماسک بنتے میں دو دفعہ
111 منٹ کے لیے اپنی گردن پر لگا لیں آپ خود اس کے
جادوئی اثرات سے لطف اندوز ہوں گی۔

لیٹوین۔ ایک کھانے کا چمچ۔ گلیسرین۔ ایک کھانے کا
چمچ۔ ویت بزم آئل۔ ایک کھانے کا چمچ۔ شہد ایک چائے
کا چمچ۔ (نامن A اور D کپسول۔ 2500IU D)
1000۔ لیوٹر آئل۔ 6 قطرے۔

تمام اجزاء کو ملا کر ڈبل بوائیلر میں گرم کر لیں۔ اچھی
طرح گھسن کر کے پوٹے سے اتار کر ٹھنڈا کر لیں۔ اب اسے
کسی بوجھ یا پاور میں محفوظ کر کے ریفریجریٹر میں رکھ دیں۔
اپنی انگلیوں کی پوروں کی مدد سے اپنی انگلیوں کو گلے پر پکھی
کی بڑی سے اوپر کی جانب حرکت دیتے ہوئے تھوڑی پر
لگائیں۔ پچھ دو ہفتہ پالی سے دھو لیں۔ اس کے ساتھ آپ
کے لیے حیران کن ثابت ہوں گے۔

گردن کی شکستیں دور کریں

اگر آپ کی گردن عمر رسیدگی کے باعث بہت زیادہ
جھریوں والی ہو رہی ہے تو آپ 4 اونس کوئلڈ کریم یا کوئی
ٹائٹ کریم (جو آپ استعمال کرتی ہوں) لے کر کسی برتن
میں گرم نیچے۔ ٹھنڈا کر کے ریفریجریٹر میں محفوظ کیجیے۔
گردن کی جھریوں کے لیے بہترین ماسک تیار ہے۔



اگر آپ خوب صورت اور سفید جلد کی خواہاں ہیں تو ان
بازاری چیزوں کے بجائے گھریلو ماسک اور خریدتے اختیار
کر لیں جو سفید صحت نہ ہوں۔ اگر آپ گھریلو ماسک سے جلد
کی رگت لگتی اور سفید ہانا چاہتی ہیں تو ان گھریلو نوکیوں
پر عمل کریں۔

بندے کی سفیدی نہیں اور اس میں پانچ قطرے لیموں کا
جوس ڈالیں اور ان کو اچھی طرح گھسن کر لیں اس ماسک کو دس
منٹ تک جلد پر لگا لیں اور اس کے بعد ٹھنڈے پانی سے دھو
لیں۔ یہ ماسک خشک جلد کے لیے مفید ہے اس ماسک کو
حساس اور آنکلی جلد کی حامل خواتین نہ لگائیں۔

تین چمچے میدہ لیں اس میں ایک چمچ خشک دودھ اور
ایک چمچ لیموں جوس ڈالیں اور ایک کڑی پاؤں لیں۔ اس
پینٹ کو برش کی مدد سے گردن اور چہرے پر نہیں منٹ تک
لگائیں اس کے بعد نیم گرم پانی سے دھو لیں یہ طریقہ دہلی
جلد کے لیے بہتر ہے۔

ایک کیلا میٹھ کر کے دودھ میں ملا لیں۔ اب اس مخلوق کو
جلد پر لگا لیں اس کو لگاتے وقت زیادہ گہرے حصوں کو نظر
رکھیں اور گہرے حصوں پر زیادہ لگائیں۔ اس پینٹ کو
آدھے گھنٹے تک لگا رہنے دیں۔ اس کے بعد پانی سے
دھو لیں۔ کچھ دنوں میں آپ کو جلد کی رگت میں واضح
فرق نظر آئے گا۔

گردن بھی آپ کی توجہ کی طلب گار

خواتین چہرے کی جلد کی حفاظت و نگہداشت کے ساتھ
ساتھ گردن کی حسن و خوب صورتی کو برقرار رکھنے کے لیے
اس پر بھی خصوصی توجہ دیں

خواتین اپنے چہرے کی طرف گردن کی صفائی کا بھی
خیال رکھیں اور کسی بھی بیوٹی پروڈکٹ کا استعمال کرتے
ہوئے گردن کو نظر انداز نہ کریں۔ اگر گردن چھوٹی نظر آتی
ہے تو ناھیپ والے گلے سلوائیں۔ گردن کا اب ہم وزن
لے کر رات سوتے وقت ماسک کریں۔ اس کے علاوہ لیموں
کا چھنکاؤ گڑنے سے بھی گردن کی سیاق کم ہو جاتی ہے۔
دھوپ میں تھلنے سے پہلے سن اسکرین کریم یا دوش کا استعمال
چہرے اور ہاتھوں کے ساتھ ساتھ گردن پر بھی کریں خصوصاً
موسم گرما میں گردن آپ کی خصوصی توجہ کی طالب ہے۔

موسم کی شدت اور دھوپ کی تیزی سے بچتے رہنے کے لیے جہاں

بیگم خیال

ایضاح و قاری

غزل

زندگی کا نشان نہیں ہے
تو جہاں میری جاں نہیں ہے
جانے کیوں تیری بے رگی پر بھی
دل میرا ہر گمان نہیں ہے
میں غموں کا سہارا لٹی ہوں
جب میرا مہرباں نہیں ہے
دل کے جلنے کو کس نے دیکھا ہے
مجھے دل میں دھواں نہیں ہے

فرید مٹری..... لاہور

غزل

بے اماں ہوتے ہوئے سر نہیں دیکھے جاتے
جانا بچا خون کے منظر نہیں دیکھے جاتے
جن میں خوشیاں تھیں محبت کی مہک تھی ہر سو
ہم سے جلتے ہوئے وہ گھر نہیں دیکھے جاتے
سچ کی خاطر بھی تو آواز اٹھائے کوئی
ہر گھڑی جمعیت کے پیکر نہیں دیکھے جاتے
صرف چہرے سے تو اٹھارہ علم مشکل ہے
وہ کے ساحل پر سمندر نہیں دیکھے جاتے
اب نہ قاب بے سوا نہ کوئی میر یہاں
اب وہ پہلے سے تھن و در نہیں دیکھے جاتے
دل کی مگر تھی میں بھیجی ہے صرف تم کب سے
ظلم ہر روز ستم گر نہیں دیکھے جاتے
کس سے گل شکوہ انہی نہ کریں سے کریں؟
اب تو اپنوں کے بھی تیر نہیں دیکھے جاتے

سہاس گل..... رحیم یار خان

غزل

وہی ہی رات ڈھلتی ہے ذرا آنسو لگتے ہیں
شمع کی مانند ہم ساری رات پھلتے ہیں
ٹکا ہوں بے قراری سے ڈھونڈتی ہیں تجھے
تیری راہ نذر سے ہم جب بھی گزرتے ہیں
نجانے اسے کچھ میسر ہے کہ نہیں
یہی سوچی کے ہم راحت سے بچتے ہیں
سوکھ جاتے ہیں جب دریا تمام تر
اشک اناری آنکھوں میں جب بھی چپکتے ہیں
شاید میرے ضبط کی حد چاہتا ہے جو
بس بس کر میرے سامنے غیروں سے ملتے ہیں
رائے یہ دی اہل وقت نے حال میرا دیکھ کے
اشک تیرے فائن پر حیرا خوب کھیتے ہیں
حیرا قریشی..... حیدرآباد

سلام محبت تانے والی کشمیر

میرے کشمیر بے نظیر تیری واویلوں کو سلام
نیلہاتے چندوں مرغزادوں کو سلام
ظفران کے اہل گوی خوشبو لگاتے شجر خاص
اور ان اشجار کی زمین بہندوں کو سلام
وقت پڑنے پر آج کل کوی پر ہم ہانکتی ہے جو
آج ان بہنوں کی لٹی رفاؤں کو سلام
دشمنوں نے آج تمہارے پھول تن گھنٹی کیے
دشمنوں نے ان پھول چہرہ بنو تو انھوں کو سلام
عالم اسلام تو ہے بے خبر اور بے فکر
نور تو قربان ہوا ایمان پر میرے شہدائے دین
دایگان نہ جائے گا ہرگز مجاہد تیرا یہ عشق وطن
تیری اہلقت کو سلام تیری شہادت کو سلام

قبیلہ: مٹری..... مجلس اقبال کراچی

غزل

وہی ذات ہے جو ہر وقت میرے ساتھ ہے
ہر اندھیرے میں ہر سایے میں
ہر ستارے میں ہر دکھارے میں
ہر حوصلے میں ہر فیصلے میں

سب بھول جاتے ہیں اس رشتے کو
 بس کچھ عرصہ لگتا ہے
 تم مجھ کو بھول جانا
 میں تم کو بھول جاؤں
 اور پھر وہ.....
 اواس کی حکم سترادی
 اور میں
 حیراں سہا سے دیکھے گیا
 اور بولا.....

کیا تم مجھے بھول سکتی ہو؟
 اور وہ مجھے چپ چاپ دیکھے گی
 اور ہمیشہ کے لیے چلی گی
 اور میں.....

اس کی تڑپوں سے
 درد بھری دہلی سے
 نور بنتے ہوئے
 اس کی آنکھوں میں موجودگی سے
 سب بھول جان گیا
 اس لئے
 وہ نہ بھی کہے تو مجھے معذور ہے
 اسے بھی مجھ سے پیار ہے
 اسے بھی مجھ سے پیار ہے

دعائی... اسلام آباد

موڈ

زندگی کے اس موڈ پر
 تم مجھے پھوڑ کر جا رہے ہو
 مگر میری ایک بات سنتے جاؤ
 یہ جو زندگی تمہیں یاد
 خوشیوں کی راہ گزرتی ہے
 ابھی تمہیں یاد آئے تو
 جو تم نے میری سنگت میں خواب دیکھے تھے
 اب تمہارا ان کے حصول کے لیے نکلے تو

اور دکھوں کے طوفان تمہیں اپنی لپیٹ میں لئے لیں
 تمہیں اپنے خوابوں کی تعبیر تک جانی شاہرہ پرندہ ملے
 کبھی جوئے بسرے تمہاری سماعتوں میں
 میری یہ ان کی سرگوشی ابھرے تو
 تم واپس چلے آنا
 میں تمہیں ہمیں ہی جہنم کی کے مزہ پر کھڑی ہوں گی
 جہاں تم مجھے پھوڑے جا رہے ہو

میرا تعبیر..... سرگودھا

غزل

جلیس ہیں اور ماتم ہر جگہ
 دیکھا ہوں یہ بھی عالم ہر جگہ
 ہر طرف سب سے ہوئے ہیں لوگ بھی
 اک سلتی آنکھ کا تم ہر جگہ
 کرب موسم کی اداسی کا جہاں
 درد ہے چہرہ چیم بھی ہر جگہ
 شہر کی سب روئیں بھی کھولیں
 شہر کی ہے آنکھ ہر جگہ
 تم سچا ہو ہندی قوم کے
 ہوتا ہے خیر مقدم ہر جگہ
 کب کے ہاتھوں میں سجاؤں پھول بھی
 ہو جی ہے زلف پر ہم ہر جگہ

راشد ترین..... مظفر گڑھ

غزل

تھم گیا درد کا طوفان تم رہنے دے
 دل ہے اب بے سرو سامان غزل رہنے دے
 یہ حقیقت ہے کوئی خواب نہیں ہے جاناں
 میں ہوں تیرا مجھے پہچان غزل رہنے دے
 ات گیا راہ محبت میں مرا شوق سفر
 بہ گئے اشکوں میں ارمان غزل رہنے دے
 عیوہ دل میں کوئی عکس گریزاں بھی نہیں
 کون ہے اپنا مری جان غزل رہنے دے
 میں نے کب تم سے محبت کی تمنا کی ہے

اپنے دامن کا کہا مان غزل رہنے دے
 کیا ملا ہے محبت کے سفر میں مجھ کو
 جاں سلامت ہے نہ ایمان غزل رہنے دے
 پھر کسی قاسم و طارق کی ضرورت ہے مجھے
 گلشن حق کے شبہاں غزل رہنے دے
 مان جائے گی تو سب قسم مسائل ہوں گے
 عشق آہا نہیں آسان غزل رہنے دے
 حکیم خان حکیم... ایک

یہ بڑی قیمتی جہاز ہے
 پیار جس میں ملے ہمیں الف
 کیا کوئی ایسا بھی تجارت ہے
 خیر انصرافی۔ جنگ

بہت ہی شوق ہے جاہاں
 میرادل دکھانے کا
 اپنی یاد میں بہرہا
 لیلہ ہوانے کا
 بہت ہی شوق ہے جاہاں
 کہ

میرے جذبات کے دریا میں
 تخیالی تم پر پا کر دو
 میری چشم کناروں کو
 اگلیا تم کر دو
 سسک تڑپ کنگ میری
 سسک ذات سے تم کر دو
 پر یہ سب تو جانا
 آثار بھر لگتے ہیں
 تمہارے شوق سے میرے
 قلب میں تار چستے ہیں
 تو سنبھانا
 یہ شوق چھوڑ دو نام
 سنبھالو شوق چھوڑ دو نام
 گریسا ہو گیا تو پھر
 وہ چھوڑ آ گیا تو پھر.....
 وہ دل میں جا جا جا
 قاسم بڑھ گیا تو پھر
 میں یہ سب نہ سہہ پاؤں گی
 اس ہاربدانی سے مرئی جاؤں گا
 اگر یہ بھی شوق ہے جاہاں
 کہ میرا تم مجھے دکھو

غزلیا
 ایک تمہاری جگہ عالم ہے کسی کو ڈھونڈنے
 دوستوں کی جھجکھے میں دوستی کو ڈھونڈنے
 راستہ دکھلا نہیں سکتی ستاروں کی نیما
 چاند گہنایا ہوا سے روشنی کو ڈھونڈنے
 جس پڑی ہے پھر چہن میں سر پھری پاگل ہوا
 کونہ کونہ پھانے اور پھگڑی کو ڈھونڈنے
 آج شاہراہوں پر رقصاں ہیں بکولے موت کے
 ڈھونڈ سکتے ہو تو ان میں زندگی کو ڈھونڈنے
 کٹ ہی جائے گا گلشن راہوں کا یہ لبیا سفر
 اب نشان منزل مقصود ہی کو ڈھونڈنے
 اکثریت بنے قلاباں ہوں گی آج کل
 درد فیض دار میں کب سادگی کو ڈھونڈنے
 ہیں مریضان ہوتا کوچ کوچ کو کوچ
 دیکھئے اس مرض کی چارہ گری کو ڈھونڈنے
 ریاض حسین قمر مشکاؤم

غزل
 درد سے دکھ سے جو عبارت ہے
 زیست اک کو کھلی عبارت ہے
 دل بے اعتبار دیکھ سنبھال
 یہ رقیبوں کی اک شرارت ہے
 ہال دے بات مسکرا کر وہ
 جس کو اس بات میں مہارت ہے
 جشن برپا کیا قتل میں

تو اپنے ہاتھوں سے میری
زیست کا خاتمہ کرو.....
محبت کی کہانی کا
بھی انجام تم کرو.....

شع مسکات..... جام نپور

ہم انا کے بارے
تہ جانے کھل ہیں
انا میں کتنے رشتے کھوئے
انا میں کتنے دل ہیں توڑے
انا ہے کیا.....

ذات کا غرور
ذات..... ذرہ بے نشان ہے
اس بے نشان کا کیا غرور کرنا
ہم انا کے بارے
پھر بھی بارے
کس سے بارے.....؟

دل سے ہارے
خود سے ہارے
کہ خود سے ہارے.....؟
ہم انا کے بارے
کس کی انا سے ہارے.....

تو یہ بااں حج..... ظاہر ہے
اجتا

چاند گر کو جانے دانو
ایک گزارش سنتے جاؤ
چاند کے باہر نور ڈالو
جس پر یہ پیغام لکھا ہو
منع ہے چاند کو دکھ لے جانا

اجتا صاحب.....

غزل

کی تمنا جس شان نے بھی سنگت تمازت کی

سنگ پھول کے پھر اس کو بھی ہتے نہیں دیکھا
جانے کیوں دراز ہے قریب چمن میں وہ مسافر انزل کا
سردشت اس منتظرے گلشن بھی ہے باہر نے ہی بھی
اشک اور کو شبنم گل سے گلے متے نہیں دیکھا
رات بھر جاگے اور ان گلاب کے شانے پر
دست نعل بن شبنم کے کسی اور کو دھرتے نہیں دیکھا
چاندنی کو رات کے بچھنے پہر قرطاس شب پر
احول مہکی تہائی کے کسی نے تھمتے نہیں دیکھا
بعد تیرے جانے کے بھی رتس روٹھ کے دوران کر گئیں
مگرمی دل کو پھر آج تک بھی ہم نے بستے نہیں دیکھا
بیت چل اس سے بھی بہار نور ہم نے رنگ تو کیا
مہک کو بھی سانسوں میں روچے نہیں دیکھا
زمانے کے ہاتھوں نے دل پر زخم وہ دھرتے نہیں
وقت کی چالوں سے بھی جنہیں اب تک بھرتے نہیں دیکھا
ہم یجا کریم..... کیلک ہری نپور
تعم

ابھی کچھ خواب باقی ہیں
میری تمناک آٹھوں میں
بہت سے درد باقی ہیں
میری زخمی بتولی میں
مجھے دامن چھڑانے دو
مجھے اس پار جانا ہے
میری قسمت کے وہ ذرے
جو وہ پار پھرے ہیں
انہیں تنہا ہشتکٹ پا
میں واپس لانا دلایں گی
میری ناؤ میں موٹی ہیں
چندا ہے ستارے ہیں
تم ہا نو یان منو
میرے سب تمہارے ہیں
ابھی کچھ دیر رہنیو
میرے کچھ کام باقی ہیں

مجھے ساحل کے پتھروں سے

بہت سے سیپ چھنے ہیں

میں صورت ذات ہوں دیکھو

مجھے کچھ خواب بنے ہیں

ماز سلاش ڈشے... میر پور آزاد کشمیر

غزل

کچھ لوگ اپنے کردار میں رنگ بھر جاتے ہیں

اپنے نام کو تاحیات اہر کر جاتے ہیں

نام دیتی ہے یہ دنیا کسی کسی کو

مجھ جیسے تو اکثر گم نام ہی مر جاتے ہیں

دلوں میں رہنا ہو تو وفا کی بنو مثل

سبے وفا لوگ تو جلد ہی دل سے اتر جاتے ہیں

خوب یہ کہہ لینا کسی پر اعتماد کرنے سے پہلے

یہاں لوگ اکثر اپنی بات سے مکر جاتے ہیں

کوئی لاکھ چھپالے اپنے درد لیکن

دل کے زخم تو اکثر سوچوں پر ابھر جاتے ہیں

جو عزت سے مینا ہے تو زبان میں پھیا کر دشمن

یہاں لوگ ذرا سی بات پر دھیسوں کی طرح بھر جاتے ہیں

بہت خوش نصیب ہوتے ہیں وہ جنہیں ملتی ہے محبت

ورنہ کئی لوگ تو اس راہ میں ہمیشہ کے لیے اتر جاتے ہیں

بہت حساس ہوتے ہیں کنول یہ عباد کرنے والے

جو ٹوٹ جائیں تو پھر دور تک ٹھکر جاتے ہیں

بدیہ کنول مرور... چشتیوں

غزل

وہ جو میرے کبھی بنے تو تھے

چھوڑ تھا وہی مجھے تو تھے

دیکھ کر ہم بھوم لوت آئے

آستان تک تیرے مجھے تو تھے

حال پوچھا نہ ایک واقف نے

ماتے میں کئی طے تو تھے

دیکھ کر اس شقی کو ساتھ تیرے

دل میں طوقاں کئی اٹھے تو تھے

ہم بھی تہذیب تیری دنیا میں

یونگی کچھ دور کو رسکے تو تھے

راہ تہذیب حسین تہذیب... رحیم یار خان

یہ یہاں عذاب ہے

میری رون بھی ہے فزافا کہ یہ شہتیں بھی عذاب ہیں

مجھے نقرتوں کا سہی سکھا یہ تہمتیں بھی عذاب ہیں

مجھے خاردار کاؤر نہیں بھلا کہہ سکیں گے یہ کیا مجھے

مجھے بس رہا ہے تو بس وہی جو چمن کے سج گلاب ہے

نہیں بھول کہ ہے مری زبان جو نہیں ہے لفظوں سے ہوا

ہے شدید صوقان قاشقی بیکی قاشقی تو عذاب ہے

بے اجہا ہوں تھکتیں جو ہوں نقرتیں تو ہوں بے پناہ

مری رون میں جو جنون ہے یہ جنون شدت کی آگ ہے

میں کدورت ہوں نور ازل کے تو میں کہ پانی ہوں نور بہا ہے

میں کہ راستوں میں ہوں در پدز میری منزل میں سراب ہیں

نہ اصل ہیں مسکن چاہیں نہ بعدی پیمان نقرتیں

نہ جہیں جھکا عباد میں اگر جو چہرے عذاب ہیں

نورین مسکن مرور... سیالکوٹ ڈسٹرکٹ

دعا

خدا کرے کہ میرے ملک کے

ہر باسی کی

بھی آکھ نر نہ ہو

زیست میں کوئی کلم نہ ہو

برف کلاب ہو جائے

ہر چہرہ شاداب ہو جائے

کوئی کھی گئی نہ مر جائے

ہر باسی صلتا ہوا سکرائے

یا اتنی ا

کدورت قبول میری ہر دعا

معاف کدورت ہم سب کے گناہ

آنسہ شبیر... ڈوگ مہجرات

آنکھوں میں آنکھوں میں کہانی سنائی گئی

تو بھی لب ملے نڈول دلا کیے

بس سامنے دیکھ کر جو

آنکھوں میں آنکھوں میں دے پل ناٹھے

کہانی بن گئی

کبھی مسکرائی آنکھیں کبھی ہنس بھی لاسی آنکھیں

کبھی بے وجہ ہنستی خوش آنکھیں

کبھی غم اور خاموشی آنکھیں

تو کبھی شجیدگی کا لہارہ لڑھے

غرض کہ دل کا کس بھی آنکھیں

ہوں ہی نکلوں کی جھانگرتے اٹھاتے

کہانی بن گئی

تو جانے یہ کیسا رشتہ تھا؟

کبھی جو سامنے تہائی بن گئی

تو دل لاس ویران سا ہو جاتا

یونہی اسے چاٹک دیکھ کر آنکھیں چمک سی اٹھتی

لیوں پر مسکان ابھرتی

اور پھر نظریں جھٹک جاتیں

کبھی پہیروں تلکتے آنکھوں میں آنکھیں

کبھی مسکرائی آنکھوں کی تاب نہ لاتے

تو بھی اور کوئی خواہش کی

چہرہ دیکھنے کی یا بات کرنے کی

بس ایک نظر کافی ہوتی تھی

شاید یہ کچھ مہرہ تھی مگر کہانی بن گئی تھی

یہ خاموش کہانی تھی نہ کسی کو پتا چلی تھی

اور پھر دور بھی ہو گئے

نڈول میں کوئی اور جذبہ تھا

بس آنکھوں میں قدیں جلتے تھے

یونہی آنکھوں میں آنکھوں میں

کہانی بن گئی

کن میں میرے جاگا ہے

چھوڑ کے دل کی دھڑکن خالی

جب دل لے کے وہ بھاگا ہے.....

میں بیٹھا تھا سوچوں میں غم

زور پٹاس دن بازش می

سارے موسم کھل ناٹھے تھے

دور گئے دک ساڑھن تھی

تب جو تم سے پیارہ تھا تھا

میں اب دشوار ہوا ہے

فرصت جب بھی ملتی ہے

تو تم پر چار ہوا ہے.....

کیا فرماؤ وہ عجب تھا

جب یہ پوچھا تو مہتاؤ

دل دیو ہے جاں بھی دین گے

گر کیا حسان تم جتناؤ.....

میں نے پوچھا کیسے جانا

اس کا کہتہ دل نے تھا

خلق پہ تیرے سرمے غم

اب نہ کرنا کوئی یہاں.....

سہاں ہوا اب منزل کا

جو اب ظاہر بہت قریب

رہتے ہیں ہمہ سانسوں میں

پھر بھی ہم ہیں بد نصیب

کو کوشش اس کی اب بھی جاری

ہے بات کرنے کی تیاری

اب بھی کھنٹی تیج اٹھتی ہے

کبھی کبھی تو رات ساری.....

اعجاز احمد لیونگن اسلام آباد

بنت خوا - چوک مراد شہید

اسکا بہتا

دوست کیسے بنے

ہمارے

تعلیم کے نام

ایم آئی اے فرینڈز ڈال ریڈرز انٹرنیشنل پبلشرز کے سب کو
 کیوں عائدہ دینا ہے؟ ہلی کی طرف سے گفتگو چاہتوں اور
 محبتوں سے غریب ملا جملوں ہو۔ سب سے پہلے صائمہ قریشی
 کہتی ہیں آپ؟ ماشاء اللہ بہت زبردست لکھتی ہیں آپ
 "نازی پاز" ہائے فائے۔ فیصحا صف خان گریٹ ہوا آپ
 لادھی یا کین آپ سنا میں؟ ایس گوہر کمال ہیں آپ عامرہ
 اقبال نازی آئی کا خیال رکھیے گا بھائی بھئی۔ شبنم کنول آپ بگ
 فٹ ہیں ناں اذیت مزہ آپ کا نہ ہوا جھاگا۔ پروین انجیل آیا
 اللہ آپ کو لولا وغیرہ عطا کرنے انکس دعا کرتی ہوں۔ شمع
 مسکن آپ اچھی لکھتی ہیں کرن شیر دل لکھتے ہیں آپ سے۔
 کرن ملک سی وی گریٹ ہو تو یہ ملک خوش رہو عام کمال
 کرن آپ کی بیٹی شادی شدہ ہے لانا میں تو آپ کو بھی کھاری
 دو شیزہ بھی لکھی۔ مدیحہ کنول کہتی ہیں آپ؟ سندھ بول تو آ رہا
 سویش۔ طیبہ خدیجہ کہتی ہیں خوش رہیں تو ذریعہ سلامت آ رہی
 لو کہ مدیحہ نورین ٹھیک ہیں آپ بگ؟ کوثر خالد آئی ماشاء
 اللہ بہت بہادر ہیں آپ۔ فائزہ بھئی ایڈ گل مینا خوشین
 دانش ہمیشہ ایڈ گل کن جان شہینہ لکھی نا بہت زبردست
 ہے ہوا آپ خود بھی۔ حرا قریشی آپ لکھتی ہیں تو لکھی چاہتا ہے
 پر مدحتی ہی نہیں لکھی کا شہ آپ بھی بن سکتی۔ صدف آصف
 ایس اچھا اچھا لکھتی رہیے گا سہاس گل آپ تو آپ ہیں نا
 طلعت نکلائی سوینی ڈو آ رہی۔ ام پائی عائشہ پرویز ہمیشہ
 مسکرائی رہو مقبلہ منی نذرت جہیر موہن س۔ رشک حنا لادش
 سیان گریٹ ہو کسی لکھی۔ شازیہ ہاشم عرف..... ہائے
 مر جواد۔ صبا اللوان تمیر قریشی۔ سعدیہ رمضان نورین سلطانہ
 لکھی، جنول شاد ساریہ چہدری سب لکھی ہیں۔ نجم انجم
 آپ بہت اچھی ہیں اے جننگنی نئی نورین انجم کہی ہو چندا
 حافظہ سمیرا بشری، چوہدری سیدہ نوبہ، جاوید کٹر، مریم حسین و انہی

ذکر کردہ سب سحر سماء، ملک اللوان سب لوگ خوش رہیں اپنے
 خیر چے پر۔ جادو بہا ہی کہاں گم ہو یا کس یوں۔ صائمہ قریشی
 حنا شرف بھی ہیں آپ؟ اکدم مریم ہیں سمیرا شریف طور بہت
 بہت مبارک ہوا تا گریٹ ہوں لکھتے پر۔ نازی آئی آپ بھی
 ہیں اپوزن شاہد آری لولا بہ میر کیا مصروفیت ہے جان بھل؟ جیا
 عباس آپ بھی یاد ہیں یارا فارہب انشال آپ کا نام
 اچھا لکھ رہیے کنول باقی جو آ رہے ٹکس بگنی آئی فریہ چاہیے
 فری آپ کی طبیعت کہتی ہے؟ کاجل شاد آپ کدھر ہیں؟
 جن جن کے نام لکھے ہوتی کہنا چاہے کوئی تو دل کا درد نہ کھلو
 پلیز سب لوگ دعا کریں میری پیاری سی "مس پریشہ" اچھی
 بگنی بن جائیں نا کہ لوگ شہزادی اور بھیا کی پتی کس عروسہ
 کسی ہوگی جی؟ اور میر سے بھائی کس مس زہرا امروہی کی
 پھوپھی کس بھائی کس فوزیہ ایڈ مائی آل نیچرز ایڈ و لکھی آئی لو
 یو گیندھی لکھتے سب دکھا۔

عائشہ حسن بھئی..... سہیلی مری

آنجل فرینڈز صائمہ قریشی کے نام

اسلام علیکم تمام آنجل ریڈرز انٹرنیشنل کو میرا دل سے
 سلام۔ میری بیٹ ایڈ فہرہ آئی صائمہ قریشی صاحبہ میں
 آپ کی بڑی فین ہوں کیا حال ہے آپ کا؟ میں بہت
 خاموش طبع ہوں کبھی ڈرتا آپ کو خط لکھ کر کے پیغام لکھا ہے
 جواب ضرور دینا آئی صدف آصف آپ کہتی ہیں؟ لونا آئی
 کوثر خالد آپ کے حال چال کیسے ہیں؟ جادو بہا ہی آپ
 مجھے بہت اچھی لکھتی ہیں سرور فاطمہ بھئی لادش انشال مشی
 بہت زبردست ہیں۔ آئی سہاس گل آئی حرا قریشی سب کو
 سلام اور طیبہ خدیجہ آپ کی شادی کی خبر سن کے دل کو کھٹھونے
 لگا ایک دنیا ایک دن میں باپ کو چھوڑ کے جانا ہی ہوتا ہے خوش
 رہو شاد رہو۔ کاجل شاد آپ کا ہوتو بہت ہی دلکش ہے اصل
 میں بالکل نئی ہوں آنجل میں۔ اس لیے مجھے نہیں پتا کہ کون
 میری آئی ہے یا میں کس کی آئی ہوں اگر بڑوں کو نہ ملے۔ جس سے
 خط لکھ کر لیا ہوتا معذرت چاہوں گی آخر میں اپنی ممانی جو
 کہ بالکل آئی بھلیں کا ہم کی طرح ہیں یعنی علیہ ممانی انہیں
 بہت بہت سلام اور دعا ہے۔ جادو بہا، لادش، انشال، بگنی، فاطمہ

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں:-

ہائس کو الٹی پی ڈی ایف
ایڈ فرس لنکس
ایک کلک سے ڈاؤن لوڈ
ڈاؤن لوڈ اور آن لائن ریڈنگ ایک پیج پر
کتاب کی مختلف سائزوں میں اپلو ڈنگ
نازل اور عمران سیریز کی مکمل ریجنج

Click on <http://paksociety.com> to Visit Us

<http://fb.com/paksociety>

پاک سوسائٹی کو فیس بک پر جوائن کریں

<http://twitter.com/paksociety1>

پاک سوسائٹی کو ٹویٹر پر جوائن کریں

<https://plus.google.com/112999726194960503629>

پاک سوسائٹی کو گوگل پلس پر جوائن کریں

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس

بک پر رابطہ کریں۔۔۔

ہمیں فیس بک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے امیج پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں:-

Dont miss a singal one of your Favourite Paksociety's Update !

- i. Open Paksociety Page.
- ii. Click Liked.
- iii. Select Get Notifications.
- iv. Select See First.

All Done

Like Message

Get Notifications
Add to Interest Lists...

Unlike

IN YOUR NEWS FEED

See First
See new posts at the top of News Feed

Default
See posts as usual

Unfollow

فرمائش کر کے پانچام ٹکڑا بنا لیا اور ہم چاروں نے بھی آپ کی فرمائش کو مانگور نہیں کر سکتے آپ نے تو صرف پینچام کی فرمائش کی لیکن ہم نے تو یہ بھی ڈیسا تیز کر لیا ہے کہ میں اپنی آئندہ تحریر میں آپ دونوں کے نام استعمال کروں گی۔ (اب آپ دونوں تصور کر لیجئے گا آپ کا یوں کہنا مجھے کس قدر پسند آیا ہے) لیکن آپ کو یہ بتانا پڑے گا کہ اصل میں پینچام کھسا کس نے تھا۔ رشک حنا یا پھر ماروغ سیاہ (میرے خیال سے تو رشک حنا صلیبہ نذر شاہی مبارکذیر بنا دیا بھی تو کس طرح؟) ایک دم غیروں کی طرح کتاب یہاں کہنا کہ پتھر پوڑوں والے انگریزوں کو دیکھا۔ سب دوستوں کو سزا پہنچا کر دیتے۔

ہاں (جو یہ وہی) شکر یا آپ نے میرے لئے لکھا تھا کہ پینچام (کیا) شمع مسکان حرا قریشی شائستہ جٹ وکیش مریم کوثر خالد (جو لکھی کا شمارہ پھول بیگزین ہیں جو تصویر ہے وہ آپ کی ہی ہے) حنا زمان سے دوستی کی خواہش مند ہوں جو بھی اس محبت سے محروم نہ رہتی کا تھوڑا تھوڑا کھانا کھا کر اس کا دست شکر یہ لکھا ہے کہ دوستی و تہمتی وہی زندگی کا فرما ہے اور آج کل و قباب کو دینی چوٹی ترقی کا فرما ہے آمین۔

نوزیہ سمنگان... تو نہ شریف

آج کل کے دیگر زکے نام
 السلام علیکم سب سے پہلے اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں کہ جس نے مجھے اتنی اہمیت دی کہ میں بھی پتھر لکھ سکوں۔ توجی جناب آج کل کی تمام راکٹرز کو محبت اور غلامی سے بھرا سزم ار سے یہ دیکھنے کے منہ کیوں نہیں کھولتے جو کئے بھتی آپ کو بھی قلابیہ مسکان کی طرف سے چاہوں سے پھر یہ سلام لیں ہو اور پھول غبر کے اس بھی ہی جان کو ڈھیر سی دعا میں دیں اور بدلے میں بھی دعا میں کیا نکل گئی کہہ رہی ہوں۔ ہائے سہمہ ازلہ اوست و تمہاری سا نگہ بھی اہست آف لکھ فارین۔ میری اللہ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ و میری خوشیاں دیکھ کر سے اور ساتھ میں مجھے بھی ہلہلہ... "صاف جیسے نہیں سانسٹا تے بھی نہیں" اس مصرعے کے مطابق بالکل بھی بات نہیں کروں گی بلکہ سیدھی ہر صاف بات کروں گی میں نے آج کل میں انٹری ہادی کہ ڈھیروں دوستوں بھائیوں کی پر میں جی کسی نے بھی ہاتھ نہیں تھلا کون گل میں جی وقت وہ نہیں رہا تو یہ بھی نہیں رہے گا۔ ہمیشہ امید ہی رکھوں گی آخر کوئی تو لوگ کے یہ جیسے ہوئے ہاتھ کچھ بھی لکھ سکوں زور میں نے آپ کی طرف دوستی کا ہاتھ پڑھایا لیکن آپ تو آج کل سے غائب ہی ہو گئے یا وہ اتنی نہیں کرنی تو تان بھی لیکن پلیز آج کل میں دو بارہ انٹری دو۔ سا نذر نور محمد (آپ کی اسنوہیز کے تو کیا کہنے جب بھی آتی ہیں چھا جاتی ہیں کوئی سلسلے وہ تانوں بھی شروع کر دو پھر وہیں ایشیا شہین (آپ کی نہیں ہیں

قالبیہ مسکان... قلوب میاں سنگھ
 آج کل کی پریوں منزہ ایڈوکلٹا جی کے نام
 السلام علیکم کسی بوسوں کیوٹ جی سسٹرز! آئی ہوپ
 فن فاٹ ہوں گی جب سے آپ نے بتایا کہ ہم کراچی سے ہائیکس آر ہے ہیں میں مت پوچھو جی ایک ایک دن گنا جا رہا ہے ابھی ابھی تو اٹ... بہت سارے دن رستہ ہیں۔ کوئی بات نہیں جی ان شاء اللہ جلدی سے گزر جائیں گے۔ منزہ آئی آپ کو بہت بہت شکر کہنا تھا ہاں تاں آپ نے جو دوستی میرے لیے بھیجا تھا بہت ہی ناس تھا اس کا ٹکڑا بڑا ہی خوب صورت نظر تھا پرل۔ سید والے دن جب میں نے فرائگ پہنایا تو بس کیا اتنا ہی بہت سی وار و مول کی ہے ہم... ہر کسی نے پوچھا کہ خیر شاہ اللہ یا آپ کا سوٹ تو زبردست ہے کہاں سے لیا تھا تو میں نے کہا جی ہاں یہ کراچی سے آیا ہے میں تو سب نے کہا اچھا تو کراچی سے آیا ہے ہم... بہت ہی زیر دست لگ رہا ہے ہاں تو کیوٹ آئی شمس آجی بہت زیادہ ایشیاں کو بہت چار کرنا اوکے جی ایشیاں کو بہت کس کرتی ہوں اب بس ہندی آ جاؤ۔ ارے ہاں زیشہ فرنا ایڈو عبدالرزاق اب اسکول جانے لگے ہیں نا شاہانہ ہاں کیوٹ سوٹ سے بھانجی بھانجی اتنا آپ دونوں کو کامیابی عطا کرنے آمین۔ اچھا اب ڈا چکھتا چلنے کے ذریعے دوست بناتے ہیں کیا کوئی ہے جو مجھ سے دوستی کرے آج کل کی شہزادہ میں میں بہت ہی دل سے چاہت سے اعلیٰوں سے آپ سب لڑکیوں سے دوستی کرنا چاہتی ہوں آئی ہوپ آپ مجھ سے دوستی کریں گی چلو جی اگلے ہاں دیکھتے ہیں کہ کون کون اور ہی دوستی قبول کرے گا اور جی کاب اور یہاں اور جاننا

شاہد سول ہاشمی... صادق آباد

طیبہ بذر کے نام

اسلام علیکم اخیبتا پی کسی ہوا امید ہے کہ نچیک ہوگی آپ کو شاہی مبارک ہو سواری آئی میں آپ کو پہلے مبارک باد نہ دے سکی ہوں کی وجہ میری پر حال ہی ہے کہ مجھے زیادہ وقت نہیں ملتا سدا خوش رہو سدا سہاگن رہو میری دعا میں آپ کے ساتھ ہیں اللہ آپ کو اتنی خوشیاں دے کہ جس کا کوئی حساب نہیں کوئی دکھ یا کوئی تکلیف آپ کے پاس سے بھی نہ گزرے اور مجھے دعا میں دینے کا شکر یہ اور میری آپ سے گزارش ہے کہ میرے لیے دعا کرتی رہنا خصوصی طور پر میری پر حال کی کے لیے ہر میں تو آپ کے لیے دعا میں کرتی ہوں کہ صرف بیماری سے آبی سدا پھولوں کی طرح ہستی مستلانی رہے آمین اللہ حافظ۔

فریدہ جاوید فری اور عائشہ کشملا کے نام
اسلام علیکم اقول بہتر ام بی بی آپ جان فریدہ جاوید فری سینے میں دل دل میں روز بروز میں نشہ نشہ میں آرزو آرزو میں حسرت حسرت میں امید امید میں خیال خیال میں تصور تصور میں تم میں ذرا لو اس وقت وہاں میں خلوص خلوص میں پناہ پناہ میں عبادت عبادت میں خدا خدا سے ہے دعا کتاب ہمیشہ خوش رہو۔ پھولوں کی طرح ہستی مسکرائی روشا ہوا آمین۔
آپ کے قلم سے اپنا نام لکھ کر کھانے کے خوشی ہوئی آپ مجھ سے ہر مشہور شاعر نے تمہارا نام لکھا ہے اور کیا ہے یہ حد حیران ہوئی کہ آپ آج میں مجھے پرستی ہیں اور اپنا قیمتی وقت میرے لیے بھی نکالتی ہیں بے حد شکر یہ امید کرتی ہوں کہ آئندہ بھی ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں گی آپ کے لیے اللہ تعالیٰ سے خصوصی دعا ہے کہ آپ کو اپنی رحمت سے ذیروں خوشیاں ہر روز آجی رحمت عطا فرمائے۔ ذیروں کھملائے ہمیشہ خوش رہو۔ کھملائے آپ کی بات درست ہے واقعی میں ہر کسی کو دل سے یاد رکھتی ہوں تمام دوستوں کو یاد رکھنے سے میرا دل بھرا بھرا رہتا ہے بس۔

سین فضل... احسان پور

آج کل سچے ہیں کے نام

سب سے پہلے تو ذیروں شازیا گل کے تو سدا ہے تم سے سچا طلب ہوں میری پیاری ہی کیوتی دوست ہمیشہ خوش رہو بشری افضل فرام بہا پندہ آپ سسپن باجاسوی والی بشری افضل ہوتی ہیں۔ مجھے آپ سے دوستی کرنی ہے خیرہ تدری شاہی مبارک ہو لیٹ ہوگی ہوں مبارک باد دینے میں مضرت۔ دعا ہے سحر آپ نے تو نکس تلو آپ کی آئی ہے ہاویا آپ کی مگنی کا اچھا کیا جو بھانڈا پھوز دیا؟ یقیناً اچھا کیا۔ حافظہ صائمہ کشف مجھے بھی قرآن پاک حفظ کرنے کا بہت شوق تھا جو پورا ہو سکا البتہ خود سے کافی سہ تھی یہ وہی ہیں آپ نے مجھے یاد رکھا بہت بہت شکر یہ۔ لب تو آپ میری دوستی ہو میں ہوں؟ اتنا بڑا ایسر تھا آپ کا پچھلے دن بہت اچھا لگا۔ ہر من ملکتا ہے کی کیوتی بائیں اگلی گلیس یقیناً آپ خود بھی کیوتی ہوں گی۔ ارم سماں آپ ہمیں بڑی اچھی بڑی اپنی ہی آتی ہیں۔ پروین افضل ایتھا آپ کیوتی ہیں؟ مدیحہ نورین مہک آپ شہر کا نام "میرانی" کیوں نہیں لکھتیں؟ شاہی ہوئی ہے یا یہ بھرات کا ہی نصیب ہے آخیر میں سب کے لیے ذیروں دعا میں اللہ کی تمام خوشیاں آپ کو

آرزو ہوئی چاہیے کسی کو یاد کرنے کی
مجھے اور وقت تو اپنے آپ ہی مل جاتے ہیں
اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کو یاد رکھے آپ نے ہمیں یاد کیا
اب دیکھنا کہ ہر پینچم میں آپ کا نام ضرور جھنگائے گا کہ
نورین سلطانہ حیر سارا عیار۔ ثوبیہ محمد حسین میں آجی آپ سے
دوستی کرنا چاہتی ہوں۔ ویلکم کیجیے حیا عباس کہاں کم ہوئی۔
دلکش مریم آپ تو خاتون ہو سیں خیرہ تدری ہوتا بلوچی انجم زرین
سارو زرین نور اللہ کی خوشی ہر کم کمال سب کو ملام۔
جمہرہ محمد عوان۔ کراچی

آج کل کے پانچ چھروں کے نام

اسلام علیکم! ہمیں ہیں سب فرینڈز کافی بلا بھلا لکھ کی
مخمل میں شرکت کر رہی ہوں سب سے پہلے تو ان سب
دوستوں کا تہہ دل سے شکر یہ اور کراہا ہوں کی جنہوں نے

مجھے یاد رکھا۔ عیب نذیر میرا سواقی سارے چوہدری ڈرٹنگ کا
 بلورخ (بالکل معروف نہیں ہوں) آپ سب کی محبت پر
 آنکھیں نم ہوئیں طیبہ نذیر شادی کے لیے مبارکباد اللہ
 آپ کو دونوں جہانوں کی کامیابی اور خوشیاں عطا کرے۔
 کا گل شہلاہی معروفیت میں سے تھوڑا سا وقت لے کر فریڈز
 کے لیے بھی نکال لیا کریں شہلاہی کہہ رہی ہیں تم آپ لوگ؟
 شہلاہی کی ڈیڑھ یاد رکھنے کے لیے شکر یہ آپ سب کی محبت
 اور پُر خلوص دوستی میرے لیے انرجی کا کام کرتی ہے نورین
 شہلاہی جہاں ملک شہلاہی کان آپ لوگ بھی جلد فریڈز
 کی محفل میں حاضر ہوں۔ سنیوں بزرگ شادی مبارک ہو جتنی روز
 خوش رہوں۔ انا حسب دعائے سحر بیکس مریم القسری بزرگ جیہ
 عباسی حرا قریشی لاؤنٹک (آئی مس نوہلیز کم بیک۔ صبا
 زرگر (آپ کی محفل میں خوش آمدید آپ بھی ہر سے
 دوستوں کی لسٹ میں شامل ہو چکی ہیں ہمیں سے آپ کو
 اعتراض نہیں ہوگا؟)۔ یہ شہلاہی شہلاہی نورین انجمن شہلاہی
 (ان محفل کی رونق آپ سے ہے بہت ہی خوش رہیں)
 تمہاری لسٹ انمول سب ان گل (آپ سولہ سال سے محفل
 میں تھیں ہیں جان کر حیرت ہوئی، ہم آپ کو اپنی ہم عمر سمجھتے
 تھے)۔ جزی شہلاہی شہلاہی شہلاہی کو سلام جن کے نام روگے
 ان سے معذرت نہ عاواں میں یاد رکھیے گا اللہ مجھ سے۔

پارل شہلاہی..... چکول

مس عاصمہ دین (فیصل آباد) کے نام

اسلام نیکم آپ کیس ہیں؟ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہوں۔
 کہ وہ آپ کو سزا خوش رکھے آمین۔ مجھ کو فخر و امیر لودھی
 نے بتایا کہ آپ کا ٹرانسفر ہو گیا ہے کچھ لوگوں کے لیے مجھ سے
 کہہ بیٹھی نہ گیا۔ آپ کو اتنی جلدی تھی جانے کی؟ آپ
 جیسے لوگ گلاب کی طرح ہوتے ہیں جو ہاتھوں میں نہ بھی
 رہیں تو خوشبو پھیر چھوڑ جاتے ہیں۔ میں کانج آئی تو مجھے ایسا
 لگا جیسے چار سوں خاصوش کا ایسا ہونہر چیز مجھے اس لہنا خوش
 سی دکھائی دی، لیکن میرے دل کی طرح۔ جب میں کو یہ
 ڈور سے گزری تو مجھے ایسا لگا جیسے ابھی مس مجھے آواز دیتی
 ہوں۔ انا سے ہے کہ شہلاہی شہلاہی شہلاہی شہلاہی شہلاہی شہلاہی

سے لپٹ کر رونق محبتیں ہوئی۔ مس عاصمہ کانج وہی سے جو
 چیز جہاں تھی وہیں ہے سب کو کہہ ہونے کے باوجود ایسا لگتا
 ہے جیسے کہہ نہیں ہے۔ کانج کی فضا میں آپ کو یاد کرتی ہیں
 کانج کی پر بلورخ ہر آہستہ پر چمک جاتی ہے کیا خبر آپ
 ہوں کانج کے گورڈ اور میں سمجھا آج بھی آپ کے قہقہے
 سنائی دیتے ہیں۔ سنر لوروم میں کسی کو چھپنے دیکھ کر آپ کا
 ٹھکان ہوتا ہے بلورخ کا گوشہ گوشہ اس نظر آتا ہے۔ مس
 راحت کے ٹھکان پر پڑی کہتیں آپ کے ہاتھوں کے لمس کو
 ترستی ہیں بال جس میں آپ کی موجودگی محفل کو چار چاند
 لگا دیتی تھی لوروم آپ کے ہر شعر پر تالیوں کی گونج تھینے کا مہم
 لکھی گئی تھی وہاں وہاں اور میں کرتا دکھتا ہے۔ کانج میں جو
 بھی لڑکیاں آتی ہیں سب یہی پوچھتی ہیں مس عاصمہ سے
 ملنے ہے مس عاصمہ کی ہیں؟ جب ان کو پتا چلتا ہے کہ آپ کا
 ٹرانسفر ہو گیا ہے تو سب کے چہرے مرجھا جاتے ہیں اور
 سب مجھے بچن لگتی تھیں (خاموش کر کے آپ کے ایم ٹو کی
 لڑکیاں)۔ سدرہ تم تو آپ کی محفل میں تھیں ہونا مس سے کہہ دو
 ایک پتہ بتا کر لیں جہاں میں ان سے کیا ہوں آپ محفل میں
 تھیں کتنی دلگیا ہے۔ ہاری سیدنی بد لہیبی ہے کہ ہم نے
 آپ کو کھو دیا اور فیصل آباد کی ان لڑکیوں کے نصیہوں کو سولہ
 جن تو آپ ملی آپ بھئی ذہین نہیں کہہ ہر اہلی اخلاق کی ٹیچر
 ان کو پتہ چاہی ہیں۔ کانج کا اسٹاف لوروم کانج آپ کی خدمت
 کو فراموش کر دے تو کہہ سکتے ہیں آپ کی محنت محبت اور
 خدمت کو خراج تحسین پیش کرتی ہوں اور آپ کی ذریعے
 میں صرف پاکستان کے ہی نہیں بلکہ دیگر ممالک کے ٹیچر
 سے بھی بہنا چاہوں گی کہ اپنے اسٹوڈنٹ کے ساتھ نرم بہناؤ
 کریں اپنے اسٹوڈنٹ کی حوصلہ شکنی کرنے کے بجائے
 موصلہ افزائی پیدا کریں ان میں ڈر خوف اور بے اعتمادی ختم
 کریں تاکہ زندگی میں جس پوسٹ پر ہوں آپ کے ممنون
 رہیں اور دعاؤں کی بارشیں آپ پر سدا کرتے رہیں۔ میں
 اپنے کانج کی پرنس میڈم رقیہ کوثر سے یہ درخواست کرتی ہوں
 کہ آٹھ دن سہ ماہی کسی ادارے کے ساتھ منسلک رہنا
 چاہتا ہے۔ کانج کے لیے لوروم شہلاہی شہلاہی شہلاہی شہلاہی شہلاہی

دارپوں کو اسن مخریچے سے سرانجام دینا کوئی معمولی بات نہیں۔ میں آپ سے گزارش کرتی ہوں کہ آپ ہمارے شیخہ زکویا کا کالج میں انوائٹ کریں اور ان کی خدمات جو انہوں نے اتنے سالوں کا کالج کے لیے سرانجام دیں ان کے لیے پارٹی رکھیں اور اس پارٹی میں ہمارے شیخہ کی حوصلہ افزائی کی جائے ہتی کے نئے اسٹاف اور جوئیئر اسٹوڈنٹ سے اس کا تعارف کر دیا جائے۔ میڈم خانمہ لطیف صاحبہ (سابقہ پرنسپل آف کالج) ہر فنکشن کے انتظام پر کبھی نہیں "عاصمہ برٹن مولانا سے جتنے بھی پروگرام منعقد کیے جاتے ہیں سب سے زیادہ بھاگ دہڑ عاصمہ ہی کرتی ہے۔ میڈم ہلیز میں آج کل کے ذریعے آپ سے بہتر نہیں ہوں کہ آپ ایک مس عاصمہ کے لیے فنکشن رکھیے گا اور اپنے سارے آج کل اسٹاف اور فرینڈز سے کہتی ہوں کہ دعا کریں میرے شیخہ زکویا جہاں رہیں سدا خوش رہیں۔ مس عاصمہ میں پھر سے ہاتھ باندھ کر آگاہ ہوں کہ جیسا کہ سرگوشی کے کتاب کو سلام پیش کرتی ہوں اور دعا کرتی ہوں کہ آپ سدا خوش رہیں آمین۔ اللہ حافظ۔

ایس کو برطوہ... تانڈا لیا نوال فیصل آباد
 پیارے دوست لوہیں منیر کے نام
 اسلام ٹیکہ! تمہارے آپ کی سائیکو گنی میں آپ کا کالج کے ذریعے دل کر رہی ہوں۔ امید ہے سر پرانہ پسنڈا نے کا اللہ پاک سے دعا ہے آپ کی زندگی کے جس نئے سال کے آنے والے دن آپ کے لیے مسرتوں کے پیغام لے کر آئے۔ آپ کا آپ کی من پسند ملازمت مل جائے۔ تمہارے تمام نیک اور جائز خواہشات پوری ہوں آمین۔ آج کل کی تمام مصیبتیں اور آفات میں کہہ کر اسلام اس سب کے ساتھ اللہ حافظ۔

صبا قر
 فیملی کے نام
 اسلام ٹیکہ! جی! تم فرام دہی کیا حال سے اور سنا بہت تو ٹھیک ہے۔ اللہ ان کیسے نڈر رہے ہیں، ویسے تم تیسرے مہینے کا بیوی بے چینی سے انتظار کر رہے ہو کہ کب تک تیسرے مہینے میں پاکستان جاتا ہے (اللہ تعالیٰ ہر وہی آرزو تمہاری پوری کرے) آمین! صبا قر
 10 ستمبر کو تمہاری سائیکو گنی

مبارک ہو۔ یہ 10 ستمبر کو تمہاری سائیکو گنی آگئی برتھ ڈے نو۔ آج کل کے توسط سے میرے بہنوئی بھائی جیل کو سلام پہلو بھائی جی کیا حال ہے۔ کشمیر کے موسم کا کچھ حال چال سٹاؤ بھائی جی کیسے کا خیال رکھا کرو ابو کے بھائی آپ کی 11 مارچ کو سائیکو گنی سے سائیکو مبارک ہو سہری جی آپ کو جلد ہی دلش کر رہی ہوں کیونکہ اس وقت شاید ایسے حالات نہ ہوں (کچھ گئے ہوتا)۔ نور اہدیٰ مغل (حیدرآباد سندھ) کو سلام! ہم کمال میرا تعارف پسند کرنے کا بہت بہت شکر ہے۔ شیریں گل (نمن) لاہور، سیال سرگودھا، تم دونوں کدھر غائب ہو سب خیر ہے۔ شاوویہ شازم زانیہ کو سلام۔ عہد تم کیسی ہو آخیر میں اللہ تعالیٰ میرے دونوں بھائیوں کو اپنی حفظ و امان میں رکھے آمین اللہ حافظ۔

عروس... کانس
 چاند چورس کے نام
 پہلو عزیزہ ڈیئر کیسی ہو جتنا ضرور کسی جی انٹری سہری بتایا نہیں تھا تمہیں کہ میں آج کل کی ذریعے دلش کر رہی ہوں۔ جی تو ہوتا ہے سر پرانہ۔ یاد ہے اپنی برتھ ڈے یا میں بھی یاد کرانوں ارے ستمبر میں تمہاری برتھ ڈے مگی سو مٹی مٹی پتی برتھ ڈے سے دیکھی لو میں تو آج تک تمہاری برتھ ڈے نہیں بھولی اور تمہیں بھی میری یاد نہیں آتی (دیکھ لو اس لڑکی کو سسرال میں جا کر نام پوئے کی میرا کہ اتنی کڑھیا اور اشت نے کرائی ہے میسے سے) کیا کہا میرا نام کیں ڈوئے کی جنم باں باپ سے زیادہ میری بھئی میں جو رہی ہے تم راتر بنوئی ضرور ان شاء اللہ صحت جاری رکھو صبر کا پھل میں اور صحت کا صلہ کا میا بی جو تمہیں ضرور ملے گی اور ہاں مجھے خوشی ہے کہ خواہوں سے حقیقت کی دنیا میں لوٹا آئی ہو (بھئی جاگ گئی ہو جاں) اپنا ضرور تہہ گفت میں کیا چاہیے۔ کیا کہا ہم سمجھیں! ہاں بھئی کیں نہیں ضرور دلش کریں گے اور بتاؤ یہ خاصہ بھی میری کاٹی کر رہی ہے کہ رہی ہے میری طرف سے بھی نکھو۔ پہلو جی پتی برتھ ڈے نو یو فرام عاصمہ۔ عاصمہ ہم تم سٹاؤ شائع کیسا ہے (اب تمہارا حال چال پو چھنا بند اب تمہارے بیٹے نور اہدیٰ سے بھائی کی باہی ہے) انصاف تم سٹاؤ زمین زمین

نیے کو تہمتی عطا فرمائے آمین۔ میں نے بہت انتظار کیا کہ جو بات میں نے آپ کو بتائی ہے کوئی اور بتاؤں میری ضرورت نہ پڑے مگر میری ضرورت پڑی گئی بات کچھ ٹوٹا ہوا تھا کہ کے متعلق بنے ناول بہت اچھا تھا کوئی بات قابل تہمت نہیں تھی سوائے اس کے کہ "اے" کو کالج کے وقت ڈیبا کا نام نہیں بتایا گیا غالباً کالج کے وقت لڑکی سے دلچسپی کا نام لے کر پوچھا جاتا ہے کہ "تو کون ہے؟" آپ نے ایسا کچھ نہیں کہا آپ کو کوئی اور طریقہ نکھٹا پایا ہے تھا جس سے نہ کوئی ہتھیار پھینکا اور بات بھی قابل ہضم ہوئی آخر کار مجھے تکلیف کرنے کی پڑی خوش رہیں اللہ حافظ۔

نسرین علی... کانولہ میں کچھ لیں کے نام

اسلام ٹیکم میری پیاری پیاری فیملی! آپ سب رات سو رہے ہیں اتنا کامیاب کو بھی میرا پیار بھرا سلام۔ سب سے پہلے تو میری پیاری بہن اقرا رشید کی نومبر کو شادی کی سالگرہ اور اسی دن میری پیاری بیٹی نائشہ رشید کے سینٹ جاوید کی سالگرہ بھی ہے سو اقرا بیٹی آپ کو شادی کی سالگرہ اور جاوید بھائی آپ کو اپنا جنم دن بہت بہت مبارک ہو۔ اس کے بعد میری بیٹی عائشہ کا نومبر کو جنم دن ہے سو آپ کو اپنا جنم دن بہت بہت مبارک ہو۔ اکیس نومبر کو میری پیاری بیٹی آمنہ عطار کی سالگرہ اور چیس نومبر کے عمار سے بھائی عبدالستار کی شادی کی سالگرہ اس کے بعد اکیس کو میری سب سے پیاری دوست شہناز اور بس کا جنم دن ہے سو آمنہ عطار اور شہناز اور بس آپ دونوں کو جنم دن بہت بہت مبارک ہو۔ بھائی جان آپ کو شادی کی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ میری فیملی ہمیشہ خوش رہے میری فیملی پر بھی کوئی ایسا تکلیف نہ اوردنیا کی ہر فیملی چاہی رہے آمین۔

صدر: عروج... اور دھراں۔ چک بہت



سے فرصت ملی یا ابھی نہیں ہوئی ہو ظہیر سے خواہیں سے حقیقت میں آؤ یہاں پرچوں شہزادے نہیں ہوتے اینڈ فی میر لیس دوسرے تم میں اچھا کچھ آ رہا ہے بدل رہی ہو (مجھ سے ہوتا مجھ سے ہندی) اس کے علاوہ تمام ڈگری والوں کو سناؤ تمہارا انرا اور فرسٹ انرا والوں کو خوش آمدید سیکنڈ انرا اور فورٹھ انرا والوں کو والوں کو تمام ٹیچرز کو سلام۔ میم سمیٹو آپ کیسی ہیں کبھی یاد بھی نہیں کیا ہوا لے گا بالکل نہیں ورنہ بہت دکھ ہوگا آپ بھی کبھی آپٹل میں اتھری رہے۔ میم زینب آپ کیسی ہیں؟ جا ب کیسی جا رہی ہے۔ میم قرآن آپ کیسے ہیں انہی کی بہت بہت مبارک باد کالی بڑی ہوئی ہوگی نا میم مٹا آپ سنا میں کیسے ہیں (وہ تو مجھے پتا ہے کہ بہت خوب صورت ہیں آپ لیکن کیا حال چال ہے) گا: ٹیس یو صدا مسکرتی رہیں کوئی تم قریب نہ آئے ہمیشہ خوش رہیں۔ میم خینہ آپ سے ملاقات ہوگی ان شاء اللہ (کالج میں) امید ہے آپ کی گھرانی میں انگلش کی تیاری اچھی ہو جائے گی اور میم عمارہ آپ کی کوئی کلاس تو اینڈ نہیں کی لیکن یقین ہے کہ آپ بہت اچھا پڑھنا سیکھنا ہوں گی آخر آل سسٹو میم ساری کی ہی ہیں۔ میم فاطمہ آپ کی بہت تعریف کرتی ہے جلد ملاقات ہوگی اس کے علاوہ تمام نیا مسٹاف کو سلام۔ اینڈ پر خینہ مسیہ معززہ فاطمہ سب انشالہ ان احب دعائے بحر (دعا ہاشمی) طبیعت پر شاہ زندگی اور کمال عرش مانا ترا قریب میں آپ سب سے دوستی کرتے چاہتی ہوں جو اب ضرور دینا لیکن بہت اوسے کا شکریہ ادا۔

اقرا ملیاقت چدرمز... حافظہ ہد

کنول ستیان...

دعائے بحر کے نام

پیاری دعائے بحر امید کرتی ہوں مزاج بخیر ہوں گے تمہارا نام مجھے بہت پسند آیا ہم دوست بن سکتے ہیں اگر ہیں تو جواب ضرور دینا مجھے انتظار رہے گا اس کے علاوہ کوئی بھی قاری دوستی کرنا چاہے تو پیغام بھیج سکتی ہیں شکریہ۔

کون ہشیر... کراچی

میرا شریف خود کے نام



نکلنے سے پہلے چھتری لے لیتا ہے۔ لمبے سفر پر روزانہ ہوتے وقت گاڑی ہوا پانی اور پیٹرول چیک کر لیتا ہے۔ اندھیرے میں نکلنے سے پہلے تاریخ تمام لیتا ہے۔ مگر..... مگر..... قبر میں اترنے سے پہلے کوئی تیاری نہیں کرتا کبھی سے..... دھکی جائے گی۔

تشریح آیات
42:52 سورۃ نئی اسرائیل

زمین و آسمان کی بہت سی قومیں مل کر گھاس کا ایک جتکے یا گیسوں کا ایک دانہ تک پیدا کر پاتی ہیں جو اس کائنات پر ایک ہی نگران ہونے کی دلیل ہے اللہ کا کوئی شریک ہوتا تو کائنات کا یہ نظام اتنی ہم آہنگی تکاسب و توازن سے ایک ٹپ نہ چلی پاتا۔ اللہ کی ذات ہر عیب منتقص اور کمزوری سے پاک ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کو بھی رزق اور سنبھلنے کی عیبات دینے جاتا ہے ان کی رہنمائی کے لیے انبیاء اور کتب نازل کیں اور مادہ ہو کر تائب ہونے والوں کے پچھلے گناہ معاف کر دیتا ہے لیکن نافرمانی پر تو تم لوگ مزید گمراہ ہوتے چلے جاتے ہیں۔

صنیہ بشیر..... لاکھوں
خوب صورتی کے بہترین راز
ہلا ہاتھوں کی خوب صورتی کے لیے اپنے ہاتھوں سے
صدقہ دین۔
ہلا آواز کی خوب صورتی کے لیے قرآن پاک کی
تلاوت کریں۔
ہلا آنکھوں کی خوب صورتی کے لیے اللہ کے خوف
سے آنسو بہائیں۔
ہلا چہرے کی خوب صورتی کے لیے وضو کی عزت
ڈالیں۔
ہلا دل کی خوب صورتی کے لیے اپنے دل میں اللہ کی
یاد بٹائیں۔
ہلا دماغ کی خوب صورتی کے لیے اللہ کی بارگاہ میں
سجدہ کریں۔
اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی خوب صورتی سے نالاہاں کر دے
آمین ثم آمین۔

لوگ مگر خاک ہو جانے والوں کا آخرت میں دوبارہ زندہ کیا جانا ناممکن سمجھتے ہیں جبکہ یہ خاک اگر پتھر لوہے سے بھی زیادہ سخت ہو جائے تو بھی اللہ کے ایک اشارے پر سب دوبارہ زندہ ہو جائیں گے اور سمجھیں گے کہ شاید وہ ایک گمراہی پھر کے لیے ہی بوجھ رہے تھے۔

شاد رسول... کراچی
دھکی جائے گی؟
یہ انسان بھی کتنی سمجھ رہا ہے جو گاڑی تک پہنچنے سے پہلے ریوٹ سے گاڑی کھول لیتا ہے سر دی آنے سے قبل گرم کپڑوں کا بندوبست کر لیتا ہے۔ بات کو گھر آنے سے پہلے ہاتھ کے لیے نم لے ڈھیل روٹی لے لیتا ہے۔ سنے کی پیدائش سے پہلے کپڑے تیار کر لیتا ہے۔ افطار سے قبل عصر سے بھی چیزیں تیار کر لیتا ہے۔ باتوں میں

فوزیہ سلطانہ..... تو نسہ شریف
میرے لفظوں میں
کبھی ایسا ہو سکتا ہے سو رہا اور چاند ایک ساتھ نکلیں اور
ایک ساتھ غروب ہو جائیں نہیں ایسا بھی نہیں ہو سکتا
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ چاند
اور سورج حساب مقرر سے چل رہے ہیں اور ان میں ایک
آز سے جس سے وہ تھوڑا نہیں کر سکتے یعنی یہ چیز قدرت
کے قانون میں ہی شامل نہیں بالکل اس طرح سے اچھائی کا
نور بذاتی ہی ایک ساتھ نہیں چل سکتے جہاں پر اچھائی کا
نور ہے جہاں پر تاریکی ہے اور جہاں پر تاریکی ہے جہاں پر

پر برائی ہوگی اپنی ہی وہاں سے کوسوں دور بھاگے گی یہ سب جاننے کے باوجود ہم یہ کیوں چاہتے ہیں کہ ہم ان دونوں چیزوں کو ساتھ لے کر چلیں۔ ہم میں سے اکثر ہمیں ایسا کرتی ہیں نماز بھی پڑھ لی ساتھ میں اشارہ نہیں، کا کوئی ذرا سہ بھی رکھ لیا۔ نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حمد پاک بھی سن لی اور ساتھ میں گانے بھی سن لیے۔

چند تہذیبیات بھی جاری رہیں اور نصیحت بھی جاری رکھی آخر ہم کیوں وہ چیزیں کو ساتھ لے کر چل رہے ہیں اور جب ہم دونوں چیزوں کو ساتھ لے کر چل رہے ہیں ہم اپنی پسند سے مرضی سے اپنی غنٹا سے پھر کیوں اٹھتے ہیں کہ ہماری عبادتوں میں لذت نہیں سکون نہیں اور وہ سرت نہیں جو ہونی چاہیے۔ یہاں لیے ہے کہ ہم دو کشتیوں کے مسافر بننا پسند کرتے ہیں، لاکھ بزرگ ہتھیاروں دو کشتیوں کا سوار ہمیشہ ڈوبتا ہی ہے اس لیے ایک رستہ چنو جو اچھا ہے۔ نکل کر دو تہذیبوں کو قریب بھی نہ سمجھنے دو پھر دیکھنا تم لوگوں کو کس طرح عبادتوں میں قہمی سکون ملے گا اہوازت اس چھوٹی سی بات کے ساتھ خوش رہو خوش رہو۔

لیکن گوہر طوز..... جان لیا تو الیصلیٰ باد

موسیقی نذاب الہی

کہا جاتا ہے کہ جس قوم میں موسیقی بکھل جائے جس قوم میں عورتوں کا پرہیزاں نہ جائے جس قوم میں معیشت سود پر آ جائے اس قوم میں زنا ضرور آئے گا وہ تو زمانا سے نہیں بچ سکتی اور جس قوم میں زنا عام ہو جائے تو وہ بے حیا ضرور ہوگی پھر وہ سب حیاتی سے نکلے نہیں سکتی اور جب وہ بے حیا ہوگی تو اللہ تعالیٰ کے نذاب کا کوزا بے قرار ہوگا پھر موار مہمان سے نکلے گی وہ کوزا اٹھے گا۔

بجلیاں بڑھیں گی موسم بدیں گے ملک کی آکھ بدلے گی زمین کے تیرہ بدیں گے کائنات کی گردش بدلے گا۔ وہ زمین جو مسلمانوں کے لیے اپنا سینہ بچھاتی تھی وہ زمین زلزلے لائے گی۔ وہ پانی جو موتیوں کی طرح برستا تھا وہ پانی برف بن کر رہا پھر آگ برساے گا وہ فرشتے جو

ان کی ہی دن پر آئیں گے پھر ان کی جہنم آتے تھے تو ان

فرشتے ان کے لیے قبر بن کر نازل ہوں گے وہ ہوائیں جو ان کا پیغام لے کر چلیں گیں انہی ہواؤں سے اللہ تعالیٰ طوفان کی شکل پیدا کرے گا وہ پانی جو ان کو ماستے دیتا تھا وہ پانی ان کو ڈبوئے گا اور وہی کائنات جو ان کے تابع تھی انکی کائنات کو اللہ تعالیٰ ان پر مسلط کر دے گا۔

ارم کمال..... لیصلیٰ باد

اقتباس

زندگی میں ایک چیز ہوتی ہے جسے کپڑا ماز کہتے ہیں۔ پرسکون زندگی گزارنے کے لیے اس کی بہت ضرورت ہوتی ہے جس چیز کو تم پہلے نہ سواس کے ساتھ کپڑا ماز کرنا کہو مگر اپنی کسی خواہش کو بھی بھی جنون مت بناؤ کیونکہ زندگی میں کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو ہمیں بھی نہیں مل سکتی چاہے ہم رو میں یا چلا میں بیچوں کی طرح آنکھیں رگڑیں وہ کسی بیسرے کے لیے ہوتی ہیں مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ زندگی میں ہمارے لیے کچھ بڑھتی نہیں۔ کچھ نہ کچھ ہمارے لیے بھی ہوتا ہے۔

عسیرہ احمد "امریٹیل"

ایڈیٹر اکرم..... لودھراں

نعت

نفظ شیر..... کیا آپ جانتے ہیں؟

عربی نعت میں شیر کے لیے بہت سے نام موجود ہیں شیر جب اپنی کچھال میں اپنے پاؤں کو سمیٹ کر بیٹھا ہوتا اس کیفیت کو "اسد" کہتے ہیں۔

اور جب وہی اسد جب اپنی کچھال سے نکل کر چہل قدمی کرنے لگے تو اس کیفیت کو "کفر" کہتے ہیں۔

اور وہی فرغ م جب چہل قدمی کرتے اس خاص سمت کی جانب بڑھنا شروع کرے تو اس کیفیت کو "ظفر" کہتے ہیں۔

اور جب وہی ظفر بڑھاتے ہوئے اپنی کچھال سے کسی مخصوص سمت میں چل چلے تو اس کیفیت کو "مخیم" کہتے ہیں۔

اور جب وہی ظفر اپنے ہاتھ پر جمنا شروع کرے تو اس

کیفیت کو "حزرا" کہتے ہیں۔

نہایت دلچسپ جانا پڑتا ہے صرف یہ جاننے کے

اور جب وہی جزو اپنے شکار کو اپنے گلے میں اس طرح
کس لے کر اس کا سانس لینا دہرا ہو جائے تو اس کیفیت
کو "مہاس" کہتے ہیں۔

یہ کہ نزدیکی کون ہے؟
مثلاً نفرت کو ہزار موقع دو کہ وہ محبت بن جائے لیکن
محبت کو ایک موقع بھی نہ دو کہ وہ نفرت بن جائے۔

اور جب وہی مہاس اپنے شکار کو نظروں میں باندھ
وستو اسے "حیدر" کہتے ہیں۔

عاشق حرمین ہئی..... ہر پائی امری
برسات کا موسم

ہاں یہ عبدالغفور اقریبی کی لیلیٰ سرگودھا
ہاں تجھے سلام

وہ برسات کا موسم
وہ بارش کا آنا
وہ بارش میں بھینکنا
اور.....

ذرا ہی پوٹ گئی تو بوتا نسو بہا دیتی ہے
اپنی سکون بھری گرد میں مجھ کو ملا دیتی ہے
ہوتے ہیں خفا ہم تو وہ دنیا کو مہلا دیتی ہے
مت گستاخی کرنا اس ماں سے کیونکہ
جب وہ چھوڑے جاتی ہے تو گھر کو قبرستان بنا دیتی ہے
انہی پاک ہم سب کی ماؤں کو سلامت رکھے آمین
"ماں تجھے سنا"

اک دو بجے میں ۲۵
کاش.....
پھرا جائے
وہ برسات کا زمانہ

ایہ ناقصہ سیال محمود پور

ایسا بھی ہوگا

مجھے جب بھی وقت ملتا ہے میں اپنی ماما کے پاس بیٹھ
جاتی ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ ماں کے پاس گزارا ہوا
وقت آخرت اسے دن کا نور بیچتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
"اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تمہارے دو جوان
بدکار ہوں گے۔ تمہاری لڑکیاں اور عورتیں تمام حدود
پھلانگ جائیں گی۔"

نورین انجم املوان۔ گورگنی کراچی
روشن پور.....

صحابہ کرام نے عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!
کیا ایسا بھی ہوگا؟"

ہوئی "تم میرے ساتھ سنا یاد کرتے ہو تاؤ؟ ان میں
جس میں کتنی ناچھی لگتی ہوں نا میز تاؤ؟۔
شوہر: اتنی اچھی لگتی ہو کہ کب تک ہے کہ تم جسکی دو تین
اور لے لوں۔"

فرمایا: "اور اس سے بڑھ کر اس وقت تمہارا کیا حال
ہوگا؟ جب نہ تم بھلائی کا حکم دو گے نہ برائی سے منع
کرو گے۔"

ذہب مسکان..... قلم مہیا سنگھ
امول باتیں

صحابہ کرام نے عرض کیا: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!
دیکھا! کیا ایسا بھی ہوگا؟"

ہاں دل ہزار خوب صورت چہروں سے بہتر ہوتا ہے
اس لیے زندگی میں ہمیشہ ایسے لوگوں کو چننا جن کے چہرے
سے زیادہ دل خوب صورت ہوں۔

فرمایا: "ہاں اور اس سے بھی بڑا اس وقت تم پر کیا
گزرے گی؟ جب تم بھلائی کو برائی کو اور برائی کو بھلائی
بھینے لگو گے۔"

۱۵ اپنی سوچ کو پانی کے قطروں کی طرح شفاف رکھو
کیونکہ قطرے قطرے سے دریا بنتا ہے اور سوچ سے
گروانا۔

(کتاب الرقائق ابن مبارک ص ۲۸۳)

مدینہ انور رضوان..... کراچی

2016

سہ یادیں بھی ناں چینی کے بونے کن مانند ہوتی ہیں
بس آنکھیں موند اور آن کی آن خوشبوؤں کی گہری میں
جا پہنچو جہاں ہر طرف کے علاقے غنچے کھلے رہتے ہیں
بھی لگاؤ غنچہ انتظار کو فوکس کر سکتا ہے تو اس سے منسوب
کئی یادوں کے درواہ ہوتے ہیں انہی نظر سرخ گلاب کی
نکلتی محبت بھرے پھول پر جا ٹھہریے تو اس پہل بھر میں
نکلتا میں انسانوی درد انوی کن ہو جاتی ہیں اور پتا کون نہیں
چلتا کہ اپنا تک کتنی ساتھیوں گزر گئیں۔

تحریر: نرگس ملک
انتخاب: پروین افضل شاہین..... بہاولنگر
سپن والوں کے ہم
یہ کون پھر سے انہی راستوں پر چھوڑ گیا
ابھی ابھی میں عذاب سفر سے لگا تھا
میں رات ٹوٹ کے دوا تو جین سے سویا
کہ دن کا زہر میری چشم تر سے لگا تھا
پتہ سول ہاشمی..... صادق آباد
غملی

آپ کا کوئی دوست غلطی کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ
نہیں کہ وہ غلط ہے بلکہ اس کا مطلب ہے کہ وہ انسان ہے
فرشتہ نہیں اور غلطیاں انسانوں سے ہی ہوا کرتی ہیں
فرشتوں سے نہیں۔

انہم فاروق..... کاغذ پار
*

بھگواروزہ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
”تم میں سے کوئی بطور خاص جمعہ کے دن روزہ نہ
رکھے اگر رکھنا ہو تو اس سے ایک دن پہلے یا اس کے بعد بھی
ایک دن روزہ رکھے۔“
(شیخ بخاری)

صبا شریف..... سماہیوال
پارکھیں
ہذا حقیقت اور اعتدال ہمارے متضاد الفاظ ہیں لیکن
حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ عقیدتوں سے مراد کسی چیز کی
تہ میں جانا جو اعتدال پسند ہوتا ہے وہ صحیح معنوں میں عقول
پسند کرتا ہے۔

جنہ روزوں اور گھنٹوں کے بعد نہیں پڑا ہر آت ہے۔
نہا ہمیشہ ہارو ہارو کونج کی فرح تسلیم کیا جائے
لیکن ان میں سے کسی کو بھی راگی نہیں سمجھنا چاہیے۔

اقتباس..... صبیحہ کافرن
مشعلی مسکان..... کرمشانی
جسم عورت

خداوند کریم نے چاند سے چاندنی سمندر سے گہرائی
موجوں سے روانی سونے سے بڑی شہنشاہی سے تراوت
گلاب سے رنگت پھولوں سے دل کشی شہد سے مٹھان
بیرے سے تختی زمانے سے بے وفائی ہرن سے چال
طوطے سے کھینچیں انرگوش سے شرم مہر سے خوب صورتی
اور شیر سے طاقت لے کر عورت کا جسم تیار کیا ہے۔

عائشہ پرویز..... کراچی
اعتیاد لازم ہے
اپنی کمزوریاں بیان کرتے وقت احتیاط کریں کیونکہ
بعض لوگ آپ کی کمزوریاں آپ ہی کے خلاف استعمال
کرنے کے انتظار میں رہتے ہیں۔

حرار مضان..... اختر آباد

آئینہ شہادت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! اللہ تعالیٰ کے پاک و بابرکت نام سے ابتدا ہے جو وحدہ لا شریک ہے۔ نیا اسلامی سال آپ سب کو مبارک ہو وقت کو جیسے پڑ لگے ہوں ابھی سال شروع ہوا اور اب اختتام کی جانب گامزن ہے۔ ہر انسان بھانگتے ہوئے وقت کو تھامنے میں لگا ہوا ہے بہت سی باتیں بہت سے واقعات اس وقت کی نذر ہو جاتے ہیں ان شاء اللہ آنکھ کا آئینہ شمار و دبیر کے حوالے سے ہو گا۔ آپ سب کی جلد از جلد اس حوالے سے اپنی نگارشات ارسال کر دیں اب بڑھتے ہیں آپ بہنوں کے تبصروں کی جانب جو آئینہ میں ستاروں کی مانند جھلک رہے ہیں۔

عائشہ اختر بیٹ..... سبر گودھا۔ السلام علیکم! اس ہارا اپنے پسندیدہ مسائے آنکھ کا مطالعہ کرنے کے لیے نشست سنبھالی اور ورق گردانی شروع کر دی۔ حمد و نعت ہمیشہ کی طرح زیر دست اور جواب آں میں لیصر آرا آپ نے خوش خبری سنائی بہت شکر یہ سب سے بڑی بات میں آپ کی محبتوں کی مقروض ہوں اور اپنی ذات ہمیشہ رہنے والی ذات صرف میرے پروردگار کی ہے میرے لیے ایک دعا ضرور کیا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کامیابیوں پر مجھے فخر فرود تمبر سے بچائے اور عاجزی والا بنائے کیونکہ میرے خیال میں جب انسان کامیابیوں پر فخر کرے گا تو بہت اچھے مگر بس یہ سمجھنے لگتا ہے کہ وہ بہت بڑی ہستی بن گیا ہے تو منہ کے بل زمین پر آتا ہے ہم خاک ہو جاتا ہے کہ اتنی عمر علم حاصل کرنا ہر باہر اصل نقطہ تک نہ پہنچ سکا کہ سب تعریف میرے پروردگار کے لیے ہے۔ دانش کدہ علم و دانش سے بھر پور باتیں مشتاق انکل اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزائے خیر عطا کرے۔ میرے پاس اس سلسلے کی تعریف کے لیے الفاظ نہیں ہیں اس لیے کچھ نہیں بولوں گی کہ میرے الفاظ اس عظیم کاوش کے آگے بڑھے سچ معلوم ہوتے ہیں۔ ہمارا آج کل ہانپا..... امیرین ملک ملک صاحب اللہ کرے آپ کو ہمیشہ زندگی کا احساس ہوتا رہے۔ بشری ایمان آپ کے لیے کیا بولوں یا..... میرے مدد کا نام بھی بشری ہے مگر ایک بات بولوں گی اپنے اندر قوت برداشت پیدا کریں زندگی میں بہت سے مقام ایسے آتے ہیں کہ ہماری شدت پسندی کی حادث ہمیں لے ڈالتے ہیں یہ بھی یونہی جذباتی مگر یقین مائیں مجھے بھی اعتبار تھا کہ میری سوتیلی امی بابا کو ہم سے دور نہیں لے جاسکتے تھے وہی جو میرا ہے بس میرا ہے مگر ایک دن یہ اعتبار ٹوٹ گیا اور اصل اعتبار نہیں ٹوٹا میری وہ توقعات (ماضی ہوئیں اب تو) جو میں وابستہ کر چکی تھی خود سے ہی دونوں ٹوٹ گئیں تو قصور کس کا ہوا؟ میرے یا گلے بندے کا؟ باقی آپ بہت اچھی لکھیں ہاں مائتہ مت کیجیے گا میری باتوں کا بس آپ میں اپنا ماضی نظر آیا تو تجربے کی بناء پر سوچا کہ سب کہہ دوں آپ کے لیے دعا کا تحفہ بھیج رہی ہوں ہمیشہ خوش رہیں آمین۔ شہناز اسحاق یار میرے دل میں آگئی ہو مگر یہ زبردستی دل کو بھائی تمہیں پھر ضرور بننا ہے ان شاء اللہ۔ راجہ اگر تمہارا تقریب جو تمہارے لکھ باریاں ہمیں فہمہ کر کے لگا ہے تمہارا نام بہت پسند آیا اور سوچ بھی۔ عید مروین آف میں بہت لکھی ہے ہوں آگے نہیں باریاں دل بڑا کر دوں گی (کہنا) خانی ڈسٹر کا ڈکر

اے منبر اور میرا تعبیر کے اقتباسات حاصل مطالعہ نصیرت۔ آئینہ میں مجھ نسبت سب ہی لائیں وار ہے تھے ہم سے پوچھے میں گو کہ ہم نہیں تھے پھر بھی بڑا حرا آیا۔ الغرض آج کل کے اس شمارے نے دھماکے وار پرفارمنس دی اچھا اب اجازت فی امان اللہ۔
بڑا رم ڈیرا آج کل کی پسندیدگی شکر یہ۔

عائشہ پرویز..... کو اچھی۔ السلام علیکم! تمام آنکھیں اسٹاف ایجنڈا آج کل قارئین کو میرا محبت بھرا سلام قبول ہو۔ 3 مئی بعد حاضر قی دے رہی ہوں امید ہے سب صحیح ہوں یا اپنی زندگی کافی میں۔ بہن کے فرض سے سبکدوش ہونے کے بعد فرصت کے لمحات جاگے تو سوچا مسلسل تبصرہ کر ہی اون۔ اس ماوا آج کل مقررہ تاریخ سے پہلے مل گیا سرورق ہڈل تک سک سے تیار جلوہ افروز نظر آئی۔ بہت سے پھر سرگوشیوں کو کان لگا کر دل سے پڑھا اور قیصر آرا اپنی کی بات پر عمل کرنے کی نھانی جناب نجم کی 'نعم' نے دل پر گہرا اثر کیا خالد محمود کی نعت نے قلب و روح کو خشوع محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے منور کر دیا۔ آج کل کی پاکیزگی اس کے ہر لفظ سے جھلکتی نظر آتی ہے۔ در جواب آں کی راہداری سے گزرے اور مشتاق انگلی کی جھٹکی میں جانسوزی لہرائی بہرا آج کل میں سب کے تعارف اچھے لگے۔ بشری ایمان آپ کافی حد تک میری جھکی ہیں پھر روز لگائی سلسلہ وار ناؤ کی طرف۔ "شب بھر کی پہلی بارش" نازیبا بی زاویار کا نکاح ہوگا عالمک سے واؤ اب آئے گا اصلی مزہ۔ ویسے سچ بتاؤں تو شہزاد کے تم پر ہوں ہونے کے بجائے درکنوں کی غرت میرے اندر بھی ایک طہیمان سا اثر گیا ہے ہی ہی ہی۔ "تیری زلف کے سر ہونے تک" بھی کافی دلچسپ ہے آگے آگے دیکھتے ہوتے کیا؟ امید ہے کہ یہ بھی بہت زبردست ناول ہوگا۔ "موسم کی محبت" راحت آتی اتنی جلد ہی ایجنڈا ہو گیا۔ زیبا اور صندری کی کہانی تو اسٹوری سی ٹی فیئر شرمین اور عارث کی شادی پڑھ کر بہت خوش ہوئی وہاں تھوڑا دکھ بھی ہوا کہ مجھے انوائس تو کیا ہی نہیں بابا۔ "مل ناول" ذرا مسکرا میرے "مشہدہ" فاخرہ آبی بہت خوب صورت لکھ رہی ہیں لیکن بہت کم صفحات ہوتے ہیں۔ آپ کا ایک ایک لفظ جادو بھیر دیتا ہے لیکن کان کھول کر سن لیں اور امید ہے درمیان کوئی نئے نہیں تو شوت کر دوں گی غزنی کو کتاب میں بے فن مت بنا لیں۔ "چراغ خانہ" رخصت آتی یہ ناول پڑھ کر میری بارش بہت بھی تیز ہو جاتی ہے بھی سٹوکیوں ہو جاتی ہے ذرا کٹائیے گا؟ "میری حید پیری خوش" بہت ہی شاندار شاہکار جس میں دولت کے لیے نیکے رشتوں کی بے حسی نے دل لرزادیا۔ وہیں پھوپھو کو سات سلام جنہوں نے آخر کار دادا جی کے ذریعے سب کو ٹھوڑا دیا۔ "دولت" میرے نصیب کا اجالا بہت ہی پڑھنا اسٹوری ٹی نازیبا بی عازرہ اور شانزلی نام بھی پونیک سے جے جینک پونچھو جے میں میرے کام آئیں گے بابا۔ "محبت حرف آخر" اچھی کاوش تھی، عظمت اور عارث کی جوڑی اور نر بہت آبی کی شاعری کا ترکا حرا آ گیا واہ۔ باقی انسانے سب ایک سے بڑھ کر ایک لگنے پیاض دل یقین جاننے جتنے اچھے شعر ہمیں پڑھنے کو ہتے ہیں کسی جریدے کے سلسلے سے نہیں ملتے آخر فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ کس کا بہترین قرار دیا جائے۔ ڈش مقابلہ میں شاہی گلزے اور پونچھ باری پلاؤ کی ترکیب اچھی لگی خیالوں ہی خیالوں میں پکا کے چکھ بھی لیا مزہ آ گیا۔ ہوتی کا بیڈ سن کو دوتا تھو کرنے کے نوٹھے اچھے لگے مگر جس بھی نہیں کیا۔ نیرنگ خیال فی اچھوٹی شاعری پڑھنے کو ملتی ہے ہر شاعر کا اپنا انداز اپنی سورت ہوتی ہے۔ دوست کا ہنسا آئے کیا کہوں یہ سلسلہ بہت ہی دل اچھوتا ہے جو وہ نسبت یاد کر لی ہیں ان کا تہ دل سے شکر یہ یاد کرنا ہے تار سے تار میں کافی باوق شکر کے ہیں اتنی

انکھاب بھیجا ضروری سمجھتے ہیں جو کہ خوش آمد ہات ہے۔ آئینہ میں جن بہنوں نے پوچھا تھا کہ میں شادی شدہ ہوں؟ تو میں بتاتی چلوں کہ میں منگنی شدہ ہوں اور ایک سال تک آپ لوگوں کو یوں تک کرتی رہوں گی بابا بابا۔ ہم سے پوچھئے میں شام آئی آپ کی تو کیا بات ہے اتنے اچھے جواب کہاں سے بتاتی ہیں آپ بالکل گمراہے گمراہے جواب پڑھ کر اسی کے غوار سے نکل پڑتے ہیں۔ کام کی باتیں میری امی بھی بتاتی رہتی ہیں امی امی ہی۔ مہندی کے ڈیزائن بہت پیارے تھے اُن باپ سے باپ کافی لمبا تہرہ ہو گیا اچھا تو اب ہم چلتے ہیں پھر ملیں گے تب تک کے لیے رب رکھا۔

بلا ڈیزائن اتنی طویل غیر حاضری کے بعد اتنا تہرہ تو ہونا ہی چاہیے تھا نا۔

فایہ مسکان..... قلعہ میاں سنگھ۔ السلام نسیم اشہلا جو کسی ہو؟ یقیناً میری طرح فٹ فٹ ہی ہوگی سب سے پہلے ان رب کا شکر ادا کرتی ہوں چھوٹا سوتا لکھ سکتی ہوں لیکن ابھی تو چھوٹا چھوٹا ہی لکھ رہی ہوں خدا خیر کا وقت لائے تو پتو بڑا بھی کر کے دکھائی دوں گی اس کے بعد آجکل کے ادارے کے ساتھ آجکل کی تنگی منی پیاری ہی تمہاری ریڈرز اور رائٹرز کو فایہ مسکان کی طرف سے سلام قبول ہو۔ آجکل میں میری موسٹ فیورٹ رائٹرز نازیہ کنول نازیہ سمیرا شریف طور اور عشنا کوثر سردار ہیں لیکن دوسری رائٹرز دل چھوٹا نہ کریں وہ بھی بہت اچھا لکھتی ہیں اپنی تین موسٹ فیورٹ رائٹرز میں دو رائٹرز کی اسٹوریز تو پڑھی ہیں لیکن عشنا دینی آپ کی اسٹوریز بہت کم پڑھی ہیں پیڑز میری اور ان ریڈرز کی خاطر ایک بہت ہی اچھا اور سب سے مشہور پلیٹے دار ناول لے کر انٹرنی، رو جو ہمیشہ ہی تمہارے ناولز کا ہیٹ کرتی رہتی ہیں کاش عشنا دینی کی طرح میں بھی ایک اچھی رائٹرز بن جاؤں (اپنی کے خواب میں چمکڑے) بابا بابا۔ اچھا جی اب بس کرو تیری ہوں اللہ پاک سے میری دعا ہے کہ وہ آجکل اور اس کے اسٹاف کی محنت کو یوں ہی تیری کی منزل عطا کرنے آجکل بھولتے رنگوں سے یوں ہی ہنسی زندگی ہی رہے آمین آئی لو یو آجکل اور پاکستان۔

بلا ڈیزائن فایہ مسکان؛ پہلی بار آجکل کی محفل میں شامل ہونے پر خوش آمدید اور عشنا کوثر کا سلسلہ وار ناول آپ نئے افس میں پڑھ سکتی ہیں۔

ایسی گوہر طور..... قاندلیا نوالہ، فیصل آباد۔ السلام نسیم اشہلا آئی کیسی ہیں آپ؟ آجکل اسٹاف اور تمام کارمین کو میرا محبتوں بھرا سلام قبول ہو۔ دنا سے اللہ آپ سب کو خوش رکھے آمین۔ اس ماہ کا آجکل بھی معمول کی طرح 27 کو ہی ملاقاتیں کچھ خاص پسند نہیں آیا سب سے پہلے میں عظمیٰ شاہین کو 'جراتوں کے امین' ناولت لکھنے پر مبارکباد پیش کرتی ہوں اتنا اچھا لکھا کہ میرے پاس الفاظ نہیں کہانی کا لذت کردار منظر نگاری کہیں بھی معمول نظر نہیں آیا ایسے لگا بیسے۔ کردار جیتے جاگتے ہوں کسی کی محنت ہوئی نہیں سکتے۔ وطن سے محبت کا قرض تم نے چکا دیا بیسٹ آف ٹک عظمیٰ سب سے پہلے دوڑ لگائی "شب بھر کی پہلی بارش" کی طرف شکر سے اللہ پاک کا صیام نے شہزاد کی نلہ جی کو ختم کر دیا۔ درکنوں کے دل میں جس طرح سے اطمینان اترانچھے لگا جیسے میں اپنی عظمیٰ ہوئی ہوں۔ صمد حسن کی یہ کہی محبت تھی کہ انہوں نے ایک ماں کو اس کے بیٹے کی نظروں میں کر دیا آفر صمد صاحب بھی خود غرض ہی نکلے میں نے تین ماہ پہلے کہا تھا نازی آئی آپ نے عاتکہ کا نکاح زادیار سے ہی کرنا ہے وہ آپ اب کر رہی ہیں جبکہ صمد یہ بھی زادیار ہے چلو جو بھی کرنا ہے اچھا ہی سمجھے گا "چھوٹی خانہ" مشہور کو اتنا کی بدگمان نہیں ہوتا

چاہیے کہ برسوں کی دوستی کو کھوں میں ختم کر دے اور یہ جو عالی جاوہ ہے اس کو تو دو ہفتے گننے والے ہیں بد تمیز نہ ہو تو ماں اتنی اچھی اور بیٹا۔۔۔ ان کے بعد دل کزا کر کے "ذرا مسکرا میرے تمسکہ پر چھی پانچ نہیں یہ اچھی کی شکایات کب آسان ہوں گی مجھے لگتا ہے اچھے کے ابا کی شادی زبردستی کی گئی تھی جس کا بدلہ وہ اس کی ماں سے لے رہے ہیں اچھے لوگ ہمیشہ اچھے لوگوں کو ہی سنتے ہیں ان شاء اللہ اچھا ارہش کی ہے جبکہ حسین غزنی کو پسند ترقی ہے آگے رانز کو پتا ہے۔ اقر صغیر احمد کا ناول بھی بہت اچھا جا رہا ہے تبصرہ ادھار رہا "ان کے علاوہ ناول اور ناولٹ ویسے ہی تھے جو ہر سال پڑھتے آ رہے ہیں تھوڑی سی رد و بدل کے ساتھ۔" میرے نصیب کا اجالہ "نادیہ قاسم کا یہ ناول اچھا تھا ہلکی پھلکی سی تحریر ہونٹوں پر ہم لے آئی۔ افسانے سب ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔" عید قربان "اور" بابل آنکھیں "ناپ لسٹ پر رہے۔ حرا قریشی نے بھی اچھا لکھا۔" "تھقہ خاص" سو پر اظہار نے اچھا سبق دیا ہے جو بندہ اپنے رب سے تجارت کرتا ہے وہ ہمیشہ اسے زیادہ ہی دیتا ہے۔ یادگار لمحے میں عشاء چوہدری سدرہ کشف اور صائمہ سکندر کی نگارشات پسند آئیں۔ "بلاخص دل میں صابہ خان لائیب میر اور کنول خان کے اشعار پسند آئے۔ لاریب انکالی کی نظم بہت پسند آئی یاز اتنا سینہ مت لکھنا کرو مجھے اور اس کو دیتی ہو۔ دوست کے نام پیغام آئے "میں کیوں نہیں شرکت کر رہی ہو وہ۔۔۔ ہزار آہل میں چاروں بہنوں کے تعریف پسند آئے بشرقی ایمان اور شبانہ اسحاق میں آپ دونوں کی جانب دوستی کا ہاتھ بڑھاتی ہوں۔ بشرقی ایمان آپ نے سب کچھ بتایا مگر اپنا شہر نہیں بتایا اچھے لوگوں کے ساتھ برا ہونا ہوتا ہے کسی کے ساتھ اچھائی کرو تو اچھائی کی امید مت رکھو کیونکہ جو خار دار تھانہ ہی ہے اس پر ہم گلاب گھسنے کی توقع کریں تو یہ ہماری حماقت ہے تاکہ دوسروں کی میں بھی تمہاری طرح جس کو چاہوں جان سے بڑھ کے چاہتی ہوں حد سے زیادہ تھمیں ہو جاتی ہوں۔ میرے خیال میں بھی انہوں سے زیادہ خیر اچھے ہوتے ہیں آپ تو ماشاء اللہ نچر ہیں اور اچھی پوست پر ہیں مگر آپ کو روٹیاں نہیں پکانی آتی کچھ۔۔۔ میری نچر فائزہ کو بھی پکانی نہیں آتی "خمنش کی کوئی بات نہیں میں آپ کو سکھا دوں گی میں ان سے بھی سیکھتی ہوں۔ فروغ احمد اسیر اعانتہ پر دیز آئی اور مکنائی اور آئی پروین افضل شاہین آپ سب کو میرا سلام۔ اگلے ماہ تک کے لیے اجازت اس بات کے ساتھ خوش رہو خوش رکھو اللہ حافظ۔

ثناء رسول ہاشمی - صادق آباد۔ اس بار سرورق کچھ خاص پسند نہیں آیا۔ اشتہارات سے صرف نظر کرتے ہوئے آگے بڑھے تو راحت و قاف "موم کی محبت" کی آخری قسط لیے کھڑی تھیں۔ سب سے پہلے تو ان سے دو دو ہاتھ کیے اچھا ناول تھا خود ساختہ الجھنوں اور انا کو لیے ہوئے تمام افراد کے ساتھ ذہنی کا معاملہ بھی کہیں سینٹ ہو جاتا تو اچھی بات تھی۔ "چراغ خانہ" میں رفعت صاحبہ پیاری کے ساتھ ساتھ ہمیں بھی بولنا رہی ہیں صورت حال کو مزید خطرناک بنا کے۔ پہلے تو مشہور پر نصاباً یا مگر پھر فتنہ دل سے سوچا تو اس کاری ایکشن بھی ختم ہو گیا۔ نیرنگ خیال میں غرشیہ بائی کی شاعری بڑی ہی اچھی لگی۔ حافظہ صائمہ آپ نے مجھے یاد رکھا "شکر یہ باقی آچل زہر مطالعہ ہے پڑھیں گے تو غائبانہ داؤدیں گے رانز کو۔ آخر میں محترمہ قیصر آرا صاحبہ سے گزارش ہے کہ اسما قادری سے بھی کوئی ناول لکھوائیں۔

بلاذیر آپ کی فرمائش ان طور کے ذریعے ان تک پہنچ گئی ہے۔
انعم زین ساوہ زین..... حکوال - السام نایم! ڈیڑھ لچل نیلی کیسے ہیں سب مہرز
 پیاری قاری زین ہنرمندہ اشرف اور ہر ہنرمندہ زین ہنرمندہ کو بیار اچھائی ہیں میرا سلام قبول ہو۔ امید کرتی ہوں اس بار

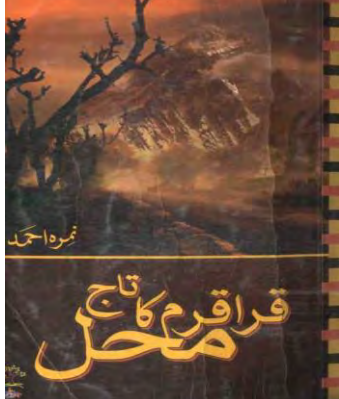
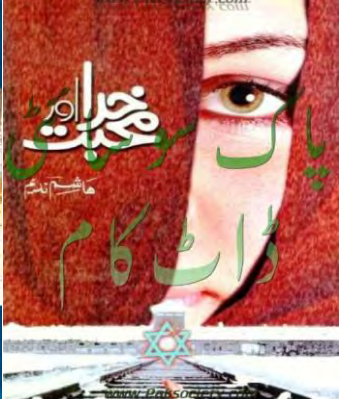
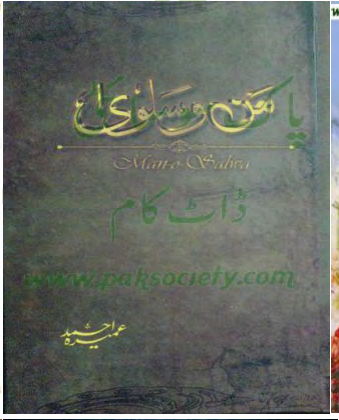
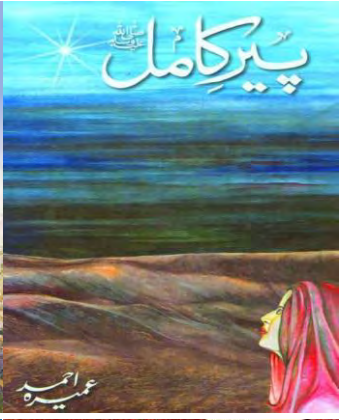
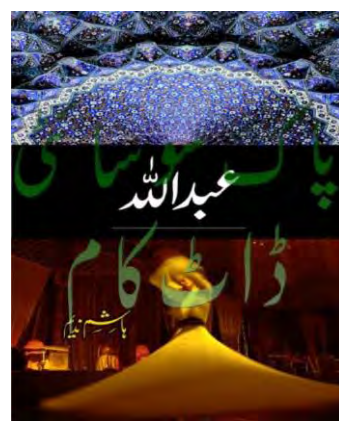
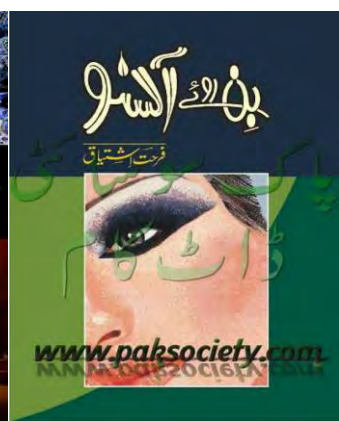
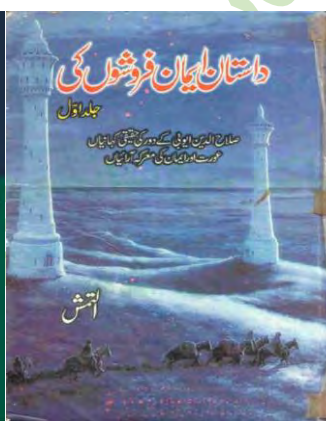
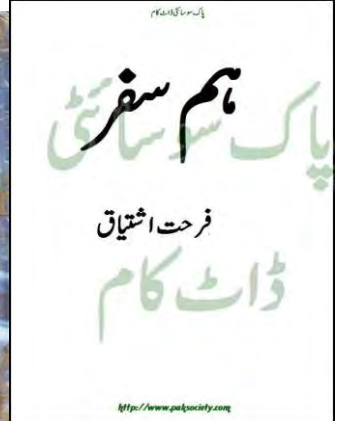
کا تبصرہ شامل اشاعت ہوگا۔ موسم بدل رہا ہے، حیرے، حیرے گرمی کا زور نوت رہا ہے اور سردیوں کی ٹھنڈی ٹھنڈوں کی آمد ہے۔ دن کی نسبت رات ٹھنڈی ہو رہی ہے ایسے میں دن بھر کی تھکاوٹ اور گرمی مزاج میں بھی اتر آتی ہے سو شام کے سائے پھیلنے ہی سب کاموں سے فراغت پا کر مغرب کی نماز کی ادائیگی کے بعد نفل کو تمام لیتے ہوں کہ رات گہری اور ٹھنڈی ہونے کے ساتھ ساتھ یہ میرے لیے امرت کا کام کرتا ہے۔ اکتوبر کا شمار ہاتھ میں لیتے ہی سب سے پہلے آئینہ میں اپنا نگاہ دیکھنے دوڑتی۔ اپنا تبصرہ شامل اشاعت نہ دیکھ کر تھوڑا رنج ہوا لیکن مایوسی کے بادل چھٹ گئے جب سرگوشیوں میں قیصر آرا آئی نے بتایا کہ عید کی تعطیلات کی وجہ سے آج کل جلدی تیار کرنا پڑا سو وجہ سمجھ میں آئی کیونکہ تھوڑی تاخیر میری طرف سے بھی ہوئی تھی۔ آئینہ میں میرے تبصرے کو جن بہنوں نے پسند یہ گئی کی سند بخشی ان کی بے حد شکر گزار ہوں۔ میرا تبصرہ حافظہ صاحبہ کے کشف کی تہ دل سے منگور ہوں۔ تم بلوچ، میرا تبصرہ ارم کمالی اعجاز پونس انا آئیہ شائین سمعیہ رانی حازہ بہ عہای لائہ میرا حافظہ صاحبہ کشف کے تبصرے پسند آئے۔ مخلوط سے فراغت پا کر در جواب آں میں جھانکی ہوں ایشی گوئداں فی زندگی کی مبارک باد اور دعا میں قبول فرمائیں۔ میرا غزل نئے شہزادے کی آمد مبارک ہو میرا شریف انصاف کے بیٹے کو جہدِ صحت یاب کرے۔ ارم کمال آپ کو ذنی کے عہد سے پر فائز ہونے اور بچی کی میزک میں شاندار کامیابی پر ڈھیروں مبارک باد۔ دانش کدہ پڑھ کر ایمان تازہ ہو گیا بات ہو جائے سننے دار نادوں کی "تیرے ذائقے کے سر ہونے تک" کی دوسری قسط سب سے پہلے پڑھی جہاں اقرأ صغیر احمد کا نام آئے وہی تحریر کی اچھی اونے کی ضمانت بھی بن جاتی ہے۔ مشہود نے دانیال اور پیاری پر شک کر کے بانگل اچھا نہیں کیا لیکن بے چارہ ذنی حالت سے مجبور ہے۔ "ذرا سٹرا میرے کشد" میں اربش حدت زیادہ کھینک ہے اور غزنی حد سے زیادہ کمینہ ضرور کوئی نہ کوئی واردات کرے گا۔ اچھے کے ایکا لرشپ کی خوشی بھی غرق ہو گئی اتنا ذنی کیوں ہیں یہ ماں بیٹیاں غزنی سے؟ "میری عید میری خوشی" بے شک ایک عمدہ تحریر تھی۔ غابہ: سین کو میری طرف سے مبارک باد کے نوکر سے قبول ہوں۔ ناولت میں نادیہ زلمہ رضوی اور نزیہت جبین ضیاء کی تحریریں اچھی لگیں۔ حضرت کچھ زیادہ ہی حساس دل کی مالک نہ تھی؟ بہر حال عارش کو دانس آ جانا چاہیے تھا اپنی وقار دار بیٹھی چاہیے تھی کیونکہ یہی تو آزمائش ہوتی ہے وفا کی۔ نزیہت آئی آپ کی تحریریں بہت شوق سے پڑھتی ہوں۔ انسانوں میں حرا قریشی اطلعت نگاہی تمہیلہ زاہد عرشہ ہاشمی کی تحریر خاص نہ ہوں ایسا ہوسکتا ہے بھلا۔ نفل کا کردار اس تحریر کی جان ہے، سورہ کا کردار بھی پادفل ہے۔ مادہ اور زید دونوں بہن بھائی ہیں لیکن مادہ میں زیادہ سمجھ بوجھ ہے زید نقصان اٹھائے گا اب مدثر صاحب کا صبر بھی تو جواب دینا ہی تھا۔ جہاں آرا کے ماتسی میں یقیناً کوئی بہت بڑا طوفان چھپا ہے۔ نوریہ کا ناپک بھی نہ اسراریت سے ہوتے ہے۔ "موم کی محبت" کا بھی آخر کار اقسام ہو گیا۔ "شب بھری بھئی ہارش" امریہ رحمان کے دکھ پر بے اختیار دل خون کے آنسو رو پڑا کیا کوئی اتنا ظالم بھی ہو سکتا ہے مگر کیا کیا جائے یہ دنیا بھری پڑی ہے سنہ ک لوگوں سے۔ حمید کو ذرا رحم نہ آئی معصوم بچے کو تڑپتی ماں سے پیدا کرتے ہوتے۔ سدید زندہ ہے دیکھنا میرا شک درست نکالنا۔ سدیحہ کا کردار اتنی جلدی شتم نہیں ہو سکتا۔ محل ناول میں "ذرا سٹرا میرے کشد" اور "چراغ خانہ" دونوں ہی ایک دوسرے پر بھاری ہیں۔ چراغ خانہ میں اب دانیال ہی پیاری کے چراغ کی لو کو بھا سکتا ہے۔ دوست کا پیغام آئے ہیں تو زید پادفل لائہ میرا صبر سہا۔ بھاری بھاری نفل صاحبہ کشف ناز کمال میرا

سواتی مدیچ نوورین کے بیانات اچھے تھے۔ مدیچ نوورین آپ کو کرپوشن کھل کرنے پر ڈیپروں مبارک باد۔ ہم سے پوچھئے میں ٹائمہ آئی کے دلچسپ جوابات پڑھ کر طبیعت ہشاش بشاش ہو جاتی ہے کام کی باتیں میں ذی انج کے حوالے سے آرٹیکل بہت معلوماتی تھا۔ بیٹی گائیڈ میں روین احمد نے بہت عمدہ مشوروں سے نوازا۔ ڈش مقابلہ میں حید قریباں کے حوالے سے سب؟ سزا ایک سے جڑ کر ایک تھیں۔ ہوسو کارٹر میں طلعت نکھامی کا مضمون بھی ہمیشہ کی طرح بیست تھا۔ مجموعی طور پر سارا شمارہ ہی زبردست تھا میری دعا ہے آپ اچھ و خوب ترقی کی منازل ایک ساتھ طے کریں اور حزیہ کامیابیاں ان کا مقدر ہوں اللہ نے چاہا تو اگلے ماہ حاضر ہوں گے ایک سٹے تبصرہ کے ساتھ تب تک کے لیے اللہ نگہبان۔

نسورین علی..... عیاں جنوں۔ السلام علیکم! آج کل کی خاموش قاریوں چھٹے کئی سال سے آپ کی زیر مطالعہ ہے جس سے بھی غفلت نہیں برتی۔ سرگوشیاں کے بعد حمد و نعت سے فیض یاب ہوئے۔ در جواب آپ بہت مزے کا کالم ہے پھر دانش کدہ مشتاق احمد صاحب اچھی رہنمائی کرتے ہیں۔ ہمارا آپ کی اچھ میں تعارف سبھی کا اچھا تھا کوئی بھی بہت خاص نہیں لگا۔ عید سرودے میں سہاس گل کے جواب پسند آئے آخری سوال کا جواب سبھی کا اچھا تھا۔ سلسلے وار ناول میں "تیری زلف کے سر ہونے تک" اقرار صغیر احمد صاحب کا ناول بہت اچھا جا رہا ہے۔ "موم کی محبت" راحت وفا صاحبہ نے ناول کو ٹھیکٹ ٹھیکٹ کے جتن سے ہی اڑا دیئے۔ ہاں صغیر اور زیبا کا کچھ ایسا پتا ہاں بونی کا اچھا ایڈ اور عارض اور شرمین کی بھی صرف مہندی اور ناول اچھا ہے "شب بھر کی پہلی بارش" نازیہ کنول کا ناول بہت اچھا جا رہا ہے۔ سدھ کا دکھ ہوا ہے نہیں عائدہ کا کیا ہے گا؟ رفعت سراج صاحبہ کا "چراغِ شاد" اچھا جا رہا ہے۔ عالی جاہ شتہ کمینہ نکلا ہے رفعت صاحبہ سٹینس بہت کمری امت کرتی ہیں نہایت دونوں ناول اچھے رہے۔ "میرے لہیب کا اجالا" اچھی کاوش تھی نہ بہت جہین ضیاء صاحبہ بھی اچھا لگتی ہیں۔ افسانے سب اچھے تھے مگر حرا قریشی صاحبہ نے محفل ہی ٹوٹ لی۔ "پس دیوار کا منظر" ایجابی مختصر و موثر انداز میں لکھا جانے والا افسانہ بہت منفرد اور اچھا لگا۔ اس افسانے سے آپ کو بہت یاد رکھا جائے گا میرا بھی ستان کا چکر لگا تو آپ سے ضرور ملوں گی۔ عارض دل بہت خواصانہ سکندر سومر اور صبا عیشیل کے اشعار پسند آئے۔ نیرنگ خیل کو گول ہی کرتی ہوں کیونکہ میں ابھی اتنی باذوق نہیں ہوئی۔ آئینہ میں ارم کمال صاحبہ کمال کر گئیں کھٹا کھٹا سا تبصرہ بہت اچھا لگا۔ ہم سے پوچھئے ٹائمہ کاشف صاحبہ کا کالم بھی بہت اچھا ہے اجازت دیجیے۔ اللہ نگہبان ہاڈ ڈیریزم میں خوش آمدید۔

کوثر خالد..... جزا نوالہ۔ پیاری شہنا! عزیز از جان دوستو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ جنت حلالہ و دوزخ حرامہ۔ آپ سب کی رنگارنگ کچھ لاتی جتنی کچھ منفرد بقرہ عید تصور کی آنکھوں سے دل میں اتر گئی اس بار ایک دوون پیسے لیا ہوا بکرا سنبھالنے ہمارا بھانجا بلال آیا تھا جو سارا دن اسے لیے تمام گلی کے جانوروں کے ساتھ سنبھالتا رہا۔ اور ہم آج کل پڑھنے میں مصروف رہے۔ دو گھنٹے کے لیے گھر باندھا تو ہم اسے سنبھالتے بے حال ہو گئے شرفرش ہر گندہ ہونے دیارات سامنے کارخانے کے بکروں کے ساتھ باندھا۔ بیٹی نے کبھی بند یا بڑی مزے کی پکائی ک انھیں چانتے رہ گئے سب۔ ہمارے ہاتھ کے تیار کروہ کوفتے بیٹے اور دیور نے پسند کیے اٹھیا گوشت کی بندیا سنا اور ماتھے والی کٹی نے پسند کی اور قیسے والے ہاں منانہ کر لیا تو کسی نے پسند نہیں کیے جب ہم ملو اتے تھے تو سب سب کھاتے سولتے تھے یہی وہ تو

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-



گوشت کوئی بھی نہیں کھاتی۔ کڑھی یا پھلیاں یا کرے کھاتی ہے بس نکل پائے پکائے تو بیٹے سے فرست قرار دیتے۔ اب وہ کس چاہیں جو پہلی بار دیور نے الٹ رکھی ہیں۔ سنہی نزل کا طریقہ پختا یا بے پکا کر بتائیں گے ہم آٹھ دس دن کے وقفے سے پکاتے ہیں۔ دو تین بندہ یا محرم تک بھی ختم نہیں ہوتیں اگر مہمان دوست نہ ہوں تو..... دیگر کچھل بارحہ نہ لکھ سکی لانا میر کے ابا کا انوس کرتا تھا مگر لگتا ہے لانا بھانجی ہماری طرح بہا اور زندہ دل ہے۔ اپنے غموں کو گھاس نہیں ڈالتی اللہ تمہیں ذخیروں خوشیاں دے۔ پاپا خواب میں ملتے ہیں بس یہ بتا دو؟ باقی ارم کمال سے حرا قریشی اور نینا سے جینا تک ہر ایک کی بات دل سے سنتے ہیں اور عمل کرتے ہیں۔ محرم آ گیا اور ہم اللہ سے شرمندہ ہیں کہ بعض معاملات میں ہم محرم ولی و عا ہے کہ سارا سال ساری عمر وہ ہمیں محرم کی حرمت اور اس کے تقاضوں پر پورا اترنے کی توفیق دے آمین ختم آمین۔

رمالے سے ملحقہ لوگوں کے ایصالِ ثواب کا قرآن ختم کیا ہے اور چنگی کے لیے شروع۔ دبیر میں خالد کے لیے ان شاء اللہ کروں گی جو خاص ان کے لیے مگر عام تو سب توفیق پہنچاتا ہے اور نماز..... دعا ضرور کریں قائم ہو۔ تمام چھوٹے سلیٹے بھی تقریباً چھ لپے ہیں جو ایک سے جڑھ ایک کسی کی تعریف زیادہ یا کم تو ہو سکتی ہے مگر تنقید ہم کم از کم رسالوں پر نہیں کر سکتے کہ صرف ظلم و آگاہی و عبرت کی ہی ضرورت ہے مگر عام زندگی میں ہم ایجنٹن کماٹھ و اور بحث کے انجام یافتہ ہیں۔ 11 ستمبر والی بشری تو ہم تاریخ و ہم مزاج لکھیں مگر ہم دوسروں کے دھوکوں یا سزاؤں سے دل گرفتہ ہو کر بھی قطع رحمی نہیں کرتے بلکہ سب کو ساتھ لے کر چلتے کی کامیابی امید اور نتائج ہمارے ساتھ ملتے ہیں کیسے دی آپ کو الٹ سے نہیں لکھ سکتی کہ جلدی ہے ہزار جانے کی نکل بھی ہم نے آنا گوند حانہ روٹی پکائی۔ کھنک بڈرا سے پکوا کر ساس کو کھلا دی میں نے آدھا نان شوربے سے بنی نے دالی سے کھایا۔ آج بھی ہشتا کے دو گھنٹے بعد ساس روٹی مانگ رہی ہیں ڈال روٹی کھا کر ہزار جاؤں گی اور آتے ہوئے نان یا روٹی لاؤں گی۔ وہی وال وہی شور بہ ضائع کرنا گناہ عظیم پاپی پر شکر الحمد للہ۔ چراغ خانہ بیاری کے رنج و غم پر دل کے چراغ دعا گو ہیں ضرور روشن ہوں گے۔ حرا قریشی "نہیں دیوار" اک تیراں کن جذبہ دکھایا مگر اللہ بچائے ایسی دیوانگی سے۔ اللہ حافظ۔

فزینہ ظاہر..... سوالات عالم۔ سب پڑھنے والوں کو میرا پتہ خلوص سلام۔ امید کرتی ہوں کہ سب خبرت سے ہوں گے آٹھ اول سے آخر ہیست ہے میں تو تین سال سے آٹھ لپے کو پڑھ رہی ہوں۔ آٹھ لپے کے سب سے سلیٹے بہت اچھے لگتے ہیں۔ عنایت عطر طاہر کا لکھنے کا انداز بہت اچھا ہے اور ماشاء اللہ وہ خود کون سا کسی سے کم ہیں۔ اتنی بیاری اور کثرت ہیں ان کی ہر کہانی میں پڑھ سکتی ہوں ہر ایک میں سے میں نے کوئی نہ کوئی سبق ضرور حاصل کیا ہے۔ "عجبت دل پہ دستک" یا "ذاتی عشق" تو مجھے کندن کر دیا زندگی و حوہ تم گھنا سانیہ یہ سب میرے فیورٹ ہیں۔ عنایت آٹھ لپے آپ کہاں ہیں جلد سے آ جائیں آئی مس یو۔ میں کیا ہم سب آپ کو بہت یاد کرتے ہیں پلینز جلدی سے کسی اچھے سے ما دل کے ساتھ اتنی ماریں۔ عنایت آٹھ لپے کے علاوہ بھی بہت سی رائٹرز بہت اچھا لکھتی ہیں جیسے کہ صرف آصف نادیا، فاطمہ رضوی، سمیرا شریف ظہور اور گلہت عبداللہ اور ان سب کے علاوہ بہت سی فیورٹ رائٹرز ہیں۔ پہلی بار آٹھ لپے کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں امید تو نہیں کہ میرا تبصرہ اشاعت جو پر چھو ہم کیا کہہ سکتے ہیں ایڈ میں بھی کہوں گی کہ اللہ تعالیٰ آٹھ لپے کو ہمارے سروں پر سلامت رکھے اور اس کو برقی کی سے پناہ منازل عطا فرمائے آمین۔

مزید فزینہ لکھنا اگر ہرگز خوش آئے ہیں۔ آٹھ لپے میں شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت

ہیں کوشش ہے کہ وہ جلد ہی آنچل کی محفل میں شامل ہوں۔

فروحت اشرف گھمن... سید والا۔ السلام علیکم! امید ہے کہ سب اے دن ہوں گے اس ماہ کا آنچل بس سوچتا۔ سلسلہ وار ناول "موسم کی محبت" راحت و قافیہ کیا کیا آپ نے چھپلے ماد تو آپ نے اپنا کوئی ارادہ ظاہر نہیں کیا تھا کتنا کندہ ماہ آفری قسط پھر یہ ایک دم کیوں؟ اب تو کہانی میں ٹوسٹ آیا تھا ویسے اگر آپ نے ایجنڈہ کرنا تھا تو شرمین اور عارضی کی شادی کا ہلہ گھہ ہوتا جیسے میرا نے شہوار اور مصطفیٰ کی تھی۔ صند اور زہرا کا ایجنڈہ مجھے بہت سید کر گیا، اس ماہ ان کا کوئی ذکر ہی نہیں تھا۔ آپ نے تو کوزے میں دریا بند کرنے والی بات کی ہے۔ "شب بھری پہلی بارش" پلیز مازی عائد کا نکاح زاویار کے ساتھ نہیں ہونا چاہیے، سد یہ زندہ ہے۔ "تیری زلف کے سر پہ نہ تکتے" دو تین اقساط کے بعد تبصرہ ہوگا۔ محل ناول "میری عید میری خوشی" محنت کا کردار اچھا نہیں لگا اتنی بھی مادیت پسندی کیا کہ بند درشتوں میں اعتمادی کھوے۔ "چراغ خانہ" میں اب مشہور کو حالات کے مطابق کچھ و ما تر کرنا چاہیے ناولت دونوں ہی اچھے تھے افسانے "تیرے ساتھ چلتا ہے" بہت اچھی سبق آموز تحریر تھی۔ باقی افسانے ابھی پڑھے نہیں ہوئے۔ آنچل میں بشری ایمان اور شبانہ کا تعارف اچھا لگا۔ ایمان آپ کی طرح مجھے بھی گاڑی ڈرائیو کرنے کا بہت شوق ہے، لیکن گاڑی میری اپنی ہو ان شاء اللہ بہت جلد یہ ڈش بھی ابوجی پوری کر دیں گے آئی لو یو ابوجی۔ دوست کا پیغام لایا میرا اچھا لگا کیونکہ مجھے یاد رکھا تھا کہ یہ بھی نہیں آتی تو کوئی بات نہیں، شکر یہ یاد رکھنے کا۔ "بعض دل میں سند یہ عاصمہ لایا، صبا، صبا اور بیبا، صبا کے اشعار اچھے لگے۔ نیرنگ خیال رخسار، ریمیل، شیرین، کنول کی شاعری اچھی تھی۔ آپ سب سے ایک ریکورڈ ہے جب بھی وہ کے لیے ہاتھ اٹھائیں تو اپنی دعاؤں میں شکر کو ضرور یاد رکھنا، اللہ تعالیٰ شکر کے حال پر رحم فرمائے، آمین اللہ تمہارا۔

کون شہزادی..... مانسہرہ۔ السلام علیکم! شہلا آبی ایجنڈہ ذییر آنچل فریڈز جیسے ہیں آپ سب مجھے مس تو کیا ہوگا؟ (یقیناً) اس دفعہ آنچل 28 کو ملا، آنچل نزل عشاء نور و بہن کے گیت آپ میں پیاری لگی (ویسے بھی تبصرے کے ایجنڈہ میں شادیوں کا سیزن رہا) بہر حال سرورق کو پھلانگتے ہوئے گزرے راستے میں قیصر آرا آئی کی سرگوشیاں سنیں۔ حمد و نعت سے دلوں کو سکون، بخشا اور جواب آئی سے دل تھام کر گزرے (کیونکہ جہاں پر بہت سی بہنوں کو قبولیت کی سند ملی تھی وہیں پر ناقابل اشاعت کی لائن بھی تھی تھی)۔ دانش کندہ سے مستفید ہوتے ہوئے ہمارا آنچل کی بزم میں چار خوب صورت بہنوں کو براہیمان پانچا امبرین ملک، بشری ایمان، شبانہ اسحاق اور رابوا کریم آپ سے مل کر اچھا لگا۔ بشری ایمان آپ کا اور میرا اشار کیا ڈیٹ آف برتھ بھی ایک ہے، جنی 11 ستمبر اور سائیکا ٹرسٹ بننے کا شوق بھی ہے، سائیکلو جی پڑھ بھی رہی ہوں۔ عید سروے میں "عید قرہاں" کے حوائے سے سب کے چٹ پنے جواہرات کو پڑھا (فیاض اسحاق تھی آپ تو ہر دفعہ چونکائے گا کامر انجام دیتی ہے ایک دفعہ ہی ہم باہر سے کر لیں، میں تو پہلے آپ کو لڑکا سمجھتی رہی، لیکن عید الفطر کے عید سروے میں پتا چلا آپ تو شادی شدہ کیا دادی بھی ہیں ماشاء اللہ) پھر سب سے پہلے سلسلہ وار ناول میں سے "شب بھری پہلی بارش" کی طرف دوڑ لگائی (کیونکہ دیکھنے میں بھی نہیں تھی) یہ کیا شہر زاوے چاری کے لیے دکھ تو ہوا، لیکن کیا کریں اس دل کا جو صام کو درکنوں کے ساتھ ہی دیکھنا پسند کرتا ہے۔ دوسری طرف ہاتھیں زاویار کا، کندہ سے نکالنے ہو پائے گا کہ نہیں۔ "موسم کی محبت" آفری قافیہ دیکھ کر بے حد مسکون کا ہانس لیا۔ "چراغ خانہ" میں بھی تبصرہ جاری کا ذرا خیال سے نکاح

ہونے پر خوش ہو گا لیکن وہ تو بیماری اور دانیال سے کافی بدگمان ہو رہا ہے کیوں وہ بیماری کی مجبوری اور دانیال کے ظلموں پہن کو نہیں سمجھ رہا۔ غالی جاہ نے خوب غورتوں کی طرح جلتی پریش کا کام کیا۔ "لارا مسکرا میرے منشدہ" میں اربش کا مثبت کردار اچھا لگا لگتا ہے حسین غزنی کو پسند کرتی ہے جبکہ سکندر صاحب پر خوب قصدا آیا۔ ہاتھیں کیسے بندے ہیں باہر لوگوں کی تو خوب بڑھ چڑھ کر نہ دگرتے ہیں اور اپنی چوٹی اور ہین کے لیے پھولی کوڑی بھی نہیں دیتے۔ "الٹا اچھے کے جاب کرنے پر سو سو ہاتھیں سناتے ہیں۔" تیری زلف کے سر ہونے تک "ابھی دونوں اقساط نہیں پڑھیں یقیناً بہترین ناول ہوگا۔" کھن ناول میں "میری عید میری خوشی" گھر پر تازعات پر مبنی کہانی ابھی رہی۔ "میرے نصیب کا اجالا" موضوع پرانا لیکن تحریر ابھی نئی ہے چاری عانزل اور شانزل کو محبت کے ڈائیلاگ کسی اور کے لیے رنوائی رہی اور اپنے دل پر پھریاں سستی رہی۔ "محبت حرف آخر" نزہت جبین ضیاء کی تحریر محمد دھن۔ بہت زیادہ پیسے کی ہوس بخش دقت بہت سی مشکلات بھی پیدا کر سکتی ہیں انسانوں میں سب سے پہلے فوز پہ سلطانہ کا "عید قرباں" پڑھی عید قرباں کے حوالے سے بان جی کے روپ میں دو مختلف کردار کو پیش کرتی فوز یہ بہت بہت مبارک ہو آپ کو ان کامیابی پر۔ "ناول آئیں" سمیرا غزل صدیقی کا افسانہ یعنی "دیر آید و دست آید نہیں دیوار کا منظر" واقعی موت کے آگے کسی کی نہیں چنتی۔ مستقل سلسلوں میں بیاض دل میں صبا زرگر، زرگر، سہ میر اور بہت حوا کے انتخاب پسند آئے۔ ڈش مقابلہ میں سب ایک دوسرے سے بازی لیتی ہوئی لگیں۔ بیوی کا عینہ سے عمر میں اضافہ کیا "تیرمک خیال میں سب نے خوب لکھا۔ دوست کا پیغام آئے میں سب کے پیغام پڑھے طیبہ نذیر ایڈ سنیاں زرگر شادی کی مبارک باد ویسے سنیاں اگر صبا نہیں بتاتی تو بہر تو بے خبر ہی رہتے۔ سمیرا سوالی ہمیں یاد کرنے کا شکر یہ بخدا ہم نا تو آپ سے انجان بن رہے ہیں اور نہ ہی آپ کو انور کر رہے ہیں جبکہ دو دفعہ تو دوست کا پیغام آئے میں آپ کے لیے پیغام بھیج لیکن رومی کی ٹوکری کی ذہانت بنا اب تو آپ کا شکوہ دور ہوا۔ یادگار لمحے میں پروین الحسن شاہین سہاس گل، عشا، چوہدری رشک حنا، صبا زرگر اور سمیرا سمیرا کے مراٹھے پسند آئے۔ آئینہ میں سب کے تبصرے شاندار رہے ہم سے پوچھتے میں سوال میرا اور جواہرات سوا سیر لگے۔ پروین جی اس دفعہ ہم سے پوچھتے میں آپ کی ٹی وی اور ٹیم انجم اور ارم کمانی آپ کے بغیر بھی مستقل سلسلے سونے گئے۔ کام کی باتوں میں حنا احمد نے قربانی کے ملبوم سے روشناس کروایا۔ حنا کے رنگ زینب و خدیجہ کے سنگ بھی اچھے لگے تبصرے کے ایڈ میں اپنی بھانجیوں انا بیہ پرنس ایڈ پرنس پریر کے لیے ڈھیروں پیار اور اپنے پیارے وطن عزیز کے لیے۔

خدا کرے کہ تیری ارض پاک پر اترے
وہ فصل گل بنے اندیشہ زوال نہ ہو
جو پھول کھلا سے وہ کھلا رہے برسوں
یہاں سے غزاں کو بچنے گزرنے کی مجال نہ ہو

پاکستان زندہ باد۔

مدیحہ نورین مہک..... گجرات۔ اسلام ٹیکم! اس دفعہ 22 کو ہی مل گیا واؤ
خوب صورت ٹائل زبردست ڈریس خوب صورت جیواری پیارا سائیک اپ واقعی یہ عید نمبر لگ رہا تھا۔
خیر جو بھی ٹائٹل تھا بہت پیارا تو افسانوں کی پس منظر لکھی جی گز میرا سوسائٹی میں میرے جوابات بھی

تھے دل خوش ہو گیا۔ یاغی دل میں صبا بیٹھیں، امید اختر بلوچ، اصغر سندھو، سوہرہ کے اشعار پسند آئے۔ نیرنگ خیال میں نادیا خان بلوچ، عرشہ بانگی، امیر میمن آرزو، دانش مریم کی شاعری پسند آئی۔ دوست کا پیغام آئے میں میرا خط شامل تھا خوش ہوئی میں۔ یادگار مجھے میں رہا نور رضوان، پروین افضل، شاجین ارشد، حنا کا انتخاب پسند آیا۔ آئینہ میں میرا خط بھی شامل تھا "شکر ہے۔ شہنا آئی ہم سے پوچھے میں آسہ شاجین انعم" اور یہ عارف کے سوالات پسند آئے۔ زین مقابلہ میں تمدوری تھے اور گیتی تو رسمہ پسند آیا۔ اقرأ صغیر آئی کا سلسلے وار ناول "تیری زلف کے سر: دنے تک" بہت عمدہ چارہا ہے۔ "موم کی محبت" بہت سولو چارہا ہے۔ راحت و قافور اساقہ سنہ بوجا میں "میز" شب بھری کی پہلی پارٹ "دیری گند نازیہ کنول نازیہ" "چراغ خانہ" رفعت سراج بہت عمدہ لکھا، نادیا قاضی، رشیدی کو دیکھ کر دل خوش ہو گیا۔ افسانوں میں سب افسانے بہت اچھے تھے، آچل فرینڈز ساریہ چوہدری، لطیفہ نذیر، ارم کمال اور تمام قارئین کو ڈھیروں دعا میں اور سلام سب اپنا خیال رکھیے گا اللہ حافظ۔

ہلا نہ مجھ جی! لگتا ہے صرف اپنا ہی نام دیکھا پڑھا، تجھے بھی نہیں ورنہ آپ "موم کی محبت" کی آخری قسط پڑھ کر تبصرہ ضرور کرتیں۔

پونسز اقبو..... قلم گنگ۔ تمام آنچل انٹرف کارمین کو اتو کا سلام شوق۔ امید ہے آپ تمام چاہنے والے تبصرہ ہوں گے دعا ہے کہ آنچل سے مستحب تمام نغموں کو سہوار بہت مسکراتا اور مہکتے گھایوں کی مانند تر و تازہ رکھے آئینہ آئین۔ اب سورج جو کہ اپنا رخ چھپا چکا ہے اور رات کی تاریکی اپنے پتھ پھیلا چکی ہے تو ہم تمہارے آچل پر تبصرہ کرنے بیٹھے ہیں۔ سب سے پہلے آچل پر لگاؤ روشن ڈالی تو آکھیں تبصرہ ہو گئیں۔ ماڈل گرل دانش مسکرا بہت خوب صورت پہناہ سے اور آرائش و زیبائش اور خوب صورت حنائی ہاتھوں سے اپنے آچل کو تھامے بہت حسین لگ رہی تھی۔ سو پھر چلے اپنی فیورٹ آئی ہلس فرینڈز کی طرف ان کی سرگوشیاں سنیں اور آخر میں تیم محمود یاغی (مرحوم) کی رحلت پڑھ کے دل جو جھل ہو گیا اور دکھ سے لبریز ہو گیا۔ پھر حمد و نعت سے روح و قلب کو منور و روشن کیا پھر در جواب آں میں قیصر آئی ہلس فرینڈز اپنی محفل سجا کے قیمتی تحفے انہوں نے تمام بہنوں کو زبردست جواب دیئے پڑھ کر مزہ آیا۔ میرا آئی کے پسر کی عزالت کا پڑھ کر دل ٹھنسن ہو گیا۔ رب کریم اس کو صحت دے اور برکت والی زندگی عطا فرمائے تاکہ وہ اپنے ماہا بابا کو خوش رکھ سکے اور اپنے ماہا بابا کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنے ہمیشہ آئین۔ پھر جی کالج گئے ملکہ ظفر و تنقید کی محفل میں ہاں جی صحیح کچھ شامل جانو کے پاس مدیہ نورین مہک کے سوالات پسند آئے اور جان من شامل کے چٹ پنے جوابات واہ پڑھ کے مزا آ گیا جیو شامل لو یو۔ پھر جی رخ روشن فہرست کی جانب ہوا اور طمعت انھانی کا "ذرا سی مسافت" پڑھا جو کہ بتوں دے گیا مرد کو کہ عورت اس کی رعایا نہیں ہے عورت اگر کمزور ہے تو اس کا برہنہ یہ مطلب نہیں کہ مرد اس کو اپنی جاگیر سمجھ لے اور ہر جائزہ و ناجائزہ بات منواتا پھرے غیر فرائز کو سبق بن گیا اور وہ جلد لوت آیا کہ اس کی وجہ سے اس کی بیگم کی ازلی خود اعتمادی ختم ہو رہی تھی آئے ہائے۔ بسم اللہ جی صدقے جی آیانوں حراجی: کیا شاہکار لے کر حاضر ہوئیں مزہ آ گیا مگر اتنی خوشی دی وہ نہ کو نہ دم ہی نکل گیا اس کا آخر میں اداس ہو گئی میں یہ پڑھ کر۔ "تیرے ساتھ چٹا ہے" واہ موری جی جی اور غلط محبت ٹھہرا کر اب کے پیچھے روز لگائی اور جی دست و جی داماں رہ گئی۔ یہی علاج ہے میں تو کہتی ہوں تمام لڑکیاں جو وہ دست کی چٹا ہونہ میں تھی اور کھری محبت کو ٹھہراتی ہیں

ان کو آبد پائی نصیب ہوتا کہ جب قلعوں کی قدر مائے۔ آگے عرشہ ہاشمی کی عید سے پہلے پر چھلا دے کی مانند چھٹانگ لگائی اور رانیہ کے ممبر اور صدقہ دینے کی عادت سے مرعوب ہو گئے ایک اچھا سنتی دیا عرشہ ہی وین ڈن۔ آگے بڑھے کے تو فوز یہ سلطانہ "عید قربان" تحریر لیے حاضر محفل تھیں بے شک صالحہ جسکی لڑکیاں ہی ہوتی ہیں جو غریبوں کی دلجوئی کرتی ہیں دعائیں سمیٹتی ہیں کیونکہ تو نگر تو سال کے بارہ ماہ ہی گوشت سے لطف اندوز ہوتے ہیں یہ فریب ہی ہیں جو محروم رہتے ہیں اور عید پر بھی ان لاپٹی لوگوں کی وجہ سے گوشت کی لذت سے محروم و نا آشتار ہتے ہیں اور آلائشوں کی ذمیر سے جن جن کر گوشت کھانے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ آگے بڑھے "تھک خاص" پڑھا "جذہ قربانی" پسند آیا اور ایک چیز ضرورت مند پر قربان کی تو رب تعالیٰ نے قربانی پسند فرما کر دو بارہ اپنے در کی حاضری کے لیے بلاوا بھیج دیا۔ تمہیلہ زاہد کی قربانی بھی پسند آئی اور میرا فلک کی تحریر "پاول آنکھیں" بھی خاص تاثر قائم کرتی پڑھ کر مڑا آیا شکر ہے وقت پر ناکہ عظیم کی محفل کھانے لگ گئی۔ ٹاؤٹ میں ہمان کا تو نادینہ فاطمہ براجمان تھیں سو تحریر "میرے نصیب کا اجالا" پڑھ ڈالی عانزل اور شانزل نام پسند آئے اور ان کے مکالمے بھی اور ناکہ کر اور پسند آیا مڑا آیا پڑھ کر گریٹ آگے بڑھے تو نزہت جبین ضیاء صاحبہ "محبت حرف آخر" لیے کھڑی تھیں۔ جب رخ تاباں موزا تو عسرت کی داستان پڑھ کر دل دکھ و غم سے ندم حال ہو گیا اور جب عارش اور عسرت کا پپی ایجنہ ہوا تو خوشی ہوئی پھر عابدہ سبین کے دل پر گئے اور پڑھ کر مڑا آیا مڑا ایک بات کا دکھ ہے کہ ارہد بھی زہر کا شوقین تھا مگر ایک سہتی بھی ملا کہ والدین کی بے جا عنایت اور بے جالا ڈونوں اولاد پر غلط اثرات مرتب کرتے ہیں۔ اعتدال والا معاملہ ٹھیک رہتا ہے اور پھر ہی آئے ہم اپنے میوسٹ فوریٹ ٹاول "موم کی محبت کی طرف جس کی آخری قسط کا پڑھ کر جہاں دل ٹمکن ہوا وہیں شرمین بی بی کی عارش کے ساتھ تیار لگنے کا پڑھ کر بہت خوش ہوئی دل بلیوں اچھلا۔ باقی رسالہ ابھی زیر مطالعہ ہے میں نے کہا تبہرہ کر دوں پھر نغم نہیں ملتا کیونکہ تا چیز آئی۔ کام میں اعلیٰ کامیابی حاصل کرنے کے بعد بی کام میں داخلہ لینے لگی ہیں سو جلدی جلدی رسالہ پڑھا اور تبہرہ بھی کر ڈالا اور آخر میں کیوٹ سی حرا قریشی "احب نوحائے عمر" پر وین افضل شاہین لاریب انٹال "ارم کمال" سہاس گل "تمنا بلوچ" سامعہ ملک پروین لادہ میرا مونا شاد قریشی "نازیہ کنول نازی شاہ زنگی رشک حنا ماہ رخ (سرگودھا)" زینت کرمہ افراتھیر احمد "میرا تمہیر منورہ عطا میں آپ تمام بہنوں سے دوستی کی متنی ہوں اگر اس قابل سمجھیں نا چیز کو تو دوستی کا یہ ہوا ہاتھ تمام لپیے گا اور اگر کوئی بہن مجھ سے دوستی کرنا چاہے تو میوسٹ ویکم اچھائی راب رکھا۔

بلا کامیابی پر مبارکباد قبول کیجیے۔

بلا اب اس دعا کے ساتھ آئندہ ماہ تک کے لیے اجازت اللہ تعالیٰ پاکستان کو دشمن کے ناپاک ارادوں سے محفوظ رکھے اور اسے ہمیشہ شادہ آ پور رکھے آمین۔



ج: اوصار کی ضرورت پڑھنی! اس بھی کرو کب تک اوصار مانگتی۔



س: محبت اللہ کی کیسے ہوتی ہے؟
ج: جیسے گتے کے سر پر بال نہیں ہوتے بالکل ویسے۔
س: تو ان اتنی چیزیں چاہتی ہے دلہا کیوں تک پڑھتا؟
ج: اس کا خرچہ دلہا جواٹھاتا ہے اس لیے۔

س: اکیس گویا طور..... تو دلہا کو الہ لعل باد
س: شاکہ جی ایک بات تو تم میں خوشیوں کی مدت اتنی کم کیوں ہوتی ہے!
ج: دکھ بھاری ٹھیک بھی خوش بھی رہا کرو۔

س: آئی! جو بھی ٹھیک آپ کے پاس سے ہو کر جاتی ہے وہ یہ کیوں کہتی ہے "توہ شاکہ سے آٹھہ کچھ نہیں پو پھنا" ایسا کیا کہتی ہیں لڑکیوں سے!
ج: صاف صاف اور گھری گھری جو سننے کو ملتی ہیں اس لیے جی جی ہیں۔

س: آپنی محبت نظموں کی محتاج نہیں ہوتی مگر انسان تو محتاج ہوتے ہیں نظموں کے یا نظموں کے؟
ج: آج کل سب چیزوں کے محتاج ہو گئے ہیں۔
باقی سب باتیں بیاد محبت کی آ جو باجو والی ہی ہو کر رہ گئی ہیں۔

س: آئی! اگر آپ کو بے رنگ ٹیکٹ ٹوٹ جائے جواب دیتے ہوئے آپ کے ٹیٹ کی سیاہی ٹم ہو جائے نخیل پر رکھے کاغذ غائب ہو جائیں تو آپ کا رد عمل کیا ہوگا؟
ج: میرے جواب پڑھ کر جو اس وقت تمہارا ہے۔

س: آئی! اگلے ماہ تک کے لیے اجازت دین اور خبردار جہاں آپ نے سسرال والوں سے متعلق کوئی دعاوی تو آپ کی اتنی کافی زبان ہے کہ فیہ تدریر (تجربات) کی شادی ہوئی ہے پارٹی کی (بھی عمر ہی کیا گئی اچھا آئی بائے ہائے۔

س: اس کی چھوڑ دینی فکر کرو ویسے اللہ تمہارے سسرال والوں کو تم سے بچائے... کیسب ل کر زور سے آئیں۔
میرا سوائی... بھیر کر

پروین افضل شاہین..... بہا بکتر
س: میرے میاں جانی پر نہیں افضل شاہین ہار بار میری ساگرہ کی تعریف اور تاریخ کیوں پوچھتے ہیں؟
ج: انہیں آپ بڑھیا لگنے لگی ہوں گی اس لیے ہار بار پوچھتے ہوں گے یقین کرنے کے لیے۔

س: مجھے برسات کے موسم سے اتنا ڈر کیوں لگتا ہے؟
ج: کیونکہ آپ کے میاں جانی ہر سال میٹھک جو بن جاتے ہیں۔
س: سنا ہے شادی سارے کیا یہ سچ ہے؟
ج: سولہویا ایسا سارے جو ساری زندگی بچا ہے اور آس پڑوں والے سب سنتے ہیں۔

س: آئی! کہیں ہیں!
ج: بہت خوب صورت اسارت لنت۔ جلی لگی تو پو پھا کیوں تھا۔
س: دودھ کا جلا پچھا پچھا کیوں پھونک پھونک کر پیتا ہے؟
ج: تو گرم گرم پی کر اچھا منہ پھر سے جلا لے اور تمہاری خرچ میں گھڑی ہو جائے۔

س: میں بادل ہر سات کب ہوتی ہے؟
ج: جب امن کی کام کے نہ کرنے پر دو لگائیں تب۔
س: اگر عورتوں کی سچ اور مردوں کی چٹیا ہوا کرے تو؟
ج: تو آپ نے عورتوں کی سچ پر شاعری شروع کر دینی ہے۔

س: ہندو کے دودھ باغ کیوں ہوتے ہیں؟
ج: یہ تو آپ ہم سب کو بتائیں آخرا آپ کے دودھ باغ کیوں ہیں؟

س: محبت کا پہلا اصول کیا ہے؟
ج: بھوٹ..... وہ بھی ڈھنڈلی سے۔
س: ہم جو آتے زندگی میں...

ج: نہیں... ٹینٹ آئی ہو اس لیے کان بکڑے مرنے بن جاؤ۔

س: ہاں! مرنا آپ کی محفل میں حاضر ہوئی ہوں کیسا لگا (سچ بتائیں ان کی قسم)۔

ج: تمہیں دیکھ کر لگتا ہے چہچہے کے درخت پر تریوز لگا ہو ہیے۔

س: آئی آپ کو میرج کر کے بچتے تو نہیں ہیں؟

ج: ابھی میرج نہیں ہوئی، گھر والے ارجح کرنے کا سوچ رہے ہیں۔

س: آپ کی کل ایک کو آکسی شوٹنگ کا پڑ چہ رہا تھا بھی وہی (جو ہو میں) میں نے آپ کا ہاتھ پکڑا یا نہیں؟

ج: اچھا تو وہ تو آپ کا ہوتا تھا ہمیں ابھی پتا چلا مبارک ہو۔

س: سنا ہے جہرہ عید میں آپ کے سرسراں والوں کی طرف سے عیدنی کے بجائے گدھا گنٹ ہوا ہے (ابو کھنی آپ کے لیے)۔

ج: گدھا نہیں گدھی جس کو جواب دے رہی ہوں شراب دوست پلیز۔

ارم کمال... فیض آباد
س: میں جسے دیکھنا چاہتی ہوں وہ مجھے نظر کیوں نہیں آتا؟

ج: چشمہ ابھی طرح صاف کر کے لگا کر دیکھو صاف نکھر نکھر نظر آئے گا بے پورا۔

س: شاکلہ جی جدی سے میری الجھن سمجھا نہیں میں جب آ نکھیں بند کرتی ہوں تو مجھے کچھ بھی نظر نہیں آتا؟

ج: آنکھیں بند کر کے سامنے آگے کھڑی ہو جاؤ وہ کس کر لگائیں گی پھر سب صاف نظر آئیں گے۔

س: پھولوں کی وہی میں پھولوں سا لباس لینے وہ میرے لیے پھول لے کر آئے اور بولے...؟

ج: اس کو بھی کے پھول کو اپنے جوتے میں جاؤ لیکن اب تمہارے ہاں کہاں۔

س: ایزی سے چوٹی تک کا سفر کیسے ہوتا ہے جدی سے بتاؤں؟

ج: تمہاری چوٹی ہوتی تو ضرور چڑھتی۔

س: ظالم سب ظالم نظر میں سے نکلتے کیا ہے؟

ہیں؟

ج: کبھی منہ بھی دھولیا کرہ بل جتوزی۔

س: وہ کہتے ہیں مجھ سے ابھی عمر نہیں ہے بیاہ کی کیا واقعی؟

ج: حیران مت ہو فیڈر بنا کر دے دو ابھی ان کی یہی عمر ہے۔

محمد اعظم... کراچی
س: میں گھر بہت بڑا ہو رہی تھی اس لیے آپ کی محفل میں آئی ہوں کیسا لگا میرا آتا؟

ج: اپنی پوری ست یہاں سوار کرنے آگئی واہ واہ کیا کہنے۔

س: تو ویسے میں آپ سے تھوڑی ناراض ہوں آپ کے جوابات کی تیر کی طرح لگتے ہیں؟

ج: کسے... تمہیں ہا تمہارے مہاں کو وضاحت بھی تھوڑی کر دو۔

س: کہتے ہیں کہ درد دینے سے محبت بڑھتی ہے یہ لو آپ کے جگر کے ادھ اپنا دیکھ لیا اب بتاؤ آپ کے دل میں خبرے لیے جگسکی؟

ج: نہیں لیکن ہاتھ میں ضرور بن رہی ہے اب ہٹاؤ اور دہندہ...

س: میں ایسا کیا کروں کہ آپ کو زندگی بھر یاد رہ جاؤں؟

ج: صرف اتنا کہ اپنی ناک صاف کر لیا کرو۔

خیر عید... کوٹہ قیصرانی
س: آف... اللہ بتا بھی دیجیے کچھ وجہ بے رخی تم کیوں فنا تھاقت سے ہو کیا بات ہوئی؟

ج: بے شرم ہر وقت کچھ؟ کچھ مانتے جو چلی آتی ہو ڈھلے گھوما گھوما کر۔

س: ہاں تو آپ نے بتایا نہیں کہ آپ ہمارا تعاقب کیوں کر رہتی ہیں؟

ج: آپ ہمارا پس لے کر جو چلی جاتی تھیں۔

س: ہم ایسے لوگوں کو حوالات میں پہنچانے کے عاہدی ہیں جو بوجہ دوسروں کا تعاقب کرتے ہیں آپ کو ہمارے ساتھ چلنا چاہئے گا؟

ج: اس کو کہتے ہیں ایک تو پوری اپنی ہمت سینہ زوری؟

چلو تمہیں سائیکلکسٹ کو دکھاؤں۔

س: شوقن آئی آئی ریزی میں آپ کی محفل میں آج بھی ہوں لیکن آپ نے مجھے جڈنکس دی اگر اس بار بھی ایسا کیا تو اچھا نہیں ہوگا سمجھتے ہیں؟

ج: جڈنکھی تو تمہارے سائیکل کو دیکھ کر بنا؟ اونی ہے۔ انا ج کی دشمن۔

س: تم آؤ گی تو کیا لاؤ گی؟ ہم آئیں گے تو کیا دو گی؟

ج: میں آؤں گی تو تمہاری شد کو ساتھ لاؤں گی تم آنا تو جھاڑو پونچھا کر۔

کے ایس رانا..... ستیانہ

س: خیر وار ہو شیار..... ہم تشریف لارہے ہیں ویکم کریں؟

ج: آؤ باقیوں کی رانی..... تمہارا انتظار تھا۔

س: آئی میرا دل کیوں چاہتا ہے کہ آسمان سے ڈانچنوں کی بارش ہو؟

ج: اس کے علاوہ تمہارا دل چاہتا ہوگا کہ مردیوں میں آم ہوں تم ایک بار پھر جوان ہو جاؤ تو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ اکثر پاگلوں کا دل ایسا ہی دل چاہتا ہے۔

س: آئی انسان کے دو ہاتھ ہی کیوں ہوتے ہیں؟

ج: تمہارے تو چار ہاتھ چار پیروں ہوتے پھر بھی تم کچھ نہیں کرتیں کام چور کتنی۔

س: آئی کیا ناکھانے کے بعد بھوک کیوں لگتی ہے؟

ج: تم کھاتی ہوئی ناں تھنی۔

س: آئی مجھے نوگ نظر کیوں سمجھتے ہیں؟

ج: سمجھنا تو انہیں تھنی ہی چاہیے مگر سب کی اپنی اپنی سمجھ ہے۔

مضموم... مضموم

س: بچپن ہمارا ضرور ہونی ہوں ویکم کریں؟

ج: کسے نہیں یا تمہارے ساتھ آئی ہوئی تمہاری ساس کر۔

س: آئی اے فضول جواب کیسے دے دیتی ہیں فضول سوالوں کے؟

ج: جیسے تمہارا تہمت نہیں ہے اپنی جواب لکھ دو جیسے۔

س: اب میں مگر میں میری تعریفیں؟
ج: تمہاری تعریفیں..... خدا بھی ایسا وقت مجھ پر نہ لائے۔

س: اچھا ٹھیک ہے آؤں گی دوبارہ منہ تو ٹھیک کر لیں اپنا؟

ج: اب ہزار منہ تمہاری رخصتی کے بعد ہی ٹھیک ہو سکتا ہے جلد ہی جاؤ۔

س: اچھی ہی دعا دینا آئی؟

ج: اس بار سٹی کی جگہ صفائی کا ڈپوٹے۔
خوزیہ سلطانہ..... تو کسہ شریف

س: بیزار گوا کیا حال ہے؟

ج: بیزار اس حال بالکل بدست ہے اب تمہارا احوال دیکھ کر ضرور غائب رہا گی کاشیہ ہو رہا ہے۔

س: دادو! مجھے اپنے زمانے کا کوئی قصہ تو سنائیں ناں پیڑیا؟

ج: لو میری پردہ زنی کی عمر کی ہو کر عمر چھپا رہی ہو شرم تو آئی نہیں۔

س: دادو! آپ کی لٹمنس کا راز کیا ہے تاکہ میں اپنی دادی کو بتاؤں؟

ج: بہت مکی پیڑیا میں رہی ہو جیسے ابھی تک فیڈ زمین رووہ ہتی ہو۔

س: دادو! پیڑیا جو اسہلے کے ٹیپا ہے ضعیف دماغ کوشقت میں مت ڈالے گا؟

ج: نہیں چھوڑیں اپنے دماغ کے ساتھ آنکھوں کا بھی معائنہ کروائیں۔

س: دادو! دیکھ لیں آپ کی پوتی آپ کا کس قدر خیال رکھتی ہے؟

ج: جب وقتے گی اسے بھی دیکھ لیں گے اپنی الحال تم گھسی سے نمٹ نہیں۔

س: آپ کی روتی صورت دیکھ کر بڑا خراہم نے سوچا کہ آپ کی جان چھوڑ دینی چاہیے ان شاء اللہ بعد آدھی ملاقات ہوگی اللہ حافظ۔

ج: صاف اب رکھنے کھرے جو ہات سننے کے بعد تم اللہ حافظ ہی ہوگی ناں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

س: آپنی ڈیڑھراہم نے آپ کی محفل میں پہلی بار شرکت کرنے کی ہمت کرائی؟ کیا لگا آپ کو؟
 ج: ڈیڑھراہم میں ایک آپ کی کوئی اور کیا کہوں۔
 س: شعر کا جواب شعر سے دینا آپنی ڈیڑھراہم کی طرف سے کس طرح ہوا؟
 ج: دل نہیں لگ رہا محبت میں
 س: بہت فرسودہ لگتے ہیں مجھے محبت کے قصے۔
 س: دسمبر میں موسم اتنا ٹھنڈا کیوں ہوتا ہے جبکہ دلی یادوں کی آگ میں جس رہا ہوتا ہے؟
 ج: ان یادوں سے اپنی سانس کو آگیا کرادو پھر دماغ چلے گا۔
 س: اچھی ہی دعا کے ساتھ اپنی محفل سے رخصت کریں آپنی! ہمیں جہدی جاتا ہے بھلا کہاں؟
 ج: اپنے سسرال ہانڈی روٹی کرنے۔ اب دعا کیا دوں تم بے چاری کو اللہ تمہاری سانس کو تمہارے عقاب سے پھائے۔

سامنے رکھا کرو پلیز۔
 س: شاکل آئی کام میں ناپ کیا ہے میں نے میرا گفت ...؟
 ج: یہ بوجھنا زو اب اس کام میں بھی ناپ کر کے دکھاؤ پھر اگلے گھر بھیجیں گے ارے بھارتو لگاتے تم کیا بھیجی ...
 س: آپنی ہر کوئی سون بھرے مسن کی تحریف کرتا ہے؟
 ج: تمہاری جھگڑا طبیعت کو جانتے ہوئے کر دیتا ہے ورنہ تم صاف اور سچی سن کر تو پیچھے ہی ہن جاؤ۔
 س: اتنا سونا چھسٹا لگائے اور یہ بھاری اور موٹی سی لاشی اٹھائے کیوں نہیں ہیں؟
 ج: تمہاری آنکھیں اور دماغ درست کرنے کے لیے۔
 س: اپنا جاتی ہوں اب میں آپ اور اس مت ہوتا اور روتہ تو بالکل مت میں پھرتا جاؤں؟ کیا اللہ حافظہ۔
 ج: جا تو رہی ہو یہ لاشی بھی لگتی جاؤ راستے میں بہت کام آئے۔

اسے بی ... کڈنا سرگودھا
 س: ہم آپ کے دور بار میں پہلی دفعہ شریک محفل ہیں کیا مجھے بھی انعامات کو جگہ دینے کی بجائے شامل کرتی؟
 ج: دوامی تمہاری اسہائش تو ہونا چاہی تمہوں کی تمام بیماریا اور کاروں کو مارتے رہے گی۔
 س: اوو یہاں تو سارے سنی بے وقوف بیٹھے ہیں ایک ہم سنی کچھ دار ہیں ہا ہا ہا۔
 ج: ہر بے وقوف خود کو مہین سمجھتا ہے۔
 س: اب یہ کون تخت پر بیٹھیں ہے بڑھیا؟
 ج: وہ تخت نہیں ڈریسنگ ٹیبل ہے اور آئینہ جو آپ کو آئینہ دکھا رہا ہے۔
 س: ہمیں چلنے ہیں نہیں تو یہ سارے مجھے بھی بے وقوف بنا دیتے گے کھنگل اوئے ...؟

ماریہ ایمان باقی ... طارق کالونی
 س: راجہ محبت میں بچھب سا حال ہوا ہے اپنا؟
 ج: مت بتاؤ نظر آ رہا ہے قدیم زمانے کی می ٹنگ رہی ہو۔
 س: آپنی سنی رات کو آپ کو خواب میں دیکھا ڈر کے مارے چھپیں مارنے لگی امی نے پانی دم کر کے رو پو تو؟
 ج: کی اب اکثر چڑھیں گئے خواب میں دیکھ کر میری خوب صورتی سے بل جاتی ہیں۔
 س: کوئی ابھی سنی دعا اپنی خوف ناک عمل سے سمیت ... ہا ہا۔
 ج: اللہ لکن خوفناک صورت سے سب کو پھائے اور سب سے پہلے مجھے کیو (آمین)



ج: بتا دیں گے سے کیا مطلب ... تم تو پیدائشی ...
 س: ہنسنا تو ... تلخ لگ
 س: ہنسنا صاحبہ کی ہیں وہ حکم کیجیے شکل میں؟
 ج: بنگال کی ہنسنا خوش آہدیر۔
 س: ہنسنا آنا بھلا کہاں؟
 ج: بنگالی کے جھنگ کی طرف میں اب کرتے وقت شمشیر



محترم آپ 30-CHIMAPHILA کے پانچ
قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا
کر لیں۔

فاطمہ شہباز قصور سے لکھتی ہیں کہ میں بہت امید کے
ساتھ آپ کو خط لکھ رہی ہوں میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرا وزن
بہت تیزی سے 25 روپا ہے ہر صبحے میں تین چار کلو وزن
جو صحتا ہے میں شافی شدہ ہوں میرا بے لیا پریشن سے ہوا
تھا آپریشن کی وجہ سے میرا پیٹ بہت ٹنگ گیا ہے۔ میری
عمر تین سال ہے اور میرا دوسرا مسئلہ لیکور یا کابے۔

محترم آپ PHYTOIACCA
BARRY (Q) کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں
ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں دوا کھانے یا شے سے
آدھا گھنٹہ پہلے لیں اور صبح غذاؤں اور کولڈرنک وغیرہ
نکری آئیم سے پرہیز کریں تب وزن کم ہوگا اگر پرہیز نہ
کیا تو دوا میں کوئی کام نہیں کریں گے اور ٹیکور یا کے لیے
BORAN-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں
ڈال کر تین وقت لیں۔

سعد یہ منڈی بہاؤ الدین سے لکھتی ہیں کہ میری جنم پر
بہت زیادہ بال ہیں جو بڑھ رہے ہیں ناگوں اور بازوؤں پر
بھی بہت لمبے بال ہیں بلکہ سارے جسم پر بال ہیں میری عمر
سولہ سال ہے میں ان ہالوں کی وجہ سے بہت زیادہ
پریشان ہوں پلیز ایسی دوا لیں جس سے میری یہ
پریشانی دور ہو جائے اور کوئی نقصان بھی نہ ہو دوا کی مدت
اور طریقہ استعمال بھی لازمی بتادیں اور دوسرا مسئلہ میری
آہلی جن کی عمر بائیس سال ہے ان کی گردن پر براؤن گل
ہیں جو بہت زیادہ بڑھ رہے ہیں یہ نشان چہرے اور سینے کی
خرف پھیل رہے ہیں۔

محترم آپ اپنی بہن کو 30-THIA کے پانچ
پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ
پیا کریں اس کے علاوہ 999 روپے کا مٹی آرڈر میرے
کیٹنگ کے نام پتے پر ارسال کر دیں
TAPHRODITE آپ کے گھر بھیجے جائے گا ان شاء

اقرامہ لکیر احمد سندھو پنڈ وراج کا بندہ لاہور سے لکھتی
ہیں کہ ہمارا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتادیں۔

محترمہ 1000-IODUM یہ ہو میوٹی قہی کی عام دوا
ہے اگر آپ کے شہر میں نہیں مل رہی تو آپ دوسرے شہر
میں معلوم کر لیں یہ با آسانی مل جائے گی اور تھ کے لیے
CALCIUM PHOS-6X کی چار چار گولی تین
وقت روزانہ اور 200-BARIUM CARB کے
دس قطرے ہر آٹھویں دن ایک بار کرن اور بین کو پلائیں
ان کے علاوہ HAIR GROWER کے لیے مبلغ
700 روپے کا پی آر آر میرے ٹینک کے نام سے پتے پر
ارسال کریں پھر ڈروما آپ کے گھر بھیجے جائے گا تین چار
پتوں کے استعمال سے ان شاء اللہ مسئلہ حل ہو جائے گا ہل
مضبوط گھنے اور لمبے ہو جائیں گے۔

ایس ایس خانوالا سے لکھتی ہیں کہ مجھے دائیں
بریسٹ میں گھٹی ہے جو باوام سے بڑی ہے کبھی درد بھی
ہوتا ہے اور سوزش بھی ہے بہت پریشان ہوں اس کا علاج
بتادیں۔

محترمہ آپ CALC FLOUR-6X کی چار
چار گولی تین وقت روزانہ لیں کریں ان شاء اللہ مسئلہ حل
ہو جائے گا۔

دع کمالیہ سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر
علاج بتادیں آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔

محترمہ آپ 30-PLATINA کے پانچ قطرے
آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں ان
شاء اللہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔
انٹان حضرت راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ مجھ میں حسن
نسواں کی زیادتی ہے میری عمر 50 سال ہے علاج بتادیں۔

اللہ اس آئین سے آپ کو افاقہ ہوگا اور یہ بریل نسخہ ہے اس کا کوئی نقصان نہیں اور مدت طریقت استعمال پانچ ماہ تک ہوگی کم از کم۔

شاید اقبال کراچی سے نکلتے ہیں کہ میرے سر کے بال بہت گرتے ہیں آپ کی 2 بوتل ہینر کروور استعمال کی اس سے بال گرتا بند ہوگئے لیکن نئے نہیں آگ رہے اس کا علاج بتائیں اور میرا دوسرا مسئلہ شایع کیے بغیر علاج بتادیں۔

محترم آپ ہینر کروور کا استعمال ابھی جاری رکھیں اس کے علاوہ ACID PHOS-3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیائیں ان شاء اللہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔

رقیہ بیگم راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر بال ہیں جو کہ سخت اور موٹے ہوتے جا رہے ہیں اس کا علاج بتادیں اور میں نے آٹھ رسالے میں پڑھا تھا ایفرو ڈائٹ کے لیے 9110 کا مٹی آرڈر کرنا ہے تو کیا 7000 میں ایک بوتل آئے گی یا تین بوتل اور میری عمر 72 سال ہے کیا میں اس عمر میں ایفرو ڈائٹ استعمال کروں تو مجھے افاقہ ہوگا مجھے اس مسئلے کا جواب دیں تو آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔

محترم آپ 72 سال کی عمر میں بھی ایفرو ڈائٹ لگا سکتی ہیں ان شاء اللہ فائدہ ہوگا اس کے علاوہ مبلغ 9111 روپے کا مٹی آرڈر میرے کینسر کے ہیم پتے پر ارسال کر دیں تو ایک بوتل ایفرو ڈائٹ آپ کے گھر بھیجی جائے گا اگر تین بوتل ایفرو ڈائٹ منگوانا ہو تو آپ کو 13 روپے کا مٹی آرڈر کر دیں یہ یاد رکھیں کہ مٹی آرڈر فارم کے لاسٹ میں تین عدد ایفرو ڈائٹ ضرور لکھ دینے۔

صباہ حسن سیالکوٹ سے لکھتی ہیں کہ میری والدہ کو بھیجا تھا ہوا تھا اس کی وجہ سے ان کے منہ میں کھینچا اور ہتا ہے جب بولتی ہیں تو جھلکی ہیں اور زبان پر پھالے ہیں نہ ہون سوجھ کر مولی ہوئی ہے گلا خراب رہتا ہے اور معدے میں تیز ایت رہتی ہے خون کی کمی بہت زیادہ ہے مہربانی کر کے کوئی اچھی سی دوا تجویز کر دیں آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔

محترم آپ اب ایلی والدہ کو NATRUM

PHOS-4X کی چار پار گولی تینوں وقت کھانے سے آدھا گھنٹہ پہلے کھلایا کریں یہ معدے کے لیے ہے دوا جب معدہ ٹھیک ہوگا تو زبان کی تکلیف خود بخود ٹھیک ہو جائے گی سو جازیل کا استعمال کرائیں زبان کے پھالے ٹھیک ہو جائیں گے اور CHINA-3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیائیں ان شاء اللہ خون کی کمی بھی ٹھیک ہو جائے گی۔

عائشہ فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شایع کیے بغیر علاج بتادیں بڑی مہربانی ہوگی۔

محترم آپ PHYTOLACCA-6 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیائیں اس کے علاوہ FERRIDION-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت کھانے سے آدھا گھنٹہ پہلے پیائیں۔

بنت محمد اسلم قصور سے لکھتی ہیں کہ میری بہن کے سر کے بال بہت تیزی سے گر رہے ہیں اور ان کو نسوانی حسن کی بھی کمی ہے اس کا علاج بتادیں۔

محترم آپ مبلغ 13111 روپے کا مٹی آرڈر میرے فلیٹک کے نام پتے پر ارسال کر دیں تو آپ کے گھر ہینر کروور اور بریسٹ پیوٹی بھیجی جائے گا اس کے استعمال سے سر کے بالوں اور نسوانی حسن کا مسئلہ ان شاء اللہ ٹھیک ہو جائے گا ہینر کروور کی کم از کم چار پانچ بوتل استعمال کرنا پڑے گی اور بریسٹ پیوٹی کی دو بوتل استعمال کرنا پڑے گی اس کے علاوہ خون کی کمی اور تھوکی دوا اور پر لکھی ہے اسے پڑھ کر آپ خود استعمال کر لیں۔

غیمہ ارشد خان چکوال سے لکھتی ہیں کہ مجھے پورین کی جگہ پر بہت خارش ہوتی ہے اس کی دوا بتادیں اور لیکن کو ہاتھ پیروں میں بہت اٹھن ہوتی ہے کوئی اچھی سی دوا بتادیں اس کے علاوہ دوست کو بڈیوں میں کھینچیم کی کمی ہے اس کی وجہ سے ان کے دھن بہت ٹوٹتے ہیں اور بڑھتے نہیں کوئی اچھی سی دوا بتادیں آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔

بنت محمد اسلم قصور سے لکھتی ہیں کہ میری بہن کے سر کے بال بہت تیزی سے گر رہے ہیں اور ان کو نسوانی حسن کی بھی کمی ہے اس کا علاج بتادیں۔



کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت پیا کریں اور اپنی بکن کو
30-ARSANIC کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی
میں ڈال کر تینوں وقت پلائیں۔

شمن بہاؤ نگر سے لکھتی ہیں کہ میرا رنگ کا مسئلہ ہے میں
اپنا رنگ صاف کرنا چاہتی ہوں اس کا علاج بتادیں۔

محترم آپ JODIUM-1000 کے 10 قطرے
آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر 15 دن میں ایک بار پیا
کریں تم از کم 6 ماہ تک۔

سعدیہ بہاؤ نگر سے لکھتی ہیں کہ تقریباً پندرہ سال سے نزل
میرے حلق میں گرتا ہے جسے کیرا بھی کہتے ہیں بہت علاج
کرایا ہے مگر وقتی اتفاقاً ہوتا ہے پھر وہی حال نزلے کی وجہ
سے میرے ہل بھی بہت گمراہ ہے ہیں برائے مہربانی کوئی
انجلی بی دوا بتادیں۔

محترم آپ 30-AMMON CARB کے
پانچ قطرے آدھا کپ پانی ڈال کر تینوں وقت کھانے سے
پہلے پیا کریں اس کے بعد دو دن 700 روپے کا مٹی آرزو
میرے ہینڈ کے نام پتے پر ارسال کر دینا HAIR
GROWER آپ کے گھر بھیج جائے گا اس کے
استعمال سے بال گرتا بند ہو جائیں گے بال گھنے لمبے اور
منسبوت ہوں گے ان شاء اللہ۔

حورا ایمان نوبہ نیک سنگھ سے لکھتی ہیں کہ میرے ماتھے
اور ہونٹ کے اوپر اور نیچے یعنی کہ تھوڑی پر باریک سے
دانے نکل آئے ہیں اور جب یہ ختم ہو جاتے ہیں تو نشان
چھوڑ جاتے ہیں اور میرا دوسرا مسئلہ مجھے چار ماہ سے ایام
نہیں آئے اور جب آتے ہیں تو درد بہت زیادہ ہوتا ہے
میں پانڈان کی گولی کھا لیتی ہوں جس سے وقتی آرام آ جاتا
ہے دوسرے دن پھر سے درد ہونا شروع ہو جاتا ہے میری
عمر اٹھارہ سال ہے اور چہرے کا رنگ بھی زرد ہے اور
چہرے پر بھی کبھار خارش بھی ہوتی ہے اس کا علاج بتادیں
آپ کی بڑی مہربانی ہوں۔

محترم آپ 6-NATRUM SULF کے پانچ
قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت روزانہ پیا

محترم آپ 30-CALADIUM کے پانچ
قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت پیا کریں
کھانے سے آدھا گھنٹے پہلے اور بکن کو
30-MET کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں تینوں
وقت دیا کریں اور دوست کو
6X-CALC PHOS کی چار چار گولی تینوں وقت دیا کریں اس کے علاوہ
دوست کو دوسری دوا ٹانن کے لیے
30-GRAPHITES دیا کریں ان شاء اللہ ان
دواؤں سے آپ تینوں کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

بال احمد حیدر آباد سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے
بغیر علاج بتادیں۔

محترم 30-STAPHISAGRIA کے پانچ
قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت روزانہ پیا
کریں ان کے علاوہ کھانے میں روزانہ دو نیلے کھانے پر
سے دودھ پی لیا کریں ان شاء اللہ مرانا کمزوری ختم
ہو جائے گی اور مبلغ 800 روپے کا مٹی آرزو میرے کھینک
کے نام پتے پر ارسال کر دیں تو خدا آپ کے گھر بھیج جائے
گا۔ مٹی آرزو کے کوپن کے لاسٹ میں یہ ضرور لکھ دینا کہ تم
نہر دھنا بھیج دیں اس کے لگانے سے ان شاء اللہ اتفاق ہوگا۔

زرش قاسم منڈی بہاؤ اللہ میں سے لکھتی ہیں کہ میری
ناک سے پانی آتا ہے اور چھینک میں بہت آتی ہیں۔

محترم آپ 30-AGRAPHIS کے پانچ
قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے
پہلے پیا کریں ان شاء اللہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔

محمد ندیم بارون آباد سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع
کیے بغیر علاج بتادیں۔

محترم آپ 3X-ACID PHOS کے پانچ
قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت روزانہ پیا
کریں ان شاء اللہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔

کانکات حویلی بہادر شاہ سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ
شائع کیے بغیر علاج بتادیں۔

محترم آپ 30-JODIUM کے پانچ قطرے آدھا

کشم کراچی سے لکھتی ہیں کہ مجھے بائیں گردے میں بہت درد رہتا ہے اس کا علاج بتادیں۔

متر مآپ BERBERIES, VLI. 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے آدھا گھنٹہ پہلے پیا کریں یہ دو تین ماہ مکمل کر لیں ان شاء اللہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔

فاطمہ کراچی سے لکھتی ہیں کہ مجھے دونوں گردوں میں سسٹ ہے اور وزم بھی ہے اکثر تھی رہتی ہے تقریباً ایک سال سے یہ مسئلہ حل رہا ہے میں بہت پریشان ہوں اس کا کوئی مناسب علاج بتادیں۔

متر مآپ APIS-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے آدھا گھنٹہ پہلے پی لیں ان شاء اللہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔

قارئین کرام! آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ ہمارے کلینک کے کام پر ایک شخص دھوکہ دے رہا ہے اپنے موبائل نمبر پر ہیزی پیس کے ذریعے رقم منسوار رہا ہے اور بہت سے لوگوں کی رقم ہضم کر گیا ہم نے اسے نوکری سے نکال دیا۔ آپ سے گزارش ہے کہ رقم ہمیشہ منی آرڈر کے ذریعے ارسال فرمائیں۔

نوٹ: ڈاکٹر صاحب ان دنوں منسل ہیں تمام قارئین سے ان کے لیے دعائے صحت کی درخواست ہے۔

ملاقات اور ملٹی آرڈر کرنے کا پتہ
خیج 1510 بجے شام 9 بجے فون نمبر
021-36997059 ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک دکان
نمبر 5-C کے ذی اسے فیکس نمبر 4 شادمان ٹاؤن نمبر 2،
سنگر 14-11 رتھ کراچی 75850

خط لکھتے کا پتہ

آپ کی صحت بہت اہم آٹھنل کراچی پوسٹ بکس 75 کراچی۔



کریں اس کے علاوہ SENECCIO-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں اور CALC PHOS-200 کے 10 قطرے جب ہمیشہ آئے درد کے اس وقت لیا کریں آدھا کپ پانی میں رات سوتے وقت اور صبح نہاؤ منہ پیا کریں پھر دوبارہ صبح لیا صرف ماہوار کی درد کے ساتھ آنے پر لیا اس کے علاوہ دو امت لینا ان شاء اللہ آپ کو دو اڈل سے آرا مگائے گا۔

لوشابہ زینب کجرات سے لکھتی ہیں کہ بہت امینڈ کے ساتھ خطا کھ رہی ہوں میرے والد جن کی عمر 48 برس ہے ان کی دائیں سائینڈ مطلب بازو اور ہتک بائیں سائینڈ سے پھوٹی ہوئی ہے اور خون کا دوران کم ہونے کی وجہ سے وہ من ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے وہ کام بھی نہیں کر پاتے اور مزوری کرتے ہیں جب چلتے ہیں تو ایسے جیسے ایک ٹانگ پھوٹی ہے اور دوسری بڑی ہے 24 گھنٹوں میں 2.9 گھنٹے ان کی دائیں سائینڈ من رہتی ہے بہت سارے ڈاکٹرز سے علاج کرایا ٹیسٹ کرائے مگر کوئی مسئلہ سامنے نہ آیا فالج کے اسپیشلسٹ کو بھی دکھا یا پر اللہ کا شکر تھا کہ وہ مسئلہ بھی رپورٹ میں نہ آیا میرے کرم اس بیماری کا علاج اگر آپ کے پاس ہے تو ہنس اچھی سی دوا تجویز کر دیں میرے ابو بہت ساری دوائیں کھا چکے ہیں ذہنی سال سے ان کو یہ بے زکی ہے۔

متر مآپ ابو کو FERRUM PHOS-6 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے آدھا گھنٹہ پہلے دیا کریں تین ماہ کا کورس مکمل کریں دوا جرنی کی لینا ان شاء اللہ آفا رامتلا جائے گا۔

صبا شیریں چٹوال سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتادیں۔

متر مآپ ONOSMODIUM-CM پر آنسو میں دن دس قطرے ایک بار پیا کریں ان شاء اللہ مسئلہ حل ہو جائے گا جب مسئلہ حل ہو جائے گا دوا استعمال تب بند کر دیں۔

کیا کہ جن افراد کی سمجھ بوجھ کی قوت میں کمی آئی ان کی بڑی کارکردگی کا تعلق سگریٹ نوشی سے بنتا تھا۔

چھوٹے بچوں کا کھیلنا ضروری ہے

طبی ماہرین نے کہا ہے کہ تندرست رہنے کے لیے چھوٹی عمر کے بچوں کا کھیلنا بہت ضروری ہے۔ ایسا سنڈرون میڈیکل سینٹر کے ایک ڈاکٹر اور ان کی ٹیم نے تحقیق کے دوران ثابت کیا کہ چھوٹی عمر میں بچوں کو کھیلنے کودنے کا موقع نہیں ملتا اور ان بچوں کی نسبت بہت کم صحت مند ہوتے ہیں جو چھوٹی عمر میں کھیلتے کودتے ہیں۔ ماہرین کے مطابق امریکا میں تین سے پانچ سال کی عمر کے تین چوتھائی بچے نگہداشت کے مرکز میں رہ رہے ہیں انہیں دوسرے بچوں کی طرح جسمانی اعتبار سے حریدہ حرکات سکنتات کی ضرورت ہوتی ہے جس سے بچوں کی ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں میں اضافہ ہوتا ہے اور بچے فزیکل مضبوط ہوتے ہیں اگر وہ جسمانی طور پر مضبوط ہوں گے تو ان کا حال بہتر ہوں گے اور ان کے اور بچوں سے زیادہ تیز ہوں گے۔

اکھچے پیتھ کو کھانا مفید

برطانیہ میں تحقیق کا کہنا ہے کہ خاندان کے ساتھ کھانا کھانے سے بچوں کی کھانے پینے کی عادات بہتر ہوتی ہیں۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ بچوں کی خوراک میں روزانہ چھل اور سبز یوں کے پانچوں حصے ہونے چاہئیں۔ انہیں ہر روز تقریباً 400 گرام چھل سبزی کھانی چاہیے۔ تحقیق کے مطابق جو بچے ہمیشہ اپنے خاندان کے ساتھ کھانا کھاتے ہیں وہ ضرورت کے مطابق چھل سبزی کھاتے ہیں جو خاندان بھی کھتی ہے اور یہی ساتھ کھانا کھاتے ہیں وہاں بھی بچوں کی خوراک میں چھل سبزیوں کی مقدار طے شدہ مقدار کے قریب ہوتی ہے۔ ماہرین کہتے ہیں کہ والدین اور چھوٹی بہنوں کو دیکھنے سے بچے اچھی عادات سیکھتے ہیں۔ ان تحقیق میں جنوبی لندن کے 52 پرائمری اسکولوں کے تقریباً 4000 طلباء کے کھانے پینے کی عادات کا مطالعہ کیا گیا اور یہ نتیجہ اٹھا لیا کہ صحت مند طریقے سے کھانے

جاگنگ سے ذہنی دباؤ دور

گامکوپنیورٹی میں کی گئی حالیہ ریسرچ کے مطابق دماغی امراض اور ذہنی پریشانیوں کے خاتمے کے لیے دن میں دو دفعہ ہر سے بھرے درختوں والے پارک میں جاگنگ کرنی چاہیے اس تحقیق کے مطابق پارک میں جاگنگ کرنے والے افراد ہم جا کر ورزش کرنے والے افراد کی نسبت اسے پچاس فیصد زیادہ ذہنی پریشانیوں اور دماغی امراض سے محفوظ رہتے ہیں۔ قدرتی ماحول میں کی جانے والی ورزش دماغ پر مثبت اثرات مرتب کرتی ہے اس سے نیند کے حصول اور اعصابی تناؤ کو کم کرنے میں نمایاں مدد ملتی ہے۔ ریسرچ رپورٹ کے مطابق ڈاکٹروں کو چاہیے کہ وہ ذہنی تناؤ اور دماغی امراض کے مریضوں کو ہر سے بھرے اور فضا قدرتی ماحول میں سیر اور جاگنگ کی ہدایت کریں تاکہ وہ جلد صحت یاب ہو سکیں۔

سگریٹ نوشی سے دماغ سکڑتا ہے

برطانوی تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ سگریٹ نوشی سے یا عاشرت سیکھنے اور استدلال کی قوت میں متاثر ہوتی ہیں اور اس کے باعث دماغ گل مرٹ جاتا ہے یہ تحقیق لندن کی کنگز کالج نے کی۔ اس تحقیق میں پچاس برس سے زیادہ عمر کے 4000 افراد کا مشاہدہ کیا گیا۔ ان میں سے زیادہ افراد کو جلد پریشانی تکلیف اور موٹاپے سے بھی دماغ متاثر ہونے کے شواہد ملے لیکن یہ اثرات تمباکو نوشی سے ہونے والے اثرات سے کم تھے۔ اس تحقیق میں شامل سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ لوگوں کو خیال رکھنا چاہیے کہ طرز زندگی سے بھی جسم کے ساتھ ساتھ دماغ متاثر ہوتا ہے۔ اس تحقیق میں سائنس دانوں نے سگریٹ نوشی افراد کا ایک نمونہ چار سال بعد اور پھر آٹھ سال بعد لیا گیا۔ مجموعی طور پر یہ دیکھا

پاک سوسائٹی پر موجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایت اللہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابراراجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	ممتاز مفتی
نگہت عبد اللہ	سباس گل	عنیزہ سید	مستنصر حسین
رضیہ بٹ	زُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیم الحق
رفعت سراج	اُمِ ہریم	نایاب جیلانی	ایم اے راحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ،
حناء ڈائجسٹ، ردا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسوسی ڈائجسٹ،
سرگزشت ڈائجسٹ، نئے آفاق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابن صفی،

جاسوسی دنیا از ابن صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

وائے بچے اپنے گھر والوں کے ساتھ اکٹھے بیٹھ کر کھاتے ہیں۔

انسی لاکھ پاکستانی فیس بلٹ پر

ایک حالیہ رپورٹ کے مطابق پاکستان میں سماجی رابطے کی سائٹس "فیس بک" کے 80 ملین سے زائد اکاؤنٹس ہیں۔ سوشل نیٹ ورکس سائٹ کے تازہ اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ فیس بک سائٹ پر پاکستانیوں کے 80 لاکھ سے زائد یوزرز ہیں۔ سب سے زیادہ یہ سائٹ استعمال کرنے والے ممالک میں پاکستان کا شمار 28 ویں نمبر پر ہے۔ اس ذریعے کے مطابق گزشتہ 6 ماہ میں پاکستان میں فیس بک استعمال کرنے والوں کی تعداد میں 3 لاکھ سے زائد کا اضافہ دیکھنے میں آیا۔ سوشل رابطے کی سائٹ فیس بک کا استعمال 70 فیصد پاکستانی مرد اور 30 فیصد پاکستانی خواتین کرتی ہیں جب کہ نوجوان طبقہ فیس بک کا سب سے زیادہ استعمال کرتا ہے۔ دنیا کے تمام ممالک میں سب سے زیادہ امریکا میں فیس بک استعمال کرنے والے نوجوان دیکھے جاتے ہیں جہاں اس سائٹ کو سب سے زیادہ استعمال کرنے والوں کی تعداد 16 کروڑ بتائی جاتی ہے۔

جلدی سوئیں، بلڈ پریشر، بھگانیں

برطانوی طبی ماہرین نے کہا ہے کہ جلد سونا اور منہ سب نیند ہائی بلڈ پریشر کو معمولی پر لانے میں مدد دیتی ہے اس حوالے سے ہونے والی تحقیق سے ثابت ہوا کہ جو لوگ جلدی سوئے اور ایک گھنٹہ زیادہ نیند کی ان کے ہائی بلڈ پریشر میں واضح کمی آئی اور وہ اسے نذر حد تک لے آئے۔ ماہرین کے مطابق نیند کی کمی اور دباؤ میں زندگی گزارنے والے افراد کے ہائی بلڈ پریشر میں اضافہ ہونے کا خطرہ ہے۔ ایسا فریڈ نیند کے دوران بے کو بیٹھا کر ہائی بلڈ پریشر کو نارمل کر سکتے ہیں۔ واضح رہے کہ برطانیہ میں ہر پانچ میں سے ایک بالغ شخص ہائی بلڈ پریشر سے متاثر ہے۔ حوالے کے اور سے پانچ کی وجوہات میں سے ایک ہے۔ ڈاکٹروں کے مطابق صحت مند لائف سٹائل کے ساتھ ان بیماری کو جگایا جاسکتا ہے۔

کم سونے سے بیماریوں کا حملہ ایک حالیہ امریکی تحقیق کے مطابق جو لوگ چھ گھنٹے سے کم نیند لیتے ہیں وہ بہت سی بیماریوں کو دعوت دیتے ہیں۔ ان بیماریوں میں ہائی بلڈ پریشر، ہائی کولیسٹرول، ڈیپریسشن اور موٹاپا شامل ہے۔ تحقیق دانوں نے نتیجہ اخذ کیا کہ پانچ گھنٹے یا پانچ گھنٹے سے بڑھ گھنٹے نیند لینے والے افراد کی بیماریوں میں مبتلا تھے۔ پانچ گھنٹے یا اس سے بھی کم نیند لینے والے افراد میں ہائی بلڈ پریشر اور ہائی کولیسٹرول میں مبتلا ہونے کے امکانات ان لوگوں کی نسبت تقریباً دو گنا تھے جو آٹھ گھنٹے یا اس سے زیادہ کی نیند لیتے ہیں۔ بہت کم نیند لینے والے افراد میں ایسا ہیٹس میں مبتلا ہونے کے امکانات 75 فیصد جبکہ موٹاپے میں مبتلا ہونے کے امکانات تقریباً 50 فیصد زیادہ تھے۔

ورزش ذہنی اور جسمانی صحت کی اہم ضرورت

ماہرین کہتے ہیں کہ ورزش سے نہ صرف انسانی جذبات پر اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں بلکہ ورزش انسان کو جذباتی طور پر بھی سہارا دیتی ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ ورزش انسان کی ذہنی صحت کو برقرار رکھنے اور اسے تحریک دینے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ یونیورسٹی آف نورٹھ سے منسلک ماہرین نے 26 سال کا زنجیر اکھن کیا اور اس کا تجزیہ کیا۔ ماہرین کا کہنا تھا کہ وہ لوگ جو دن میں تھوڑی بہت ورزش بھی کرتے ہیں اپنی زندگی سے ڈپریشن کو ختم کر سکتے ہیں۔ اس تحقیق کی سربراہی کرنے والے چارج تسلیم کرتے ہیں کہ ڈپریشن کے بہت سے عوامل کارفرما ہو سکتے ہیں مگر ڈپریشن کو ختم کرنے کے لیے جو طریقے اختیار کیے جاتے ہیں ان میں ورزش بہترین طریقہ ثابت ہو سکتا ہے۔ اسی لیے جہاں کہتے ہیں کہ ورزش صحیح اور زندگی سے پڑھنا سیکھنا کو اور بڑھائیے۔

